www.KitaboSunnat.com

دوسری خصوصی اشاعت

جدید معیشت، تجارت، مروّجہ اسلامی بینکاری
میزان شریعت میں

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

سہ ماہی البیان کراچی

سلسلہ نمبر 17 اجرا: جنوری 2017

مجلس البحث العلمي
المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر

albayanmirc@gmail.com +92-21-35896959 www.islamfort.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ

سہ ماہی البیان کراچی

سرپرست اعلیٰ
فضیلۃ الشیخ علامہ
عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

سلسلہ نمبر 17، جون تا دسمبر 2016، شوال 1437ھ تا ربیع الاول 1438ھ

مدیر اعلیٰ | فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر خلیل الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ

مجلس علمی

فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ حافظ شریف حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ ابراہیم بھٹی حفظہ اللہ

مدیر
خالد حسین گورایہ

مدیر مجلس ادارت
حافظ محمد سلیم

مجلس ادارت

عثمان صفدر (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
سعید احمد شاہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
حماد امین چاؤلہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
شعیب اعظم مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
جمشید اعوان (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

بیورو چیف سندھ: عمران فیصل (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

کمپیوٹر لے آؤٹ: عبدالحمید صغیر/ محمد امین شگری

زرِ تعاون بھیجنے کے لیے اور **البیان** کے شمارہ جات جاری کروانے کے لیے ذیل میں دیئے گئے پتہ پر بذریعہ منی آرڈر رقم ارسال کریں نیز بذریعہ ایزی پیسہ اور آن لائن بھی رقم ارسال کر سکتے ہیں۔

تفصیلات کے لیے رابطہ: محمد کامران یاسین/ 03222056928

سالانہ بکنگ پر خصوصی رعایت

برائے خط و کتابت: المدینہ ریسرچ سینٹر پوسٹ بکس نمبر 12231، ڈی ایچ اے، کراچی

المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر
AL-Madina Islamic Research Center
مسجد سعد بن ابی وقاص ڈیفنس فیز 4، 11 کمرشل اسٹریٹ
نزد نثار شہید پارک وگذری پولیس اسٹیشن کراچی

Ph:+92-21-35896959
Mob 03322135693
WEBSITE:
WWW.ISLAMFORT.COM
E-MAIL
albayanmirc@gmail.com

نوٹ: البیان میں شائع کیے جانے والے مضامین علمی و تحقیقی بنیادوں پر شامل اشاعت کیے جاتے ہیں ادارہ کا مضمون نگار سے کُلی اتفاق ضروری نہیں!

www.islamfort.com

www.KitaboSunnat.com

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم

البیان

سہ ماہی کراچی

سرپرست اعلیٰ
فضیلۃ الشیخ علامہ
عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

سلسلہ نمبر 17 جون تا دسمبر 2016 شوال 1437ھ تا ربیع الاول 1438ھ

مدیر اعلیٰ | فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر خلیل الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ

مجلس علمی

فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ حافظ شریف حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ
فضیلۃ الشیخ ابراہیم بھٹی حفظہ اللہ

مدیر
خالد حسین گورایہ

مدیر مجلس ادارت
حافظ محمد سلیم

مجلس ادارت

عثمان صفدر (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
سعید احمد شاہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
حماد امین چاؤلہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
شعیب اعظم مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
جمشید اعوان (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

نمائندہ چیف سندھ: عمران فیصل (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
کمپوزر لے آؤٹ: عبدالحمید صغیر/محمد امین شگری

زرتعاون بھیجنے کے لیے اور البیان کے شمارہ جات جاری کروانے کے لیے ذیل میں دیئے گئے پتہ پر بذریعہ منی آرڈر رقم ارسال کریں نیز بذریعہ ایزی پیسہ اور آن لائن بھی رقم ارسال کرسکتے ہیں۔

تفصیلات کے لیے رابطہ: محمد کامران یاسین/ 03222056928

سالانہ بکنگ پر خصوصی رعایت

برائے خط وکتابت: المدینہ ریسرچ سینٹر پوسٹ بکس نمبر 12231، ڈی ایچ اے، کراچی

المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر
AL-Madina Islamic Research Center
مسجد سعد بن ابی وقاص ڈیفنس فیز 4، 11 کمرشل اسٹریٹ
نزد نثار شہید پارک وگذری پولیس اسٹیشن کراچی

Ph:+92-21-35896959
Mob 03322135693
WEBSITE:
WWW.ISLAMFORT.COM
E-MAIL
albayanmirc@gmail.com

نوٹ: البیان میں شائع کیے جانے والے مضامین علمی وتحقیقی بنیادوں پر شامل اشاعت کیے جاتے ہیں ادارہ کا مضمون نگار سے کلی اتفاق ضروری نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

اداریہ	10

فکرونظر

آغاز وارتقاء	14
پہلا مرحلہ: شخصی اور انفرادی اقدامات	16
دوسرا مرحلہ: حکومتوں کی جانب سے کیے جانے والے اقدامات	16
تیسرا مرحلہ: بین الاقوامی نوعیت کے اقدامات	16
چوتھا مرحلہ: جامع اقدامات	17
ارض پاکستان میں بلاسود بینکاری کے قیام کی کاوشیں	17
صحیح اسلامی بینکاری نظام کا قیام بہت ضروری ہے	21
صحیح اسلامی بینکاری نظام کیوں ضروری ہے؟	21
مروجہ اسلامی بینکوں کا کردار ایک سوالیہ نشان؟	22
اسلامی بینکاری کی موجودہ صورت حال	23

عالمی غربت کے حوالہ سے چند حقائق	27
آمدنی میں ظالمانہ تقسیم	27
بھوک کی ستائی دنیا	29
ارتکاز دولت	29
امیر اور غریب میں فرق	29
بھوک اور عیاشیاں	30
قرض اور سود	33
بیروزگاری	34
نجات کا راستہ	34

حلال کا مفہوم، پاکیزہ کا مفہوم	50-51
حلال اور پاکیزہ رزق کمانے کے اصول	55
حلال کمائی کے لیے کی جانے والی دعا	60

حقانیت	68
مقصد تخلیق سے ہم آہنگی	69
اصالت	70
وضاحت	71
صداقت وامانت	72
عدالت	73

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوام وشمول	75
مرونت وملائمت	78
واقعیت وافادیت	81

آداب تجارت

دین اسلام میں تجارت کی فضیلت اور آداب 84

تجارت کی فضیلت	84
قرآن کریم میں فضیلت	85
احادیث میں فضیلت	85

اصول تجارت

دینِ اسلام میں خرید وفروخت کے بنیادی اصول
حماد امین چاولہ 92

اصطلاح میں بیع سے مراد	94
بیع کے ارکان	94
جمہور اہلِ علم کے یہاں بیع کے تین بنیادی ارکان ہیں	95
لین دین، خرید وفروخت کے بنیادی اصول وضوابط	96
اجمالی اصول وضوابط	97
ظلم سے مراد	102
غرر کب مؤثر ہوگا؟	104
اصطلاح میں ''المیسر'' سے مراد	106
حرمت کی وجوہات	107
جوئے کی صورتیں	108
مالی معاملات میں سدّ الذرائع کی ایک اہم مثال	114
''بیع العینہ'' کی تعریف	114
قاعدہ سدّ الذرائع کے چند اہم دلائل	115
سدّ الذرائع کی اقسام	116
قاعدہ سدّ الذرائع کن صورتوں میں معتبر ہوگا؟	118
شرط کی لغوی واصطلاحی تعریف	119
خرید وفروخت کی شرائط سے مراد	120
پہلی شرط: طرفین حقیقی طور پر رضامند ہوں	120
باہمی وحقیقی رضامندی سے متعلق چند اہم وضروری مسائل	122
پہلا مسئلہ: ''بیع المعاطاۃ'' کا حکم	122
دوسرا مسئلہ: ''بیع المکرَہ'' (زبردستی کی بیع) کا حکم	123
تیسرا مسئلہ: ''بیع الجبری'' زبردستی کی بیع کی چند استثنائی صورتیں	124
چوتھا مسئلہ: مجبوری میں کی جانے والی غیر حقیقی بیع کا حکم	125
دوسری شرط: طرفین خرید وفروخت کی اہلیت وقابلیت رکھتے ہوں	126
بے وقوفی کی پہچان کا ضابطہ	127
طرفین کی اہلیت سے متعلقہ چند ضروری وضاحتیں	128
نابالغ بچہ کی طرف سے سودا خرید وفروخت	128

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تیسری شرط: خرید وفروخت کی جانے والی چیز شرعی----	130
حرام اشیاء میں شامل دیگر امور	132
چوتھی شرط: مال وزر فروخت کنندہ وخریدار کی ملکیت میں ہو	133
مسئلہ بیع السلم یا بیع السلف	135
شرط ملکیت کے حکم سے چار قسم کے لوگ مستثنیٰ ہیں	136
ولی اور وکیل میں فرق	138
پانچویں شرط: خریدی ہوئی چیز کو قبضہ میں لینا	138
قبضہ سے قبل فروخت کی ممانعت کی علت وسبب	139
چھٹی شرط: خریدی وفروخت کی جانے والی شے سے متعلق مکمل علم رکھنا	142
خرید وفروخت کی جانے والی شے کا علم	143
مقدار کا علم	143
ناپ تول اور وزن میں کمی کرنا	144
صفات کا علم	145
جان بوجھ کر عیب چھپانا	145

مضاربہ کے بارے میں روایات	149
مضاربہ کے اصول وضوابط	150

مروجہ مرابحہ کی شرعی حیثیت	160
بیع مرابحہ کے جواز کی دلیل	161
بیع مرابحہ اور عام بیع میں فرق اور مرابحہ کی ضرورت	161
اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ	162
مروجہ مرابحہ اور شرعی مرابحہ میں فرق	162
مروجہ مرابحہ کی تفصیل	162
مروجہ مرابحہ پر چند بنیادی شرعی اعتراضات	165
وعدہ کا لازمی ایفاء: ایک جادو کی چھڑی!	170
مرابحہ میں الوعد الملزم (لازمی وعدہ) کا شرعی متبادل	173
نام نہاد صدقہ وجرمانہ کا صحیح وحقیقی متبادل	189
مرابحہ! اسلامی بینکنگ پر ایک سوالیہ نشان ؟	190

مروّجہ اجارہ کی شرعی حیثیت

مروجہ اجارہ کی صورت	196
مروجہ اجارہ میں ملکیت کے انتقال کی صورتیں	197
مروجہ اجارہ اور شرعی اجارہ میں کئی بنیادی فرق ہیں	198
اسلامی بینک قسطوں پر چیز کی فروخت کا طریقہ کار کیوں اختیار......	199
مروجہ اجارہ میں شرعی اعتراضات	201
مروجہ اجارہ کا شرعی متبادل	205

مشارکہ متناقصہ

مشارکہ کے جواز کی دلیل	206
مشارکہ کی اقسام	207
مشارکہ متناقصہ کی تعریف	208

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشارکہ متناقصہ کی صورت	209
مروجہ مشارکہ متناقصہ پر شرعی اعتراضات	210
مشارکہ متناقصہ کی مجوزہ شرعی صورت	213
بینک کی تمویل کاری/سرمایہ کاری (Financing) پر مشتمل خدمات اور ان کا شرعی حکم	217
بچت کھاتہ	217
شرعی حکم	218
جاری کھاتہ (Current Account)	219
شرعی حکم	219
جاری کھاتہ (Current Account) کے ضمنی مسائل	220
کریڈٹ کارڈ (Credit Card)	222
ڈیبٹ کارڈ (Debit Card)	223
ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈ کے ضمنی مسائل:	223
تجارتی اعتمادی دستاویز (Letter of Credit)	226
تجارتی اعتمادی دستاویز (LetterofCredit)۔۔۔	227
بینک گارنٹی لیٹر کی حقیقت	231
بینک گارنٹی کے ارکان	232
بینک ضمانت جاری کرنے کا طریقہ کار	233
بینک ضمانت کی اقسام	234
گارنٹی لیٹر کے اجراء سے بینک کو حاصل ہونے والا فائدہ	235
بینک ضمانت خط کی حیثیت شریعت اسلامیہ کی رو سے	236
سروس کی فراہمی حاصل کیا جانے والا کمیشن	236
ضمانت پر معاوضہ لینا	237
تنبیہات	239
خلاصہ بحث	239
بیع سلم کی تعریف	243
بیع سلم کا حکم	244
سلم کی اجازت کا فلسفہ	245
بیع سلم کی شرائط	249
بیع سلم میں قیمت موخر کرنے کا حکم؟	249
بیع سلم سے متعلق اہم مسائل	252
شیئرز کے سودوں میں بیع سلم جائز نہیں	255
مزعومہ اسلامی بینکوں میں سلم کا استعمال	257
سلم متوازی	258

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

فہرست

زرکے مسائل

اسلام کا نظریہ زَر اور کاغذی کرنسی کی حقیقت

حافظ ذوالفقار علی	284
زر کی حقیقت	285
فقہی لٹریچر میں نقد کا معنی	285
اقتصادی ماہرین کے ہاں نقد (زَر) کی حقیقت	285
زَر صرف حکومت جاری کرسکتی ہے	287
زر کی قدر مستحکم ہونی چاہیئے	288
زر کی قدر میں استحکام کیسے لایا جائے؟	290
زَر: اقسام، تاریخ اور احکام	293
زر اور کرنسی میں فرق	294
کرنسی کی تاریخ	294
عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرنسی	295
نوٹ کب ایجاد ہوئے؟	297
کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت	298

معیشت واقتصاد

ٹیکس کی شرعی حیثیت

خالد حسین گورایہ	306
ٹیکس کیا ہے؟	307
ٹیکس کی تاریخ	307
ٹیکس کی شرعی حیثیت	311
ٹیکس لگانے کی شرائط	316
خلاصہ کلام: ٹیکس کا متبادل	317-18

عقد استصناع (Manufacturing Contract) کی اسلامی بینکوں میں رائج صورتیں اور ان کا شرعی حکم

ریسرچ کونسل: المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر	259
استصناع اور عام بیع میں فرق	259
کن ضروریات کے پیشِ نظر عقد استصناع کی اجازت دی گئی	260
استصناع کے جواز کے دلائل	261
استصناع کی صحت کیلئے متعین کردہ شرعی شرائط	262
کیا معاہدہ کرنے والی کمپنی وہ کام کسی اور سے کرواسکتی ہے؟	263
عقد استصناع کا معاہدہ کب لازم ہوتا ہے؟	264
استصناع اور سلم میں بنیادی فرق	266
اسلامی بینکوں میں رائج استصناع	266
اسلامی بینکوں میں مینوفیکچرنگ کا طریقہ کار	267
صحیح طریقہ کار	269

لین دین کے مسائل

قسطوں کے کاروبار کا شرعی حکم

ڈاکٹر عبدالرحمٰن ردادی/ترجمہ: حافظ یونس اثری	271
قسطوں کا کاروبار کیا ہے؟	272
قسطوں کے کاروبار کا حکم	272
مانعین کے دلائل اور ان کا تجزیہ	273
قائلین کے دلائل	276
قسطوں کے کاروبار میں ناجائز امور	281
فقہ اسلامی اکیڈمی کی قسطوں کے کاروبار کے حوالے سے قرارداد	282

www.islamfort.com

www.KitaboSunnat.com

افراطِ زر کے نتائج اور اشاریہ بندی کی تکنیکی مثال	321
اشاریہ بندی (Indexation) کیا ہے؟	321
قرضوں کی اشاریہ بندی.................بنیادی مسئلہ	322
کاغذی کرنسی.................شرعی حیثیت	323
کرنسی نوٹ بحیثیت دستاویز	324
نظریہ عروض	324
کرنسی نوٹ کا معدنی سکوں سے الحاق	324
نظریہ بدل	325
قرضوں کی اشاریہ بندی کی شرعی حیثیت	326
مجوزین کے دلائل	327
مانعین کے دلائل	328
اشاریہ بندی کے تکنیکی اور اقتصادی نقصانات	328
اشاریہ بندی اور ربا الفضل	331
غرر اور جہالت	333
ممکنہ حل	333
خلاصہ	337
	339
حل کہاں سے ملے گا؟	340
لوگوں کے قرض لینے کی چند بڑی وجوہات	340
لوگ قرضے واپس کیوں نہیں کرتے؟	340
قرض کی عدم ادائیگی کے اسباب	340
قرض کی ادائیگی کو کیسے محفوظ بنایا جاسکتا ہے؟	341
مقروض کے قرض لینے سے مکر جانے کا حل	342
قرضوں کو تنگ دستی سے محفوظ کرنے کا شرعی طریقہ	344
مقروض کی بدنیتی سے قرضوں کو کیسے محفوظ بنایا جائے؟	345
ٹال مٹول والے مقروض کے ساتھ قانونی اقدامات	345
تنگ دست مقروض کی مشکلات کا حل؟	347
قرضوں کی وصولی آسان بنانے کے لیے سفارشات	349

بیمہ پالیسی

کمرشل انشورنس کا حکم	357
انشورنس کے حوالہ سے چند شبہات اور ان کا ازالہ	361
تکافل	365
تکافل کمپنیوں کے نظام	367
ایک ضروری وضاحت	370
انشورنس کا صحیح اسلامی متبادل	372
وقف کی تعریف	373

متفرق مسائل

ایڈورٹائزنگ کا مفہوم	378

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایڈورٹائزنگ کی اقسام	378
ایڈورٹائزنگ کے ذرائع	379
ایڈورٹائزنگ (کاروبار کی تشہیر) کا شرعی حکم	380
ایڈورٹائزنگ کے شرعی اصول اور ضابطے	384
ایڈورٹائزنگ کیلئے انعامی اسکیمیں اور گفٹ کا اہتمام کرنا	395
مسائل مذکورہ بالا کا شرعی نوعیت سے جائزہ	397
پراڈکٹ کی ترویج کیلئے تحفہ دینا	401
مارکیٹنگ تحائف کی جملہ صورتوں کا شرعی جائزہ	403
تحفے کا کسی چیز یا سامان کی شکل میں ہونا۔	404
تحفہ کسی سہولت یا سروس وغیرہ کی صورت میں ہو۔	405
تحفے کے طور پر چیز میں پیسے یا سونا چاندی وغیرہ رکھنا	

ذخیرہ اندوزی کیا ہے	412
ذخیرہ اندوزی کی لغوی و اصطلاحی کی تعریف	416
اسلام میں ذخیرہ اندوزی کا حکم	416
کن چیزوں میں ذخیرہ اندوزی ہو سکتی ہے؟	418
ذخیرہ اندوزی کی مروجہ صورتیں	419
ذخیرہ اندوزی کے تحریم کی حکمت اور معاشرے پر برے اثرات	420
ذخیرہ اندوزی کی روک تھام کے لیے کیسے اقدامات ہونے چاہئیں؟	421

مال کی تعریف	424
التعزیر کا معنی	424
مقصد تعزیر (جرمانہ)	425
مالی جرمانہ اور ٹیکس میں فرق	425
مالی جرمانہ اور کاروباری معاملات میں فرق	426
مالی جرمانہ کے حوالے سے علماء کی آراء	426
پہلی رائے	426
دوسری رائے	427
چند اہم دلائل	428
راجح موقف	429
خلاصہ کلام	432

معاشی نظریات

ذخیرہ اندوزی حرام ہے	436
اصول معاشیات قرآن کریم کی روشنی میں	437
گردش دولت کا نظام	438
زکوۃ و عشر	438
قانون وراثت	438

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا اسلامی حکومت جبراً چھین سکتی ہے؟	441
کیپٹلزم، سوشلزم اور اسلام	446
شخصی ملکیت	447
ذرائع پیداور کو قومی ملکیت میں لینا	448
دونوں نظام باطل ہیں	448
اسلام اور اشتراکیت یکجا ہو سکتے ہیں؟	449
روٹی ہماری زندگی کا مقصد نہیں	450

حرام پیشے

وہ پیشے جو بذاتہ حرام ہیں	454
وہ پیشے جو کسی سبب کی وجہ سے حرام ہیں	467
ڈریس ڈیزائننگ	470
اپنے کام میں لا پرواہی کرنے والے کی اجرت کا حکم	471
اسلام یا مسلمانوں کے خلاف میڈیائی پروپیگنڈہ	472
ذخیرہ اندوزی	473
دھوکہ دہی سے حاصل کی جانے والی کمائی	474
حلال گوشت فروخت کرنے والے	475
ہسپتالوں میں کیے جانے والے ناجائز کام	476
غیر اسلامی تہوار سے متعلق اشیاء کی خرید و فروخت	477
آتش بازی کے سامان کی تجارت	478
بھتہ خوری	478
حرام کھانے کا انجام	479

فتاویٰ واحکام

زمیندار کا آڑھتی سے پہلے رقم لینا	481
زمین گروی رکھنا	482
گروی شدہ زمین سے فائدہ لینا	489
بیعانہ ادا کر کے پلاٹ آگے فروخت کر دینا	490
پگڑی	492

معیشت سے متعلق سوالات اور ان کے جوابات

تجارت، اجارہ، اور سود میں فرق	505
تاخیر پر جرمانہ	509
متفرقات	511
اسٹاک ایکسچینج	515
کرنسی نوٹوں پر سود؟	517

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جدید معیشت وتجارت اور مروجہ اسلامی بینکاری میزان شریعت میں

خالد حسین گورایہ

2012ء میں المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کے زیر اہتمام مروجہ اسلامی بینکنگ سسٹم کا شرعی پہلو سے جائزہ لینے کے لیے (اسلامی بینکاری شرعی میزان میں) کے عنوان پر ایک کامیاب کانفرنس منعقد کی گئی جس میں ملک بھر سے نامور علمائے کرام اور ماہرینِ معیشت نے شرکت فرمائی، موضوع مذکورہ پر اپنی تحقیقات اور مقالہ جات پیش کیے۔ مذکورہ کانفرنس میں اسلامی بینکاری میں اصلاحات کے لیے سفارشات بھی پیش کی گئیں جو اس خاص نمبر میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

اسی کانفرنس کے انتہائی مثبت نتائج کے حصول کے بعد 2013ء میں جنوری تا جون کی خصوصی اشاعت بعنوان 'جدید معیشت وتجارت اور مروجہ اسلامی بینکاری میزان شریعت میں' منظر عام پر لائی گئی تھی جسے اہلِ علم اور عامۃ الناس میں انتہائی مقبولیت ملی۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں اشاعت کی تمام کاپیاں فروخت ہوگئیں۔ اس کے بعد بھی قارئین کی ایک بڑی تعداد نے بارہا اصرار کیا کہ اس خاص نمبر کو دوبارہ شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہوسکیں۔ اسی اہمیت وضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے سہ ماہی البیان کی ادارتی ٹیم نے سابقہ اشاعت میں شامل شدہ مضامین کا ازسرنو جائزہ لیا اور بقدر ضرورت حک واضافہ کے ساتھ انہیں دوبارہ اس اشاعت کا حصہ بنایا گیا۔ نیز اس کے ساتھ اس میں سے چند مضامین حذف کردیے گئے اور کئی اہم مضامین جو سابقہ اشاعت میں شامل نہیں ہوسکے تھے انہیں اس اشاعت میں شامل کیا گیا جن کی

www.islamfort.com

www.KitaboSunnat.com

تفصیل کچھ یوں ہے:

❶ رزق حلال کی اہمیت وافادیت ❷ آداب تجارت ❸ معاملات بینک اوران کا شرعی حکم ❹ قسطوں کے کاروبار کا شرعی حکم ❺ ٹیکس کی شرعی حیثیت ❻ ذخیرہ اندوزی اوراسلام ❼ مالی جرمانے کی شرعی حیثیت ❾ زرعی زمین اور پلاٹوں کے حوالے سے چنداہم فتاویٰ وغیرہ شامل ہیں۔

اس تمام کاوش کا مطلوب ومقصود یہ ہے کہ انسان چونکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اوراسی کی بندگی کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے، اسی بندگی کی پہچان کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل کیں اور رسولوں کو مبعوث کیا جس شخص نے ان رسولوں کی باتوں کو تسلیم کرلیا وہ کامیاب ہوگیا اورجس نے اسے رد کردیا وہ ناکام ونامراد ہوگیا۔اسی رب کی عبودیت کو جملہ شعبہ زندگی میں رائج کرنے کے لیے یہ ادنیٰ سی کاوش کی گئی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اورلوگوں کواس سے فائدہ پہنچائے۔انہ ولی التوفیق۔

اسلامی بینکاری سسٹم کی اصلاح کے لیے ایک قابل تحسین اقدام مگر منزل ہنوز دوراست:

مؤرخہ 13 ستمبر 2016 کے اخبارات میں یہ خبر شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی کہ اسٹیٹ بینک نے اسلامی بینکاری کوسود سے پاک کرنے کے فیصلے کے پیش نظر ایک سرکلر جاری کیا ہے۔جس کی رو سے اسلامی بینکوں کومشارکہ مضاربہ،سمیت دیگر فنانسنگ سکیمیں متعارف کرانے کے لیے شرح سود سے چھوٹ ہوگی، اوراسلامی بینکوں کواس کے لیے متبادل پرائسنگ میکنزم متعارف کراناہوگا۔یہ سرکلراس حقیقت کا اعتراف ہے کہ اسلامی بینک مکمل طور پر سود سے پاک نہیں اسی بنا پر اسے سود کے چنگل سے چھڑانے کے لیے ہنوز کوششیں جاری ہیں۔یہ ایک قابل تحسین اقدام ہے تاہم گیند اب اسلامی بینکوں کے ماہرین اوران کے شرعی ایڈوائزرز کی کورٹ میں ہے اب دیکھنا یہ ہے یہ کتنی جلد شکوک وشبہات اورسود سے پاک میکنزم متعارف کراتے ہیں۔؟

اخباری رپورٹ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

DAILY EXPRESS

روزنامہ ایکسپریس

اسلامی بنکاری کو سود سے پاک کرنیکا فیصلہ، سٹیٹ بنک کا سرکلر جاری

اسلامک بینکوں کو مشارقہ، مضاربہ، وکالہ سمیت دیگر فنانسنگ سکیمیں متعارف کرانے کیلئے شرح سود سے چھوٹ ہوگی، متبادل پرائسنگ میکنزم متعارف کرانا ہوگا

اسلامک بینکوں کو مرابہ کی بنیاد پر فکس شرح منافع کی بجائے شریعت کے تحت متبادل انتظام لانیکی ہدایت، شرح سود پر چھوٹ کا اطلاق فوری ہوگا، مقصد اسلامی بنکاری کا فروغ ہے

اسلام آباد (ارشاد انصاری سے) حکومت نے اسلامی بینکنگ کو سود سے پاک کرنے کا فیصلہ کیا ہے، اس حوالے سے سٹیٹ بنک نے سرکلر جاری کر دیا ہے۔ سٹیٹ بینک آف پاکستان نے ملک میں اسلامک بینکنگ کے فروغ کیلئے اسلامک بینکوں کو مشارقہ، مضاربہ اور وکالہ سمیت اسلامک فنانسنگ کی دیگر سکیمیں متعارف کرانے کیلئے شرح سود کو بینچ مارک کے طور پر استعمال کرنے سے چھوٹ دیدی ہے۔ اس ضمن میں سٹیٹ بینک کی جانب سے باضابطہ طور پر سرکلر جاری کر دیا گیا ہے جس کے تحت سٹیٹ بینک آف پاکستان نے اسلامک بینکوں کیلئے اسلامک فنانسنگ کی پراڈکٹس متعارف کرانے کے حوالے سے قوانین میں ترامیم کر دی ہیں۔ سٹیٹ بینک کی جانب سے یہ ترامیم، وفاقی حکومت کی طرف سے اسلامک فنانسنگ کے فروغ کیلئے حال ہی میں اٹھائے جانیوالے اقدام کی روشنی میں کی گئی ہیں۔ حکام کا کہنا ہے کہ براہ راست سود کی وصولی پر پابندی کے باوجود اکثر اسلامک بینک پرائسنگ ریفرنس کے طور پر شرح سود کی بنیاد پر بینچ مارکس کو استعمال کر رہی ہے۔ سٹیٹ بینک کے سرکلر میں کہا گیا ہے کہ اسلامک بینکوں کو شراکتی فنانسنگ سکیموں کیلئے متبادل پرائسنگ میکنزم متعارف کرانا ہوگا، یہ متبادل پرائسنگ میکنزم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کراچی انٹر بینک آفرڈ ریٹ(کے آئی بی او آر) کی جگہ ہو گئے۔ قبل ازیں اسلامک بینک شرح منافع مرابحہ کی بنیاد پر دیتے تھے جو دو فریقین کے مابین فکس منافع ہوتا تھا تاہم اب حکومت نے اسلامی بینکوں سے کہا ہے کہ وہ اس حوالے سے شریعت کے تحت متبادل انتظام لائیں۔ سٹیٹ بینک کا کہنا ہے کہ 2004 سے مرکزی بینک کی جانب سے تمام بینکوں کیلئے کے آئی بی او آر کو بینچ مارک کے طور پر استعمال کرنا ضروری تھا مگر اسلامک بینکوں کیلئے کے آئی بی او آر کو اپنی اسلامک پراڈکٹس کیلئے بنچ مارک کے طور پر استعمال کرنا اسلامک بینکنگ میں خامی اور نقص تصور کیا جارہا ہے اور اس سے ریٹیل کلائنٹس کی اسلامک فنانسنگ کو قبول کرنے کے حوالے سے حوصلہ شکنی ہو رہی تھی اور یہ اسلامک بینکنگ کے پھیلاؤ میں بھی رکاوٹ بن رہا تھا جس کے باعث اب یہ ترامیم کر کے اسلامک بینکوں کو متبادل پرائسنگ میکنزم متعارف کروانے کا کہا گیا ہے کیونکہ حکومت ملک میں اسلامک فنانسنگ کو فروغ دینا اور مجموعی بینکنگ میں اسلامک بینکنگ کا حصہ بڑھانا چاہتی ہے، اس وقت تمام بینکنگ اثاثہ جات میں اسلامک کے اثاثہ جات کا 11.4 فیصد حصہ جبکہ ملک کے مجموعی بینک ڈپازٹس میں 13.2 فیصد حصہ ہے۔

اسلامک بینکنگ کے فروغ کیلئے سٹیٹ بینک آف پاکستان کی جانب سے اسلامک بینکوں کو اپنی اسلامک پراڈکٹس کیلئے شرح سود کو بنچ مارک بنانے سے دی جانیوالی چھوٹ کا اطلاق فوری طور پر ہوگا، علاوہ ازیں اس کا اطلاق مشارقہ، مضاربہ اور وکالہ سمیت دیگر شراکتی اسلامک فنانسنگ سکیموں پر ہوگا۔ سٹیٹ بینک حکام کا کہنا ہے کہ مشارقہ، مضاربہ اور وکالہ جیسے شریعہ کمپلائنٹ جانے پہچانے ہیں لیکن روایتی طور پر یہ شریعہ کمپلائنٹ کنٹریکٹس اسلامک فنانسنگ میں کاسٹ پلس ارینجمنٹ پر مبنی مرابحہ سے گرہن شدہ ہوگئے ہیں۔ حکام کا کہنا ہے کہ مرابحہ کے تحت ایک پارٹی کسی دوسرے کے ایماء پر کوئی چیز خریدنے پر رضامند ہوجاتی ہے جو اس سے ایک طے شدہ مارک اپ (شرح سود) پر خریدنے کا وعدہ کرتا ہے اور یہ مارک اپ عمومی طور پر کے آئی بی او آر اور ایل آئی بی او آر کی طرز پر ایک فنانشل بنچ مارک کے طور پر طے کیا جاتا ہے، اس قسم کی اسلامک فنانسنگ کو بعض مذہبی سکالرز کی جانب سے تنقید کا نشانہ بنایا جارہا تھا اور اسے سود کی ہی ایک قسم اور اسلامک فنانسنگ کے بنیادی اصولوں کے خلاف قرار دیا جارہا تھا، یہ بھی کہا جارہا تھا کہ یہ حقیقی اقتصادی سرگرمی نہیں ہے البتہ سٹیٹ بینک آف پاکستان کی جانب سے اسلامک فنانسنگ کی پراڈکٹس متعارف کروانے کے حوالے سے قوانین میں کی جانیوالی ترامیم سے بحرین کی اکاؤنٹنگ اینڈ آڈیٹنگ آرگنائزیشن فار اسلامک فنانشل انسٹی ٹیوشنز کے جاری کردہ شریعہ سٹینڈرز پر عملدرآمد کو یقینی بنانے میں مدد ملے گی، اس کے علاوہ اپنے مقامی شریعہ بورڈ سے بھی تائید کرانا ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اسلامی بینکاری

ایک تاریخی اور شرعی جائزہ

خالد حسین گورایہ
فاضل مدینہ یونیورسٹی

بینک ایک ایسا ادارہ ہے جو آج کے معاشی نظام میں اعصاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور عصرِ حاضر میں جبکہ دنیا گلوبل ویلیج کی صورت اختیار کر چکی ہے اس ادارہ کے بغیر بڑی بڑی تجارتی منڈیاں چلانا تقریباً ناممکن ہو چکا ہے۔ مغربی بینکوں کے وجود میں آنے کے بعد اہلِ اسلام نے بھی اس میدان میں کوششیں شروع کر دیں کہ بینکاری سسٹم کو شرعی خطوط پر استوار کیا جائے اور پوری دنیا میں کمرشل اور سودی بینکوں کے مقابلے میں اسلامی بینک بنائے جائیں۔ ابتدا میں انفرادی سطح پر یہ سوچ پیدا ہوئی اور بالآخر اس نے اجتماعی شکل اختیار کر لی اور ایک اسلامی بینکاری سسٹم عملی طور پر متعارف کرا دیا گیا اس سسٹم کے قیام کے لئے متعدد پلیٹ فارموں سے کاوشیں کی گئی جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

آغاز وارتقاء

اسلامی نظام بینکاری کوئی ساٹھ ستر دہائیوں پر محیط نظام ہے جس کا آغاز مصر سے 1963ء میں میت غمر کے اسلامک بینک کے قیام کی صورت میں ہوا تھا۔ اس سے قبل اس حوالے سے چند کاوشیں اور تجربے جنوبی ہند کی مسلم ریاست حیدر آباد میں بھی ہو چکے تھے۔ حیدر آباد دکن کے اس تجربے کے بعد 1950ء، 1951ء میں اس طرح کی ایک ہلکی سی کاوش پاکستان میں بھی ہوئی۔ جس میں شیخ احمد رشاد نے کلیدی کردار ادا کیا۔

www.islamfort.com

1969ء میں ملائیشیا میں تبونگ حاجی ’’حجاج کا انتظامی فنڈ اور بورڈ‘‘ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا جس کا کام حجاج کرام کو مالیاتی سہولیات فراہم کرنا تھا۔ بالعموم یہ تصور پایا جاتا ہے کہ مصر کے میت غمر اور ملائیشیا کے تبونگ حاجی بورڈ اسلامی بینکاری کی عملی صورت تھی ،مگر اسلامی بینکاری کے قیام کی اولین عملی اور تطبیقی صورتوں میں اگر ان دو اداروں کا جائزہ لیا جائے تو انہیں اسلامی بینکاری کی ایک ابتدائی نامکمل صورت تو کہا جا سکتا ہے لیکن اس پر مکمل اسلامی بینک کا اطلاق کرنا صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں ادارے انتہائی محدود مقاصد کیلئے قائم کئے گئے تھے۔ میت غمر پراجیکٹ کا دائرہ عمل دیہی کاشتکاروں اور ملائیشیا کے تبونگ حاجی کے پیش نظر حاجیوں کو مالیاتی سہولیات فراہم کرنا تھا۔ جو مکمل بینکاری نہیں بلکہ اس کی ابتدائی شکل ہے۔

1971ء میں مصری وزارت خزانہ نے ناصر سوشل بینک کے نام سے ایک بینک قائم کیا۔ یہ ایک باقاعدہ طور پر سرکاری بینک تھا جو سرکاری وسائل سے وجود میں آیا تھا۔ اس کے بعد 1975ء میں پرنس محمد الفیصل کی کاوشوں سے اسلامی ترقیاتی بینک (Islamic Development Bank) قائم ہوا۔ 1975ء میں ہی دبئی اسلامی بینک قائم ہوا۔ دبئی اسلامی بینک کے بعد جس ادارے نے اس میدان میں نمایاں کردار ادا کیا وہ کویت فنانس ہاؤس کے نام سے 1977ء میں وجود میں آیا۔

اسلامی بینکاری کے ماہرین نے 70 کے عشرہ کو اسلامی بینکاری کے جنم لینے کے عشرہ سے تعبیر کیا ہے معروف ماہر معیشت ڈاکٹر محمود احمد غازی فرماتے ہیں:

> ’’ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سنہ 70 کا عشرہ اسلامی بینکاری کے جنم لینے کا عشرہ ہے۔ اس عشرے میں دبئی، سوڈان، مصر، کویت، اور بحرین میں متعدد اسلامی بینک وجود میں آئے۔ ان ممالک میں ان بینکوں کو بعض مراعات بھی دی گئیں۔ بعض ممالک میں ان بینکوں کو قواعد اور احکام کے مطابق بعض قوانین سے مستثنیٰ قرار دیا گیا‘‘۔ (1)

اسلامی بینکاری کو ممکنا تی عملی صورت میں لانے کیلئے کی جانے والی کاوشوں کو چار مراحل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

---

(1) محاضرات معیشت وتجارت، ص/376

www.islamfort.com

پہلا مرحلہ: شخصی اور انفرادی اقدامات

1963ء میں ڈاکٹر احمد نجار رحمہ اللہ کی کاوشوں اور محنتوں سے ایسی امید قائم ہونے لگی کہ مصر کی سرزمین پر اسلامی بینکوں کے قیام کا اولین تجربہ سامنے آیا جو کہ شرعی مضاربہ پر قائم تھا۔

اس کے علاوہ حیدر آباد دکن، ملائشیا اور پاکستان میں بھی اس طرح کے انفرادی اور شخصی تجربات کئے گئے۔جن کی طرف گزشتہ صفحات میں اشارہ کیا جاچکا ہے۔

دوسرا مرحلہ: حکومتوں کی جانب سے کئے جانے والے اقدامات

اسلامی بینکاری جب اپنے ابتدائی مراحل میں تھی تو مختلف اسلامی ممالک میں سرکاری رویہ آغاز میں سرد مہری اور غیر جانبداری کا تھا۔اور صورت حال یہ تھی حکمرانوں نے یہ طرز اپنایا ہوا تھا کہ بھائی دور سے جائزہ لو اگر کامیاب ہوگیا تو اس کا سہرا اپنے سر لے لو، اور اگر ناکام ہوجائے تو کہہ دو کہ ہم پہلے ہی کہتے تھے کہ یہ نظام نہیں چل سکے گا۔ بعد ازاں اسلامی حکومتوں نے اس نظام کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے اس پر توجہ دی، اس طرح رفتہ رفتہ یہ کام بڑے پیمانے پر ہونے لگا۔جس کے نتیجے میں دو اہم بینک وجود میں آئے۔

1. 1975ء میں سعودی عرب کے شہر جدہ میں اسلامی ترقیاتی بینک کا قیام۔
2. 1977ء میں مکۃ المکرمہ میں اسلامی بینکوں کی بین الاقوامی یونین کا قیام عمل میں آیا۔

تیسرا مرحلہ: بین الاقوامی نوعیت کے اقدامات

یہ مرحلہ اپنی نوعیت اور ماہیت کے اعتبار سے انتہائی اہم مرحلہ ہے کہ جب عالم اسلام کی دیرینہ خواہش تخیلات وتصورات سے نکل کر صفحہ عمل پر منتقل ہوئی اور پوری دنیا کے مختلف ممالک میں اسلامی بینکوں کی برانچیں قائم کردی گئیں۔جن میں سے چند ایک درجِ ذیل ہیں۔

دبئ اسلامک بینک: جس کا قیام 1975ء، میں متحدہ عرب امارات میں عمل میں آیا۔ یہ بینک پہلا مکمل اسلامی بینک ہے۔

فیصل بینک (سعودی عرب) 1977ء

www.islamfort.com

کویت فنانس ہاؤس (کویت) 1977ء

بحرین اسلامک بینک 1979ء

ابوظبی اسلامک بینک 1997ء[1]

نیز اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اسلامی بینک وجود میں آئے اور عالم اسلام میں بالخصوص اور اقوام عالم میں بالعموم اپنا لوہا منوایا۔

چوتھا مرحلہ: جامع اقدامات:

ان اقدامات میں تمام کے تمام بینکاری سسٹم کی اسلامائیزیشن کی عملی جدوجہد تھی۔ تاکہ عالمِ مغرب پر یہ عیاں ہو کہ اسلامی اقتصادی نظام ہر جگہ ومقام اور ہر وقت کیلئے موزوں ہے۔ اور اپنے واجبات کی ادائیگی کسی بھی دوسرے نظام کے مقابلے میں بہتر سے بہتر انداز میں کرسکتا ہے۔ اس کاوش کے نتیجے میں بہت سے اسلامی ملکوں نے روایتی بینکاری نظام سے جان چھڑانے اور مالیاتی اداروں میں مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کی خاطر خواہ کوشش کی۔ جن میں پاکستان، سوڈان، وغیرہ شامل ہیں۔ بہت سے مغربی ممالک کے بینکوں نے بھی اسلامی شاخیں کھولنے کا اعلان کردیا۔ انہی اقدامات کا نتیجہ ہے کہ پوری دنیا میں سن 2008ء میں ان بینکوں کی تعداد 396 تک جا پہنچی جو دنیا کے 53 ممالک میں قائم ہوئیں۔ اور ان بینکوں کے اثاثہ جات (Assets) 442 بلین ڈالر تھے۔ جبکہ وہ کمرشل بینک اور روایتی بینک جنہوں نے اسلامی شاخیں کھولی ہوئیں تھیں اور اسلامی پروڈکٹس فراہم کرتے تھے ان کی تعداد 320 بینک تھی۔ اور ان کے اثاثہ جات (Assets) 200 بلین ڈالر تھے۔[2]

ارض پاکستان میں بلاسود بینکاری کے قیام کی کاوشیں

اسلامی بینکاری کے قیام اور استحکام کے لئے پاکستان بھی پیش پیش رہا ہے۔ اور مختلف محاذوں پر سودی لعنت پر مبنی نظام سے خلاصی اور قرآن وسنت کے پیش کردہ معاشی اصولوں کی روشنی میں ایسے طریقہ کار کیلئے

---

[1] www.alukah.net

[2] www.biltagi.com

www.islamfort.com

www.KitaboSunnat.com

کاوشیں کی گئی ہیں کہ کسی طرح سود کی لعنت سے اس ملک کو پاک کیا جاسکے۔اس حوالے سے انفرادی اور اجتماعی کاوشیں لائق تحسین ہیں مگر ہم یہاں محض سرکاری سطح پر ہونے والی چند کاوشوں کا تذکرہ کریں گے، جس سے یہ بھی اندازہ ہوجائے گا کہ ہمارے اربابِ اختیار اسلامی معیشت کے اصولوں کو اپنانے میں کتنے مخلص ہیں؟

جنرل ضیاء الحق کے دور میں اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ اسلامی معیشت کے اصولوں سے ہم آہنگ ایسا طریقہ کار وضع کرے جس سے سودی لعنت سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے ماہرین معاشیات اور بینکاری کے تعاون سے ایک عبوری رپورٹ نومبر 1978ء میں اور حتمی رپورٹ جون 1980ء میں پیش کی۔

10 فروری 1979ء کو ملک کے تین مالیاتی اداروں، نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ، آئی سی پی میوچل فنڈ اور ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن سے سود کے خاتمے کا اعلان کیا گیا جس پر یکم جولائی 1979ء کو عمل درآمد ہوا۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کا لب لباب یہ تھا کہ: بلاسود بینکاری نفع ونقصان کی بنیاد پر قائم ہوگی ،بینکوں کا بیشتر کاروبار مشارکت ومضاربت پر مبنی ہوگا اور اجارہ، مرابحہ، وغیرہ محض وقتی متبادل کے طور پر استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

1980ء کے آخر میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے تمام تجارتی بینکوں کو یہ حکم جاری کیا کہ وہ 1981ء سے اپنے تمام معاملات غیرسودی بنیادوں پر قائم کرنے کے پابند ہوں گے۔اسٹیٹ بینک کے اس حکم نامے کے پیش نظر حکومتی تحویل میں موجود تجارتی بینکوں نے پی ایل ایس اکاؤنٹ کے نام سے غیر سودی کھاتے کھولنے کی اسکیم شروع کی اور عندیہ دیا کہ رفتہ رفتہ پورے بینکاری نظام کو غیرسودی نظام میں تبدیل کردیا جائے گا۔

بلاسود بینکاری کے قیام کی ابتدا سے لیکر اسٹیٹ بینک کا حکم نامہ جاری ہونے اور تجارتی بینکوں کی عملداری تک جو جملہ پیش رفت ہوئی وہ محض اتنی تھی کہ مارک اپ کے نام پر سود کو ایک نئی شناخت دے دی گئی اس کے علاوہ اس میں کوئی کام نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی بینک اسلامی نظام معیشت پر چلنے کیلئے ذہنی طور پر تیار ہوا۔اہل علم نے اس تمام عمل کو ایک ڈھونگ اور اسلام کے نام پر شرمناک فریب، اور آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کاوش قرار دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اسلامی نظریاتی کونسل نے جسٹس تنزیل الرحمٰن کی سربراہی میں ہونے والے اجلاس منعقدہ 1983ء میں حکومت کو یاد دلایا کہ ملکی معیشت سے سود کے خاتمے کے لئے حکومت نے 1979ء میں تین سال کی جو مدت مقرر کی تھی وہ دسمبر 1981ء میں ختم ہوگئی ہے۔لیکن ابھی تک سودی نظام کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس گزشتہ پانچ سال کے دوران حکومت نے جو اقدامات کئے ہیں وہ موجودہ سودی استحکام کا سبب بن رہے ہیں۔اسلامی نظریاتی کونسل نے اس بارے میں جن حقائق کی نشاندہی کی ان میں سے چند یہ تھے:

1. تجارتی بینکوں میں پی ایل ایس کھاتوں کے ساتھ ساتھ سودی لین دین بھی ہورہا ہے۔
2. نفع ونقصان میں شرکت کے نظام کے تحت جو رقوم وصول کی جارہی ہیں انہیں مارک اپ نظام کے تحت استعمال میں لایا جارہا ہے۔مشارکت کے معاہدوں کی بہت سی شرائط شرعی احکام سے متصادم ہیں۔
3. سودی بنیاد پر جاری بچت اسکیموں کو سود سے پاک سرمایہ کاری کے مقابلے میں زیادہ پرکشش بنادیا گیاہے،مثلاً خاص ڈیپازٹس پر شرح سود پندرہ فیصد سے بڑھا کر سترہ فیصد کردی گئی ہے۔
4. حکومت اور حکومت کے زیر انتظام اداروں نے سود کا نام بدل کر اسے منافع کہنا شروع کردیا ہے۔
5. ایسے میعادی کھاتوں پر جن کا لین دین سود کی بنیاد پر ہے۔زکوۃ وضع کی جارہی ہے جس سے زکوۃ کا تقدس مجروح ہورہا ہے۔
6. نفع ونقصان میں شراکتی کھاتوں میں جمع ہونے والی رقم کس کاروبار میں لگائی جارہی ہے اس کا کوئی ذکر نہیں ہے نہ ہی منافع کے حساب کا طریقہ بتایا گیا ہے''۔ (1)

اس کے بعد بھی سود کے خاتمے کے بہت سے وعدے کئے گئے لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

1984ء میں ملک کے وزیر خزانہ غلام اسحاق خان نے قومی بجٹ کے موقع پر اعلان کیا کہ 1985ء میں ملک سود سے پاک ہوجائے گا اور یکم جولائی 1985ء کے بعد کوئی بینک سود کی بنیاد پر لین دین نہیں کرے گا۔اس حکم کے موجب اسٹیٹ بینک نے ایک اعلان تو جاری کردیا لیکن نہ اس میں بینکوں نے دلچسپی لی نہ اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے احکامات پر عملدرآمد کا جائزہ لیا اور نہ خلاف ورزی پر کسی کی گرفت کی۔کسی واضح طریقہ کار اور ڈائریکشن کے نہ ہونے اور باز پرس میں مجرمانہ غفلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ

---

(1) روزنامہ جنگ کراچی، اشاعت جمعرات 15 نومبر 2012ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تجارتی بینکوں نے مضاربہ مشارکہ ترک کر کے مارک اپ کا طریقہ اپنالیا۔

تیئس چوبیس سال کی اس جدوجہد، اجلاسوں، سیمینارز، قراردادوں، وفاقی حکومت کے اعلانات کا نتیجہ محض یہ نکلا کہ ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے ترا حسن کرشمہ ساز کرے

سالوں پر محیط جدوجہد کو محض حیلہ سازی اور چور دروازوں کے ذریعے پانی میں بہادیا گیا۔

2002ء میں پاکستان میں اسلامی بینکوں جنہیں دوسرے لفظوں میں بلاسودی بینک کہا جاسکتا ہے کو لائسنس دیے گئے جن میں سب سے پہلا لائسنس میزان بینک اور اس کے بعد البرکہ بینک کو دیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ سودی بینکوں کو بھی اسلامی بینکاری کے نام پر علیحدہ شاخیں کھولنے کی اجازت مرحمت فرمادی گئی۔ الغرض رطب ویابس کو یکجا کردیا گیا۔ جس کا مقصد اسلام کے نام پر صارفین کی دولت کو سمیٹنا تھا۔ پاکستان میں اسلامی بینکوں کی ترقی کا تناسب دیکھا جائے تو روزنامہ جنگ کراچی میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق دسمبر 2004ء کے اختتام تک اسلامی بینکوں کے اثاثے 44 بلین سے تجاوز کر چکے تھے، اوران میں ڈپازٹ کی مالیت 5.30 بلین تھی۔ جولائی 2005ء میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں جو ایک نجی اکاؤنٹنسی فرم کے اسلامک بینکنگ ڈویژن کی مرتب کردہ تھی، کہا گیا تھا کہ 2014ء کے اختتام تک پاکستان کے اسلامی بینکوں کے ڈپازٹس کی مالیت 780 بلین تک پہنچ جائے گی اور اس کی وسعت میں بحرین، قطر اور کویت وغیرہ کے مقابلے میں کہیں زیادہ اضافہ ہوجائے گا۔ تاہم پاکستان میں اسلامی بینکاری کا تناسب اس روایتی بینکاری کے مقابلے میں آٹھ فیصد ہے۔ اسٹیٹ بینک کے تخمینے کے مطابق 2020ء تک یہ تناسب دس فیصد تک بڑھ جائے گا۔"[1]

الغرض اسلامی بینکاری سسٹم کا آغاز جس جوش وجذبے سے ہوا تھا جس کے پیچھے یقیناً ان افراد کا اخلاص اور جذبہ کارفرما تھا جنہوں نے دن رات کی انتھک محنت کے بعد اس کی داغ بیل ڈالی تھی اتنی ہی تیزی سے یہ پروگرام رول بیک ہوگیا۔ اسلامی بینکوں کی مقبولیت میں انتہادرجے کی تیزی سے ایسے معلوم ہوتا تھا کہ بہت جلد انشاء اللہ یہ نظام اسلامی دنیا کو بالخصوص اور عالمی دنیا کو بالعموم روایتی بینکاری کے چنگل سے آزاد کرالے گا لیکن صد افسوس کہ بہت جلد یہ نظام انہی مغرب کے کارندوں کے ہاتھوں ہائی جیک ہوگیا

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی، اشاعت جمعرات 15 نومبر 2012ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جس ظلم اور استحصال سے جان چھڑانے کیلیۓ اس نظام کا آغاز کیا گیا تھا وہی ظلم واستحصال مزعومہ اسلامی بینکوں کا خاصہ بن گیا۔

صحیح اسلامی بینکاری نظام کا قیام بہت ضروری ہے

بعض ارباب علم ودانش مروجہ اسلامی بینکوں کے طرز عمل کو دیکھ کر ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ اسلام میں بینکاری سسٹم کی کوئی گنجائش نہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ رائے مبنی بر حقیقت نہیں، بلکہ فرائض سے پہلو تہی اختیار کرنے اور حقائق سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔

صحیح اسلامی بینکاری نظام کیوں ضروری ہے؟

اس لئے کہ آج کے معاشی نظام میں بینکوں کی اہمیت روز افزوں ہے۔بینکوں کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:''بینکوں کی حیثیت موجودہ معاشی نظام میں نظام اعصاب کی ہے۔ بینکوں ہی کے ذریعے پوری دنیا کی معیشت چل رہی ہے۔بینکوں ہی کے ذریعے تجارتی سرگرمیاں فروغ پارہی ہیں۔بین الاقوامی تجارت کو جو ادارے کنٹرول کررہے ہیں وہ بڑے بڑے بینک ہیں۔سرمایہ کار اور کاروبار کرنے والے فریق عامل کے درمیان رابطے کا سب سے مؤثر اور آسان ذریعہ بینکاری کا نظام ہے۔ اگر بینک یہ کام نہ کریں تو نہ صرف بڑے بڑے سرمایہ داروں کے لیے، بلکہ چھوٹی چھوٹی بچتیں رکھنے والوں کے لیے بھی ممکنہ فریق عامل تک پہنچنا اور فریق عامل کا انتخاب کرکے اپنا سرمایہ یا بچت اس کے کام یا منصوبہ میں لگانا تقریبا ناممکن ہے۔قابل اعتماد مضارب یا قابل اعتماد شریک کا حصول ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔بینکوں کے ذریعے یہ کام بہت آسانی سے ہوجاتا ہے۔

پھر عالمی سطح پر جو تجارتی اور اقتصادی سرگرمیاں ہیں مثلا درآمد وبرآمد کا نظام ہے، مختلف ممالک کے آپس میں معاشی روابط ہیں، تجارتی لین دین ہے، ان سب کے لیے ضروری ہے کہ ایک ایسا ادارہ موجود ہو جو اس پورے عمل میں رابطے کا فریضہ انجام دے۔رابطے کا یہ فریضہ بڑی حد تک بینک انجام دیتے ہیں اور بینکوں کے ذریعے یہ کام بہت آسانی سے ہوجاتا ہے۔پھر جو لوگ بین الاقوامی سطح پر لین دین کرنا چاہتے ہیں یا جن کا درآمد وبرآمد کا کاروبار ہوتا ہے، ان کو مختلف ممالک کے قوانین سے واقفیت حاصل کرنی پڑتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ہر ملک کے ٹیکسوں کا نظام جاننا پڑتا ہے۔ یہ مہارتیں حاصل کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ نہ ہر شخص یہ مہارتیں حاصل کرسکتا ہے۔ پاکستان کے کسی شہر میں مثال کے طور پر سیالکوٹ یا گوجرانوالہ میں بیٹھا ہوا ایک تاجر جب جرمنی اور کینیڈا سے کوئی سامان منگوانا چاہتا ہے یا جاپان اور سنگاپور کا کوئی تاجر گوجرانولہ اور سیالکوٹ کا بنا ہوا سامان خریدتا ہے تو نہ سیالکوٹ اور گوجرانوالہ کے تاجر کے لیے ممکن ہے کہ جرمنی، جاپان اور دوسرے ممالک کے قوانین سے کما حقہ واقفیت حاصل کرے اور نہ یہاں بیٹھے بیٹھے وہاں کے ٹیکسوں کے نظام سے واقفیت حاصل کرنا آسان کام ہے۔ بینکوں کے پاس یہ مہارتیں پہلے سے دستیاب ہوتی ہیں اور ان کی مدد سے یہ کام بہت آسانی کے ساتھ ہوجاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ بینکوں کے کردار کو اگر ختم کردیا جائے اور یہ ذمہ داری کسی اور ادارے یا اداروں کے سپرد نہ کی جائے، تو بین الاقوامی تجارت کا نظام چشم زدن میں درہم برہم ہوسکتا ہے۔ بین الاقوامی تجارت کا نظام درہم برہم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ پوری دنیا کا نظام معیشت، درآمد و برآمد کا سارا سلسلہ چشم زدن میں زمین بوس ہوجائے۔[1]

مروجہ اسلامی بینکوں کا کردار ایک سوالیہ نشان؟

صحیح اسلامی بینکاری کا قیام از حد ضروری ہے لیکن مروجہ اسلامی بینکاری پر تکیہ کرنا اور لوگوں کو یہ طفل تسلیاں دینا کہ یہ تو ایک نوزائیدہ نظام ہے اور رفتہ رفتہ بہتری کی طرف بڑھے گا یہ بات مبنی بر انصاف نہیں۔ بلکہ یہ نظام اب بہتری نہیں ابتری کی طرف بڑھ رہا ہے۔ عجب نوزائیدہ ہے کہ ستر اسی سال میں جواں ہی نہیں ہوا!!! مروجہ اسلامی بینکاری کی حیثیت ایک پروڈیکٹ کی مانند ہے جو مارکیٹ کی طلب کے مطابق کام کررہی ہے۔ ابتدا میں اس نظام میں اتنی پیچیدگیاں نہیں تھیں مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ جیسے یہ نظام پھیلتا پھولتا رہا ویسے ویسے اس کی اسلامیت بھی مشکوک ہونے لگی۔

جن احباب نے اسلامی بینکوں کے سسٹم کو پڑھا، ان کے طرز عمل و طریقہ تعامل کا گہرائی سے مطالعہ کیا، اور اس نظام کے ارتقائی مراحل کا بغور مطالعہ کیا وہ یہ بات انتہائی وثوق سے کہتے ہیں کہ اسلامی بینک بجائے اس کے کہ بہتر اور اچھا نظام تشکیل دیں اور اپنی خامیاں دور کریں وہ کمرشل بینکوں کے ساتھ مداہنت اور میلان کی پالیسی پر قائم ہیں۔

---

[1] محاضرات معیشت وتجارت، ص363، 364

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی بینکاری کی موجودہ صورت حال

اسلامی بینکاری سسٹم سے واقفیت کے بعد ہمیں یہ بات کہنے میں کوئی تأمل نہیں کہ اسلامی بینک مکمل طور پر شرعی احکامات کی پاسداری نہیں کرتے اور نہ ہی یہ خود کو اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس میدان میں کئی دہائیوں کا تجربہ اس امر کا عینی شاہد ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ مروجہ اسلامی بینک قرآن کریم اور شریعت اسلامیہ کے متعین کردہ تین بنیادی مبادی کے حصول میں مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں تو یہ غلط نہیں ہوگا۔

کیونکہ صحیح اسلامی بینکاری کے قیام کے لئے ان تین بنیادی مبادی کا ہونا ضروری ہے۔

1. مال لوگوں کے گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنے اور بے وقوفوں اور کم عقل لوگوں کی شاہ خرچیوں اور فضول خرچیوں کا سبب نہ بنے۔

{وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاۗءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْھُمْ فِيْھَا وَاكْسُوْھُمْ وَقُوْلُوْا لَھُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝} [النسآء:5]

بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دے دو جس مال کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

2. مال صرف دولت مندوں کے ہاتھوں میں گردش کرتا نہ رہ جائے۔

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ [الحشر:7]

تا کہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے۔

3. معاشی نظام اور اس کی پالیسیاں عدل پر قائم ہوں ان میں ظلم کا شائبہ نہ پایا جائے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

{وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ} [البقرۃ:279]

ہاں اگر توبہ کرلو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

اگر بعینِ انصاف دیکھا جائے تو اسلامی بینکوں کے پاس ان تینوں مبادی کا فقدان ہے۔ بینکوں کی شرائط، کاروباری پالیسی، اور پیکیجز دیکھنے سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ غریب کو یہاں سے کچھ نہیں مل سکتا۔ پھر رقوم کے تناسب سے ویٹ دینا، بینک کا خود کو کسی بھی متوقع خسارے سے بچانے کیلئے من مرضی کے ضوابط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متعین کرنا، صارفین کی رقوم میں اپنی صوابدید پر تصرف کرنا اور صارفین کو تمام معاملے سے بالکل بے خبر رکھنا، اپنے حصے کو زیادہ ویٹ دینا، تاخیر پر بلا امتیاز محتاج وغیر محتاج کے صدقہ واجب کرنا یہ سب وہ معاملات ہیں جن کا شریعت سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں اور تجربہ بھی اس امر کا شاہد ہے کہ محض نام بدل دئے گئے ہیں کام وہی ہیں۔موجودہ صورت حال میں اگر اسلامی بینکوں کے ماہرین یہ سمجھتے ہیں کہ وہ حقیقی اسلامی نظام لانا چاہتے ہیں تو یہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔

آج کی دنیا میں معیشت کا جو بنیادی مسئلہ ہے وہ غریب اور ضرورت مند کا استحصال، بے روزگاری کی بڑھتی ہوئی شرح، اقتصادی نظام معیشت میں عدم توازن اور کساد بازاری ہے۔ان تمام کی بنیادی وجہ معاشرے میں مستقل بنیادوں پر ایک عادلانہ معاشی نظام کی عدم بحالی ہے،لہذا معاشرے کی ترقی ایک مصنفانہ عادلانہ اور اخلاقی تقسیم کے بغیر ممکن نہیں ہے جو کہ محض شریعت اسلامی سے ہی ممکن ہے۔

اسلامی بینکوں میں جو اسلامی پروڈکٹس پیش کی جارہی ہیں وہ بنیادی طور پر چھ ہیں۔

۱:مضاربہ ۲:مشارکہ: ۳:مرابحہ ۴:اجارہ ۵:سلم ۶:استصناع

المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر نے بفضل اللہ وتوفیقہ ''اسلامی بینکاری شرعی میزان میں'' کے عنوان پر ایک سیمینار کا اہتمام کیا جس میں اکابر علماء کرام نے حاضر ہوکر مروجہ اسلامی بینکاری میں موجود سقم کی بخوبی نشاندہی فرمائی قارئین اس سیمینار کے تمام مقالہ جات المدینہ سینٹر کی ویب سائٹ (www.islamfort.com) سے ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں نیز البیان کی اس خصوصی اشاعت میں بھی مروجہ اسلامی بینکاری کی ان چھ کی چھ پروڈکٹس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اس کی جملہ خامیوں کو واضح کیا گیا ہے کہ اسلامی بینک جس طرز پر ان پروڈیکٹس کو استعمال کر رہے ہیں وہ ظلم واستحصال سے محفوظ نہیں۔

ایک غلط فہمی:

لوگوں میں بالعموم یہ تصور پایا جاتا ہے کہ اسلامی بینک کیلئے صرف سود سے پاک ہونا ہی کافی ہے۔لیکن یہ غلط فہمی ہے اسلامی بینک کہلانے کے لیے اس کا صرف غیر سودی ہونا کافی نہیں ہوتا بلکہ تمام معاملات میں شرعی احکام کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔چنانچہ ماہرین اسلامی بینکاری کی تعریف یوں کرتے ہیں:

المصرف الإسلامي هو : مؤسسة مالية مصرفية تزاول أعمالها وفق أحكام

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الشریعة الإسلامیة.①

”اسلامی بینک سے مراد بینکنگ سے متعلق ایسا مالیاتی ادارہ ہے جو اپنے معاملات شرعی احکام کے مطابق انجام دے“۔

عرب دنیا کے معروف ماہر معاشیات ڈاکٹر عبدالرحمٰن یسری بینک کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: اسلامی بینک سے مراد بینکاری کا وہ ادارہ ہے جو اپنے تمام معاملات میں، سرمایہ کاری کی تمام سرگرمیوں میں، اپنے انتظامی امور میں اسلامی شریعت کے احکام کا مکمل التزام کرے، شریعت کے مقاصد کی تکمیل کو اپنا ہدف سمجھے اور ایک مسلم معاشرے کی مالی اور مصرفی ضروریات کا اندرون ملک اور بیرون ملک اہتمام کرے۔②

ڈاکٹر رفیق یونس مصری اسلامی بینکاری پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: ”بینک فقط حرام امور کے عدم ارتکاب سے مکمل اسلامی نہیں بن جاتا بلکہ اس کے مکمل اسلامی بننے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے معاملات اپنی شرائط، ارکان اور اختیارات کے لحاظ سے بھی شریعت کے احکام کے موافق ہوں۔۔۔ خلاصہ کلام یہ کہ اسلامی بینک وہ نہیں ہے جو صرف سود اور حرام امور سے اجتناب کرے بلکہ اسلامی بینک وہ ہے جو ممنوعہ امور کے ساتھ شرعی احکام کی بھی پابندی کرے۔“ ③

خلاصہ کلام یہ کہ: اسلامی بینکاری سسٹم کے قیام میں اہل علم ماہرین فن کی کاوشیں قابل ستائش ہیں، جن کے پیچھے یقیناً للّٰہیت اور جذبہ اخلاص کا بہت بڑا عمل دخل تھا لیکن رفتہ رفتہ یہ نظام ایسے افراد کے ہاتھ چڑھ گیا جنہوں نے اس کے اسلامی تشخص کو محض اپنی دکان چمکانے اور لوگوں کا مال ناحق کھانے کیلئے استعمال کیا۔ اور کئی دہائیاں بیتنے کے بعد بھی اگر مروجہ اسلامی بینکوں کے کردار پر نظر ڈالی جائے کہ انہوں نے معاشرے سے ظلم، غربت، افلاس، استحصال کے خاتمے کیلئے کیا کردار ادا کیا ہے تو جواب ندارد!

اس لئے اسلامی بینکاری کے ماہرین کیلئے بالعموم اور ان بینکوں میں متعین کردہ شرعی ایڈوائزروں پر بالخصوص یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس سسٹم کو مکمل طور پر شرعی خطوط پر استوار کریں، اور عبوری

---

① المصارف الإسلامیة بین النظریة والتطبیق: ص 174 للدکتور عبدالرزاق رحیم جدي

② بحوالہ: محاضرات معیشت وتجارت ص 375-374

③ المصارف الاسلامیۃ: ص 8 بحوالہ دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم ص 116

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دور کے لئے کئے جانے والے اقدامات سے باہر آ کر معاشرے اور ملت کی بہتری کیلئے پالیسیاں ترتیب دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان علماء کرام اور مفکرین ملت اسلامیہ کے کاندھوں پر بھی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ آگے بڑھ کر امت مسلمہ کی معاشی میدان میں رہنمائی کریں۔ اور ایک صحیح اسلامی بینکاری نظام متعارف کرائیں جس کی آبیاری شریعت مطہرہ کے رہنما اصولوں سے ہو۔ نیز محض معاشی نظام کو اسلامی بنانے کی نہیں بلکہ اس میدان میں کام کرنے والے عملے کی بھی اسلامی تربیت اور اسلامی مالیاتی اداروں میں اسلامی ماحول دینا بھی ضروری ہے۔ آج کے اسلامی بینک دعویٰ تو اسلامی ہونے کا کرتے ہیں لیکن بینک کی عمارت میں داخل ہوتے ہی اس دعوے کی قلعی کھل جاتی ہے۔ غالب عملہ شرعی تعلیم وتربیت سے کورا ہوتا ہے خواتین ومردوں کا اختلاط اور بے پردگی سرعام ہے۔ نمازوں کے اوقات میں بھی اسلامی بینک کا عملہ مصروف عمل ہوتا ہے جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو جب کسی فرد کو کوئی ادارتی یا ریاستی ذمہ داری سونپتے تو سب سے پہلے اس کی نماز چیک کرتے اور فرماتے کہ

"إن أهم أموركم عندي الصلاة فمن حفظها وحافظ عليها حفظ دينه ومن ضيعها فهو لما سواها أضيع"

ترجمہ: تمہارے معاملات میں میرے نزدیک سب سے اہم چیز نماز ہے جس نے اس کی پابندی کی اس نے اپنا دین محفوظ کرلیا اور جس نے اسے ضائع کردیا تو وہ دیگر چیزوں کا سب سے زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔

الغرض محض نظام کی نہیں بلکہ تہذیب وتطہیر نفس کی بھی ضرورت ہے مقصد صرف اسلامی مالیاتی نظام تشکیل دینا نہیں بلکہ پورے ادارے کی اسلامائزیشن ضروری ہے۔

أعاننا الله على ذلک انه ولي التوفيق

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

سرمایہ دارانہ نظام کے نتائج

The Consequences of the CAPITALISM

عثمان صفدر [1]

گزشتہ دوصدیوں سے سرمایہ دارانہ نظام نے دنیا کو اپنے شکنجہ میں جکڑ رکھا ہے، یہ وہ نظام ہے جو نہ صرف جسمانی بلکہ مالی اور ذہنی ظلم واستبداد پر مشتمل ہے، جس کی بنیاد میں غریبوں کا خون اور چوٹی پر ارتکاز دولت ہے، جس نظام کی نس نس میں لالچ وحرص بھری ہے، اس نظام کے سرکردہ لوگ اپنے پیٹ کا جہنم لئے پوری دنیا میں دندناتے پھرتے ہیں اور دولت کا ایندھن اس جہنم کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے بجائے مزید بھڑکاتا ہے۔ دنیا کی تمام بڑی حکومتیں، بڑی بڑی کمپنیاں اور تمام بینک اس نظام کے آلہ کار ہیں، اور صد افسوس کہ مزعومہ اسلامی بینک بھی اسی نظام کی انگلی تھام کر چل رہے ہیں۔ اس نظام سے پہلے بھی دنیا میں غریب بستے تھے لیکن اب غریب کا جینا بھی محال ہے، دولت مند بھی رہا کرتے تھے لیکن ان کی آنکھوں پر یوں لالچ کی پٹی نہ بندھی ہوا کرتی تھی۔ گزشتہ دوصدیوں کی تقریباً تمام جنگیں اسی نظام کی بقا اور اس کے سرکردہ افراد کے مفادات کے تحفظ کی خاطر لڑی گئیں اور لاکھوں بلکہ کروڑوں افراد ان جنگوں کی بھینٹ چڑھا دئے گئے۔ جنگِ عظیم اول اور دوم اور حالیہ عراق اور افغانستان کی جنگیں ہمارے لئے نمونہ عبرت ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کے بھیانک اثرات پوری دنیا میں اپنی خوفناکی کے ساتھ موجود ہیں، ان میں چند حقائق بطور عبرت کے پیش نظر ہیں:

عالمی غربت کے حوالہ سے چند حقائق

آمدنی میں ظالمانہ تقسیم

1. دنیا کی نصف آبادی یعنی تقریباً ساڑھے تین ارب افراد کی یومیہ آمدنی 2.50 ڈالر (تقریباً 246

[1] چیئرمین المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی

www.islamfort.com

روپے) سے بھی کم ہے۔[1]

2 دنیا کی 80 فیصد آبادی یعنی تقریبا ساڑھے پانچ ارب افراد کی یومیہ آمدنی 10 ڈالر (تقریباً 984 روپے) ہے یعنی 300 ڈالر (یا 29500) ماہانہ۔[2]

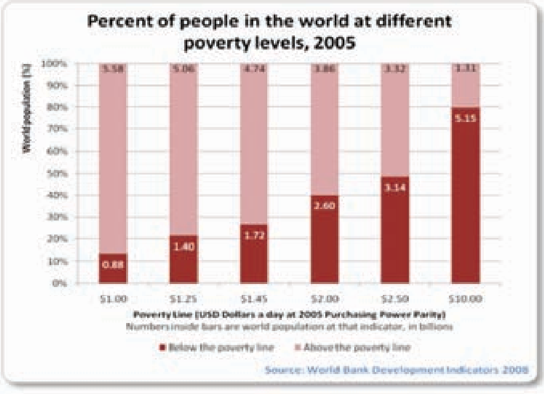

3 دنیا کے غریب افراد جو کہ عالمی آبادی کا چالیس فیصد ہیں، عالمی آمدنی میں ان کا حصہ صرف پانچ فیصد ہے، جبکہ دنیا کے امیر افراد جو کہ عالمی آبادی کا صرف بیس فیصد ہیں، عالمی آمدنی کے تین چوتھائی حصہ پر قابض ہیں۔[3]

---

[1] World Bank Development Indicators

[2] Shaohua Chen and Martin RavallionWorld Bank, August 2008

[3] 2007Human Development Report(HDR) ,United Nations Development Program, November 27,2007,p.25

www.islamfort.com

بھوک کی ستائی دنیا

① دنیا میں روزانہ تقریباً ایک ارب افراد بھوکے سوتے ہیں۔

② دنیا میں روزانہ پچیس ہزار افراد بھوک کے سبب موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔[1]

ارتکاز دولت

1 2006 میں دنیا کی مجموعی GDP (Gross Domestic Product) 48.2 ٹریلین ڈالر تھی (تقریباً 482 کھرب ڈالر)، جبکہ دنیا کی آبادی ساڑھے چھ ارب تھی۔

2 دنیا کے فقط 497 ارب پتی افراد جو کہ عالمی آبادی کا 0.000008 فیصد ہیں ان کی دولت 3.5 ٹریلین ڈالر (35 کھرب ڈالر، یا 345 کھرب روپے) تھی، جو کہ عالمی GDP کا 7.26 فیصد ہے۔

3 کم آمدنی والے ممالک (LIC. Low Income countries) جن کی مجموعی آبادی ڈھائی ارب ہے ان کی مجموعی آمدنی 1.6 ٹریلین ڈالر (16 کھرب ڈالر) ہے۔[2]

1 ایک طویل مدتی تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ 1820ء میں امیر اور غریب ممالک کے درمیان فرق کا تناسب 3 = 1 کا تھا۔ یہ فرق رفتہ رفتہ بڑھنا شروع ہوا اور گلوبلائزیشن کے بعد (تقریباً 1960ء سے) اس فرق میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا اور یہ فرق 74 = 1 تک جا پہنچا۔ (یعنی امیر ملک کے ایک شہری کی دولت غریب ملک کے 74 شہریوں کے برابر ہے)۔[3]

---

[1] Hunger and World Poverty Sources: United Nations World Food Program

[2] World Bank Key Development DataStatistics, World Bank, accessed March 3,2008
Luisa Kroll and Allison Fass, The World's Richest People, Forbes, March 3,2007

[3] 1999Human Development Report, United Nations Development Programme

www.islamfort.com

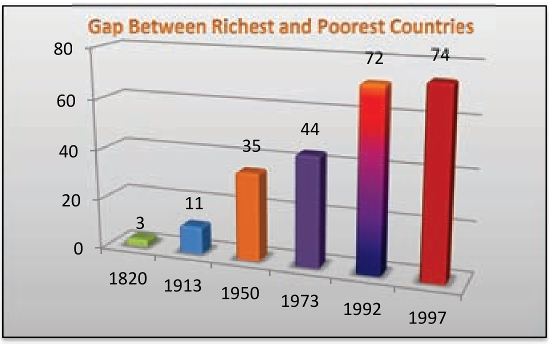

2 عالمی اقتصادیات کا چیمپئن سمجھے جانے والے ملک امریکہ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک کی اپنی آبادی میں یہ فرق تشویشناک حد تک بڑھ چکا ہے۔ OECD (Organization of Economics Co operation Development) کے مطابق امریکہ میں یہ تناسب 16 =1 کا ہے، یعنی ایک امیر امریکی کی دولت سولہ (16) غریب امریکیوں کے برابر ہے۔[1]

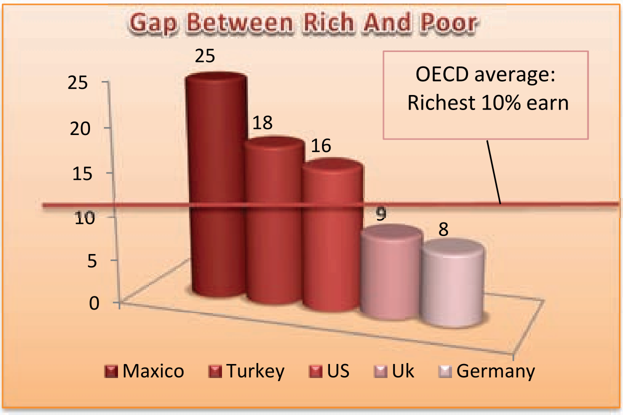

بھوک اور عیاشیاں

1 پوری دنیا میں ذاتی اخراجات کی مد میں خرچ کی جانی والی رقم میں دنیا کے 20 فیصد غریب افراد کا حصہ صرف 1.5 فیصد ہے، اس کے مقابلہ میں 20 فیصد امیر افراد کا حصہ 76.6 فیصد ہے۔[2]

[1] OECD 2005

[2] World Bank, August 2008

www.islamfort.com

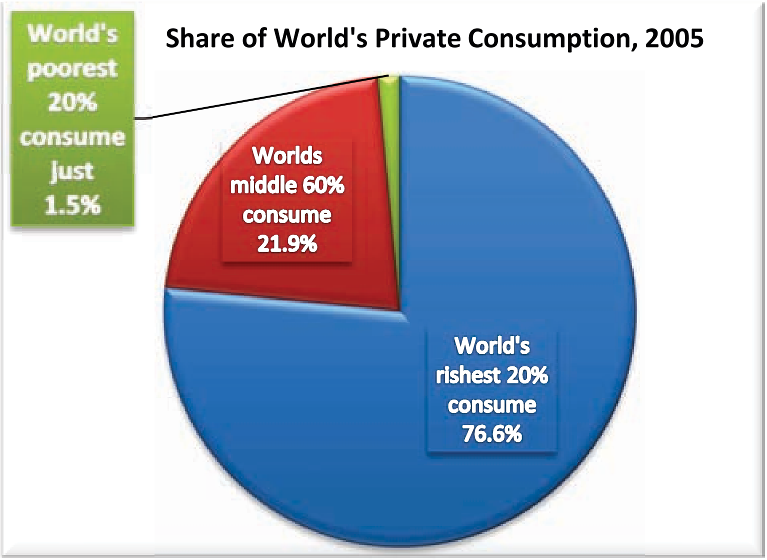

2 عالمی اخراجات میں عدم توازن کی وجہ سے اخراجات کے رجحان میں بھی بہت فرق ہے، عیاشی اور آسائشات میں خرچ کی جانے والی رقم اس رقم سے کہیں زیادہ ہے جو بنیادی ضروریات پر خرچ کی جاتی ہے۔[1]

Global Priority	$US Billions
Cosmetics in the United States	**8**
Ice cream in Europe	**11**
Perfumes in Europe and the US	**12**
Pet foods in Europe and the US	**17**
Business entertainment in Japan	**35**

[1] United Nations Human Development Report 1998,Chapter 1,p.37

www.islamfort.com

Cigarettes in Europe	50
Alcoholic drinks in Europe	105
Narcotics drugs in the world	400
Military spending in the world	780
Total	1418

Global Priority	$US Billions
Basic education for all	6
Water and sanitation for all	9
Reproductive health for all women	12
Basic health and nutrition	13
Basic education for all	6
Total	46

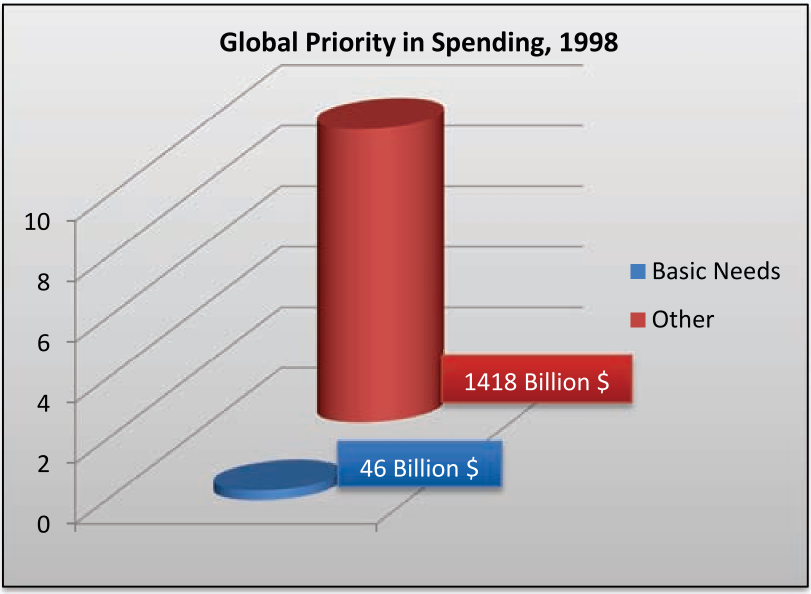

www.KitaboSunnat.com

قرض اور سود

سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد دراصل قرض اور اس پر حاصل کردہ سود ہے۔قرض اور سود کے اس عفریت نے پوری دنیا کی معیشت کو بری طرح جکڑ رکھا ہے۔سودی قرض کی ہولناکی کے متعلق چند حقائق درج ذیل ہیں:

1. پوری دنیا کا مجموعی قرضہ 51 ٹریلین ڈالر (510 کھرب ڈالر) کے قریب ہے۔اور پوری دنیا کی مجموعی آمدنی (GDP) 69.98 ٹریلین ڈالر ہے۔یعنی دنیا کا مجموعی قرضہ پوری دنیا کی مجموعی آمدنی کا 73 فیصد ہے۔
2. اس قرضہ میں ہر منٹ میں تین ملین ڈالر کا اضافہ ہو رہا ہے، یعنی ہر چھ گھنٹے میں ایک بلین، ہر روز چار بلین، ماہانہ ایک سو بیس بلین اور سالانہ 1.4 ٹریلین ڈالر کا اضافہ ہو رہا ہے۔[1]
3. دنیا کی سپر پاور کی معیشت قرضوں کے دلدل میں بری طرح پھنسی ہے، اور دنیا میں کسی بھی ملک پر سب سے زیادہ قرضہ امریکہ ہی پر ہے، یعنی تقریباً 14 ٹریلین ڈالر، جس کا صرف سود ہی 662 بلین ڈالر ہے، جو کہ پاکستان کے مجموعی قرضہ (117 بلین ڈالر) سے چھ گنا زیادہ ہے۔

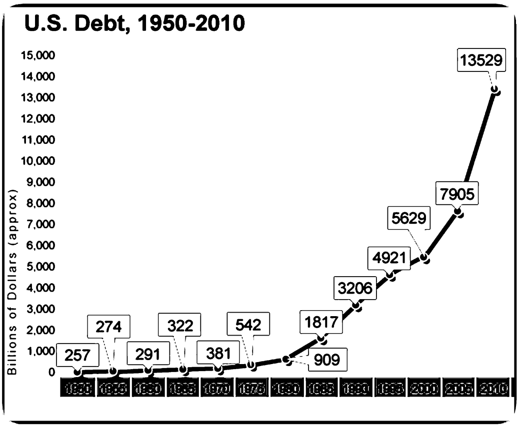

[1] The Economist,The Global Debt Clock

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیروزگاری

قرض کے جال میں جکڑی معیشت نے ایک اور عفریت کو جنم دیا ہے جسے دنیا بیروزگاری کے نام سے جانتی ہے۔یعنی ایسا شخص جو ہنر مند ہو، باصلاحیت ہو رزق کمانے کی استطاعت رکھتا ہو، وہ صرف اس لئے بیکار رہے اور اس کے گھر والے اس لئے غریب ہیں کہ سرمایہ دار زیادہ کمانے کی حرص میں انتہائی محدود افراد کو اجرت پر رکھتا ہے۔اگرچہ بیروزگاری کے اور بہت سے اسباب ہیں لیکن ان سب میں ایک بات مشترک ہے کہ ان تمام اسباب نے سرمایہ دارانہ نظام کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔بیروزگاری کے عفریت سے ترقی پذیر ممالک (Developing Countries) سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ ممالک (Developed Countries) متاثر ہیں۔[1]

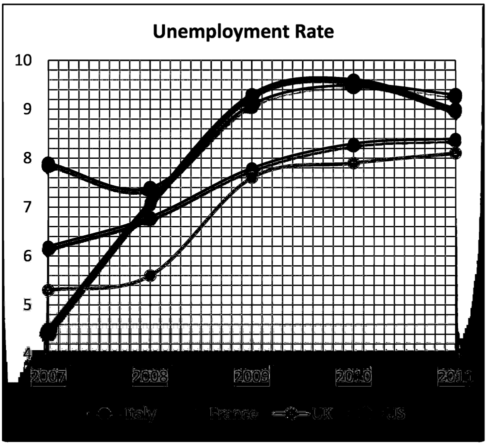

نجات کا راستہ

ان تمام معاشی و اقتصادی مسائل کا صرف ایک ہی حل ہے کہ اسلامی نظام معیشت کا نفاذ کیا جائے۔ اسلامی نظام معیشت کوئی خواب نہیں، ایک حقیقت ہے، یہ نظام رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور سے شروع ہوا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اپنے کمال کو پہنچا اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کے ثمرات و نتائج برآمد ہونا شروع ہوئے، یہی وہ واحد نظام ہے جو پانچ سو سال کے طویل عرصہ تک اپنی مکمل آب

[1] World Bank, World Development Indicators-Last updated March 2,2011

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وتاب سے دنیا میں موجود رہا، جبکہ کوئی بھی نظام معیشت ڈیڑھ سو سال سے زائد عرصہ تک زندہ نہ رہ سکا، حتیٰ کہ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام بھی اپنے تمام تر جدید وسائل، اثر ورسوخ، پرکشش دعووں کے باوجود ایک صدی کا مکمل عرصہ بھی طے نہ کر پایا اور اپنی موت آپ مرنے لگا ہے۔

یہی وہ نظام تھا جس نے عرب کے بدوؤں کو دنیا کی سپر پاور بنا دیا، غربت کا ایسا خاتمہ کیا کہ ڈھونڈنے سے بھی کوئی غریب نہ ملتا، جس کا Debt to GDP بالکل صفر تھا، جس میں Unemployment Rate صفر تھا، اس سنہری دور کی چند مثالیں پیش نظر ہیں:

1 امیر المومنین عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی نظام معیشت کے فیوض وبرکات اس طرح عام ہوئے کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن کے صدقات جمع کرنے کیلئے مقرر ہوئے وہاں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد" تو خذ من أغنياءهم وترد على فقراءهم " کہ زکاۃ ان کے اصحاب ثروت سے وصول کی جائے گی اور ان کے محتاج افراد کی طرف لوٹا دی جائے گی" کی تعمیل کی۔ تمام ضرورت مندوں میں تقسیم کے بعد بھی ایک تہائی مال بچ رہا وہ انہوں نے دربار امارت میں پیش کر دیا تو امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے وصول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:" لم أبعثك جابياً ولا آخذاً جزية ولكن بعثتك لتأخذ من أغنياء الناس فترد على فقراءهم " میں نے تمہیں مال اکٹھا کرنے یا جزیہ وصول کرنے نہیں بھیجا تھا میں نے تمہیں اس کام پر مقرر کیا تھا کہ ان کے مالدار لوگوں سے وصول کرو اور ان محتاج اور فقیر لوگوں تک پہنچا دو، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا" ما بعثت اليك بشيء وأنا أجد أحداً يأخذه مني " میں نے یہ مال آپ کی طرف اس وقت بھیجا کہ مجھے یہاں کوئی وصول کرنے والا نہیں ملا۔

اس سے اگلے سال سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے صدقات کی مد میں موصول ہونے والے مال کا نصف بیت المال کے لئے ارسال کر دیا تو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے پھر وہی بات کی اور سیدنا معاذ بن جبل نے وہی جواب دیا تیسرے سال یہ ہوا کہ سیدنا معاذ بن جبل کو یمن میں صدقہ لینے والا کوئی نہ ملا اور انہوں نے تمام جمع شدہ مال دار الخلافہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھجوا دیا، خلیفہ ثانی عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے پھر کہا کہ میں نے تمہیں مال اکٹھا کرنے یا جزیہ وصول کرنے کے لئے متعین نہیں کیا تھا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا معاذ بن جبل نے وہی جواب دیا "ما وجدت أحدا یأخذ مني شیئا"[1]

2 جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (جنہیں پانچواں خلیفہ راشد بھی کہا جاتا ہے) نے عراق میں اپنے والی "عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو لکھا کہ: "أخرج للناس أعطیاتهم، أخرج للناس أعطیاتهم" لوگوں کو ان کے مقررہ وظیفے پہنچاؤ۔ تو اس نے جواب میں لکھا سب کو ان کے مقررہ وظائف دینے کے بعد بھی بیت المال میں صدقات کا مال باقی ہے تو خلیفہ نے اسے حکم دیا "أنظر کل من أدان في غیر سفه ولا سرف فاقض عنه" جائزہ لو کہ جس شخص نے بھی حماقت پر قرض نہ لیا ہو اور نہ ہی فضول خرچی کی بناء پر مقروض ہو گیا ہو اس کا قرض ادا کر دو۔

حاکم عراق عبدالحمید بن عبدالرحمن نے جواب دیا کہ اس طرح کے مقروضوں کا قرض بھی ادا کر دیا گیا ہے تاہم بیت المال میں زائد مال بدستور موجود ہے اس پر خلیفہ نے اسے لکھا "أنظر کلّ بکر لیس له مال فشاء أن تزوّجه فزوّجه وأصدق عنه" اچھی طرح دیکھو جو کوئی غیر شادی شدہ چاہتا ہو کہ تم اس کی شادی کرو تو اس کے نکاح کا اہتمام کرو اور اس کا حق مہر بیت المال سے ادا کرو، اس نے جواب دیا "أني قد زوجت من وجدت" اس طرح کا جو آدمی بھی مجھے ملا اس کا نکاح کر چکا ہوں۔ تو خلیفہ نے حکم دیا "انظر من کانت علیه جزیة فضعف عن أرضه فاسلفه ما یقوی به علی عمل أرضه فانا لا نریدهم لعام ولا عامین" "اگر کوئی جزیہ دینے والا اپنی زمین کی آمدن سے جزیہ دینے کے قابل نہیں رہا تو اس کو اتنا قرض دو جس سے وہ اپنی زمین سنوار سکے ہم ان سے ایک سال نہیں بلکہ دو سال تک کچھ تقاضا نہیں کریں گے"۔[2]

اسلامی نظام معیشت کی افادیت سمجھنے کے لئے یہ دو مثالیں ہی کافی ہیں، ہمارا یقین ہے کہ جب ایسے دور میں غربت کا خاتمہ ممکن ہے جب تجارت کے لئے ناکافی وسائل ہوں، زراعت میں بے پناہ ترقی نہ ہونے کے باوجود تمام افراد کو مناسب غذا مہیا ہو، وسیع پیمانے پر کاروبار نہ ہونے کے باوجود تمام افراد کو روزگار ملے، تو موجودہ دور میں ان تمام وسائل کے ہوتے ہوئے یقیناً ان مقاصد کا حصول بہت ممکن ہے۔

---

[1] کتاب الاموال لابی عبید: 596 [2] کتاب الاموال لابی عبید: ص 251

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طمع وحرص

علامات قیامت کی روشنی میں

فرمان باری تعالیٰ ہے:

{اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝} [التکاثر 1-8]

ترجمہ: زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے۔ ہرگز نہیں تم عنقریب معلوم کر لو گے۔ ہرگز نہیں پھر تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو۔ تو بے شک تم جہنم دیکھ لو گے۔ اور تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔ پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاشی معاملات کے حوالے سے عموماً انتہائی اہم شرعی اصول بیان ہوئے ہیں جن کو موجودہ بینکاری سسٹم میں رائج کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اوران شرعی اصولوں کیلئے عہدِ صحابہ کی عملی بے شمار مثالیں بیان ہوتی ہیں۔لیکن یہاں جو بات قابلِ غور ہے وہ یہ کہ ان شرعی اصولوں کی رو سے عہد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں جو مضاربہ اور مشارکہ یا کوئی بھی اور معاشی معاملہ سرانجام پاتا تھا وہ دراصل دو بھائیوں کا مضاربہ، مشارکہ اور معاملہ ہوتا تھا جو سراسر اخلاص اور جذبہ تعاون کے تحت ہوتا تھا۔مگر آج کل کے مالیاتی اداروں اور بینکوں میں یہ اخلاص اور تعاون کا جذبہ ناپید ہے؟ بینک کا خلاصہ جو مجھے سمجھ آیا ہے اس کا نچوڑ کچھ یوں ہے کہ کسی بھی شخص کے اچھے وقت کا ساتھی ،اس پر اگر برا وقت آ جائے اور بینک کا کوئی حق اس سے منسلک ہو تو وہ اسے نچوڑ کر وہاں مارتا ہے کہ جہاں اس کو پانی تک نہیں ملتا۔موجودہ معاشرے میں نہ اخوت ہے اور نہ ہی جذبہ تعاون نہ خیر خواہی!

دراصل موجودہ معیشت کی بنیادی خرابی کو اگر دیکھا جائے تو دیگر معاملات کی گتھی سلجھانا آسان ہو جاتا ہے، اور شریعت کے ان سنہرے اصولوں پر کاربند رہنا اور انہیں اپنی زندگی میں نافذ کرنا بھی نہایت آسان ہو جاتا ہے جسے لوگ آج کل بہت مشکل تصور کرتے ہیں۔ اور وہ بنیادی خرابی ہے مال کی حرص جو علامات قیامت میں سے ایک اہم علامت ہے۔ اس موضوع کی اساس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جو کہ مستدرک حاکم [1] میں صحیح سند سے منقول ہے۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اقتربت الساعة“۔”قیامت قریب آتی جارہی ہے اور جوں جوں لوگ قیامت کے قریب بڑھ رہے ہیں“ ”ولایزداد الناس إلاحرصاً ولایزدادون من اللہ إلا بعداً“ ”لوگ دنیاوی اعتبار سے، مالی اعتبار سے حرص کا شکار ہوئے جارہے ہیں اور اپنے پروردگار سے دور ہوتے جارہے ہیں“۔

مذکورہ بالا روایت سے دو باتیں واضح ہوئیں:

۱: مال کی حرص علامات قیامت میں سے ہے۔

[1] مستدرک : الرقاق، حدیث، 359/4،7917-السلسلة الصحیحة:1510

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۰۰۰ : طمع اور حرص اللہ رب العزت سے دوری کا سبب بنتی ہے۔

یہاں یہ بحث نہیں ہے کہ یہ مالی حرص حلال کی بنیاد پر ہے یا حرام کی بنیاد پر۔ اگر حرام کی بنیاد پر ہے تو پھر یہ انسان انتہائی ترس کھائے جانے کے قابل ہے۔ خواہ وہ انڈسٹریوں اور بڑی بڑی کمپنیوں کا مالک ہو لیکن رحم کے قابل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "لا یدخل الجنة لحم نبت من سحت" ① "جو انسان کا گوشت رزق حرام سے بنتا ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا"۔ اور ایک حدیث میں فرمایا: "لا یربو لحم نبت من سحت الا کانت النار اولی به"۔ "جو گوشت رزق حرام سے بنتا ہے اس کی حق دار جہنم کی آگ ہے"۔ ② حرص اگر حرام کی اساس پر ہے تو یہ انسان کے لئے تباہ کن ہے۔ لیکن اگر حلال کی اساس پر ہے تو پھر بھی معیوب ہے۔ صحیح بخاری ③ میں حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین بطور قاصد بھیجا تاکہ وہ وہاں سے جزیہ کا مال وصول کر کے لائیں۔ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ گئے اور مال لے کر آئے جس وقت مدینے میں پہنچے رات کا وقت تھا اور صحابہ کو ان کی آمد کی اطلاع ہو چکی تھی، فجر میں لوگ دور دور سے نماز میں شریک ہوئے جب پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا اور پیچھے دیکھا اور دیکھا کہ دور دور سے صحابہ آئے ہوئے ہیں آپ ﷺ کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی آپ ﷺ نے فرمایا: "لعلکم سمعتم بقدوم أبي عبیدة"۔ "شاید تم نے سن لیا ہے کہ ابو عبیدہ بحرین سے مال لے کر آگئے ہیں اور اس کی تقسیم ہوگی"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ابشروا و املوا ما یسر کم"۔ "تم خوش ہو جاؤ اور وہ امید لیکر یہاں بیٹھو جو تمہیں خوش کر دے گی، یہاں بخل نہیں ہے یہ مال تم میں تقسیم ہو گا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "واللہ ماالفقر أخشی علیکم ولکن أخشی علیکم الدنیا أن تبسط علیکم کما بسطت علی من

① مسند احمد: 14441

② کتاب السفر، باب ماذکر فی فصل الصلوۃ، حدیث: 614

③ صحیح البخاري: کتاب الجزیة، باب الجزیة والموادعة، حدیث نمبر 3158

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبلکم"۔ "مجھے تمہارے بارے میں اندیشہ فقر نہیں ہے کہ تم فقیر ہو جاؤ گے بلکہ مجھے تم پر اندیشہ یہ ہے کہ یہ دنیا تم پر کشادہ کردی جائے گی جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فراخ کردی گئی تھی" "فتنافسوھا کما تنافسوھا"۔ "اور تم بھی اس دنیا میں راغب ہو جاؤ گے جیسا کہ تم سے پہلے اس میں راغب ہوئے تھے"۔ "فتھلککم کما أھلکتھم" "اور یہ دنیا کی رغبت اور یہ حرص و لالچ تمہیں بھی برباد کردے گی جیسا کہ ان کو برباد کر چکی تھی جیسا کہ سابقہ لوگوں کو دنیا کی فراوانی اور مال کے حرص نے برباد کیا"۔ کہیں تمہارے اندر یہ مرض پیدا نہ ہو جائے۔ اشارہ امت محمدیہ کی طرف ہے ورنہ صحابہ کرام اس قسم کے حرص سے بالکل پاک تھے۔ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "میں کبھی یہ تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھا، کہ دنیا کی محبت بھی کوئی چیز ہے اصل محبت تو پروردگار کی اور دار آخرت کی ہے، دنیا کی محبت، دنیا کے مال کی محبت میرا دل نہیں مانتا تھا مگر جب قرآن کی آیت اتری [منکم من یرید الدنیا...]

اس آیت کے نزول کے بعد مجھے یہ ماننا پڑا کہ دنیا کی محبت بھی کچھ دلوں میں ہوتی ہے۔[1] مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس چیز سے مبرا تھے ان کا تعلق صرف اپنے پروردگار کے ساتھ تھا، محبت صرف اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور وہ حصول آخرت کے لئے محنت کرتے تھے، دنیا کی قطعاً کوئی حرص نہ ہوتی تھی۔ ایک صحابی میدانِ جہاد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، فتح ہوئی مال غنیمت حاصل ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کا حصہ دیا کہ تم یہ لے لو اس نے کہا:

"ماعلی ھذا اتبعتک ولکنی اتبعتک علی أن أرمی ھاھنا فی سبیل اللہ وأشار إلی حلقه بِسھم"۔[2]

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس دنیا کے مال کی خاطر آپ کی اتباع نہیں کی میرا تو ایک ہی ہدف ہے کہ آپ کے ساتھ کسی جہاد میں یہاں تیر لگے اور شہید ہو جاؤں، شہادت کا تمغہ اپنے

[1] تفسیر طبری: ص 8035-8038

[2] سنن النسائی: کتاب الجنائز، الصلاۃ علی الشھداء 1953

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سینے پر سجالوں۔''

تو اللہ کے پیارے پیغمبر ﷺ خاموش ہو گئے ایک معرکے میں یہ صحابی شریک تھا اور شہید ہو گیا اور واقعی دیکھا گیا کہ تیر وہیں پیوست تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔ اب جو اس نے بات کہی تھی کہ میں دنیا کے مال کی خاطر آپ کی اتباع اختیار نہیں کئے ہوئے بلکہ میرا مقصد تو شہادت کی موت ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا تھا کہ شاید یہ گھر کا کھاتا پیتا ہو، اسے مال کی حاجت ہی نہ ہو لہٰذا نبی ﷺ نے فرمایا:

''اس کا مال دیکھو، سامان دیکھو کوئی کفن کی چادر ہے یا نہیں؟ جب اس کا سامان دیکھا گیا تو کفن کی کوئی چادر بھی نہ نکلی ایک چھوٹی سی چادر تھی کہ سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ پھر پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر مبارک عطا فرمائی کہ میرے اس صحابی کو اس میں کفن دے دو۔''① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا اعجاز تھا، حرص اور دنیا کی طمع نہیں تھی مگر پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جوں جوں دنیا آگے بڑھے گی لوگ دنیا کے اعتبار سے حرص میں گرفتار ہوں گے اور اپنے پروردگار سے دور ہوتے جائیں گے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

{أَلْهَـٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ ۝ حَتَّىٰ زُرْتُمُ ٱلْمَقَابِرَ ۝} (التکاثر 1-8)

تمہیں کثرت مال و اولاد کی طلب نے تباہ و برباد کر دیا ہے حتی کہ تم قبر میں پہنچ گئے اور قبر میں پہنچنا قیامت کا وقوع ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من مات فقد قامت قیامته''

یعنی جو شخص مرتا ہے اس کی قیامت اسی وقت قائم ہو جاتی ہے۔

لہٰذا حرص اور کثرت کی طلب یقیناً خطرناک ہو سکتی ہے، ہمیں اپنے شب و روز میں اپنی اس دنیا کی زندگی میں اس معاملے پر توجہ دینی چاہئے اور خوب سوچ و بچار کرنا چاہئے۔

جامع ترمذی میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: ''و إن لكل أمة فتنة وإن فتنة أمتي المال''

① مستدرک حاکم: 688/3

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہے، میری امت کا فتنہ مال ہوگا۔''[1]

اللہ رب العزت اس امت کا امتحان لے گا مال کے ساتھ۔ کسی کو مال سے محروم کر کے اور کسی کو مال کی فراوانی دے کر۔ دونوں امتحان ہیں اور اللہ رب العزت اس مال کو میری امت کا فتنہ بنائے گا، آزمائش کی چیز بنائے گا تبھی تو سب سے بڑا فتنہ، اس امت کی سب سے بڑی آزمائش فتنہ دجال ہے کیونکہ پیغمبر ﷺ کی حدیث ہے کہ ''خلق آدم سے لیکر قیامت تک کی آخری دیواروں تک سب سے بڑا فتنہ دجال کا فتنہ ہے اس سے بڑا فتنہ کوئی نہیں۔''[2] اس فتنے کی یلغار کس راستے سے ہوگی؟ فتنہ دجال اتنا خطرناک کیوں ہے؟ یہ آزمائش اتنی شدید کیوں ہے؟ اس لئے کہ اس فتنے کی جو بنیادیں ہیں اور جو اساسیں ہیں وہ مال ہی ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے[3]: ''دجال کی آمد سے قبل جو تین سال ہوں گے۔ وہ تین سال اقتصادی اعتبار سے انتہائی تنگی کے سال ہوں گے فرمایا: "تحبس السماء ثلث قطرها والأرض ثلث نباتها"۔ ان پہلے تین سالوں میں سے پہلے سال آسمان اپنی ایک تہائی بارش روک لے گا اور زمین اپنی ایک تہائی فصل روک لے گی۔ دوسرے سال میں آسمان اپنی دو تہائی بارش روک لے گا۔ اور زمین اپنی دو تہائی فصل روک لے گی۔ اور تیسرے سال آسمان اپنی پوری بارش روک لے گا۔ ایک قطرہ بھی نہیں برسے گا جبکہ زمین اپنی پوری فصل، یہ پھل اور یہ سبزیاں اور یہ اناج یہ سب روک لے گی اور ایک دانہ بھی پیدا نہیں ہوگا۔ یہ تین سال دجال کی آمد سے قبل، اور اس کا ظہور بھی علی جهل الناس ہوگا، لوگوں کی جہالت عام ہوگی اور یہ اقتصادی مار الگ۔ اور دجال جب آئے گا تو اشاروں سے بارش برسائے گا، اشاروں سے فصلیں اگائے گا اور لوگوں کے امتحان کے لئے اس کے ساتھ ایک عجیب اقتصادی طاقت ہوگی۔ دجال ایک کڑی

---

[1] جامع الترمذی: كتاب الزهد، باب ما جاء ان فتنة هذه الامة في المال، حدیث نمبر: 2336

[2] سنن ابن ماجة :كتاب الفتن ، باب فتنة الدجال، وخروج عيسى ابن مريم، وخروج يأجوج، ومأجوج، 4077

[3] أيضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں گے۔ حالانکہ ناکامی کی وجہ نظر نہیں آتی ۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے: دجال کی دو علامتیں نوٹ کرلو۔ ایک یہ کہ وہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا، دوسرا اس کے ماتھے پر کافر لکھا ہوگا[1]۔ یہ دو چیزیں کسی استدلال یا بحث کی محتاج نہیں یہ تو سامنے دکھائی دے رہیں ہوں گی۔ ایک آنکھ سے کانا سامنے دکھائی دے رہا ہوگا اس کے ماتھے پر کافر لکھا ہوا ہوگا لیکن پھر بھی زیادہ لوگ اس کے حلقے میں شامل ہو جائیں گے۔ اور بہت کم لوگ ہوں گے جو اس فتنے سے بچ سکیں گے۔ اسی فتنہ مال سے وہ لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ لوگ اس کے حلقے میں شامل ہوں گے۔

پھر کیوں ہم اس مال کی حرص لیکر بیٹھے ہیں؟ جو سراسر ہمارے لئے ایک آزمائش ہے۔ اور جوں جوں یہ حرص بڑھے گی، توں توں یہ چیز علامات قیامت میں داخل ہوتی جائے گی، اور پیارے پیغمبر ﷺ نے اسے قیامت کی علامتوں میں ذکر کیا ہے۔ کہ مال کا کسب، مال کا خرچ اور مال کی محبت، یہ سارے امور اور مال کے تعلق سے فخر کرنا، اترانا ان سارے امور کو علامات قیامت میں شمار کیا گیا ہے۔ حدیث جبرئیل جس میں ہمارے سامنے دین اسلام کے قواعد بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں جبریل امین کا ایک سوال یہ تھا کہ "متی الساعة یا رسول اللہ" اے اللہ کے رسول ﷺ بتایئے قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا کہ اس قیامت کا علم جتنا تجھے ہے، مجھے اس سے زیادہ نہیں ہے۔ تو جبرئیل امین نے سوال کیا: "فاخبرني عن أماراتها؟" تو پھر قیامت کی نشانیاں بتا دیجئے؟ آپ ﷺ نے چند نشانیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا: "إذا ولدت الأمة ربها، وإذا تطاول رعاة الإبل البهم في البنيان"۔[2] قیامت کی علامتیں یہ ہیں کہ لونڈی اپنی مالک کو جنے گی۔ اشارہ لونڈیوں کی کثرت کی طرف ہے اور یہ بھی ایک مال کی کثرت کی بنیاد ہے حتی کہ جو اولاد پیدا ہوگی وہ اس لونڈی کی ظاہر ہے کہ مالک ہی ہوگی کیونکہ جس عمل کے نتیجے میں وہ اولاد پیدا ہو رہی ہے وہ لونڈی کا سردار اور لونڈی کا آقا ہے۔ تو کثرت مال کی یہ ایک نشاندہی کی۔ دوسری چیز آپ نے یہ ارشاد فرمائی کہ تم دیکھو گے بکریوں کے چرواہے اور ننگے پاؤں گھومنے والے

[1] صحیح البخاری: کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، حدیث: 7131

[2] صحیح البخاری: کتاب الایمان، باب سؤال جبریل، حدیث نمبر: 50

صحیح مسلم: کتاب الایمان باب الایمان ما هو وبیان خصاله، حدیث نمبر: 9

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑی بڑی بلڈنگیں بنا کر فخر کریں گے تو ان کے فخر واترانے کا سبب یہی دنیا کا مال ہوگا۔ "ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم" [الحجرات:13]۔ جو اللہ کے نزدیک تکریم کی اساس تقوی اور پرہیزگاری اور تعلق باللہ ہے، اس کو فراموش کردیں گے اور بلند و بالا عمارتیں ان کے فخر و مباہات کا سبب بن جائیں گی۔ حتی کہ بعض لوگوں کا یہ فخر مساجد کے ساتھ بھی مربوط ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "لا تقوم الساعة حتى يتباهى الناس في المساجد" ① اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک یہ حالات پیدا نہ ہو جائیں کہ لوگ مساجد میں فخر کریں، کہ میری مسجد کا مینار سب سے اونچا ہے اور میری مسجد میں زیادہ ملمع سازی ہے اور فلاں کی مسجد میں کم ہے، ان چیزوں کو ذکر کر کے مساجد جو عبادت کے مراکز ہیں، جہاں سادگی مطلوب ہے لوگ اس میں فخر کریں گے اور یہ فخر بھی اس مال سے محبت کی بنیاد پر ہے۔ اور یہ چیزیں قیامت کے وقوع کی خبردیں گی۔

عابس الغفاری رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ایک فرمان نقل کرتے ہیں جسے امام طبرانی نے معجم الکبیر ② میں صحیح سند سے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بادروا بالاعمال ستا"۔ چھ چیزوں کے پیدا ہونے سے پہلے عمل کرلو قبل اس کے کہ چھ چیزیں پیدا ہوں۔

1. "إمارة السفهاء" بے وقوفوں کی امارت اور حکومت یعنی بے وقوف تم پر حاکم ہوں گے جن کی کوئی رائے نہیں اور جن کے پاس کوئی شرعی تعقل اور تدبر کی بنیاد نہیں۔ آپ ﷺ نے قیامت کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"لا تقوم الساعة حتى يكون أسعد الناس بالدنيا لكع بن لكع" ③۔ ان الفاظ کا سادہ سا ترجمہ یہ ہے کہ "اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک دنیا کا اقتدار ایک ایسے شخص کو نہ مل جائے جو

---

① سنن ابی داؤد: کتاب الصلوة ، باب فی بناء المساجد حدیث نمبر: 449، صححه الالبانی رحمہ اللہ، سنن النسائی : کتاب المساجد، باب المباهاة فی المساجد، 689، سنن ابن ماجة : كتاب المساجد والجماعات ، باب تشييد المساجد 739، علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

② معجم الکبیر: 18/ 36

③ جامع الترمذی: كتاب الفتن ، باب ماجاء فی اشراط الساعة، حدیث نمبر: 2209

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کمینہ ابن کمینہ ہو''۔

2 ''و کثرۃ الشرط'' یعنی ''زیادہ پولیس''۔زیادہ پولیس کا معنی ہے زیادہ جرائم۔جب جرائم زیادہ ہوں گے تو اس کے سد باب کیلئے زیادہ پولیس ہوگی۔دیکھیں! امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جنہوں نے قیصر و کسری کی کمر توڑی، قیصر کے سرکاری لوگ مدینہ آئے کہ دیکھیں اس فاتح قیصر کی شان کیا ہے؟ مدینہ پہنچے اور پوچھا امیر المؤمنین کہاں ہیں؟ اتفاق سے آپ وہیں ایک درخت کے نیچے سو رہے تھے اکیلے نہ کوئی چوکیدار ہے، نہ کوئی پہریدار ہے، نہ کوئی محافظ!۔آج تو ایک حاکم حرکت کرتا ہے تو تقریبا دس ہزار پولیس حرکت میں آتی ہے۔پولیس کا زیادہ ہونا ان نا اہلوں کی بناء پر ہے۔امیر المؤمنین تن تنہا سو رہے ہیں، آدھی دنیا کے فاتح۔پولیس کا زیادہ ہونے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ سلاطین کا اسکواڈ بڑھ جائے گا جو جگہ جگہ ان کی نگرانی میں چکر لگائیں گے، فرمایا کہ یہ بھی علامات قیامت میں سے ہے۔

3 ''بیع الحکم'' کہ ایسے قاضی اور جج پیدا ہوں گے جو اپنے فیصلوں کو بیچیں گے یعنی رشوت کا بازار گرم ہوگا۔وکیل پیسہ کھرا کرنے کے لئے کیس لینے کے لئے جھوٹ پر جھوٹ بولیں گے اور جج رشوت لینے کے لئے انصاف بیچیں گے فرمایا کہ اس وقت کے آنے سے پہلے جب ایسے جج پیدا ہوں جن کے فیصلے ظلم و رشوت پر مبنی ہوں، اچھے عمل کر لو۔عدل و انصاف بک گیا تو کیا خیر و برکت ہوگی ؟ کیونکہ آسمان و زمین کا توازن تو عدل پر قائم ہے جب معاملہ ظلم پر پہنچ جائے گا اور یہ نوبت آجائے گی پھر تمہاری حالت اور کیفیت کیا ہوگی ؟ اس وقت کے آنے سے پہلے پہلے تم عبادت کر لو اور عمل صالح کر لو۔

4 استخفاف بالدم: خون بہانے کو ہلکا سمجھ لیا جائے گا۔

5 ''و قطیعۃ الرحم''۔قطع رحمی بھی علامات قیامت میں سے ہے کہ جب دیکھو گے ہر گھر میں تقریبا رشتے داروں میں ایک فساد برپا ہو چکا ہے۔

6 ''نشو یتخذون القرآن مزامیر''۔نوجوانوں کی ایک نئی نسل پیدا ہوگی جو قرآن کو باجا اور گانا بنائیں گے۔''یقدمون أحدھم''۔اور لوگ ان میں سے کسی ایک کو کھڑا کریں گے، آگے بڑھائیں گے۔''لیغنیھم'' تاکہ وہ ان کو گا گا کر سنائے۔''وإن کان أقلھم فقھا''۔حالانکہ وہ علمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعتبار سے انتہائی کم ہوگا۔ اس کا کوئی مقام نہیں مگر اس کو آگے بڑھایا جائے گا۔ صرف اس کا ترنم سننے کیلئے اس کو آگے بڑھایا جائے گا، فرمایا: جب تم اس قسم کے نوجوان دیکھو تو یہ بھی علامات قیامت میں سے ہیں۔ یہ وہ علامتیں ہیں جن کا ہم بخوبی مشاہدہ کررہے ہیں، اور ان سب کی بنیاد حب دنیا ہے۔

اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک عورتیں مردوں کے ساتھ تجارتوں میں شریک نہ ہوں۔ لوگ حرام چیزوں کے نام بدل کر اس کو حلال کرلیں گے شراب کا نام شربت اور نبیذ، رشوت ہدیہ بن جائے گی، یہ سب کچھ ہورہا ہے اور ہمارے سامنے ہی ہورہا ہے، یہ علامات قیامت میں سے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی اس زندگی میں غور وفکر کریں دنیا کے ساتھ تعلق ہو مگر ایک واجبی تعلق، فتنوں اور آزمائشوں کا دور ہے۔

عقبہ بن عامر نے اللہ کے پیغمبر ﷺ سے پوچھا: "ما النجاة یا رسول اللہ!" اے اللہ کے رسول نجات کیسے ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "أمسک علیک لسانک"، اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھنا،: " وابک علی خطیئتک " اور اپنے گناہوں پر رونے بیٹھ جاؤ، اور: "ولیسعک بیتک" اور کوشش کرو کہ تمہارے گھر کی چار دیواری تمہارے لئے کشادہ ہو۔"[1] اپنے گھر میں زیادہ محصور ہو جاؤ، اور باہر سے ایک واجبی تعلق ہونا چاہیے، لوگوں کے ساتھ، اہل دنیا کے ساتھ، دنیاوی امور کے ساتھ وہ بھی انجام دو لیکن زیادہ وقت اپنے گھر میں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے گناہوں پر روتے ہوئے، خلوت میں غور وفکر کرتے ہوئے گذارو۔ اس کا سب سے اہم فائدہ یہ ہوگا کہ بچوں پر نگاہ رہے گی، ان کی تربیت کرسکو گے جو تمہاری ذمہ داری ہے جس کی بابت قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔

آپ ﷺ نے مالداری پر فقر کو ترجیح دی، فرمایا: "ما أحب أن لي مثل أحد ذهبا"[2] "میں نہیں چاہتا کہ احد پہاڑ میرے لئے سونا بن جائے"۔ حالانکہ آپ کو اختیار دیا گیا تھا، آپ چاہیں تو یہ پہاڑ آپ

[1] جامع الترمذی: کتاب الزهد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، حدیث نمبر:2406

[2] صحیح البخاری: کتاب الزکاة، باب ماأدی زکاته فلیس بکنز، حدیث نمبر:1408

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ سونے کے بن کر گھومیں پھریں۔ اگر یہ ہو بھی گیا تو میں تین دن کے اندر اندر یہ سونا اللہ کی راہ میں تقسیم کر دونگا۔ ہاں! ایک دینار، دو دینار مجھے پتہ ہو کہ میرا کوئی ساتھی، کوئی بھائی مقروض ہے اور وہ یہاں موجود نہیں تو اس کے لئے دو دینار سنبھال کے رکھوں گا وہ آئے تو اس کو دوں تا کہ وہ قرضہ ادا کرے، پیارے پیغمبر کی زندگی، آپ کی معیشت کوئی سرمایہ داری اور سرمایہ کاری کی معیشت نہیں تھی، بلکہ فقر آپ کو پسند تھا، اور جس قدر فقر ہوگا اس قدر حساب میں آسانی ہوگی۔ نبی علیہ السلام کی حدیث بھی ہے کہ

"اطلعت في الجنة فرأيت أكثرأهلها الفقراء واطلعت في النار فرأيت أكثر أهلها" ① میں نے جنت دیکھی جنت میں فقیر زیادہ تھے اور مالدار کم تھے، جہنم دیکھی عورتیں زیادہ تھیں اور مرد کم تھے"۔ یہ سب فقر کے فضائل ہیں، بجائے اس کے ہم بہت بڑھ چڑھ کر دنیا کی فکر کریں، اور یہ حرص وطمع لے بیٹھیں، اور آخرت کے معاملے کو فراموش کر دیں۔ (   )۔ اس کثرت مال کی طلب نے تمہیں ایسا غافل کیا، کہ تم قبروں میں پہنچ گئے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى وَادِيًا ثَالِثًا، وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ، "② "ابن آدم کو اگر مال کی دو وادیاں دیدی جائیں، تو قناعت کی بجائے وہ تیسری وادی کے حصول کی فکر کرے گا" حالانکہ زندگی میں قناعت ہونی چاہیے۔ اس امت میں عیسیٰ علیہ السلام کا دور مال کا ہوگا مگر قناعت کے ساتھ اس کا استعمال ہوگا، پیغمبر علیہ السلام کی حدیث ہے، میرا اس پر ایمان ہے کہ ایک انار ایک خاندان کے لئے کافی ہوگا برکت بھی ہے، قناعت بھی۔ اسی انار کا چھلکا اس خاندان کا خیمہ بن سکے گا، برکت بھی ہے اور قناعت بھی ہے، مگر یہ کیا معاملہ ہے کہ انسان کو دو وادیاں سونے کی مل گئیں ہیں، مگر صبر وشکر کی بجائے تیسری وادی کے حصول کی کوشش کرے، دو انڈسٹریاں لگ چکی ہیں، تیسری بھی ہونی چاہیے فرمایا کہ یہ تم کو اتنا غافل کر دے گی یہاں تک کہ تم قبر میں پہنچ جاؤ گے، فرمایا کہ اچانک موت اپنے پنجے تمہارے سینے میں گاڑھ دے گی۔ ابن آدم کے پیٹ کو تو قبر کی مٹی ہی

① صحيح البخاری: کتاب الرقاق، باب ما جاء في صفة الجنة حديث نمبر: 324

② صحيح مسلم: كتاب الزكوة، بَابُ لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَيْنِ لَابْتَغَى ثَالِثًا، 1048

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ہجوم مشاغل میں ضرور ہماری نظر ہو، ہماری نگاہ ہو، اصلاح کا کام کریں، تکسب بھی ہو، لیکن زیادہ تعلق باللہ ہو اپنی آخرت کو سنوارنے کے لئے۔ دنیا تو دارِ فانی ہے، عمر انتہائی تھوڑی ہے۔ 60 سال، 70 سال، 80 سال کی عمر!! اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے؟ مگر آخرت دارِ ابدی ہے، ہمیشہ قائم رہنے والی، وہاں اگر خسارے کا معاملہ ہو گیا تو بہت ہی خطرناک ہوگا، پیغمبر علیہ السلام کا فرمان ہے: " ان المکثرین هم المقلون۔"①

" زیادہ مال و دولت والے قیامت کے دن انتہائی قحط کا شکار ہوں گے۔"

اور ایک حدیث میں: " هم الأخسرون " کے الفاظ ہیں، بڑے گھاٹے میں ہوں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

" التقى مؤمنان على باب الجنة، مؤمن غني، ومؤمن فقير، كانا في الدنيا، فأدخل الفقير الجنة، وحبس الغني ما شاء الله أن يحبس، ثم أدخل الجنة، فلقيه الفقير، فيقول: أي أخي، ماذا حبسك؟ والله لقد احتبست حتى خفت عليك. فيقول: أي أخي، إني حبست بعدك محبسا فظيعا كريها، وما وصلت إليك حتى سال مني من العرق ما لو ورده ألف بعير، كلها آكلة حمض، لصدرت عنه رواء۔"②

دو انسانوں کو اکٹھا جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا۔ ایک دنیا میں مالدار تھا، دوسرا فقیر تھا، دونوں جا رہے ہیں بخوشی جا رہے ہیں، جو فقیر ہے، جنت میں داخل ہو جائے گا اور مالدار کو روک دیا جائے گا جنت میں داخل ہونے والا غریب، اپنے دوست کو تلاش کرے گا وہ اس کو دکھائی نہیں دے گا (بالآخر وہ تقریباً 500 سال کے بعد جنت میں داخل ہوگا) اس فقیر بھائی نے پوچھا تم کہاں تھے؟ وہ جواب دے گا کہ: " حبست بعدک، محبسا کریها فظیعا " تمہیں داخل کر دیا گیا، مجھے روک دیا گیا، اور بڑا ابرار وکا گیا، مجھے ایک مقام پر کھڑا کر دیا گیا، میرا پسینہ بہنا شروع ہو گیا، اس

① صحیح البخاری: کتاب الرقاق، باب المکثرون هم المقلون، حدیث نمبر: 6443

② مسند احمد: حدیث نمبر 2770

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدر پسینہ بہا کہ ایک ہزار اونٹ اگر اس پسینے پر وارد ہوتے تو سارے کے سارے سیراب ہو کر لوٹتے۔

لیکن پیغمبر ﷺ نے جہاں فرمایا کہ ''زیادہ سرمایہ دار قیامت کے دن خسارے میں ہوں گے اور قلت کا اور قحط کا شکار ہوں گے سوائے اس سرمائے دار کے آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ جو اس طرح کرے مال کو راہ حق میں لٹا دے، اس مال کا حق ادا کرے۔تو یہ مال اس کے لئے بہت زیادہ عافیت اور کامیابی کا سبب بن جائے گا''۔عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو تقریباً سات مواقع پر نبی علیہ السلام نے انفاق مال کی بنا پر جنت کی بشارت دی۔ہم دنیا میں اپنے اعمال میں اور آخرت اور دنیا کے اعمال میں ایک توازن اور اعتدال پیدا کریں۔اور دنیا سے محض ایک واجبی سا تعلق ہو۔جیسا اللہ کے پیغمبر ﷺ کی سیرت سے اور صحابہ کرام، سلف صالحین کی سیرت سے ہمارے سامنے آتا ہے۔اور اصل محنت آخرت کے حصول اپنے پروردگار سے تعلق قائم کرنے کے لئے ہو، تقوی کی صورت میں ہو۔اللہ تعالی ہمیں اس کی توفیق عطا فرمادے۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رزقِ حلال کی اہمیت

شعیب اعظم مدنی
مدیر البیان انسٹیٹیوٹ کراچی

رزق حلال کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس کا حکم دیا ہے، نیز رسولوں، ایمان والوں اور تمام لوگوں کو اس کا حکم دیا گیا ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

1 حلال کھانے کا حکم تمام لوگوں کو اللہ تعالی نے دیا ہے

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

[يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ]۔ [البقرة:168]

ترجمہ: ''لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں، وہی کھاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ لگ جاؤ۔ وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے''۔

حلال کا مفہوم

حلال سے مراد وہ سب چیزیں ہیں جنہیں شریعت نے حرام قرار نہیں دیا، نیز ان حلال کردہ چیزوں کو جائز طریقوں سے حاصل کیا جائے کیونکہ ناجائز طریقوں سے حاصل کیا ہوا مال حرام ہوجاتا ہے اگرچہ وہ درحقیقت حلال ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرے وہ جنہیں انسان اپنے عمل سے حرام نہ بنالے۔ جیسے چوری یا سود اور ناجائز طریقوں سے کمایا ہوا مال۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکیزہ کا مفہوم

پاکیزہ سے مراد وہ صاف ستھری چیزیں ہیں جو خراب، گندی اور سڑی ہوئی نہ ہوں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی حلال کھانے کا حکم دیا ہے

[يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ]۔ [البقرة:172]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اگر تم اللہ ہی کی عبادت کرنے والے ہو تو جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں کھانے کو عطا کی ہیں وہی کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو''۔

(3) اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھی حلال و پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دیا ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ 51][المؤمنون: 51]

ترجمہ: ''اے پیغمبروں کی جماعت! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو جو کچھ تم کرتے رہے ہو میں اسے خوب جانتا ہوں''۔

اس آیت میں اگرچہ خصوصی خطاب رسولوں کے لئے ہے البتہ اس میں تمام لوگ شامل ہیں۔ جیسا کہ دیگر آیات سے بھی واضح ہوتا ہے جہاں تمام لوگوں اور ایمان والوں کو بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔ نیز اس آیت میں نیک اعمال سے پہلے پاکیزہ چیزوں کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کیونکہ اگر رزق حلال نہ ہو تو عبادات بھی قبول نہیں ہوتیں۔

(4) رزق حلال نہ ہو تو عبادات بھی قبول نہیں ہوتیں

عبادت خواہ کتنے ہی اخلاص کے ساتھ کیوں نہ کی جائے حرام کمائی اسے قبول نہیں ہونے دیتی۔ اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلیل صحیح مسلم کی حدیث میں ہے جو کہ مختصر طور پر درج ذیل ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کر کے آیا ہو، اس کے بال پراگندہ اور خاک آلود ہوں وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! جبکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور جس غذا سے اس کا جسم بنا ہے وہ بھی حرام ہے تو پھر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ ①

⑤ محتاج لوگوں کا حق کھانے سے مال تباہ ہو جاتا ہے

اللہ تعالیٰ نے سورۃ القلم میں ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے:

{إِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ○ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ○ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ○ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ○ أَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ○ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ○ أَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ○ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ○ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوْٓا إِنَّا لَضَآلُّوْنَ ○ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ○ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ○ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ○ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ○ عَسٰى رَبُّنَآ أَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ} [القلم: 17-32]

ترجمہ: ''ہم نے انہیں ایسے ہی آزمایا ہے جیسے باغ والوں کو آزمایا تھا۔ جب انہوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ صبح ہی باغ کا پھل توڑ لیں گے۔ اور وہ کوئی استثنا نہیں کر رہے تھے۔ پھر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک آفت اس باغ پر پھر گئی جبکہ وہ ابھی سوئے ہوئے تھے۔ اور باغ یوں

① صحیح مسلم: کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتھا 1015

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی ہو۔ وہ صبح سویرے ہی ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔ کہ اگر تمہیں پھل توڑنا ہے تو سویرے سویرے اپنی کھیتی کی طرف نکل چلو، پھر وہ چل کھڑے ہوئے اور آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے تھے۔ کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ اور وہ صبح سویرے ہی لپکتے ہوئے وہاں جا پہنچے جیسے وہ (پھل توڑنے کی) پوری قدرت رکھتے ہیں۔ پھر جب انہوں نے باغ کی طرف دیکھا تو کہنے لگے: یقینا ہم راہ بھول گئے ہیں۔ (پھر غور سے دیکھا تو کہنے لگے) بلکہ ہمارے تو نصیب ہی پھوٹ گئے ہیں۔ ان کے منجھلے نے کہا: میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ وہ کہنے لگے: پاک ہے ہمارا پروردگار، ہم ہی ظالم تھے۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر آپس میں ملامت کرنے لگے''۔

بولے: ہائے افسوس! ہم ہی سرکش ہو گئے تھے۔ کچھ بعید نہیں۔ ہمارا پروردگار ہمیں اس کے بدلے میں اس سے اچھا باغ عطا فرمائے۔ ہم اپنے پروردگار کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

وضاحت

باغ والوں کا قصہ:۔ کسی شخص کا ایک باغ تھا جو بھر پور فصل دیتا تھا۔ اس شخص کا زندگی بھر یہ دستور رہا کہ جب بھی پھل کی فصل اٹھاتا تو اس کے تین حصے کرتا۔ ایک حصہ تو خود اپنے گھر کی ضروریات کے لیے رکھ لیتا۔ دوسرا حصہ اپنے قریبی رشتہ داروں اور ہمسایوں میں تقسیم کر دیتا اور تیسرا حصہ فقراء و مساکین میں بانٹ دیتا۔ اس کی اس سخاوت کی وجہ سے اس کا باغ سب سے زیادہ فصل دیتا۔ کٹائی کے دن فقراء و مساکین موقع پر پہنچ جاتے اور اپنا اپنا حصہ وصول کر لیتے۔

جب یہ شخص انتقال کر گیا تو اس کے بیٹوں کو خیال آیا کہ ہمارا باپ تو ساری عمر اس باغ کی فصل کو ادھر ادھر تقسیم کر کے اپنی کمائی یوں ہی لٹا تا رہا اور زندگی بھر مفلس ہی رہا۔ اب یہ معاملہ ختم کر دینا چاہیے۔ باغ ہمارا ہے اور اس پر ہمارا ہی حق ہے چنانچہ انہوں نے آپس میں یہ طے کر لیا کہ جب کٹائی کا موقع آئے تو راتوں رات ہی کر لی جائے۔ تاکہ نہ غریب مسکین آئیں، نہ ہمیں تنگ کریں اور نہ ہم برے بنیں۔ انہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اس بات پر قسمیں کھائیں کہ ایسا ہی کریں گے اور انہیں اپنی اسکیم پر اس قدر وثوق تھا کہ انہوں نے ان شاء اللہ کہنے کی بھی ضرورت نہ سمجھی۔

جب کٹائی کا وقت آ گیا تو وہ راتوں رات، خوشی خوشی، اچھلتے کودتے اپنے باغ کی طرف روانہ ہوئے ادھر اللہ کا کرنا یوں ہوا کہ اسی رات سخت آندھی کا طوفان آیا۔ جس میں آگ تھی۔ آندھی کے ذریعہ وہ آگ باغ کے درختوں تک پہنچ گئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں انہیں جلا کر راکھ کر گئی۔ آن کی آن میں سارا باغ جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ جب یہ عقل مند بیٹے وہاں پہنچے تو وہاں نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ انہیں وہاں باغ نام کی کوئی چیز نظر نہ آئی۔ سوچنے لگے کہ ہم شائد رات کے اندھیرے میں کسی غلط جگہ پر پہنچ گئے۔ پھر جب کچھ حواس درست ہوئے تو حقیقت ان پر آشکار ہوگئی کہ ان کی نیت کا فتور آندھی کا عذاب بن کر ان کے باغ کو بھسم کر گیا ہے۔ اب وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ ان کے منجھلے بھائی نے کہا کیا میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ اللہ کی تسبیح بیان کرو۔ اسے ہر وقت یاد رکھو اور اسی سے خیر مانگو۔ مگر ان بھائیوں میں سے کسی نے بھی منجھلے بھائی کی طرف توجہ نہ دی تو ناچار اسے بھی ان کا ساتھ دینا پڑا۔ اور وہ ملامت بھی اس طرح کرتے تھے کہ ایک دوسرے کو کہتا کہ تم ہی نے یہ ترغیب دی تھی دوسرا کہتا کہ یہ مشورہ تو تمہارا تھا مگر اب پچھتانے سے کچھ بن نہ سکتا تھا۔ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔

باپ کو اس کی سخاوت اور دوسروں سے ہمدردی کا یہ صلہ ملتا رہا کہ اسی کا باغ سب سے زیادہ پھل لاتا تھا اور جتنا کچھ وہ دوسروں پر خرچ کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اسے مہیا فرماتا۔ مگر جب بیٹوں پر بخل اور حرص غالب آئی تو اس کا ثمرہ یوں ملا کہ نیت کے فتور نے مجسم طوفان کا روپ دھار کر سارا باغ ملیا میٹ کر دیا۔ اس وقت نہ زمین کی زرخیزی کام آئی، نہ ان کی کوئی تدبیر، اس واقعہ سے یہ بات از خود واضح ہو جاتی ہے کہ دوسروں سے ہمدردی اور اچھے سلوک کی بنا پر اگر اللہ تعالیٰ نادیدنی وسائل کے ذریعہ رزق فراہم کر سکتا ہے تو نیت میں فتور آنے پر ایسے ہی نادیدنی وسائل سے دیئے ہوئے رزق کو چھین بھی سکتا ہے۔

آخر سب مل کر کہنے لگے کہ واقعی ہماری سب کی زیادتی تھی کہ ہم نے فقیروں اور محتاجوں کا حق مارنا چاہا اور حرص وطمع میں آ کر اصل بھی کھو بیٹھے۔ یہ جو کچھ خرابی آئی اس میں ہم ہی قصوروار ہیں۔ مگر اب بھی ہم اپنے پروردگار سے ناامید نہیں کیا عجیب ہے کہ وہ اپنی رحمت سے پچھلے باغ سے بہتر باغ ہم کو عطا کر دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑥ معاملات میں خرابی عبادات کو بھی ضائع کر دیتی ہے

اگر معاملات درست نہ ہوں تو نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

{ أَتَدْرُونَ مَنِ الْمُفْلِسُ ؟ قَالُوا: اَلْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ . قال صلی اللہ علیہ وسلم : إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ ، وَيَأْتِي وَقَدْ شَتَمَ هٰذَا ، وَقَذَفَ هٰذَا ، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا ، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا ، وَضَرَبَ هٰذَا ، فَيُعْطَى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ }. [1]

ترجمہ: ''کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے فرمایا: مفلس تو وہ ہے جس کے پاس نہ کوئی درہم ہو اور نہ ہی کوئی مال، نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزے اور زکوٰۃ لے کر تو آئے گا لیکن اس کی حالت یہ ہوگی کہ اس نے کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھایا تھا، کسی کا خون بہایا تھا اور کسی کو مارا تھا، تو اس (ظالم) کی نیکیاں ان (مظلوموں) کو دے دی جائیں گی، اور اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں جبکہ اس کے ظلم کا بدلہ باقی ہو تو مظلوموں کے گناہوں کو اٹھا کر اس ظالم پر ڈال دیا جائے گا اور آخر کار جہنم میں دھکیل دیا جائے گا''۔

حلال اور پاکیزہ رزق کمانے کے اصول

① ناحق کسی کا مال نہ کھانا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا } [النساء: 168]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔ درست صورت یہ ہے کہ باہمی رضامندی سے آپس میں لین دین ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ بلاشبہ اللہ تم پر نہایت مہربان ہے''۔

وضاحت: باطل طریقوں سے مراد ہر وہ ذریعہ آمدنی ہے جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہو۔ مثلاً: چوری زنا، جھوٹ بول کر مال حاصل کرنا، خیانت سے مال حاصل کرنا، یتیم کا مال کھانا، بیوی کا حق مہر ادا نہ کرنا۔ اس کی کئی صورتیں ہیں جو کہ دیگر مضامین میں تفصیل سے ذکر کی گئی ہیں۔

(2) مال کے حصول کے لئے بڑی احتیاط سے کام لینا

صحیح بخاری میں حدیث ہے:

[يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ] (1)

ترجمہ: ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان کو اس بات کی پرواہ نہیں ہوگی اس نے حلال کمایا ہے یا حرام''۔

(3) مال حاصل کرنے میں کسی کو تکلیف نہ دینا

دین میں اس بات پر خصوصی توجہ دی گئی ہے کہ کسی بھی معاملہ میں کسی کو تکلیف نہ دی جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ] (2)

ترجمہ: ''مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔

وضاحت: جھوٹ بولنا، زبان کا غلط استعمال ناحق مال کمانے کا ایک ذریعہ ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے۔

(1) البخاری

(2) البخاری: کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه 10

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

④ مال کی خاطر دینی معاملات میں تبدیلی نہ کرنا

{اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ} [البقرۃ: 174]

ترجمہ: ''جو لوگ ان باتوں کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کی ہیں اور اس کام کے عوض تھوڑا سا دنیوی فائدہ اٹھا لیتے ہیں یہ لوگ دراصل اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے کلام کرے گا اور نہ (گناہوں سے) پاک کرے گا۔ اور انہیں دکھ دینے والا عذاب ہوگا''۔

⑤ مال کے معاملے میں بھی سچائی سے کام لینا اور جھوٹ سے گریز کرنا

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ سچ بولیں کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ اور جھوٹ سے گریز کریں کیونکہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم میں پہنچا دیتی ہے۔[1]

تجارت میں سچائی سے کام لینے کے فوائد اور جھوٹ بولنے کے نقصانات

❶ پہلا نقصان: حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

{اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا}[2]

ترجمہ: بیچنے والے اور خریدنے والے کو سودا واپس کرنے کا اختیار ہے جب تک وہ الگ نہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہوجائیں، اور اگر وہ دونوں سچائی سے کام لیں تو ان کی خرید وفروخت میں برکت نازل ہوتی ہے، جبکہ اگر وہ جھوٹ سے کام لیں تو ان کی تجارت کی برکت مٹ جاتی ہے۔

❷ دوسرا نقصان: آپس میں بات خراب ہوجاتی ہے جس کے نتیجہ میں اعتبار اٹھ جاتا ہے۔

❸ تیسرا نقصان: یہ ظلم کی ایک صورت ہے جس وجہ سے جس پر ظلم ہوا ہو اس کی بددعا فورا قبول ہوتی ہے۔

ناجائز کمائی کرنے والے کی دعا قبول نہ ہونے کے اسباب

پہلا سبب: ناجائز مال کمانا شریعت کی مخالفت ہے۔

دوسرا سبب: ناجائز کمائی کرنے والا عموماً دوسرے پر ظلم کر رہا ہوتا ہے، اور جب وہ دعا کرتا ہے تو اس سے پہلے مظلوم کی بددعا قبول ہوجاتی ہے، جس وجہ سے اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

قصہ: ایک مرتبہ محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ سے بلال بن ابی بردہ نے گزارش کی کہ میرے لئے دعا کیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ میری دعا کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ نے ان پر ظلم کیا ہے تو میری دعا سے پہلے ان کی بددعا قبول ہوجائے گی، اس لئے کسی پر ظلم نہ کریں تو میری دعاؤں کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔

⑥ حرام چیزوں کے سلسلے میں کسی بھی قسم کے مال کو حاصل کرنے سے گریز کرنا

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیز حرام ہے اس کی خرید وفروخت، نقل وحمل بلکہ اس کے بارے میں سفارش کرنا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

[لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ] ①

ترجمہ: ”سود کھانے والے پر، سود کھلانے والے پر، اس کے لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

والے پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ سب برابر کے شریک ہیں''۔

(7) اپنے مال سے صدقہ کرنا

اگر مال سے متعلق کوئی کمی بیشی یا کوتاہی ہوگئی ہو تو صدقہ سے وہ مال پاکیزہ ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ }۔[التوبة: 103]

ترجمہ: ''(اے نبی ﷺ! آپ ان کے اموال سے صدقہ وصول کیجئے اور اس صدقہ کے ذریعہ ان (کے اموال) کو پاک کیجئے اور ان (کے نفوس) کا تزکیہ کیجئے، پھر ان کے لئے دعا بھی کیجئے۔ بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے تسکین کا باعث ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دیکھنے والا ہے''۔

وضاحت: مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ چونکہ مال و دولت کی محبت ہی جہاد کے فریضہ میں کوتاہی کا سبب بنی ہے۔ لہذا یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں دے دینا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہماری توبہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ہم اپنا سارا مال صدقہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا سارا مال دینے کی ضرورت نہیں بلکہ ایک تہائی مال کا صدقہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ ان کے صدقات قبول کیجئے۔ کیونکہ یہ سب سچے مومن اور اللہ کے رسول کے خیر خواہ تھے پھر آپ ﷺ ان کے حق میں دعا بھی کریں۔

اگرچہ اس کا مطلب وہی ہے جو اوپر بیان ہوا مگر اس کا حکم عام ہے۔ اسی لیے علماء مسئلہ زکوٰۃ میں اس آیت کو بھی پیش کرتے آئے ہیں۔

(8) شبہ والی چیزوں سے دور رہنا

حدیث میں ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں کہتے سنا ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانتے۔ اب جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچا رہا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو کسی کی رکھ کے گرد اپنے جانوروں کو چراتا ہے، قریب ہے کہ وہ رکھ میں جا گھسیں۔ سن لو ہر بادشاہ کی ایک ہوتی ہے۔ سن لو! اللہ کی رکھ اس کی زمین میں حرام کردہ چیزیں ہیں۔'' ①

وضاحت: شبہ والی چیز کے بارے میں انسان کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ حلال ہے یا حرام، اس لئے اس سے منع کیا گیا ہے کہ کہیں لاعلمی میں انسان حرام چیز یا حرام کام کو اختیار نہ کر بیٹھے جس کا انجام اللہ کے عذاب کی صورت میں ہو۔

بہترین، حلال و پاکیزہ کمائی

بہترین کمائی وہ ہے جو انسان خود محنت کر کے حاصل کرے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے:

[مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَأَنَّ النَّبِيَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ۔] ②

ترجمہ: ''کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا نہیں کھایا اور اللہ کے نبی داود علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھایا کرتے تھے''۔

حلال کمائی کے لیے کی جانے والی دعا

[اللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ] ③

ترجمہ: ''اے اللہ! مجھے حلال کے ذریعہ حرام سے بچا اور اپنے فضل سے مجھے لوگوں کی محتاجگی سے محفوظ فرما''۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

---

① البخاري: کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینه۔ مسلم: کتاب المساقاة باب أخذ الحلال وترک الشبهات

② : کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمله بیده 2072

③ الترمذي: ابواب الدعوات 3563، حسن

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اسلامی نظام معیشت

کی خصوصیات

فضیلۃ الشیخ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ

عصر حاضر کو ترقی کا دور کہا جاتا ہے اور کچھ غلط بھی نہیں ہے سائنسی اکتشافات کا سلسلہ بلاتوقف جاری ہے۔ ایجادات کا سیل رواں ہے تھمنے میں نہیں آتا۔ وسائل سفر سے لے کر ذرائع ابلاغ تک میں انقلاب آچکا ہے۔ زمین اپنے خزانے اگل رہی ہے یا اس سے اگلوائے جا رہے ہیں۔ اناج، سبزیاں پھل اور میوے اسقدر بہتات سے ہیں کہ انباروں میں سما نہیں سکتے ذخیرہ کرنے پڑتے ہیں لیکن ہر چیز کی فراوانی کے پہلو بہ پہلو انسانی محرومی کی بھی کوئی حد نہیں۔ آدمیت سسک رہی ہے جذبات سلگ رہے ہیں۔ غریب غربت کے بوجھ تلے دب رہا ہے اور سرمایہ دار بے مقصدیت کے عذاب و اذیت سے گذر رہا ہے۔ یہ نہیں کہ حالت میں تبدیلی کی کوشش نہیں ہوئی تاریخ شاہد ہے کہ احساسات اور جذبات نے کئی مرتبہ طوفان کی شکل اختیار کی لیکن صورت حال کچھ یوں ہی رہی۔

سو بار تیرا دامن ہاتھوں میں مرے آیا
جب آنکھ کھلی دیکھا تو اپنا ہی گریباں تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رومن ایمپائر، دور غلامی، جاگیرداری اور پھر آخر میں نظام سرمایہ داری کا تماشہ اور پھر اشترا کی کوچہ گردوں کی آشفتہ سری، تمام کی تمام شکست آرزو کے عنوانات ہیں ان تمام کوششوں کے باوجود یہی نہیں کہ حالت نہیں بدلی بلکہ کیفیت کچھ یوں رہی کہ

؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

حقیقت یہ ہے کہ تمام نظامہائے معیشت الگ الگ اور متضاد نام کے حامل ہونے کے باوصف اصل میں سارے ایک ہیں۔ ایک ہی تصویر کے دو مختلف رخ اور زاویے ہیں اور نام اس کا خودرائی ہے۔ انسان نے معیشت کو اس کے اصل مقام و مرتبہ سے بڑھا کر ایسا غلو کیا ہے کہ اپنا مرتبہ اور مقصد فراموش کر بیٹھا۔ نتیجہ وہی ہوا جو ذریعہ کو مقصد بنانے کا ہوتا ہے۔ انسان صرف پیٹ کا نام نہیں بلکہ اس میں دل و دماغ بھی ہے اور اس کے دیگر اعضاء بھی ہیں، اگر کوئی شخص دل و دماغ کے بجائے پیٹ سے سوچنا شروع کر دے تو اس کی جو کیفیت ہوسکتی ہے وہ نظامِ معیشت کو مرکز و محور بنانے سے پوری انسانیت کی ہوچکی ہے۔ ایک بھوکے کو اجرام فلکی بھی روٹیاں نظر آسکتی ہیں لیکن اس سے نظام شمسی میں خلل آسکتا ہے اور نہ علم فلکیات کی اہمیت کم ہوسکتی ہے۔ انسان تنگ نظر اور جذباتی مخلوق ہے اس لئے اسکی سب سے بڑی غلطی ہے کہ مسائل کو حل کرنے کے لئے اپنے اور اس کائنات کے خالق سے رجوع کرنے کے بجائے خود ہی ان کا حل کرنے بیٹھ جائے۔ عام زندگی میں (SELF MEDICATION) خطرناک ہے تو اجتماعی زندگی میں اس کے اثرات کتنے مہلک ہوسکتے ہیں دنیا کی موجودہ صورت حال اس کا ثبوت ہے ایسی صورت میں ایک انسان کو اس سے اچھا مشورہ نہیں دیا جاسکتا کہ

؎ دست ہر نا اہل بیمارت کند | سوئے مادر آ کہ تیارت کند

انسانیت پر اس سے بڑا احسان نہیں ہوسکتا کہ انسانی معاشرے کو اجتماعی طور پر اپنے اور اس سارے جہان کے خالق و مالک کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کی جائے۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اسی لئے انسانیت کے محسن ہیں علیہم الصلوات و التسلیمات اور پیغمبر آخر و اعظم انسانیت کے محسن اعظم ہیں علیہ أفضل الصلاۃ وأزکی التسلیمات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ بندوں کو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں:

{فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ}[التکویر:26-27]

ترجمہ: ''لوگو تم کدھر جا رہے ہو؟ یہ (قرآن) جہان بھر کے لوگوں کے لئے نصیحت ہی تو ہے''۔

قرآن حکیم نے نہ صرف مرض کی تشخیص فرمائی بلکہ اس کے علاج کے لئے نسخہء کیمیا بھی عطا کیا۔

ارشاد باری تعالی ہے:

{وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝}[النحل:112-114]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو (ہر طرح) امن و اطمینان سے تھی ہر طرف سے رزق بافراغت وہاں چلا آتا تھا۔ مگر اس کے رہنے والوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کی پاداش میں ان کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر ناشکری کا مزہ چکھا دیا اور ان کے پاس انہی میں سے ایک پیغمبر آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا سو انہیں عذاب نے آ پکڑا جبکہ وہ ظالم تھے۔ پس اللہ نے تم کو جو حلال طیب رزق دیا ہے، اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالاؤ اگر اسی کی عبادت کرتے ہو۔''

یعنی اشیاء کی فراوانی اور نعمتوں کی ارزانی پر اللہ رب العزت جو منعم حقیقی ہے کا شکر ادا کرنے کے بجائے کفر کرنا موجب ہے ان نعمتوں کے چھن جانے کا۔ اللہ کی ناشکری کا مظہر یہ ہے کہ اس کی طرف سے بھیجے گئے رسول پر ایمان لانے ان کی تکریم کرنے اور اطاعت کا دم بھرنے کی بجائے تکذیب و استہزاء کا راستہ اختیار کیا۔ اس عذاب سے نجات کا ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ کا حلال کیا ہوا رزق کھاؤ اور اس کی نعمتوں کا شکر بجالاؤ اور صرف اسی کی عبادت کرو کہ مالک الملک اور عزیز مقتدر ہے اس کی اطاعت کرو گے تو آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے تم پر کھول دے گا۔

{وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝}[الاعراف:96]

ترجمہ:''اور اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور ہماری نافرمانی سے بچتے تو ان پر آسمان اور زمین کی برکات کے دروازے کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی سو ان کے اعمال کی پاداش میں ہم نے ان کو پکڑ لیا''۔

اور جب کسی بستی سے نعمتیں چھین لینا چاہے تو بظاہر ان کی معیشت کتنی ہی مضبوط ہو سزا کا قانون الٰہی ان پر نافذ ہو کر ہی رہتا ہے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ۝[القصص:58]

ترجمہ:''اور ہم نے بہت سی بستیوں کو تباہ کر ڈالا جو اپنی معیشت (کی فراخی) پر اترا رہے تھے پھر یہ ان کے محلات ہیں جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد ہوئے اور ان کے پیچھے ہم ہی ان کے وارث ہوئے''۔

اسی لئے انسانیت کی فلاح دین حنیف دین اسلام کے دامن میں پناہ لینے میں ہے۔ جب وہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہوں گے کہ اس کے نظام اقتصادیات کی برکات سے بھی بہرہ مند اور مستفید ہوں گے اس لئے کہ اسلام کا نظام معیشت اسلام سے الگ کوئی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ اسی شجرہ طیبہ کی ایک سرسبز و ثمر بار شاخ ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

{اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاۗءِ ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۝}[ابراھیم:25-34]

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالی نے کلمہ طیبہ کی مثال کیسی بیان فرمائی ہے وہ ایسے ہے کہ جیسے ایک پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط یعنی زمین کو پکڑے ہوئے ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں۔ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا ہے۔

اور یہ اسلام کے تعلیم کردہ راسخ عقائد، قرآن حکیم اور جناب رسول کریم ﷺ کے مقرر کردہ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعلیم فرمودہ حکیمانہ عبادات اور عظیم ترین اور کامل ترین نظام اخلاق کی سرزمین میں اگلنے والا شجر طیبہ ہے۔ اور خون میں پیوست شاخ ہے۔ جو ہر طرف سے اور ہر طرح سے محفوظ ہے۔ موسموں کے تغیرات اور افراد کی تلون مزاجی اس پر نظر انداز نہیں ہوتی۔

اس اعتبار سے اسلامی نظام معیشت کی بنیادی اور اولین خصوصیت تو یہی ہے کہ یہ نظام ربانی ہے جبکہ اس کے مقابلے باقی تمام نظامہائے معیشت (اگر ان کو نظام کہا جا سکے) تو انسانی بلکہ محض شیطانی ہیں۔ اس لئے کہ بندہ جب رحمن کا نہیں ہوتا تو شیطان کا ہوتا ہے تیسرا اختیار (Third Option) یہاں پر سرے سے موجود نہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

{إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ○}[فاطر:6]

ترجمہ: وہ اپنے گروہ کے (لوگوں) کو پکارتا ہے تاکہ وہ دوزخ میں جانے والے بن جائیں۔

{اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَأَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ أُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○}[المجادلة:17]

ترجمہ: شیطان نے انکو قابو میں کر لیا ہے اور انہیں اللہ کی یاد بھلا دی ہے یہ لوگ شیطان کا لشکر ہیں اور آگاہ رہو شیطان کا لشکر نقصان اٹھانے والا ہے"۔

اسلام اللہ تعالی کا مقرر کردہ اور پسندیدہ فرمودہ نظام حیات ہے تمام انبیاء علیہم السلام اس کی دعوت دیتے رہے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

{إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ}[آل عمران:19] ترجمہ: "دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے"۔

لیکن براہین و بینات سے آنکھیں موندنے والے نت نئے عقیدے بناتے اور نظام تراشتے رہے۔ اپنے علم یا علوم کے غرلے میں مختلف انسانی گروہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی دعوت اور نصیحت کو ٹھکراتے رہے اور اس کے نتیجے میں عذاب پر عذاب چکھتے رہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

{أَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَّآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○}[المومن:82-83]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ”کیا ان لوگوں نے زمین میں پھر کر دیکھا نہیں کہ انہیں نظر آتا کہ جو لوگ ان سے پہلے اس راستے پر تھے ان کا انجام کیسا ہوا حالانکہ وہ ان سے تعداد میں زیادہ اور طاقت میں ان سے زیادہ مضبوط تھے اور زمین میں نشانات بنانے میں ان سے کہیں بڑھ کر تھے تو جو کچھ وہ کرتے رہے ان کے کسی کام نہیں آیا۔ اور جب ان کے پیغمبران کے پاس کھلی نشانیاں اور واضح دلائل لے کر آئے تو وہ اس علم پر اترانے لگے جو ان کے پاس تھا، نتیجہ جس چیز کا وہ مذاق اڑاتے تھے اسی نے ان کو آگھیرا“۔

مثال کے طور پر شعیب علیہ السلام کی قوم نے تو مالی معاملات میں ان کی حکیمانہ نصیحت کو ”مداخلت بے جا“ قرار دیکر اس پر انتہائی ناگواری کا اظہار کیا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

{ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىکُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ○ وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ○ بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ ○ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ○ }[ھود:84-87]

ترجمہ: ”اور اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو مبعوث کیا انہوں نے (اپنی قوم) سے کہا اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو میں تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں اور تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تم کو گھیرے گا۔ اور اے میری قوم! ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو، اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا منافع تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم مومنوں میں سے ہو اور میں تم پر نگران نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز، تمہیں یہی سکھاتی ہے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں جنہیں ہمارے آباء واجداد پوجتے آئے ہیں یا ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی سے تصرف کرنا چھوڑ دیں تم تو بڑے نرم خو اور رست باز ہو“۔

تا آنکہ پیغمبر آخر و اعظم حضرت محمد ﷺ اسلام کی کامل ترین اور واضح ترین صورت یعنی کتاب وسنت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پر مشتمل "حنیفیۃ السمحۃ" کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ جس میں رات بھی دن کی طرح روشن ہے۔ اور اللہ تعالی نے {اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا} فرما کر رہتی دنیا تک کے انسانوں پر حجت قائم اور تمام کردی۔ {لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ} اور واضح طور پر بتا دیا کہ دنیا وآخرت کی فلاح اسی نظام کی کامل اتباع وتنفیذ کے ساتھ وابستہ ومشروط ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

{الٓمٓ ۝ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝} [البقرۃ:1-5]

ترجمہ: "الٓمٓ۔ یہ قرآن وہی کتاب منتظر ہے (اس کے کلام اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں، اہل التقوی کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، آداب کے ساتھ نماز ادا کرنے اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں،، اور جو کتاب وشریعت (اے نبی ﷺ) تم پر نازل کی گئی اور جو کتاب وشریعت تم سے پہلے نازل کی گئی سب پر ایمان لاتے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔

تو اسلام کے لائے ہوئے نظام معیشت کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ربانی ہے اس کے بعد ایک صاحب ایمان کو کچھ اور جاننے کی ضرورت نہیں رہتی۔ تاہم رسم دنیا نبھانے کے لئے اور اجتماع احباب کے نادر موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے، اس نظام معیشت کے امتیازی خصائص پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں اس اذعان و یقین کے ساتھ کہ اس کے خصائص وامتیازات کا احاطہ حد امکان سے باہر ہے:

{وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا ۙ وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ} [المدثر:31]

ترجمہ: اور ایمانداروں کا ایمان زیادہ ہو۔ اور اہل کتاب اور ایماندار کسی شک میں نہ رہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور اپنے مال جسے اللہ نے تمہارے لئے قیام زندگی بنایا ہے بے وقوفوں کے حوالے نہ کرو

اور یہ بھی کہ یہ اللہ کا فضل ہے۔ ارشاد فرمایا:

{ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ }[الجمعة:10]

ترجمہ: ''پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو''

اور یہ بھی سمجھا دیا کہ مال و منال ایک ضرورت ہونے کے ساتھ آزمائش ہیں۔ جس سے انسان گزرتا ہے:

{وَاعْلَمُوْٓا أَنَّمَآ أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّأَنَّ اللهَ عِنْدَهٗٓ أَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝}[الانفال:28]

ترجمہ: ''اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد در حقیقت تمہارے لئے ایک آزمائش ہیں۔ (اور اس میں پورا اترنے والوں کے لئے) اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر و ثواب ہے''۔

② مقصد تخلیق سے ہم آہنگی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی لئے پیدا کیا کہ یہ اس کی عبادت کرے اس کی بندگی بجالائے اور اس کے لئے اپنے پسندیدہ دین میں نظام معیشت بھی ایسا شروع کر دیا جو اس کے مقصد تخلیق سے موافقت رکھتا ہے اور مکمل طور پر اس سے ہم آہنگ ہے۔

ارشاد فرمایا:

{ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝}[البقرة:172]

ترجمہ: اے اہل ایمان جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ کا شکر بجالاؤ اگر تم حقیقت میں اسی کی بندگی کرتے ہو۔

یہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ انسان کے کردار کا اس کی خوراک سے بہت گہرا تعلق ہے۔ تمام ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں اور قوتیں غذا سے بنتی اور پنپتی ہیں اگر غذا درست ہوگی تو عمل صالح ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{يٰٓأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۝...}[المومنون:51]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ”اے گروہ رسولاں! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو“۔

اگر جسم کی نشونما کا سبب بننے والی غذا ہی درست اور حلال نہ ہو تو عمل صالح نہیں ہوسکتا اسی حقیقت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان نے یوں بیان فرمایا ہے:

"لا یربو لحم نبت من سحت الا کانت النار اولی به" (1)

ترجمہ: ”جو گوشت حرام سے پرورش پاکر بڑھتا ہے تا اس کا اصل ٹھکانا آگ ہی ہے۔“

(3) اصالت

اسلامی نظام معیشت کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مستقل اور سب سے ممتاز نظام ہے۔ انسانی تجربات کے نتیجے میں وجود میں نہیں آیا اور نہ یہ کسی قسم کے ردعمل کا ثمر ہے۔ باقی تمام نظامہائے معیشت ردعمل کے طور پر وجود میں آئے۔ تجربات ہیں یا تجربات سے اخذ کیا ہوا نتیجہ۔ جاگیرداری نظام دور غلامی کی کوکھ سے پیدا ہوا اس لئے اس کے تمام خصائص کا حامل تھا۔ غلامی میں آقا ایک فرد ہوتا تھا تو نظام جاگیرداری میں پورا نظام، پھر زمانے نے ایک کروٹ لی جاگیرداری نظام نے سرمایہ داری نظام کی شکل اختیار کرلی۔ جاگیردار سرمایہ دار بن گیا اور کاشتکار مزدور ٹھہرا۔ اور آزاد معیشت کے نام پر ایسا استبداد مسلط ہوا کہ لوگ دور غلامی اور جاگیرداری کی سختیاں بھول گئے۔ اس کے ردعمل میں سوشلزم نے جنم لیا لیکن استحصال کے خاتمے کا دعوی لیکر اٹھنے والی تحریک ریاست کی طاقت سے لیس ہوکر استحصال کا سب سے بڑا ذریعہ بن گئی۔ اور ترقی پسندی کے نام پر ترقی معکوس کرتے ہوئے انسانیت کو بدترین غلامی کے دور میں پہنچادیا۔ یہ انسانی شعور اور معاشی نظریات کے ارتقاء کی مختصر تاریخ ہے۔ اس کے مقابل اسلام کا نظام اقتصادیات اللہ ربّ العزۃ والجلال کے علم وحکمت کا مظہر اور اس کی رحمت کا نشان ہے۔ اور تہوز، انتقام، طیش وغیرہ ردعمل کے ہر نقص سے مبرا ہے۔

---

(1) جامع ترمذی: کتاب الجمعة، باب ماذکر فی فضل الصلاۃ، حدیث نمبر: 614

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

④ وضاحت

اسلام کے نظام معیشت میں کوئی پیچیدگی نہیں، وہ بالکل واضح اور ہر قسم کے ابہام سے پاک ہے قرآن آیات بینات پر مشتمل ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "الحلال بین والحرام بین" حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔

اسی طرح اسلامی نظام معیشت میں معاہدہ یا خرید و فروخت کرنے والوں کو بھی یہی حکم ہے کہ صداقت و وضاحت سے کام لیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"البیعان بالخیار مالم یتفرقا فان صدقاوبینابورک لھما فی بیعھما وان کتما وکذبا محقت برکۃ بیعھما"①

یعنی سودے کے دونوں فریقوں کو الگ الگ ہونے تک اختیار ہے اگر دونوں صداقت اور وضاحت سے کام لیں گے تو انکے سودے میں برکت ہوگی اور اگر جھوٹ اور فریب سے کام لیں گے تو سودے کی برکت ختم کردی جائے گی' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار میں تشریف لے گئے، اناج کے ایک ڈھیر میں ہاتھ ڈالا تو تری محسوس کی تو دکاندار سے فرمایا: یہ کیا؟ اس نے کہا حضور رات کو اس پر بارش پڑ گئی تھی فرمایا تو گیلا حصہ اوپر کرنا تھا'' من غش فلیس منا''۔ جس نے ہمیں اندھیرے میں رکھا وہ ہم میں سے نہیں ②۔

یہی وجہ ہے کہ محاقلہ اور مزابنہ سے منع کر دیا گیا ہے) کھیت میں سٹوں اور بالیوں میں موجود اناج کو خشک اناج کی معلوم و معین تعداد کے بدلے فروخت کرنا محاقلہ کہلاتا ہے اور درختوں یا بیلوں میں لگے پھل کو اسی نوع کے خشک پھل کی معلوم و معین مقدار کے عوض بیچنا مزابنہ کہلاتا ہے (۔ بیع سلم میں بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

"من أسلف فی شیء فلیسلف فی کیل معلوم ووزن معلوم الی أجل معلوم"③

---

① متفق علیہ من حدیث حکیم بن حزام ② صحیح مسلم، معجم طبرانی، حدیث نمبر: 10234، میں یہ الفاظ زائد ہیں والمکر والخداع فی النار۔ مکروفریب آگ میں (لے جانے کا موجب) ہے

③ بخاری: کتاب البیوع، باب اذا بین البیعان... 2079، مسلم: کتاب البیوع، باب السلم 1226

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اگر کوئی پیشگی ادائیگی کرتا ہے تو اس چیز کا ماپ تول اور ادائیگی کی مدت معلوم ہونی چاہئے"۔

اسی طرح عقد قراض یا مضاربہ میں بھی ضروری ہے کہ صاحب مال (investor) اور عامل (worker) دونوں آپس میں تقسیم منافع کا تناسب طے کرلیں۔ ابہام نہیں ہونا چاہئے۔

الموسوعة الفقهية الكويتية: میں قراض کی تعریف ہی یہ بیان کی گئی ہے:

"هو أن يدفع الرجل الى رجل نقدا ليتجربه على ان الربح بينهما على ما يتشارطانه" ①

ترجمہ: یعنی قراض یا مضاربہ اس کو کہا جاتا ہے کہ ایک شخص اگر دوسرے کو مال مہیا کرے کہ وہ اس میں تجارت کرے گا اور منافع ان دونوں کے درمیان طے شدہ نسبت کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا۔

اس کے بعد مشہور لغوی الازہری کے حوالے سے اس کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی گئی ہے "لأن لكل واحد منهما في الربح شيء مقروضا لا يتعداه" اس معاہدے کو قراض اس لئے کہا جاتا ہے کہ فریقین میں سے ایک کو منافع میں سے قطعی طور پر طے شدہ ملتا ہے اس سے زیادہ نہیں لے سکتا۔

⑤ صداقت و امانت

اسلام اپنے پیروؤں کو اور خاص طور پر رجال معیشت و اقتصاد کو امانت اور صداقت کا حکم دیتا ہے ارشاد باری تعالی ہے کہ:

{ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ---○ }[النساء:58]

ترجمہ: اللہ تعالی تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو پہنچا دو"

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معلم شریعت محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء" ②

---

① الموسوعة الفقهيه: 112/33

② جامع ترمذی: کتاب البیوع، باب ماجاء فی التجار، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، لیکن شیخ البانی رحمہ اللہ اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ الغرض مفہوماً یہ روایت صحیح ہے جس کی تائید شریعت کے دیگر بے شمار دلائل سے ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: صداقت شعار اور امانت دار تاجر انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

"ان اللہ تعالی یقول أنا ثالث الشریکین ما لم یخن أحدھما صاحبه فاذا خانه خرجت من بینھم"(1)

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ "میں شراکت داروں کا تیسرا ہوتا ہوں جب تک ان میں سے کوئی دوسرے کی خیانت نہ کرے پھر جب کوئی خیانت کا مرتکب ہوتا ہے تو میں درمیان سے نکل جاتا ہوں"۔

(6) عدالت

یہ کائنات کہ انسان جس کا ایک حصہ ہے اللہ تعالی نے اس کا سارا نظام عدل اصلاح اور توازن پر قائم کیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے :

{وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ○ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ○ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ○}[الرحمن:7-9]

ترجمہ: "اس نے آسمان کو بلند کیا اور اوپر اٹھایا اور میزان عدل رکھدی تا کہ تم میزان میں خلل اندازی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور ترازو میں تولتے وقت کمی نہ کرو"۔

کائنات کا سارا نظام عدل پر قائم ہے اس لئے انسان جو اس امانت کا امین ہے، اس کا فرض ہے کہ اپنے دائرہ اختیار میں عدل قائم کرے اور ہر حقدار تک اس کا حق پہنچائے اگر یہ عدل و توازن قائم نہ رہے تو میزان عالم خلل پذیر ہوتی ہے اور اسی کو قرآن "فساد فی الارض" سے تعبیر کرتا ہے ارشاد باری تعالی ہے:

{ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ○ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○}[هود:84]

---

(1) ابو داود: کتاب البیوع، باب الشرکۃ:3383

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''اور اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو مبعوث کیا انہوں نے (اپنی قوم) سے کہا اے میری قوم! صرف اللہ کی موحدانہ عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو میں تم کو آسودا حال دیکھتا ہوں اور تمھارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تم کو گھیرے گا۔ اور اے میری قوم کے لوگو! عدل وانصاف کے ساتھ پورا ماپو اور تولو اور لوگوں کی چیزیں کم کر کے نہ دیا کرو، اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو''

چنانچہ عدل وانصاف کائنات کی سب سے بڑی ضرورت اور انسان کا سب سے بڑا فریضہ ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ عدل صرف قانون کی عملداری کا نام نہیں ہے بلکہ عدل وانصاف کا گلا تو قانون سازی کے نام پر ہی گھونٹا جاتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان عدل کر بھی نہیں سکتا اس کے پاس علم نہیں جہل ہے عدل نہیں ظلم ہے خالق کائنات کا بیان واجب الاذعان ہے { اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا } [الاحزاب:72] بلاشبہ انسان بڑا ہی ظالم، جاہل واقع ہوا ہے اس کو علم اللہ تعالی عطا فرماتا ہے {وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ }[البقرۃ:255] ترجمہ: اس کہ علم میں سے یہ کسی چیز کو حاصل نہیں کر سکتے مگر جسے اللہ چاہے''۔ اور عدل اللہ تعالی اور اس کا رسول ﷺ سکھاتے ہیں {وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا}[الانعام:115] ترجمہ ''اور تیرے رب کا کلام صداقت اور عدل میں کامل ہے''، اس لئے آسمانی ہدایت اور رہنمائی سے بے نیاز ہو کر انسان جو بھی نظام بناتا ہے اس میں علم نہیں ہوتا، صداقت نہیں ہوتی، عدل نہیں ہوتا۔ مزدور یا کسان اگر قانون سازی کا موقع پائے گا تو کارخانہ دار یا زمیندار کے حقوق ملحوظ نہیں رکھ پائے گا بلکہ حقوق کا پلڑا اپنے طبقہ کی طرف جھکا لے گا اور اگر سرمایہ دار اور زمیندار قانون سازی کرے گا تو حقوق کا بہاؤ اپنی طرف کر لے گا۔ اسی لئے مختلف نظامہائے معیشت عدم توازن اور عدل کے فقدان کے باعث ظلم وعدوان کا دوسرا نام بن کر رہ گئے قرآن حکیم نے اسی لئے فرمایا{وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ}[المائدہ:45]۔ ترجمہ: ''اور جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتا تو ایسے لوگ ہی ظالم ہیں''

جو اقبال نے اسی معنی کو منظوم کرتے ہوئے کہا ہے۔

ے عقل خود بیں غافل از بہبود غیر | سود خود بیند نہ بیند سودِ غیر
وحیِ حق بینندۂ سود ہمہ | در نگاہش سود و بہبود ہمہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عدل پر مبنی نظام وہی تشکیل دے سکتا ہے جو تمام فریقوں پر حاکم ہو اور ان سے بالاتر بھی۔ اس کا مفاد ان میں سے کسی کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔ اور یہ آسمانی وحی کے سوا کہیں نہیں ہوسکتا۔ ظلم اور ظلمت کا ازالہ اسی نور سے ہوسکتا ہے جو انسانوں کو عدل کا راستہ دکھاتے ہوئے فرماتا ہے۔

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا ۚ وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝} [النساء:135]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے اور اللہ کے لئے سچی گواہی دینے والے بنو خواہ وہ گواہی تمہارے اپنے والدین یا قرابت داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اگر کوئی فقیر ہے یا امیر تو اللہ انکا بہتر کارساز ہے لہٰذا تم اپنی خواہش کے پیچھے لگ کر عدل و انصاف نہ چھوڑو۔ اگر پیچیدہ شہادت دو یا شہادت دینے سے گریز کرو تو (تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے''

7 دوام وشمول

اسلامی نظام معیشت ازلی بھی ہے اور ابدی بھی، وقتی یا موسمی نہیں اور نہ ہی ہر دم متغیر نظریات کی طرح تبدیلی اور ترامیم کا شکار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ تجربات و حوادث کے نتیجے میں وجود میں نہیں آیا بلکہ علیم وخبیر، خلاق ارض وسماء عالم الغیب و الشھادہ کا نازل فرمودہ دین ہے جو انسان کی فطرت سے مطابقت رکھتا ہے:

{فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ} [الروم:30]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی پیدہ کردہ فطرت کو جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کرو)، اللہ کی تخلیق کردہ فطرت میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا، یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

اور یہ نظام تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے اس کے کسی طبقہ کے لئے نہیں، اس میں عرب و عجم کا امتیاز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے نہ آجر و مستاجر کا اور نہ زمیندار اور کاشتکار کا بلکہ سب یکساں طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اوامر و نواہی کے مخاطب ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝} [النحل:90]

ترجمہ: اللہ عدل، احسان، اور رشتہ داروں کو (مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم یاد رکھو"۔

اور نبی کریم معلم بشریت مرشد انسانیت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا يبيع المرء على بيع أخيه ولا تناجشوا ولا يبيع حاضر لباد" (1)

ترجمہ: کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو اور کوئی شہری کسی بدوی کے لئے سودا نہ کرے"۔

علاوہ ازیں قرآن وسنت کے الفاظ اور ان میں بیان کئے گئے اصول وضوابط میں اتنی وسعت اور گہرائی ہے کہ کوئی جز بھی اس سے باہر نہیں رہ جاتا یہی وجہ ہے کہ اختلاف رونما ہونے کی صورت میں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے اگر کتاب وسنت میں ان اختلافات کا حل نہ ہو اور ان سے نکلنے کا راستہ نہ ہو تو یہ حکم عبث اور بے معنی ہو جاتا ہے۔ واللہ و رسولہ بریئان منہ۔۔۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝} [النساء:59]

ترجمہ: اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے اولوالامر ہیں ان کی بھی اگر کسی بات میں تمہارے درمیان اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرو یہ بات بہت اچھی ہے اور اس کا مآل

(1) البخاری: کتاب البیوع، باب لا یبیع علی بیع اخیہ، حدیث نمبر: 214

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی اچھا ہے۔

اس بارے میں دو امور ہمیشہ ملحوظ رہنے چاہئیں ان میں سے ایک تو فہم نصوص کا موہبہ الٰہیہ ہے جس کی طرف خلیفہ راشد رابع علی رضی اللہ عنہ نے "إلا فهم يوتيه الله عز وجل رجلا في كتاب الله "[1] فرما کر اشارہ کیا ان سے پوچھا گیا تھا کیا آپ لوگوں (اہل بیت) کے پاس کوئی خاص کتاب ہے تو انہوں نے کہا کہ نہیں سوائے اللہ کی کتاب کے یا پھر اس فہم کے جو اللہ تعالی کسی شخص کو قرآن کے متعلق عطا فرمائے۔۔۔

اور دوسرے نصوص قرآن حکیم اور سنت نبویہ کی معجزانہ بلاغت، شیخ الاسلام ابو العباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بل الصواب الذى عليه جمهور أئمة المسلمين أن النصوص وافية بجمهور أحكام افعال العباد ـــــوان أنكر ذلک من أنكره لانه من يفهم معنى النصوص العامة التى هي أقوال الله و رسوله و شمولها لأحكام أفعال العباد وذلک أن الله بعث محمدا ﷺ بجوامع الكلم فيتكلم با لكلمة الجامعة التى هي قضية كلية و قاعدة عامة تتناول انواعاً كثيرة و تلك الانواع تتناول أعيانا لا تحصى "[2]

ترجمہ: ''درست بات وہ ہے جو جمہور ائمۃ المسلمین کا موقف ہے کہ نصوص (کتاب وسنت) انسانوں کے تمام افعال کے احکام کے لئے کافی و وافی ہیں۔ اس حقیقت کا انکار جس نے بھی کیا تو اس کا سبب یہ ہوا کہ وہ عام نصوص یعنی اللہ تعالی اور جناب رسول اللہ ﷺ کے فرامین کے معانی اور ان کے افعال العباد کے جملہ احکام پر مشتمل ہونے کے وصف کو سمجھنے سے قاصر رہا۔ اس لئے کہ اللہ تعالی نے سیدنا محمد ﷺ کو جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے چنانچہ وہ ایسا جامع لفظ بولتے

---

[1] البخاری: کتاب العلم، باب کتابۃ العلم: 111، مسند احمد: 79/1

[2] مجموع الفتاوی: 280/19

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو کلیہ اور قاعدہ عامہ ہوتا ہے اور جو بہت سی انواع کو شامل ہوتا ہے اور یہ انوع انگنت جزئیات کو حاوی ہوتی ہیں۔"

اس اصول کی وضاحت میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ متعدد مثالیں ذکر کر کے فرماتے ہیں:

"و من هذا الباب لفظ الربا فانه يتناول كل ما نهي عنه من الربا النسأ والفضل والقرض الذی يجر منفعة وغير ذلک"①

یعنی اس کی مثالوں میں ربا کا لفظ بھی ہے کہ ربا الفضل (اشیاء کی باہم کمی بیشی کے ساتھ خرید وفروخت) ربا النسیئہ (مہلت کے عوض قرض کی رقم میں اضافہ کرنا) اور ہر ایسے قرض کو شامل ہے جس کے ساتھ فائدہ شرط ہو۔

⑧ مروت وملائمت

غیر متبدل اصول ومبادی پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام معیشت کی ایک خصوصیت اس کی مرونت اور ملائمت بھی ہے یہ ہر طرح کے حالات میں مسائل کے حل اور احوال کے ساتھ مناسبت کی کامل صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم اور جناب رسول کریم ﷺ نے جس قدر تاکید حلال کے اکتساب اور حرام سے اجتناب کی کی ہے اسی قدر از خود کسی چیز کو حرام قرار دینے سے گریز کی کی ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝} [البقرة:172]

ترجمہ: اے ایمان والو جو پاکیزہ روزی ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں ان کو کھاؤ اور اگر صرف اسی کی عبادت کرنے والے ہو تو اس کا شکر بجالاؤ۔

نیز فرمایا: {يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝} [البقرة:168]

① أیضا ص 283

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''لوگو! جو چیزیں زمین میں حلال اور طیب ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔

اسی طرح فرمایا:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ○ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ○}

ترجمہ: ''اہل ایمان! جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو، کہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور حلال طیب روزی اللہ نے تم کو دی ہیں اسے کھاؤ اور اللہ سے جس پر ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو''۔ [المائدۃ:87-88]

اور نبی مکرم رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الحلال ما أحل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفا عنه" (1)

ترجمہ: ''حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا اور جس سے سکوت اختیار تو وہ ہے جس سے عفو سے کام لیا''۔

اور معاملات میں اصل اباحت (جواز) ہے تا وقتیکہ اس معاملہ میں حرمت یا کراہت پر دلیل قائم ہو جائے۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والأصل فی هذا أنه لا یحرم علی الناس من المعاملات التی یحتاجون الیها الا مادل الکتاب والسنة علی تحریمه کما لا یشرع لهم من العبادات التی یتقربون بها الی الله إلا مادل الکتاب والسنة علی شرعه إذا الدین ما شرعه الله والحرام ما حرمه الله." (2)

---

(1) الترمذی: کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس الفراء، وابن ماجة: کتاب الأطعمة۔

(2) الفتاوی الکبری: 386/28

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اس بارے میں اصل یہ ہے کہ انسانوں پر معاملات میں سے انہیں جس کی ضرورت رہتی ہے صرف وہی معاملات حرام ہوں گے جن کی حرمت پر کتاب وسنت میں سے دلیل قائم ہو جس طرح کہ عبادات جو ان کے لئے حصول تقرب الٰہی کا ذریعہ ہیں صرف وہ عبادات مشروع ہوں جن کی مشروعیت پر کتاب وسنت سے دلیل قائم ہو۔ اس لئے کہ دین وہ ہے جسے اللہ شریعت قرار دے اور حرام وہ ہے جسے اللہ حرام قرار دے"۔

تاہم یہ ایک نازک مقام ہے شریعت میں ملائمت اور مرونت کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اسے موم کی ناک بنا لیا جائے اور باب الحیل چوپٹ کھول دیا جائے۔ مولانا ومخدومنا عطاء اللہ الحنیف محدث بھوجیانی رحمہ اللہ کی ایک طویل عبارت بطور تبرک نقل کرنے کو جی چاہتا ہے کہ اس سے بہتر اس مسئلہ کی وضاحت مشکل ہے۔ اور یہ "خیر الکلام ما قلّ و دلّ" کی بہترین مثال ہے مولانا تحریر فرماتے ہیں:

"دراصل یہ مسئلہ بڑا ہی نازک ہے بلاشبہ اس کی افادیت بہت زیادہ ہے لیکن مفاد پرست سیاست باز اپنی ہر بے دینی، عیاشی اور اقتصادی بے راہ روی کے لئے اس کو استعمال بھی کر سکتے ہیں چنانچہ اسلامی ممالک کے الحاد پسند نہایت ہوشیاری سے "صلاح وفلاح ملت" اور "روح اسلام" کے لیبل لگا کر اسی اصول کی روشنی کی آڑ میں مفادی اور ظالمانہ سیاست کے لئے کھاد مہیا کر رہے ہیں۔ قاتلھم اللہ انی یوفکون!

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس نزاکت کو شدید طور پر محسوس فرمایا۔۔۔ اور لکھا ہے

"هذا موضع مزلة الأقدام مضلة أفهام و هو مقام ضنك في معترك صعب فرط فيه طائفة فعطلوا الحدود و ضيعوا الحقوق و جرأوا أهل الفجور على الفساد۔۔۔۔۔۔ و افرط فيه طائفة فسوغت منه ما يناقض حكم الله". [1]

ترجمہ: "یہ ایسا مقام ہے جہاں پاؤں پھسلتے ہیں اور عقلیں گمراہ ہوتی ہیں یہ تنگنائی اور انتہائی دشوار گذار کشمکش ہے کچھ لوگوں نے تفریط سے کام لیا تو حدود کو معطل کرنے، حقوق کے ضیاع کا سبب بنے اور انہوں نے اہلِ فجور کی حوصلہ افزائی کی۔۔۔ جبکہ ایک گروہ افراط کا شکار ہوا انہوں نے ایسا تشدد روا

---

[1] اعلام: 309/4، وبدائع: 153/3

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھا جو اللہ تعالیٰ کے احکام میں مضمر حکمتوں کے منافی ہے، اظہر حقیقت یہ ہے کہ یہ فیصلہ کرنا کہ فلاں کام صلاح سے قریب اور فساد سے دور ہے اگر چہ اس بارے میں رسول اللہ نے کوئی ہدایت نہیں دی ہے پر کہہ ومہ کا کام نہیں ہے اگر کوئی حکومت نیک نیتی سے عصر حاضر کے تقاضوں کو کتاب وسنت کی روشنی میں پورا کرنا چاہتی ہے تو اس کو یہ کام ایک ایسی کمیٹی کو سپرد کرنا چاہیے جن کی نظر قرآن حکیم، حدیث نبوی، قضایا وفتاوی صحابہ، مسالک ائمہ مجتہدین اور فقہی مکاتب فکر پر وسیع اور گہری ہونے کے باوصف موجودہ ضروریات کو خوب سمجھتی ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ بزرگ تعلق باللہ اور تقویٰ وتدین کی صفات سے متصف ہوں۔

اور حق یہ ہے کہ یہ آخری وصف اسلامی نظامِ سیاست وعدالت میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔[1]

واقعیت وافادیت

اسلام کا نظام معیشت صرف نظریہ نہیں اور افلاطون کی طرح صرف خیال نہیں بلکہ قرونِ مفضلہ میں کامل طور پر اور اس کے بعد بیشتر طور پر نافذ العمل رہا اور یہی وہ زمانہ ہے جب انسان اسلام کے نظامِ عدل کے سایہ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ ایک زمانہ تھا جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تھا تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے متعلق سوال کرتے کہ "ھل علیه من دین" اگر اثبات میں جواب ملتا تو "ھل ترک من وفاء" قرض کی ادائیگی کا کوئی سامان کیا۔ اگر اس کے ذمہ قرض کی ادائیگی کا سامان ہوتا تو اس کی نماز جنازہ پڑھاتے ورنہ کہتے: "صلّوا علی صاحبکم" تم خود ہی اس کی نماز جنازہ پڑھ لو"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رزق امت کو وسیع کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کروا دیا

"من ترك مالا فلورثته، ومن ترك دينا أو كلا فإلينا"[2]

''جو مال چھوڑ کر مرا تو اس کے وارثوں کے لئے ہے اور اگر کوئی قرض یا عیال چھوڑ کر مرا تو اس کے ذمہ

---

[1] تعلیق حیات امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ: 408

[2] صحیح البخاری: باب الصلاۃ علی من ترك دینا 3/118

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دار ہم ہیں۔"

امیر المومنین عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی نظام معیشت کے فیوض و برکات اس طرح عام ہوئے کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن کے صدقات جمع کرنے کیلئے مقرر ہوئے وہاں انہوں نے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "تو خذ من أغنیاءھم و ترد علی فقراءھم" کہ "زکاۃ ان کے اصحاب ثروت سے وصول کی جائے گی اور ان کے محتاج افراد کی طرف لوٹا دی جائے گی" کی تعمیل کی۔ تمام ضرورت مندوں میں تقسیم کے بعد بھی ایک تہائی مال بچ رہا وہ انہوں نے دربار امارت میں پیش کر دیا تو امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے وصول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: "لم أبعثک جابیاً و لا آخذاً جزیة و لکن بعثتک لتأخذ من أغنیاء الناس فترد علی فقراءھم" میں نے تمہیں مال اکٹھا کرنے یا جزیہ وصول کرنے نہیں بھیجا تھا میں نے تمہیں اس کام پر مقرر کیا تھا کہ ان کے مالدار لوگوں سے وصول کرو اور ان کے محتاج اور فقیر لوگوں تک پہنچا دو، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "ما بعثت الیک بشیء و أنا أجد أحداً یأخذہ منی" میں نے یہ مال آپ کی طرف اس وقت بھیجا کہ مجھے یہاں کوئی وصول کرنے والا نہیں ملا۔

اس سے اگلے سال سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے صدقات کی مد میں موصول ہونے والے مال کا نصف بیت المال کے لئے ارسال کر دیا تو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے پھر وہی بات کی اور سیدنا معاذ بن جبل نے وہی جواب دیا تیسرے سال یہ ہوا کہ سیدنا معاذ بن جبل کو یمن میں صدقہ دینے کیلئے کوئی نہ ملا اور انہوں نے تمام جمع شدہ مال دارالخلافہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھجوا دیا، خلیفہ ثانی عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے پھر کہا کہ میں نے تمہیں مال اکٹھا کرنے یا جزیہ وصول کرنے کے لئے متعین نہیں کیا تھا اور سیدنا معاذ بن جبل نے وہی جواب دیا "ما وجدت أحداً یأخذ مني شیئا" [1]

گویا اسلامی نظام معیشت کی برکت سے غربت کی شرح تیزی سے کم ہوتے ہوتے معدوم ہو گئی، یہی نقشہ بنو امیہ کے دورِ حکومت میں قائم رہا، چنانچہ جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (جنہیں پانچواں خلیفہ راشد بھی کہا جاتا ہے) نے عراق میں اپنے والی "عبد الحمید بن عبد الرحمٰن کو لکھا کہ "أخرج للناس

---

[1] کتاب الأموال لأبی عبید: 596

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أعطیاتھم، أخرج للناس أعطیاتھم "لوگوں کو ان کے مقررہ وظیفے پہنچاؤ۔تو اس نے جواب میں لکھا سب کو ان کے مقررہ وظائف دینے کے بعد بھی بیت المال میں صدقات کا مال باقی ہے تو خلیفہ نے اسے حکم دیا "أنظر کل من أدان فی غیر سفه و لا سرف فاقض عنه" جائزہ لو کہ جس شخص نے بھی حماقت پر قرض نہ لیا ہو اور نہ ہی فضول خرچی کی بناء پر مقروض ہو گیا ہو اس کا قرض ادا کر دو۔

حاکم عراق عبدالحمید بن عبدالرحمن نے جواب دیا کہ اس طرح کے مقروضوں کا قرض بھی ادا کر دیا گیا ہے تاہم بیت المال میں زائد مال بدستور موجود ہے اس پر خلیفہ نے اسے لکھا "أنظر کل بکر لیس له مال فشاء أن تزوجه فزوجه و أصدق عنه" اچھی طرح دیکھو جو کوئی غیر شادی شدہ چاہتا ہو کہ تم اس کی شادی کرو تو اس کے نکاح کا اہتمام کرواو اس کا حق مہر بیت المال سے ادا کرو، اس نے جواب دیا "أني قد زوجت من وجدت" اس طرح کا جو آدمی بھی مجھے ملا اس کا نکاح کر چکا ہوں۔تو خلیفہ نے حکم دیا "انظر من کانت علیه جزیة فضعف عن أرضه فاسلفه ما یقوی به علی عمل أرضه فانا لا نریدھم لعام و لا عامین"① "اگر کوئی جزیہ دینے والا اپنی زمین کی آمدن سے جزیہ دینے کے قابل نہیں رہا تو اس کو اتنا قرض دو جس سے وہ اپنی زمین سنوار سکے ہم ان سے ایک سال نہیں بلکہ دو سال تک کچھ تقاضا نہیں کریں گے"۔

جس طرح اللہ کے دین ،اسلام کا محاسن اور خصائص کا استقصاء اور احاطہ حد بیان وتقریر سے باہر ہے اسی طرح اس شجرہ طیبہ کی ایک شاخ اس کے نظام معیشت کے امتیازات وخصوصیات شمار کرنا بھی انسانی طاقت سے افزوں تر ہے۔

ہم اس موقع پر لوگوں کی آزردگی اور مضمون کی طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بابرکت نظام اپنی زندگی میں وطن عزیز میں نافذ ہوتا اور اپنی برکات برساتا دکھائی دے۔وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی نبینا محمد و آله و صحبه أجمعین

---

① کتاب الأموال لأبی عبید بن سلام: ص 251

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین اسلام میں تجارت کی فضیلت اور آداب

حماد امین چاوله[1]

تجارت کی فضیلت

اہلِ علم کے ایک طبقہ کے مطابق کسبِ معیشت کے طور طریقوں میں سب سے افضل و اشرف طریقہ تجارت (Trade) ہے بشرطیکہ تاجر، دیندار اور صادق و امین ہو اور اپنی تجارت میں ہر اُس عمل سے اجتناب کرے جو کتاب وسنت کی مخالفت پر مبنی ہو، یا جو اُس کی تجارت کو شرعی حوالہ سے مشکوک بنائے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ تاجر تجارت سے متعلقہ شرعی آداب کا بھی خیال رکھے۔

دینِ اسلام میں جائز تجارت کو انتہائی باعزّت اور مبارک عمل قرار دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ تقریباً ہر نبی ورسول علیہم السلام کا ذریعہ معاش اُن کے خود کے ہاتھ کی کمائی تھی۔ اولادِ آدم کے سردار، سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دیگر اعمال کے ساتھ ساتھ تجارت کے پیشہ سے وابستہ تھے اور تجارت کی ترغیب

---

[1] فاضل مدینہ یونیورسٹی، نائب مدیر المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی دیا کرتے ،اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اکثریت تجارت ہی کیا کرتی تھی،قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ میں جائز تجارت اور صادق وامین تاجر کی اہمیت وفضیلت کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔اور تجارت سے متعلقہ آداب کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔

قرآن کریم میں فضیلت

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر جائز تجارت کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے منافع کو اپنے فضل سے تعبیر فرمایا ہے جس سے اس عمل کی اہمیت وبرکت کو سمجھا جاسکتا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ [البقرة:198]

ترجمہ:''تم پر کسی بھی قسم کا کوئی گناہ وحرج نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل (رزق) تلاش کرو''

اسی طرح فرمایا:

{فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ} [الجمعة:10]

ترجمہ:''پھر جب نماز مکمل ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو''۔

مذکورہ بالا آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جائز طریقہ سے کسبِ معاش بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور کاروبار وتجارت میں اسلامی احکام وآداب اور شرائط وضوابط کو مدِ نظر رکھا جائے تو یہ عمل بھی عبادت ہے اور اس کا دنیاوی ثمرہ،فوائد ومنافع کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

احادیث میں فضیلت

رسولِ اکرم ﷺ سے ایک سائل نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے پاکیزہ وبہترین ذریعہ معاش کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''عملُ الرّجلِ بیدِہ و کُلّ بیع مبرور''[1] کہ (بہترین ذریعہ معاش) آدمی کے خود کے ہاتھ کی کمائی اور ہر وہ تجارت وکاروبار ہے جو شرعی لحاظ سے

[1] مسند احمد بن حنبل:حدیث:16814

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائز ہو اور اس میں امانت و صداقت کو ملحوظِ خاطر رکھ کر کیا جائے۔ اس میں، جھوٹ، دھوکہ، خیانت، زیادتی اور حرام کا شائبہ تک نہ ہو۔

حدیثِ مذکور سے جائز تجارت کی فضیلت واضح ہو جاتی ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تجارت کو سب سے پاکیزہ و بہترین قرار دیا ہے۔

اسی طرح دیانت اور امانت دار سچے مسلم تاجر کی فضیلت اور بد دیانت و فاجر تاجر کی مذمت کے حوالہ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرامین تاجروں کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جیسا کہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''اے تاجروں کی جماعت! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو غور سے سنو اور قبول کرو۔ لوگوں نے اپنی گردنوں اور نگاہوں کو اوپر اٹھایا (یعنی لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو گئے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً تاجر روزِ آخرت اللہ کے سامنے فاجروں (گناہ گاروں اور فاسقوں) کے زمرے میں اٹھائے جائیں گے سوائے اُن (تاجروں) کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور نیکی کریں اور سچائی کو اپنائیں''①۔

اسی طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

''تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت نہ تو کلام فرمائے گا اور نہ اُن کی طرف نظرِ (رحمت) فرمائے گا اور نہ ہی اُن کو پاک کرے گا، اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے، سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تین مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی دہرایا، ابوذر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ وہ لوگ ہلاک و برباد ہو جائیں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والے، اور

① أخرجه الترمذي (1210) والدارمي (247/2) وابن ماجه (2146) وابن حبان (276/11) قال الترمذي: حسن صحيح. وقال الحاكم: صحيح الإسناد. ووافقه الذهبي وصححه الألباني في "السلسلة الصحيحة" (994)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احسان جتلانے والے، اور اپنے سامان کو جھوٹی قسم کے ذریعہ بیچنے والے"①۔

اہلِ علم نے اس تعلق سے ایک بہترین ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ:

"ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے (مسلم) بھائی کے لئے پسند کرے۔ اور یہ فرمانِ رسول ﷺ ہے②۔ کیونکہ اگر اس کے ساتھ کوئی غلط معاملہ کیا جائے گا تو اسے بھی ناپسند ہوگا، اس پر ناگوار گزرے گا اور اس کے لئے پریشانی اور تکلیف کا سبب ہوگا، یہی احساس وہ اپنے دوسرے بھائی کے لئے بھی محسوس کرے اور کسی کے ساتھ کوئی غلط معاملہ نہ کرے"۔

اصحابِ رسول ﷺ سیدنا ابن عمر، ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ: امانت دار، سچا مسلمان تاجر روزِ قیامت شہداء میں شمار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں ہوگا اور اُسے جنّت میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا۔③

آدابِ تجارت

شریعتِ مُطہّرہ میں تجارت سے متعلق کچھ اہم آداب سکھائے گئے ہیں جنہیں دورانِ تجارت وکاروبار ملحوظ رکھنا ہر تاجر کے لئے ضروری ہے جن میں سے چند اہم درجِ ذیل ہیں:

① أخرجه مسلم حديث (106)، وانفرد به عن البخاري، وأخرجه أبو داود حديث (4087)، والترمذي حديث (1211)، والنسائي حديث (2562)، وابن ماجه حديث (2208).

② أخرجه البخاري، كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، حديث: (13)، ومسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لأخيه المسلم ما يحب لنفسه من الخير، حديث: (45).

③ جامع ترمذی: کتاب البیوع، باب ما جاء فی التجار و تسمیة النبی ﷺ لھم۔ امام ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ سنن ابن ماجه: کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاملات میں لوگوں کے ساتھ نرمی و آسانی سے پیش آنا، اُنہیں سہولت و رعایت دینا اور بلند اخلاق و کردار کا مظاہرہ کرنا

اسے شرعی اصطلاح میں ''سماحۃ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی بلند اخلاق و کردار کا مظاہرہ کرنا، خندہ پیشانی اور خوش اسلوبی سے معاملات کو نبھانا، سخاوت کو اختیار کرنا، مجبور و کمزور لوگوں پر نرمی، شفقت و احسان کے ساتھ پیش آنا، تقاضا و مطالبہ کرنے و دیگر امور میں اُن پر سختی و تنگی نہ کرنا وغیرہ۔ یہ سب امور ایک تاجر کے لیے رحمتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

یہ وہ بنیادی ہدایات ہیں جن پر ہر مسلمان کو زندگی کے ہر معاملہ میں عمل کرنا چاہیے، بالخصوص لین دین، خرید و فروخت اور کاروبار و تجارت میں ان ہدایات کو ہمہ وقت اپنے مدِ نظر رکھنا چاہیے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''اللہ تعالیٰ اُس بندے پر اپنا رحم فرمائے جو جب بھی کچھ خریدتا یا بیچتا ہے تو سماحت، یعنی آسانی، نرمی و رعایت اور سخاوت کا معاملہ اختیار کرتا ہے اور جب بھی کسی سے اپنے حق کا مطالبہ و تقاضا کرتا ہے تو آسانی، نرمی و رعایت اور سخاوت کا معاملہ کرتا ہے''۔ ①

اور ایک دوسری روایت میں ''واذا قضی'' کے الفاظ بھی ملتے ہیں یعنی: جب کسی کے حق و قرض کی ادائیگی کا معاملہ ہو تو اُس میں ٹال مٹول اور بے جا تأخیر سے کام نہیں لیتا بلکہ سماحت سے کام لیتے ہوئے حقدار کو اُس کا حق واپس لوٹاتا ہے ②

جامع ترمذی کی ایک دوسری روایت میں: ایسا کرنے کو اللہ تعالیٰ کا محبوب و پسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ ③

---

① صحیح : کتاب البیوع، باب لۃ والسماحۃ فی الشراء والبیع

② المتواری علی أبواب البخاری لابن التین

③ جامع ترمذي حديث: 1888 علامہ البانی نے صحیح الجامع میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح مسند احمد کی ایک روایت میں اسی عمل کی بناء پر رسولِ اکرم ﷺ نے ایک شخص کے لئے مغفرت کی دعاء فرمائی۔ ①

خرید وفروخت، کاروبار وتجارت سے متعلقہ شرعی احکام کا علم رکھنا

شریعتِ اسلامیہ میں کوئی بھی ریاست اس وقت تک فلاحی وترقی یافتہ نہیں بن سکتی جب تک اس ریاست کے کاروباری مراکز، بازاروں اور مارکیٹ میں معاملات کرنے والے کاروباری وتاجر حضرات مالی معاملات میں شرعی احکام یعنی جائز وناجائز، حلال وحرام اور مشتبہ امور سے مکمل علم وواقفیت نہ رکھتے ہوں، کامیاب نظامِ معیشت کے قیام کے لئے یہ لازمی ہے کہ کاروبار و کاروباری مراکز سے متعلقہ تمام افراد شرعی اصول وضوابط وشرائط کا بھرپور علم رکھیں اور عملاً اُن کی پیروی کریں، جائز وناجائز پیشے، خرید وفروخت، کاروبار وتجارت میں حلال وحرام کی تمیز اور دورانِ تجارت صحیح اور غلط وغیرہ کا مکمل علم ہونا چاہئے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: "لا يبع في سوقنا الآ من تفقه في الدين"۔ ②

"ہمارے بازاروں میں صرف وہی خرید وفروخت کرے جسے (اُس سے متعلقہ) دینی احکام کی مکمل سمجھ ہو"۔

اسلامی تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات آپ کو ملیں گے کہ حکمرانوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً باقاعدہ کاروباری مراکز کا جائزہ لیا جاتا تھا اور ایسے لوگوں کو باہر کر دیا جاتا تھا جو معاملات میں شرعی احکامات سے واقف نہ ہوں یا اپنی معیشت وکاروبار میں جائز وناجائز، حلال وحرام کا خیال نہ رکھتے ہوں، جبکہ آج ہمارے نظامِ معیشت کی بربادی، غربت وافلاس کی بڑھتی ہوئی صورتحال، ظلم، زیادتی وناانصافی اور پریشان حالی کا سب سے بڑا اور بنیادی سبب ہی احکامِ شرعیہ سے جہالت یا جان بوجھ کر اُن سے اعراض وصرفِ نظر کرنا، غفلت برتنا اور حلال وحرام کی تمیز کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فقط نفس کی ہوس کو مٹانا ہے۔ واللہ المستعان

① مسند أحمد، 4162: اس حدیث کو علامہ البانی نے "صحیح الجامع" میں صحیح قرار دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائز وناجائز کے درمیان مشتبہ امور ومشکوک معاملات سے اجتناب کرنا

رسول اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے کہ: یقیناً حلال بھی واضح ہے اور یقیناً حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں جنہیں لوگوں کی اکثریت نہیں جانتی، پس جو اُن مشکوک ومشتبہ امور سے دور رہا، اور اپنے آپ کو اُن سے بچا لیا تو اُس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور محفوظ کر لیا اور جو ان شبہات میں مبتلا ہو گیا وہ حرام میں واقع ہو گیا۔۔۔۔الخ [1]

کاروبار وتجارت میں کافی ایسے معاملات ہیں جن کا حلال وجائز ہونا شرعی لحاظ سے مشکوک ومشتبہ ہے جیسے:

- وہ کاروباری معاملات جو بنیادی طور پر تو جائز ہیں لیکن ان میں ناجائز وحرام امور بھی موجود ہیں۔
- یا ایسے شخص کے ساتھ کاروبار کرنا کہ جس کا زیادہ تر مال حرام ہو۔
- یا ایسے لوگوں اور اداروں کے ساتھ کام کرنا جن کے کام کا اکثر حصہ حرام معاملات پر مبنی ہو۔
- یا ایسے کاروباری مراکز میں کام کرنا کہ جن میں زیادہ تر ناجائز وحرام کام ہوتے ہوں وغیرہ وغیرہ۔

یہ سرسری سی چند اہم مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔

ہر وہ کام جس کا جائز وحلال ہونا شرعی اعتبار سے مکمل واضح نہ ہو بلکہ مشکوک ومشتبہ ہو تو اس سے اجتناب کرنے میں ہی عافیت ہے۔

کاروبار وتجارت کے ذریعہ حاصل ہونے والے منافع سے زکوٰۃ ادا کرنا اور صدقہ وخیرات کرنا

صدقہ دو طرح کا ہوتا ہے: ❶ واجبی صدقہ جسے زکوٰۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ❷ نفلی صدقہ وخیرات۔

[1] صحیح : کتاب البیوع، باب الحلال بین، والحرام بین وبینہما مشتبہات
صحیح مسلم: کتاب المساقاۃ باب أخذ الحلال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں ہماری مراد دونوں اقسام ہیں کیونکہ واجبی صدقہ یعنی زکوۃ تو بہر صورت ادا کرنی ہی ہے، اور زکوٰۃ کا نصاب و مصارف متعین اور محدّد ہیں، جبکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اہلِ ثروت حضرات معاشرے کی صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی بہتری کے لئے واجبی صدقات سے بڑھ کر خدمت انجام دیں۔

صدقہ وخیرات کی اہمیت و فضیلت کو سمجھنے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اس کے ذریعہ مال و دولت کو پاک کیا جاتا ہے، صدقہ کرنے سے مال میں اضافہ ہوتا ہے، اور صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور اُس کی ناراضگی کو ختم کرنے کا بنیادی ذریعہ ہے، اسی طرح صدقات کے ذریعہ معاشرے کے مستحق و نادار افراد کی کفالت ہوتی ہے جو مستحقین کے حق کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرے کی خاصیت بھی ہے کہ جسے اگر صحیح طور پر امانت و ذمہ داری اور صحیح طریقہ کے ساتھ ادا کیا جائے تو جہاں ایک طرف تو معاشرے میں موجود بڑھتی ہوئی غربت و افلاس پر قابو پایا جاسکتا ہے اور دوسری طرف غربت و فقیری کے نتیجہ میں پیدا ہونے اور پھیلنے والے جرائم کو بھی کافی حد تک ختم کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جمیع معاملات میں ہمیں دینِ حنیف قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے ایک اہم خاصیت یہ ہے کہ یہ دین مُنَزَّل من اللہ ہونے کی وجہ سے عین انسانی فطرت کے موافق ہے کہ جس فطرتِ سلیمہ پر اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے، لہٰذا اس دین میں موجود کوئی حکم بھی ایسا نہیں ہے جو فطرتِ انسانی کے مخالف ہو یا جس کا مطالعہ طاقتِ انسانی سے بڑھکر ہو۔ اسی طرح دینِ اسلام جن امور کے ارتکاب سے منع کرتا ہے یا جو بھی پابندی عائد کرتا ہے وہ بھی انسانی فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے انسان کی ذات، خاندان و معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لیے ہی کرتا ہے۔ لہٰذا تاریخ انسانی اس بات پر شاہد ہے کہ جب جب جہاں جہاں اللہ کے دین و احکامات سے اعراض کیا گیا زمین میں فتنہ و فساد ہی برپا ہوا، انسانی حقوق پامال ہوئے، معاشرے کا توازن بگڑا اور انجام کار میں تباہی و بربادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں مختلف موقعوں اور مقامات پر مالی اعتبار سے بہت سے نظاموں کو آزمایا گیا لیکن ایک کے بعد ایک ہر نظام ناکامی اور خسارہ سے ہمکنار ہوتا چلا گیا۔

اس کے مقابلہ میں دنیا نے وہ دور بھی دیکھے جب اسلامی نظام نافذ کیا گیا تو ظلم و بربریت والا معاشرہ عدل و انصاف کا عملی مظہر بن گیا، معاشرے میں مساوات و توازن اس طرح قائم ہوا کہ غربت و افلاس کا خاتمہ ہوا، حقوق پامال کرنے والے ایک دوسرے کے حقوق کے محافظ و ضامن بن گئے اور امن و امان کا بول بالا ہوا۔ اسلامی دور کی ابتدائی صدیاں بالخصوص خلافت راشدہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عمرِ ثانی رحمہ اللہ کے سنہری ادوار اس پر شاہد ہیں۔ آج بھی دنیا کے کئیں ممالک میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بنائے گئے قوانین (UMAR LAW) کے نام سے باقاعدہ موجود ہیں۔

الغرض دینِ اسلام چونکہ اللہ العالمین کا دین ہے اور اللہ ہی اس کائنات اور اس میں موجود تمام مخلوقات کا خالق و مالک ہے لہٰذا وہی اللہ سب سے زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اُس کی زمین و بندوں کے لئے کب، کہاں اور کون سے اصول و ضوابط اور کون سا دین سب سے بہتر ہے جسے اختیار کر کے وہ دنیا کے نظم کو عدل و انصاف کے ساتھ چلا سکیں اور اپنی آخرت بھی سنوار سکیں، اِسی لئے اُس نے جو دین اپنے بندوں کے لئے منتخب و پسند کیا ہے اس سے بہتر، اعلیٰ و افضل اور لائقِ عمل و نفاذ دین اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

لہٰذا جب یہ بات مسلّم ہے کہ یہی اللہ کی طرف سے نازل شدہ دین ہے جو اُس نے اپنے بندوں کے لئے نظامِ حیات کے طور پر مقرر فرمایا ہے تو اُس کے بندوں کو چاہیئے کہ وہ یہ تسلیم کریں کہ یہی وہ دین حق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جس کے اصول وضوابط ہر معاشرہ، ہر ملک وقوم اور افراد کے لئے ہر زمانہ میں قابل عمل ونفاذ ہیں، اور انہیں تسلیم کرنے، اپنانے اور نافذ کرنے ہی میں بلاد وعباد کے لئے خیر ہے اور انہیں ترک کرنے اور پسِ پشت ڈالنے میں افراد و معاشرہ کی تباہی و بربادی ہے۔

زیرِ نظر مضمون مالی معاملات میں دینِ اسلام کے سنہری اصول وضوابط اور شرائط وآداب کے بیان پر مشتمل ہے جس میں سب سے پہلے (بیع وشراء/ Buying and selling) لین دین، خرید وفروخت کی وضاحت اور اس کے ارکان بیان کیے جائیں گے اور پھر دینِ اسلام میں خرید وفروخت سے متعلقہ اہم بنیادی اصول وضوابط اور شرائط بیان کیے جائیں گے، یہ وہ اصول وضوابط اور شرائط ہیں جو تمام مالی معاملات، خرید وفروخت کے جائز وناجائز ہونے کے حوالے سے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں جن کا جاننا سمجھنا اور تمام معاملات میں انہیں اپنے پیشِ نظر رکھنا ہر مسلمان کیلئے لازمی وضروری ہے، آخر میں تجارت کی فضیلت و آداب سے متعلق بھی چند اہم باتیں ذکر کی جائیں گی۔ رب تعالیٰ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بیع کی تعریف

خرید وفروخت (Trade) کو عربی میں ''بیع'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں بھی یہی اصطلاح استعمال ہوئی ہے اور کتبِ احادیث وفقہ میں بھی لین دین، خرید وفروخت، تجارت وکاروبار سے متعلقہ احکامات عموماً ''کتاب البیوع'' ہی کے تحت بیان ہوئے ہیں۔

اصطلاح میں بیع سے مراد ہے

قیمت کے عوض، باہمی رضامندی سے، بغرضِ ملکیت مال وسامان کا تبادلہ (لین دین) کرنا۔

بیع کے ارکان

'ارکان' رکن کی جمع ہے اور رکن اُسے کہتے ہیں کہ جس پر مطلوبہ چیز کا وجود وصحت موقوف ہو یعنی جس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجودگی کے بغیر عمل کی درستگی ممکن نہ ہو۔ عام اور آسان الفاظ میں:

کوئی بھی عمل اُسوقت تک درست اور صحیح نہیں ہوسکتا جب تک اس کے تمام ارکان پورے نہ ہوجائیں۔

جمہور اہلِ علم کے یہاں بیع کے تین بنیادی ارکان ہیں

① المعقود به: (صیغهِ عقد: جس کے ذریعہ عقد (معاملہ) طے کیا جائے) (Wording of the contract)۔ یعنی ایجاب وقبول یا اُن ہی کے مثل ایسے الفاظ جن کے ذریعہ سے عقد طے پائے۔

② العاقدان: جو کہ خریدار (Buyer) اور فروخت کنندہ (Seller) ہیں۔

③ المعقود علیه: (جس پر عقد طے کیا جائے) اس سے مراد: "قیمت" (Value) اور "وہ چیز ہے جس کا سودا قیمتاً مقصود ہو (Valuable items)"۔

لہٰذا کوئی بھی بیع اُس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتی جب تک اس میں یہ تینوں ارکان موجود نہ ہوں۔

البتہ "صیغہ عقد" کے حوالہ سے یہ سمجھنا چاہئے کہ "کسی بھی معاملہ کے انعقاد کے لئے شارع نے کوئی خاص صیغہ (Word or Term) مقرر نہیں فرمایا بلکہ ہر وہ قول یا فعل جو عرفِ عام میں رائج ہو (بشرطیکہ اس میں کوئی شرعی قباحت یا غرر و جہالت نہ ہو) جو معاملہ کے انعقاد پر دلالت کرے اس سے بیع مکمل ہوجاتی ہے۔ تاجر و کاروباری حضرات اس سے بخوبی واقف ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ہر معاملہ غرر (کسی بھی قسم کے دھوکہ Tricked and uncertainty) اور جہالت (لاعلمی Obscurity) سے پاک ہو"۔

اس لیے ہر وہ سودا جس میں غرر یا جہالت ہو جائز نہیں تاکہ مستقبل میں اختلاف کی نوبت ہی نہ آئے اور کسی کے حق میں کوئی زیادتی نہ ہو۔

5 دین اسلام کسی کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ کسی پر ظلم کرے یا کسی مجبور کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھائے یا ناجائز طریقہ سے کسی عوض و بدلہ کا مطالبہ کرے لہٰذا یہ اصول مقرر کیا گیا کہ:

"معاملہ ہر قسم کے سود (Interest) سے پاک ہو"۔

6 وہ طریقہ جس میں کسی کو ایسا فائدہ حاصل ہو جو کسی دوسرے کے نقصان پر مبنی ہو شریعتِ اسلامیہ اُسے ناجائز قرار دیتی ہے کیونکہ اس صورت میں جو منافع حاصل کر رہا ہے وہ کسی دوسرے کے نقصان پر اپنے منافع و فائدے کی عمارت کھڑی کر رہا ہے۔ اسی طرح شریعتِ اسلامیہ نے کسی کے حق میں یہ بھی پسند نہیں کیا کہ وہ کوئی ایسا عمل کرے کہ جس سے اسے بے جا نقصان ہو لہٰذا ایسے معاملہ کو "جوا" قرار دیا اور یہ اصول مقرر کیا گیا کہ:

"معاملہ میں کسی بھی قسم کا "جوا" (Gambling) شامل نہ ہو"۔

7 معاملات میں ظلم و زیادتی، حق تلفی، لڑائی جھگڑا، اختلافات، نفرتوں اور دشمنی کی بڑی بنیادی وجہ غلط بیانی ہے خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہو۔ لہٰذا اس سے بچنے کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے یہ بہترین اصول مقرر کیا کہ:

"ہر معاملہ میں صداقت و امانت (Honesty and sincerity) کو ملحوظ رکھا جائے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثال کے طور پر ایک مسلمان کسی چیز کو بیچنا چاہتا ہے اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ یہ حرام ہے، تو ایسی صورت میں اُسے جائز و حلال کہنے والے سے دلیل طلب نہیں کی جائیگی بلکہ جس نے اُسے حرام قرار دیا اُس سے حرمت کی دلیل طلب کی جائیگی۔

اس ضابطہ کے دلائل درج ذیل ہیں:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: {وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا} [البقرة:275] ترجمہ: ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام''۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیع یعنی لین دین، خرید وفروخت، کاروبار و تجارت وغیرہ کو مطلقاً حلال قرار دیا ہے اور سود کو مطلقاً حرام۔

اب اس بیع کا تعلق زمین اور اس کے متعلقات اناج وغیرہ سے ہو، حیوانات وغیرہ سے ہو یا دیگر ساز و سامان سے، سب کی بیع حلال ہے جب تک کہ ان میں کوئی بھی ایسا شرعی سبب نہ پایا جائے جو انہیں حرام کردے جیسے سود اور دیگر بیوعِ محرّمہ۔

اور سورۃ المائدۃ کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ} [المائدۃ:1] ترجمہ: ''اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو ہر مالی معاملہ وعقد کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے خواہ وہ معاملہ اور اس کی صورت رسول اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں موجود ہو یا نہ ہو جو اس بات کی دلیل ہے کہ ہر مالی معاملہ وعقد شرعاً جائز و حلال ہے سوائے اس کے جسے باقاعدہ حرام قرار دیا گیا ہو۔

ایک اور مقام پر فرمانِ باری تعالیٰ ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ} [النساء:29] ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔ درست صورت یہ ہے کہ باہمی رضامندی سے آپس میں تجارت (لین دین) ہو''۔

اس آیت میں رب العالمین نے جائز تجارت کے ذریعہ منافع خوری کو باہمی رضامندی کی شرط کے ساتھ حلال و جائز قرار دیا ہے جس کا معنی ہے کہ ہر جائز تجارت کا منافع باہمی حقیقی رضامندی سے جائز ہے سوائے اس منافع کے جسے حرام قرار دیا گیا ہو جیسے وہ منافع جو ظلم وزیادتی، ناانصافی یا حرام کام پر مبنی ہوں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح منافع کی دیگر وہ صورتیں جن کی حرمت بیان کر دی گئی ہو۔

مالی معاملات میں ہر قسم کی شرط (Condition) جائز ہے سوائے اس شرط کے جس کا حرام ہونا شرعی دلائل سے ثابت ہو

اس ضابطہ کا معنی یہ ہے کہ فریقین میں سے کسی کی طرف سے بھی کسی بھی قسم کی شرط لگانا عموماً جائز و حلال ہے، خواہ اس شرط کا تعلق اس عقد کے انعقاد (Execution) سے ہو یا اس کی مصلحت (Advantage) سے اور وہ شرط عقد سے متعلقہ کسی وصف (Quality) کے ساتھ ہو یا عقد کے منافع (Profit) کے ساتھ، ہر قسم کی شرط جائز ہے جب تک کہ کوئی ایسی شرعی دلیل وسبب نہ پایا جائے جو اس شرط کو حرام قرار دے۔

اس ضابطہ کے دلائل درج ذیل ہیں:

اس ضابطہ کے دلائل میں سے ایک اہم دلیل رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمانِ مبارک ہے کہ:

"المسلمون علیٰ شروطهم الاّ شرطاً أحلّ حراماً أو حرّم حلالاً".[1]

ترجمہ: ''مسلمان آپس میں طے شدہ شروط پر عمل کرنے کے پابند ہیں، سوائے اس شرط کے جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے''۔

رسول اکرم ﷺ کا مذکورہ فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ معاملات میں ہر قسم کی شرط جائز ہے سوائے ان شرائط کے جو شرعی دلائل کی رو سے ناجائز و حرام ہوں۔

---

[1] جامع ترمذی: باب ما ذکر عند رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس، حدیث: 1352، امام البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ابو داود: حدیث نمبر 3594، ابن ماجہ: حدیث نمبر: 2353

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر قسم کا ظلم حرام ہے لہٰذا تمام معاملات ہر طرح کے ظلم سے پاک ہونے چاہئیں

ظلم سے مراد

شریعت میں واجب ومطلوبہ امور سے غفلت برتنا اور انہیں ترک کرنا اور ممنوعہ وحرام کردہ امور کا ارتکاب کرنا شرعی اصطلاح میں ''ظلم'' کہلاتا ہے۔

قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ میں ظلم کی تمام صورتوں کی سخت حرمت ومذمت بیان کی گئی ہے، خواہ وہ حقوق اللہ سے متعلق ہو یا حقوق العباد سے، حاکم کی طرف سے ہو یا محکوم کی، سب سے بڑا ظلم ہو جو کہ شرک ہے یا کوئی ادنیٰ، اسی طرح ظالم کا ساتھ دینا یا اُس کی حمایت کرنا بھی خود ظلم کرنے کے مترادف ہے، لہٰذا ظالم کو اُس کے ظلم سے حسبِ استطاعت روکنا اور مظلوم کی حمایت ودلجوئی کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے {لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ} [البقرۃ:279]

ترجمہ: ''نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے''۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''میں نے اپنے آپ پر اور اپنے بندوں پر ظلم کو حرام قرار دیا ہے لہٰذا تم آپس میں ظلم نہ کرو''۔ ①

اور سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ''کسی کو نہ ابتداءً نقصان پہنچایا جائے اور نہ ہی بدلے میں''۔ ②

① صحیح مسلم: باب تحریم الظلم

② سنن ابن ماجہ: کتاب الأحکام، باب من بنی في حقه ما یضر بجارہ۔ (یہ حدیث حسن لغیرہ ہے)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہر معاملہ، مقصودہ چیز میں غرر (کسی بھی قسم کے دھوکہ (uncertainty and Tricked) اور جہالت (لاعلمی Obscurity) سے پاک ہو

غرر سے مراد: عربی لغت میں دھوکہ وخطرہ ہے جبکہ:

اصطلاح میں غرر سے مراد: ہر وہ چیز ہے کہ جس کا ذریعہ حصول یا حقیقت یا مقدار (Quantity) مجہول ہو، جس کی وجہ سے اس میں دھوکہ کا عنصر پیدا ہو جائے۔

اس ضابطہ سے مراد یہ ہے کہ:

ہر وہ معاملہ جس میں بیچی یا خریدی جانے والی چیز کا ذریعہ حصول معلوم نہ ہو یا اس کی حقیقت یا مقدار معلوم نہ ہو①۔ یعنی اس میں کوئی ایسی جہالت (لاعلمی) موجود ہو جو اس میں دھوکہ کا خدشہ پیدا کر دے تو اسے بیچنے یا خریدنے میں غرر (دھوکہ) کا عنصر موجود رہتا ہے۔

جیسے کسی ایسی چیز کو بیچنا جو بیچنے والے کی ملکیت میں نہ ہو یا قبضہ میں نہ آئی ہو۔ جیسے چوری شدہ، گم شدہ چیز کا سودا کرنا، یا کسی بھی چیز کی ظاہری حالت دکھا کر اُس کے باطنی عیب ونقص (جو نظر نہ آئے)، کو مخفی رکھ کر خریدار کو اُس سے لاعلم رکھتے ہوئے اسے بیچنا۔ یا جیسے کسی جانور کے پیٹ میں موجود بچہ کا سودا کرنا۔ یا درخت پر موجود پھلوں کا اُن کے تیار ہونے سے پہلے سودا کرنا۔ وغیرہ

اس ضابطہ کی دلیل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع غرر سے منع فرمایا ہے۔②

نوٹ:

"غرر" اُس وقت لین دین کے صحیح ہونے میں رُکاوٹ ہوگا جب وہ "غرر مؤثّر" (اثر انداز ہونے والا) ہو، لہٰذا ایسا معاملہ کرنا جس میں مؤثّر غرر ہو شرعاً حرام ہے۔ اور غرر مؤثر نہ ہو تو بیع میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

① زاد المعاد: 725/5، إعلام الموقعين 28/2.

② صحيح مسلم: باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه غرر (1513) اور دیکھیے: أبو داود، ترمذي، نسائي، أحمد.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غرر کب مؤثر ہوگا

غرر اُسوقت مؤثر ہوگا جب اُس میں چار (۴) شرائط پائی جائیں:

1 غرر سے بچنا ممکن ہو یعنی ایسا غرر کہ جس سے بچنا ممکن ہی نہ ہو تو وہ مؤثر نہیں ہوگا۔

جیسے گھر کی خرید و فروخت میں اُس کی بنیادوں میں غرر۔

گھر کی خرید و فروخت انسانی ضروریات میں شامل ہے جس کے بغیر انسان کا گزر بسر ممکن نہیں لیکن گھر کی بنیادیں کتنی مضبوط ہیں کتنی نہیں اس میں یقیناً غرر و جہالت ہے لیکن یہ غرر مؤثر نہیں کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے تحقیق کے بعد بھی غرر کا عنصر باقی ہی رہتا ہے لہٰذا یہ گھر کے سودے کے جائز ہونے میں رُکاوٹ نہیں ہے اور امام نووی نے اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔[1]

2 غرر "مقصودہ چیز" میں ہو۔

یعنی وہ چیز جس کا بیچنا یا خریدنا مقصود ہو، اگر غرر و جہالت مقصودہ بیع میں نہیں بلکہ اس چیز میں ہے جو ضمناً اس میں شامل ہو تو اس میں غرر مؤثّر (اثر انداز) نہیں ہوگا۔

فقہاء اس کی یہ مثال دیتے ہیں کہ شرعاً جس چیز کی خرید و فروخت اس کی غرر جہالت کی وجہ سے جائز نہ ہو اگر وہی چیز ضمناً بیع میں شامل ہو جائے تو اس کی بیع میں کوئی حرج نہیں جیسے حلال جانور کے دودھ کی بیع دھوئے (تھن سے نکالے) بغیر جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں جہالت ہے کہ تھن میں دودھ ہو یا نہ ہو اور اگر ہو تو کتنا ہو؟ لیکن اگر دودھ والے جانور کو ہی خریدا یا بیچا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ مقصود وہ جانور ہے اور دودھ اُس کے ضمن میں شامل ہے[2]۔

3 غرر غیر معمولی یعنی زیادہ ہو۔

لہٰذا معمولی، خفیف سا غرر جو نقصان دہ نہ ہو عقد و سودے کے صحیح ہونے میں مؤثر (رکاوٹ) نہیں ہے۔

جیسے: گزشتہ سطور میں جو گھر کی مثال بیان کی گئی کہ کسی بھی گھر کو خریدا یا بیچا جائے تو اس میں یہ غرر ہے کہ کہیں

---

[1] المجموع للنووي 258/9

[2] المجموع للنووي 326/9

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُس کی بنیادوں میں کوئی معمولی سا نقص نہ ہو، اسی طرح کسی بھی چیز کو جب خریدا یا بیچا جاتا ہے تو اُس میں معمولی سا غرر متوقع ہوتا ہے، اسی طرح کرائے پر حاصل کیے جانے والی اشیاء جن کا کرایہ متعین ہو، لیکن اسے استعمال کرنے والوں کے استعمال میں یہ معمولی سا غرر موجود ہے کہ کوئی اسے نسبتاً دوسرے سے کم یا زیادہ استعمال کرے گا لیکن کرایہ سب نے برابر کا ادا کرنا ہے۔لہٰذا یہ غرر مؤثر نہیں ہے۔

❹ غرر مالی معاملات میں ہو جیسے خرید و فروخت، اجرت و کاروبار وغیرہ۔

لہٰذا اگر یہ غرر تبرّعات، صدقہ، خیرات وغیرہ میں ہو تو مؤثر نہیں ہوگا①۔

معاملہ ہر قسم کے سود (Interest) سے پاک ہو

وہ معاشرہ جو اپنی معیشت کو عدل و انصاف کے تقاضوں پر استوار کرنا چاہتا ہو اُس کے لئے سود (Interest) ایک زہرِ قاتل کی حیثیت رکھتا ہے، وہ سود خواہ تجارتی قرضوں (Commercial loans) پر لیا جائے یا غیر تجارتی (Non Commercial loans) اور چونکہ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) میں معیشت کی بنیاد سود پر قائم ہے لہٰذا اسلامی نظامِ معیشت جس طرح کے عادلانہ، منصفانہ اور ترقی یافتہ معاشرہ کی ضمانت دیتا ہے وہ کم از کم سود کی موجودگی میں تو ہرگز ممکن نہیں ہے، کیونکہ سود جہاں ایک طرف معاشرے میں، ظلم، زیادتی، ناانصافی، غربت اور فتنہ و فساد کا بنیادی سبب ہے کہ جس کے ذریعہ ضرورت مند اور کمزور لوگوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ حاصل کیا جاتا ہے وہاں دوسری طرف شریعتِ اسلامیہ سے کھلی بغاوت اور اللہ تعالیٰ سے اعلانِ جنگ بھی ہے کہ جس کے بعد سود میں لت پت معاشرہ کیسے یہ امید رکھتا ہے کہ اس میں عدل و انصاف قائم ہو اور ترقی پروان چڑھے؟

{ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○} [البقرة:279،278]

---

① مجموع الفتاوی لشیخ الاسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ 270/31

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ’’اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے لڑنے (جنگ) کے لئے تیار ہو جاؤ ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے‘‘۔

یہی وجہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں سود کو حرام اور اُس سے متعلقہ ہر شخص کو ملعون کہا گیا[1] اور اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعلان جنگ کے ساتھ ساتھ اس (سود) کے ادنیٰ درجہ کے گناہ کو بھی اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ نکاح کے مترادف قرار دیا گیا[2] والعیاذ باللہ، جس سے سود کی لعنت، نحوست اور بربادی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

معاملہ میں کسی بھی قسم کا ’’جوا‘‘ (Gambling) شامل نہ ہو

جوئے کو عربی میں ’’اَلْمَیْسِر‘‘ کہا جاتا ہے۔ اور اسی کی ایک صورت کو ’’قمار‘‘ کہا جاتا ہے جو دورِ جاہلیت میں ایک مخصوص قسم کا کھیل ہوتا تھا جسے شریعتِ مطہرہ نے حرام قرار دیا۔

اصطلاح میں ’’اَلْمَیْسِر‘‘ سے مراد

ہر وہ معاملہ جس کے کرنے سے انسان کو کثیر مال و دولت بغیر کسی محنت کے مفت میں یا آسانی سے حاصل ہو جائے، یا پھر اس کے ہاتھ سے آسانی سے نکل جائے یعنی یا تو اُس معاملہ میں اُسے بڑا فائدہ ہو جائے یا بڑا نقصان۔ اسی کو عرفِ عام میں ’’جوا‘‘ اور ’’قمار بازی‘‘ کہا جاتا ہے۔

اس ضابطہ اور جوئے کی حرمت کی دلیل

تمام معتبر اہلِ علم جوئے کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔

شراب اور جوئے کی حرمت درجہ بدرجہ نازل ہوئی ہے یعنی پہلے مرحلہ میں ان کا گناہ بیان کیا گیا اور

---

[1] صحیح مسلم: کتاب المساقاۃ، باب لعن آکل الربا وموکلہ

[2] سنن ابن ماجۃ: کتاب التجارات، باب التغلیظ في الربا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگلے مرحلہ میں انہیں حرام قرار دیتے ہوئے ان سے اجتناب کا حکم دیا گیا:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

{يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا} [البقرۃ:219] ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجیے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس سے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے، لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○} [المائدۃ:90]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو''۔

جوا حرام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس کی حرمت کی حکمت بھی بیان فرمائی:

{إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ○} [المائدۃ:91]

ترجمہ: ''شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرا دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تمہیں باز رکھے۔ سو اب بھی باز آجاؤ''۔

حرمت کی وجوہات

شریعت مطہرہ نے جوئے کو اس لیے ناجائز وحرام قرار دیا کیونکہ:

❶ مذکورہ آیات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو ''رجس'' یعنی خبیث اور ''شیطانی عمل'' قرار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہوئے اس سے ''اجتناب'' کا حکم دیا اور شیطان کی وہ چال قرار دیا کہ جس کے ذریعہ وہ دشمنی و نفرت پیدا کرنا چاہتا ہے اور اللہ کے ذکر و عبادت سے روکنا اور غافل کرنا چاہتا ہے۔

❷ جوئے میں بغیر کچھ عمل، محنت کیے انسان بہت کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ طرزِ عمل انسان کو سست و کاہل اور ناکارہ بنا دیتا ہے جبکہ دین اسلام نے لوگوں کو عمل کرنے، محنت و جد و جہد کی ترغیب دلائی ہے۔ اور معاشرہ پر دونوں باتوں کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں سب اس سے بخوبی واقف ہیں۔

❸ جوئے کے ذریعہ بہت کچھ حاصل کرنے کی لالچ میں انسان بسا اوقات، بہت کچھ بلکہ سب کچھ کھو دیتا، برباد کر دیتا ہے حتی کہ قرضوں کے بوجھ تلے دب جاتا ہے اور پھر اُس کے لیے وہ قرضہ وبالِ جان بن جاتا ہے اور نوبت، اختلاف، لڑائی جھگڑے، خودکشی، موت اور قتل و غارت گری تک پہنچ جاتی ہے۔

❹ مزید جس کو جوئے کے ذریعہ جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ دوسروں کے نقصان پر حاصل ہوتا۔ اور یہ لوگوں کا مال ناجائز و حرام طریقہ سے کھانے کے مترادف ہے جس سے نا صرف شریعتِ اسلامیہ نے روکا ہے بلکہ شریعت تو جائز مال کو تحفظ فراہم کرتی ہے عدل و انصاف کا حکم دیتی ہے اور ظلم و زیادتی، حق تلفی سے روکتی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جوئے کے مفاسد و نقصانات، سود کے مفاسد و نقصانات سے بھی بڑھ کر ہیں، کیونکہ جوئے میں دو سنگین خرابیاں پائی جاتی ہیں:

❶ (جوئے کے ذریعہ) حرام مال کھانے کی خرابی، ❷ بے مقصد و حرام کام میں مشغولیت کی خرابی، جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز سے روکے اور آپس کی بغض و عداوت، نفرت و دشمنی پیدا کرے، اسی لئے جوئے کو سود سے بھی پہلے حرام کیا گیا (کیونکہ اس میں معاشرے کا بگاڑ زیادہ ہے)۔ انتہی

جوئے کی صورتیں

اصولی طور پر جوئے کی دو صورتیں ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❶ ایک وہ جوا جو کھیل، مقابلہ اور اُس سے متعلقہ صورتوں میں ہوتا ہے جسے عربی میں "قِمار" اور "مَیسِر اللھو" کہا جاتا ہے۔

❷ وہ جو معاملات میں ہوتا ہے۔اسے "مَیسِر في المعاملات" کہا جاتا ہے۔

یہ دونوں صورتیں شریعت میں حرام ہیں خواہ اس میں مال شامل ہو یا نہ ہو۔اور جوئے کی جدید و قدیم تمام صورتیں مذکورہ دونوں صورتوں میں شامل ہیں۔

جوا ہے یا نہیں اس کا ضابطہ یہی ہے کہ جس میں کچھ حاصل ہونے یا نہ ہونے میں تر دد اور خطرہ ہو اور بغیر عمل کے ہو، جبکہ کاروبار و تجارت میں بھی نقصان کا خدشہ ہوتا ہے لیکن ایک تو اس میں عمل و محنت شامل ہے اور دوسرا اس میں مال کے بدلے سامان اور سامان کے بدلے مال حاصل ہوتا ہے جبکہ جوئے میں یا تو بہت کچھ ایسے ہی حاصل ہو جاتا ہے یا بہت کچھ ایسے ہی ضائع و برباد ہو جاتا ہے۔

اسی طرح معاشرہ میں پایا جانے والا جوئے کا قدیم، ظاہری و معروف مفہوم تو شرعاً و قانوناً حرام سمجھا جاتا ہے لیکن دورِ حاضر میں جوئے ہی کی بہت سی اقسام ایسی بھی ہیں جنہیں یا تو حرام سمجھا نہیں جاتا یا پھر ان کی حرمت سے لوگ واقف نہیں۔ بلکہ جوئے کی بعض صورتیں تو ایسی ہیں جن کو حکومتوں کی سرپرستی بھی حاصل ہوتی ہے، حالانکہ ایسی تمام نئی شکلیں بھی حرام ہی ہیں البتہ بہت کم ایسے معاملات ہیں جن کے جائز یا ناجائز ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن ان قلیل معاملات کے علاوہ عموماً جوئے کی رائج شکلیں شرعاً حرام ہی ہیں جیسے:

لاٹری (Lottery)، انعامی بانڈز (Prize bonds)، حکومت جو بانڈز جاری کرتی ہے، اسی طرح مزعومہ اسلامک بینکنگ میں جو "صکوک" جاری کئے جاتے ہیں، اسی طرح بیمہ (Insurance) کی بعض صورتیں۔

نیز Race course، اور شطرنج (Chess)، کار ریسنگ، کرکٹ یا کسی بھی کھیل میں کھیلا جانے والا جوا، وغیرہ سب شامل ہیں۔

جوا بشمول اپنی تمام صورتوں کے علی الاطلاق حرام ہے۔

اگرچہ وہ جُوا خانے (Casinos) وغیرہ میں کھیلے جانے والے مختلف گیمز ہوں جیسے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

Table games: Black Jack, Baccarat, Poker etc.

Lottery type games: Slots, Keno, Wheel of fortune etc.

یا کسی گلی، کوچے یا گھر میں جوئے کے طور پر کھیلا جانے والا کوئی بھی کھیل، خواہ وہ لڈو، تاش (Card Game)، شطرنج (Carron game) وغیرہ ہوں یا کوئی دوسرا کھیل۔

اسی طرح ضروری نہیں کہ صرف اُسی کو جُوا سمجھا جائے جس میں قیمت بہت زیادہ لگائی گئی ہو بلکہ اگر ایک روپیہ بھی کوئی جوئے کے طور پر لگاتا ہے، وہ جوئے کے گناہ میں شامل ہوجاتا ہے۔ أعاذنا اللہ منہ۔

اور مشاہدہ سے یہ بات مسلّم ہے کہ جوا چھوٹے پیمانے پر ہو یا بڑے، ایک طرف تو یہ فقیری، قلاشی، محتاجگی کا سبب ہے اور دوسری طرف وہ فتنہ، فساد، نفرت ودشمنی بھی پیدا کرتا ہے، اسی لئے دینِ اسلام میں ہر قسم کے جوئے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

ہر معاملہ میں صداقت وامانت (Honesty and sincerity) کو ملحوظ رکھا جائے

دینِ اسلام ہر معاملہ میں خواہ اس کا تعلق کسی بھی شعبہ سے ہو سچائی اور امانت داری کو اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن مالی معاملات، لین دین، خرید وفروخت میں بالخصوص اسے اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعتِ مطہّرہ میں تمام معاملات میں ہر قسم کی دھوکہ بازی اور دھاندلی (Fraud) کو حرام قرار دیا گیا ہے اور جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والے کو انتہائی سخت وعید سنائی گئی ہے جیسا کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

”اے تاجروں کی جماعت! اللہ کے رسول ﷺ کی بات کو غور سے سنو اور قبول کرو۔ لوگوں نے اپنی گردنوں اور نگاہوں کو اوپر اٹھایا (یعنی لوگ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوگئے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً تاجر روزِ آخرت اللہ کے سامنے فاجروں (گناہ گاروں اور فاسقوں) کے زمرے میں اٹھائے جائیں گے سوائے اُن (تاجروں) کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور نیکی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کریں اور سچائی کو اپنائیں''①۔

اسی طرح رسولِ اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:

''تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت نہ تو کلام فرمائے گا اور نہ اُن کی طرف نظرِ (رحمت) فرمائے گا اور نہ ہی اُن کو پاک کرے گا، اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے، سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تین مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے یہی دہرایا، ابوذر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ وہ لوگ ہلاک و برباد ہوجائیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والے، اور احسان جتلانے والے، اور اپنے سامان کو جھوٹی قسم کے ذریعہ بیچنے والے''②۔

اہلِ علم نے اس تعلق سے ایک بہترین ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ:

''ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے (مسلم) بھائی کے لئے پسند کرے۔ اور یہ فرمانِ رسول ﷺ ہے③۔ کیونکہ اگر اس کے ساتھ کوئی غلط معاملہ کیا جائے گا تو اسے بھی ناپسند ہوگا، اس پر ناگوار گزرے گا اور اس کے لئے پریشانی اور تکلیف کا سبب ہوگا، یہی احساس وہ اپنے دوسرے بھائی کے لئے بھی محسوس کرے اور کسی کے ساتھ کوئی غلط معاملہ نہ کرے''۔

---

① أخرجه الترمذي (1210) والدارمي (247/2) وابن ماجه (2146) وابن حبان (276/11)
قال الترمذي: حسن صحيح. وقال الحاكم: صحيح الإسناد. ووافقه الذهبي.
وصححه الألباني في "السلسلة الصحيحة" (994)

② أخرجه مسلم حديث (106)، وانفرد به عن البخاري، وأخرجه أبو داود حديث (4087)، والترمذي حديث (1211)، والنسائي حديث (2562)، وابن ماجه حديث (2208).

③ أخرجه البخاري: كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، حديث: (13)، ومسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لأخيه المسلم ما يحب لنفسه من الخير، حديث: (45).

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

معاملات میں ''سدّ الذرائع'' کا خیال رکھنا

سدّ الذرائع سے مراد

''سدّ الذرائع'' سے مراد اُن اسباب و وسائل کا انسداد (روکنا) ہے جو ظاہراً و اصلاً تو جائز و حلال ہوں مگر امورِ نافرمانی، مفاسد و نقصان کی طرف لے جانے کا ذریعہ بنیں۔

سادہ سے الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ:

وہ افعال و اعمال جو شرعاً حلال و جائز ہوں لیکن اگر وہ کسی ناجائز و حرام اور برائی کی طرف لے جانے کا اہم ذریعہ بن جائیں تو معصیت و فساد کے انسداد (روک تھام) کے باعث انہیں بھی شریعت ناجائز و حرام قرار دیتی ہے۔

سدّ الذّرائع کی مثالیں: جیسے: قبرستان میں نماز ادا کرنا، مساجد میں قبریں بنانا، قبرستان میں مساجد بنانا وغیرہ، اب بالترتیب نماز ادا کرنا، تدفین و قبریں بنانا اور مساجد کی تعمیر، یہ سب اعمال شرعاً جائز ہی نہیں بلکہ مطلوب و واجب بھی ہیں لیکن مذکورہ مخصوص مقامات پر شریعت نے ان اعمال کے ارتکاب سے منع کیا ہے اور انہیں حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں یہ سب اعمال شرک کی طرف لے جانے کا ذریعہ بن سکتے ہیں، جیسے قبرستان میں اللہ کے نیک بندے، اولیاء و صالحین بھی مدفون ہوتے ہیں اور اگر قبرستان میں نماز ادا کی جائے تو دورانِ نماز، قیام، رکوع و سجود میں اُن کی تعظیم کا خیال پیدا ہونے کا زیادہ امکان ہے جو کہ شرک کا وسیلہ بن سکتا ہے، کیونکہ ایسی تعظیم جس میں جھکنے اور سجدہ کا خیال پیدا ہو محض اللہ تعالیٰ ہی کے جائز و لائق ہے۔ اسی طرح مساجد میں تدفین کرنا اور قبریں بنانا یا قبرستان میں مساجد بنانے سے دین کے منع کرنے میں بھی یہی شرعی علت و مصلحت ہے۔ سابقہ اقوام بالخصوص یہود و نصاریٰ بھی اسی وجہ سے شرک میں مبتلا ہوئے تھے جس کی وجہ سے رسولِ اکرم ﷺ نے جہاں ایک طرف اُن (یہود و نصاریٰ) پر لعنت فرمائی جیسا کہ حدیث میں ہے: ''اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگوں کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنالیا''۔ (1) وہاں دوسری طرف آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو بھی

(1) صحیح البخاری: کتاب الجنائز، باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

خبردار فرماتے ہوئے قبروں سے متعلق انتہائی سخت احکامات دیے جیسے آپ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! تم سے پہلے والوں نے اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنایا تھا، خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں''۔ ① اور فرمایا: ''میری قبر کو عید (میلہ گاہ اور بار بار آنے کی جگہ) نہ بنانا''۔ ②

حتیٰ کہ آپ ﷺ نے اپنی قبر مبارک پر کسی بھی طرح کی عمارت بنانے سے بھی مطلقاً منع فرمایا تھا۔ ③

بلکہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی: ''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ جس کی عبادت کی جائے''۔ ④ اسی طرح آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں فوت ہونے والے آپ کے عزیز و جانثار صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم، جن میں سرِ فہرست آپ ﷺ کی زندگی میں فوت ہونے والی زوجات، جوکہ مؤمنوں کی مائیں بھی ہیں، آپ کے تینوں صاحبزادے، آپ کی چار بیٹیوں میں سے تین صاحبزادیاں، آپ کے عزیز چچا سیّد الشہداء سیدنا حمزہ، اصحابِ بدر و اُحد، اہلِ بیعتِ رضوان اور دیگر غزوات میں شہید ہونے والے شہداء وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین فوت ہوئے لیکن اُن میں سے کسی کی تدفین بھی آپ ﷺ نے مسجد میں نہیں فرمائی جبکہ پوری دنیا میں، سب سے افضل و اشرف مساجد، حرمین شریفین میں مسجدِ حرام مکۃ المکرّمہ اور مسجد نبوی شریف ہیں۔

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جب انبیاء ورسل علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہستیوں کی تدفین دنیا کی سب سے اشرف مساجد میں اشرف المخلوقات رسولِ اکرم ﷺ نے نہیں فرمائی تو رسولِ اکرم ﷺ سے بڑھ کر کون ہے جو کسی بھی ہستی کی مسجد میں تدفین کا جواز دے؟ انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ سے بڑھ کر دنیا کی کون سی ایسی ہستی ہے جو مسجد میں دفن کئے جانے کی مستحق ہو؟ اور دنیا کی کون سی ایسی مسجد ہے جو

---

① صحیح مسلم: کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب النھی عن بناء المساجد

② سنن ابی داود: کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، حدیث نمبر 2042

③ مسند احمد: تتمۃ مسند الکوفیین، حدیث نمبر 19052

④ مؤطا امام مالک: کتاب قصر الصلاۃ، باب جامع الصلاۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرمین کی مساجد سے افضل ہو؟

غور کیجیے کہ آج اُمتِ مسلمہ اس حوالہ سے کہاں کھڑی ہے کہ:

رسولِ اکرم ﷺ تو یہود ونصاری کو اس وجہ سے ملعون قرار دیں کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنالیا اور خود رسولِ اکرم ﷺ کی امّت غیر نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کو جائز قرار دے!

لہٰذا ان سب امور کی ممانعت میں بہت سے امور اسی قائدہ "سدّ الذرائع" کی عقائد میں مثال ہے۔

مالی معاملات میں سدّ الذرائع کی ایک اہم مثال

مالی معاملات میں سدّ الذرائع کی ایک اہم مثال "بیع العینہ" کی ہے۔

"بیع العینہ" کی تعریف

بیع العِینَہ: یہ ہے کہ ایک چیز اُدھار، زائد قیمت پر بیچی جائے اور پھر وہی چیز نقداً، کم قیمت پر، واپس خرید لی جائے۔

مثلاً: ایک شخص کو ایک لاکھ روپے کی ضرورت ہے جو وہ کسی سے ادھار طلب کرتا ہے، ادھار دینے والا اُسے پیسے دینے کے بجائے اُس سے ایک سودا کرتا ہے کہ:

ضرورت مند اُس سے اس کا مال مثلاً کپڑا ایک لاکھ دس ہزار میں ادھار پر خرید لے، اور پھر وہ (مالک) ایک لاکھ دس ہزار کا مال نقداً اُس (ضرورت مند) سے ایک لاکھ میں واپس خرید لے گا۔ اس طرح ضرورت مند کو ایک لاکھ مل جائیں گے اور مالک کو دس ہزار اضافی۔ (جو کہ ضرورت مند مقروض نے اسے بعد میں ادا کرنے ہیں)۔

شریعتِ مطہّرہ نے اس قسم کے معاملہ سے اس لیے منع فرمادیا کیونکہ یہ سود کے دروازے کھولتا ہے، غور کیجیے کہ فروخت کنندہ نے بظاہراً تو مال کا سودا کیا ہے لیکن درحقیقت ایک لاکھ دیکر، ایک لاکھ دس ہزار یعنی پیسے کے بدلے پیسہ واپس لیے ہیں۔

نوٹ: مذکورہ صورت میں اگر یہ سودا پہلے سے طے شدہ نہ ہو یا مالک، ضرورت مند سے اُسی قیمت (یعنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک لاکھ کے بدلے ایک لاکھ) میں یا کم کے بجائے اضافی قیمت (یعنی ایک لاکھ کے بدلے میں ایک لاکھ دس ہزار) میں واپس خرید تا ہے تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شریعتِ مطہّرہ میں بے شمار مسائل میں اس اصول "سدّ الذرائع" کو مدّ نظر رکھا گیا ہے۔اور یہ قاعدہ ہمارے لئے عقائد عبادات و معاملات وغیرہ میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے جس کے ذریعہ شریعتِ اسلامیہ تمام خلافِ شرع یا اختلاف وفتنہ وفساد کا سبب بنے والے امور کی روک تھام کرتی ہے لہٰذا اسے سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے میں ہی خیر و عافیت ہے۔

قاعدہ سدالذرائع کے چند اہم دلائل

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے:

{وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ} [الأنعام: 108]

ترجمہ: "(اے مسلمانو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالی نہ دو۔ ورنہ یہ لوگ جہالت کی وجہ سے دشمنی میں جواباً اللہ کو گالی دیں گے"۔

کافروں کی عبادت اور اُن کا غیر اللہ کو معبود بنانا باطل ومنکر عمل ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کافروں کے معبودانِ باطلہ کو گالی دینے، اُن پر سب کرنے سے اس لیے منع فرمایا تاکہ ایسا کرنا جواباً معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ پر سب وشتم کا ذریعہ نہ بنے۔

ایک اور مثال؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے:

{ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ} [البقرة:104]

ترجمہ: "اے ایمان والو تم (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) راعنا نہ کہا کرو، بلکہ انظرنا کہو یعنی ہماری طرف دیکھیے اور سنتے رہا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے"۔

آیتِ مذکورہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "راعِنا" کہہ کر مخاطب کرنے سے منع کیا گیا ہے جبکہ "راعِنا" کا معنی فی ذاتہ غلط نہیں ہے، (راعِنا کا معنی ہے کہ: ہماری طرف متوجہ ہوئیے) لیکن چونکہ یہودی جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے پیغمبر ﷺ کو مخاطب کرتے تو اپنی زبانوں کو ٹیڑھا کر کے ''رَاعِینا'' (''یٰ'' کے اضافہ) کے ساتھ مخاطب کرتے جس کا معنیٰ ہے: ہمارے چرواھے۔ اوراس طرح بول کر وہ اپنے زعم میں نبی مکرّم ﷺ کے ساتھ استہزاء کرتے والعیاذ باللہ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نبی مکرّم ﷺ کی شان میں ایسے لفظ استعمال کرنے سے ہی روک دیا جو آپ ﷺ کی اہانت وگستاخی کا سبب بنیں، اگرچہ وہ لفظ فی نفسہ ٹھیک ہی کیوں نہ ہو۔

اس مسئلہ میں اہلِ علم ایک اہم مثال ذکر کرتے ہیں کہ:

رسولِ اکرم ﷺ نے منافقین کو محض اس لئے قتل نہیں کیا کہ کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ محمد ﷺ اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں، اور نئے اسلام میں داخل ہونے والے مسلمان شبہات وغلط فہمی میں مبتلا نہ ہوجائیں، یعنی منافقین کا قتل کہیں سیدنا محمد ﷺ پر طعن وتشنیع اور مسلمانوں کے شبہات میں مبتلا ہونے اور اُن کے باہمی اختلاف وانتشار کا سبب نہ بنے اور ان کی وحدت پارہ پارہ نہ ہوجائے اس لئے ایسا نہیں کیا گیا۔

سدّ الذرائع کی اقسام

شریعتِ مُطہّرہ میں سدّ الذرائع کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے اس کی اقسام کو سمجھنا ضروری ہے، امام قرّافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ایسے اسباب ووسائل جو حرام وفساد کی طرف لے جانے کا سبب بنیں، وہ تین طرح کے ہیں:

1 ناجائز: وہ اسباب جن کا استعمال ناجائز ہے اور اُن سے اجتناب کیے جانے، دور رہنے پر اُمت کا اجماع ہے۔

اوراس کا ضابطہ یہ ہے کہ: ایسے تمام وسائل وذرائع جن کے بارے میں یقینی وقطعی طور پر یہ معلوم ہو کہ وہ فساد کا ذریعہ بنیں گے۔

جیسے مسلمانوں کے راستے میں کنواں کھودنا، یا پیڑ لگانا یا کچھ تعمیر کرنا یا کوئی بھی ایسا کام کرنا جو جائز اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بظاہر فائدہ مند ہی کیوں نہ ہو لیکن مسلمانوں کے لئے تکلیف، مشقت اور مصیبت کا ذریعہ بنے۔

2 **جائز:** وہ اسباب جن کا استعمال بالاتفاق جائز ہے اور اُن سے نہ ہی روکا جائیگا اور نہ ہی ان سے دور رہنے کا کہا جائے گا۔

اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ: وہ ایسے وسائل و ذرائع ہوں کہ جو بہت شاذ و نادر ہی فساد کا ذریعہ بنیں۔

جیسے لوگوں کا ایک دوسرے کے برابر میں گھر بنانا، ایک دوسرے کے پڑوس میں رہنا، اگرچہ کبھی یہ باہمی نفرت وعناد کا یا بدکاری، چوری وغیرہ کا سبب بھی بن سکتا ہے لیکن ایسا ہونا بہت ہی شاذ و نادر ہے لہٰذا شرعاً اس سے روکا نہیں جائے گا۔

3 **اختلافی:** تیسری قسم ان اسباب کی ہے کہ جن سے روکنے اور اجتناب کرنے یا نہ کرنے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے۔

اور اس سے مراد وہ اسباب وذرائع ہیں جو فساد کا ذریعہ تو بنتے ہوں لیکن نسبتاً اغلبیت (اکثریت) کی بنا پر نہیں۔ اور اس قسم میں اختلاف صرف انہی امور میں ہے جن کی ممانعت یا تحریم کتاب وسنت میں صراحتاً نہیں ہے، کیونکہ جن امور کی حرمت کتاب وسنت میں موجود ہے اُن کی حرمت کے اعتبار کرنے میں کوئی اختلاف نہیں جیسے مشرکین کے معبودانِ باطلہ کو اس وجہ سے برا نہ کہنا کہ کہیں وہ جواباً اللہ تعالیٰ پر معاذ اللہ سب وشتم نہ کردیں، اسی طرح سورج طلوع وغروب ہوتے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت وغیرہ۔

اختلاف اس مسئلہ میں ہے کہ جس کا ''ذریعہ فساد'' ہونا اہلِ علم ومجتھد کی جانب سے ثابت ہو، نہ کہ کتاب وسنت سے، اور اس ذریعہ کا ذریعہ فساد ہونا قطعی طور پر بھی نہ ہو اور نہ ہی اغلبیت کے طور پر، تو کیا ایسے ذریعہ و وسیلہ کو حکماً بند کیا جائے گا، روکا جائیگا یا نہیں؟

واللہ اعلم شرعی علتوں وحکمتوں کو سامنے رکھتے ہوئے جن اہلِ علم نے انہیں سدّ الذرائع میں شامل کیا ہے یعنی ایسے ذرائع ووسائل کو روکنے اور ان کے ارتکاب سے منع کرنے کو راجح قرار دیا ہے، اُن کا قول ہی اس مسئلہ میں زیادہ صحیح اور احتیاط کے قریب ہے جیسا کہ امام ابنِ قیم رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''اعلام المؤقعین'' میں ۹۹ ننانوے دلائل ذکر کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ اسباب، وسائل و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خریدوفروخت کی شرائط سے مراد

لہٰذا خریدوفروخت کی شرائط سے مراد وہ شرائط ہیں کہ جنہیں شریعتِ مطہرہ نے کسی بھی معاہدہ بیع و سودے کے جائز و درست ہونے کے لئے لازمی قرار دیا ہے اور اگر ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہوئی یعنی نہ پائی گئی تو وہ بیع شرعی اعتبار سے صحیح نہیں ہوگی۔

لہٰذا ہر لین دین، خرید و فروخت کرنے والے اور ہر کاروباری و تاجر حضرات کیلئے ان شرائط کا علم رکھنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ خرید و فروخت کا جائز و ناجائز ہونا انہی شرائط پر مبنی ہوتا ہے۔

اہلِ علم نے شرعی نقطہ نگاہ سے کسی بھی بیع کے درست و صحیح ہونے کیلئے بنیادی طور پر چھ (6) اہم شرائط ذکر کی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

طرفین (خریدار و فروخت کنندہ) حقیقی طور پر رضامند ہوں

کوئی بھی بیع اس وقت تک درست نہیں ہوسکتی جب تک بیچنے والا اسے بیچنے اور خریدنے والا اُسے خریدنے پر حقیقی طور پر رضامند نہ ہوں۔

مذکورہ شرط کے دلائل:

ربُّ العالمین کا ارشاد ہے:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ} [النساء: 29] ترجمہ: ''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، درست صورت یہ ہے کہ باہمی رضامندی سے آپس میں تجارت (لین دین) ہو۔''

مذکورہ بالا آیت میں تجارت و لین دین کے تمام معاملات میں طرفین کی حقیقی رضامندی کو بنیادی شرط کے طور پر ذکر کیا گیا اور جن معاملات میں فریقین کی باہمی رضامندی شامل نہ ہو اُنہیں باطل قرار دیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسولِ اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:

''خرید وفروخت صرف باہمی رضامندی سے ہی ہونی چاہئے''۔ (1)

اس طرح عقلِ سلیم بھی اس امر کی متقاضی ہے کہ اگر معاملات میں باہمی حقیقی رضامندی کی شرط عائد نہ کی جائے، تو لوگ ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقوں سے کھانا شروع کر دیں گے، ایک طاقتور شخص اگر اپنے سے کمزور کے پاس اپنی من پسند چیز دیکھے گا تو اس سے زور زبردستی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا جس سے معاشرہ میں سوائے نفرت، دشمنی، فساد اور بربادی کے کچھ باقی نہ بچے گا، لہٰذا اسی بنا پر شریعتِ اسلامیہ میں کسی کی چیز بغیر اجازت حاصل کرنا یا کسی کو اس کی چیز بیچنے پر مجبور کرنا یا زبردستی اپنی پسند کی قیمت پر اُسے خریدنا حرام ہے۔

رضامندی حقیقی ہونی چاہئے

اس حوالہ سے عصرِ حاضر کے معروف عالمِ دین فضیلۃ الشیخ حافظ ذوالفقار علی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ یہ رضامندی حقیقی ہونی چاہئے نہ کہ مصنوعی۔ لہٰذا کسی دباؤ کے تحت یا غلط تاثر کی بنیاد پر یا دوسرے فریق کو چیز کی حقیقت سے بے خبر یا اصل قیمت سے دھوکے میں رکھ کر حاصل کی گئی رضامندی قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ مصنوعی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے شریعت نے اس قسم کی دھوکہ دہی کی صورت میں متاثرہ فریق کو معاملہ منسوخ کرنے کا اختیار دیا ہے۔

اسی طرح ایک شخص اگر انتہائی بے بسی اور مجبوری کی بنا پر اپنی چیز بیچ رہا ہو تو ایسے شخص سے مارکیٹ ریٹ سے بہت کم پر خریدنا، اگرچہ بظاہر وہ اس پر راضی بھی ہو نا جائز ہے، درست نہیں۔ معمولی کمی بیشی کی تو گنجائش ہے لیکن بہت زیادہ فرق درست نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے قلبی خوشی کے خیال رکھنے کی تاکید فرمائی ہے اور یہ بات طے ہے کہ مجبور شخص خوش دلی سے غیر معمولی کم ریٹ پر بیچنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں مجبور شخص سے سستے داموں خریدنے کو ترجیح دی جاتی ہے، یہ ناپسندیدہ رویہ ہے جس کی اصلاح ہونی

(1) سنن ابن ماجہ: کتاب التجارات، باب بیع الخیار۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث کو ارواء الغلیل میں صحیح قرار دیا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

چاہئے"۔ ①

باہمی وحقیقی رضامندی سے متعلق چند اہم وضروری مسائل

پہلا مسئلہ: "بیع المعاطاۃ" کا حکم

بیع معاطاۃ سے مراد وہ عقد ومعاملہ ہے کہ جس میں: بغیر زبانی کلامی بات کیے خریدار سامان لیکر فروخت کنندہ (بیچنے والے) کو اُس کی قیمت ادا کردے یا اس کے برعکس ہو۔ یعنی فروخت کنندہ سامان خریدار کو دیتا ہے اور خریدار اس کی قیمت ادا کردیتا ہے۔ اور اس دوران خریدار وفروخت کنندہ کے درمیان کوئی زبانی بات چیت نہیں ہوتی دونوں طرف سے یا کسی ایک کی طرف سے قیمت وسامان کا لین دین بغیر کسی زبانی ایجاب وقبول کے ہوتا ہے۔

اس مسئلہ کو یہاں اسی لئے ذکر کیا جارہا ہے کہ ہمارے یہاں بے شمار اس طرح کے سودے ہوتے ہیں جن میں مطلوبہ چیز کو دیکھا اور پسند کیا جاتا ہے، اس کی قیمت معلوم کی جاتی ہے اور بغیر کسی زبانی رضامندی کے اظہار کے قیمت ادا کر کے وہ مطلوبہ چیز لے لی جاتی ہے۔ اور اس مسئلہ کی اہمیت اس صورت میں اور بڑھ جاتی ہے جب معاملہ اور سودا بڑے پیمانہ پر ہو۔

کیا ایسی صورت میں بغیر کسی زبانی رضامندی کے طے پانے والا سودا شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ مذکورہ میں اہلِ علم کے مابین اختلاف ہے۔ جمہور اہلِ علم کے نزدیک یہ بیع مکمل طور پر جائز ہے جبکہ بعض اہلِ علم نے یہ تفریق کی ہے کہ اگر معاملہ چھوٹے پیمانے پر ہو تو جائز ہے اور بڑے پیمانے پر ہو تو جائز نہیں۔

اور دلائل کے مطالعہ سے جمہور علماء کی رائے ہی قریب از صواب اور راجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ:

○ رضامندی فقط قول ہی سے نہیں بلکہ عمل وفعل سے بھی واقع ہوتی ہے اور یہاں خریدار کا قیمت ادا کر کے چیز کو لینا اور فروخت کنندہ کا چیز کو دیکر قیمت وصول کرنا اُن کی باہمی رضامندی کی صریح دلیل ہے۔

---

① معیشت وتجارت کے اسلامی احکام، ص 30-31

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

○ زمانہ قدیم سے لوگوں کے مابین اس طرح سے معاملات کا لین دین معروف ہے، اگر زبانی ایجاب وقبول صحتِ بیع کی شرط ہوتی تو رسولِ اکرم ﷺ اسے صراحت سے ضرور بیان فرمادیتے اور آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا جو اس کے جواز کی دلیل ہے۔

○ شریعتِ مطہرہ میں خرید وفروخت سے متعلقہ ہدایات واحکامات موجود ہیں، اور شریعت نے خرید وفروخت کے انعقاد کے سلسلہ میں کچھ خاص ومعین الفاظ مقرر کرنے کے بجائے اسے معاشرہ میں رائج عرف وطور طریقوں پر چھوڑ دیا، اور جو ناجائز طریقے ہیں وہ بتادیے، اور باہمی حقیقی رضامندی کی قید لگادی تاکہ وہ جو بھی معاملات کریں انہیں باہمی حقیقی رضامندی وخوش اسلوبی سے طے کرلیں۔

دوسرا مسئلہ: ''بیع المکرَہ'' (زبردستی کی بیع) کا حکم

فقہاء کی اصطلاح میں "إکراہ" سے مراد: ''ایسا کام جسے کوئی انسان کسی دوسرے کے مجبور کرنے پر کرے جس میں اس کی کوئی رضامندی واختیار نہ ہو''۔

یہاں مراد ایسی بیع ہے جو خریدار یا فروخت کنندہ کو مجبور کرکے ناحق اور زور زبردستی سے کروائی جائے،، خریدار وفروخت کنندہ کو زبردستی بیع پر آمادہ کرنا شرعاً، قانوناً واخلاقاً کسی طور بھی درست وجائز عمل نہیں، اگرچہ وہ مجبور کرنے والا حاکمِ وقت ہی کیوں نہ ہو! اگر کسی پر زبردستی کرکے مجبوراً اسے کچھ خریدنے یا اسے اس کا سامان بیچنے پر مجبور کیا جائے تو ایسا کرنے سے یہ بیع شرعاً باطل وفاسد ہوگی اور اس پر کوئی مؤثر نتائج عملی اعتبار سے مرتب نہیں ہوں گے۔

بلکہ ایسے معاملات میں شریک ہونے والوں کیلئے سخت وعید وارد ہوئی ہے انہیں رسولِ اکرم ﷺ کا یہ فرمانِ مبارک ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''کسی انسان کے لئے اپنے (دینی) بھائی کے مال سے اُس کی رضاوخوشی کے بغیر کچھ بھی لینا جائز نہیں''۔ (1)

اور دوسری روایت میں فرمایا کہ: ''تم میں سے کوئی بھی اپنے (دینی) بھائی کے مال کو اس کی رضاوخوشی

(1) اس روایت کو امام احمد نے مسند میں "اوّل مسند البصریین" حدیث نمبر: 20578 میں بیان کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بغیر مت خریدے''۔①

مذکورہ روایات سے اس مسئلہ کی نزاکت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، لہٰذا اگر خریدار یا فروخت کنندہ کو یہ معلوم ہو کہ سودا طرفین میں سے کسی ایک کی بھی رضامندی وخوشی کے بغیر ہو رہا ہے تو سودا کرنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اس میں طرفین کی باہمی وحقیقی رضا وخوشی شامل نہ ہو۔

بلکہ اہلِ علم نے مذکورہ روایت کے عموم کو سامنے رکھتے ہوئے یہ مسئلہ بھی بیان کیا ہے کہ:

تحفہ و ہدیہ بھی اس وقت قبول کرنا جائز نہیں ہے جب یہ معلوم ہو جائے کہ تحفہ دینے والے نے وہ تحفہ ناچاہتے ہوئے یا کسی خجالت وحیاء میں یا مجبوری میں دیا ہے، کیونکہ اگرچہ تحفہ دینے والا اس کی صراحت یا اظہار نہ کرے لیکن اُس کی ظاہری حالت وآثار یہی ہوں کہ وہ اس پر راضی وخوش نہیں ہے۔

تیسرا مسئلہ: ''بیع الجبری'' زبردستی کی بیع کی چند استثنائی صورتیں

حکومت وقت، عدالت یا کوئی مجاز اتھارٹی بعض ناگزیر صورتوں میں مالک کو اپنی چیز بیچنے پر مجبور کر سکتی ہیں۔ جسے فقہاء کی اصطلاح میں بیع الجبری کے نام سے جانا جاتا ہے۔

وہ صورتیں جن میں مالک کو اس کی چیز بیچنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے درج ذیل ہیں:

مالی معاملات میں عصر حاضر کے معروف متخصص عالمِ دین حافظ ذوالفقار علی حفظہ اللہ نے اُن صورتوں کو جمع کیا ہے یہاں معمولی ردّ وبدل کے ساتھ انہیں ذکر کیا جا رہا ہے:

پہلی صورت: یہ ہے کہ کوئی مقروض اپنے ذمے (واجب الاداء) قرض ادا نہ کر رہا ہو اور اس کے پاس نقد رقم بھی موجود نہ ہو تو عدالت اس کو اپنی جائیداد فروخت کر کے قرض ادا کرنے کا حکم دے سکتی ہے۔ اگر وہ عدالتی حکم کے باوجود لیت ولعل سے کام لے تو عدالت قرض خواہ (مقرِض یعنی قرض دینے والے) کی دادرسی کے لئے خود بھی اس (مقروض) کی جائیداد مارکیٹ ریٹ پر فروخت کر سکتی ہے۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی جائیداد یا کوئی اور چیز رہن (گروی) رکھ کر قرض لے رکھا ہو اور مدّتِ ادائیگی گذر جانے کے بعد وہ متعدد مرتبہ کی یاددہانی کے باوجود ادائیگی نہ کر رہا ہو تو قرض خواہ

①سنن الکبری للبیهقي: کتاب النفقات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہن شدہ جائیداد فروخت کر کے اپنا حق وصول کر سکتا ہے، چاہے مقروض اس پر راضی نہ بھی ہو بشرطیکہ عدالت اور قرض خواہ منصفانہ قیمت پر بیچنے کو یقینی بنائیں ،اپنی رقم کھری کرنے کے لالچ میں کوڑیوں کے بھاؤ بیچنے کی اجازت ہرگز نہیں ہے۔

تیسری صورت: جب غذائی اشیاء کی قلت ہو اور کچھ لوگ ذخیرہ اندوزی کر رہے ہوں تو حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ تاجروں کو ذخیرہ کی گئی اشیاء فروخت کرنے کا حکم دے، اگر وہ حکم کی تعمیل نہ کریں تو حکومت ان کی مرضی کے خلاف خود بھی مارکیٹ ریٹ پر فروخت کر سکتی ہے۔

جیسا کہ الموسوعة الفقهية، ج2، ص95 میں ہے:

''جب عوام کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو حاکم ذخیرہ اندوز کو مجبور کرے گا بلکہ اس سے ذخیرہ شدہ مال لے کر فروخت کر دے گا اور اس (ذخیرہ اندوز) کو اس مال ہی کا مثل جب موجود ہو یا اس کی قیمت دے گا۔اتنی بات تمام ائمہ میں متفق علیہ ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے''۔

چوتھی صورت: یہ ہے کہ حکومت کو مقاصدِ عامہ کے لئے کسی جگہ (جیسے دوکان، گھر وغیرہ) یا کسی چیز کی حقیقی ضرورت ہو اور مالکان بیچنے پر آمادہ نہ ہوں تو حکومت وہ جگہ یا چیز زبردستی بھی حاصل کر سکتی ہے، تاہم حکومت پر فرض و لازم ہو گا کہ مالکان کو مارکیٹ ریٹ کے حساب سے قیمت کی ادائیگی کرے۔البتہ حکومت بازاری قیمت ادا کئے بغیر کسی شہری کو اس کی جائیداد و ملکیت سے محروم نہیں کر سکتی۔

چوتھا مسئلہ: بيع التلجئة (مجبوری میں کی جانے والی غیر حقیقی بیع) کا حکم

فقہاء کی اصطلاح میں بيع التلجئة سے مراد وہ معاملہ ہے جس میں فریقین (خریدار و فروخت کنندہ) دلی ارادہ کے بغیر محض دکھلاوہ کی غرض سے ایک تصوراتی سودا کریں اور حقیقت میں اُس کا کوئی ارادہ وحیثیت نہ ہو، اور اس سے عاقدین کا مقصد ظالم حاکم یا کسی دشمن کے خوف سے بچنا ہو لیکن تمام ارکان وشرائطِ بیع کی تکمیل کے ساتھ حیلہ کے طور پر یہ سودا کیا جائے۔اس بیع کو شافعیہ ''بيع الأمانة '' سے تعبیر کرتے ہیں۔

کیا ایسی صورت میں شرعاً یہ بیع درست متصور ہو گی کہ نہیں؟؟ کیونکہ عاقدین کا مقصد اگرچہ اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقیقی بیع نہیں ہے لیکن بیع کے تمام شرائط وارکان پورے ہیں۔

ایسے عقد کے صحیح یا باطل ہونے کی دونوں آراء اہلِ علم میں موجود ہیں لیکن دلائل کی روشنی میں راجح ودرست رائے یہی ہے کہ ایسا عقد شرعاً باطل ہے، کیونکہ:

- باہمی وحقیقی دلی رضامندی اس عقد میں مفقود ہے، جو کہ کسی بھی بیع کی درستگی کے لئے بنیادی شرط ہے۔
- مسائلِ بیوع میں مسلّمہ قاعدہ ہے کہ: ''العبرة فی العقود للمقاصد والمعانی لا للألفاظ والمبانی ''یعنی معاملات ومعاہدات میں اعتبار مقاصد ومعانی کا ہوتا ہے نا کہ الفاظ ومبانی کا۔

طرفین خرید وفروخت کی اہلیت وقابلیت رکھتے ہوں

یہاں اہلیت وقابلیت سے مراد یہ ہے کہ: عاقد (خریدار یا فروخت کنندہ) اپنے مال وسامان سے متعلقہ امور میں تصرّفات کرنے کا اہل ہو اور وہ جو بھی تصرّف کرے وہ نافذ العمل ہو، اُس کا اعتبار کیا جائے اور اس کے تصرّفات حکم کے اعتبار سے نتائج واثر رکھتے ہوں۔

پہلا وصف: وہ آزاد ہو غلام نہ ہو۔

کیونکہ غلام کا اپنے مالک کی اجازت کے بغیر خرید وفروخت کرنا شرعاً درست نہیں کہ وہ خود کسی کی ملکیت میں ہے جیسا کہ فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ: ''جو کوئی غلام خریدے اور اس کے پاس مال ہو تو وہ اس کے خریدار مالک کی ملکیت ہے الا یہ کہ جس سے غلام خریدا گیا ہے وہ اسے مستثنیٰ رکھے''۔ [1] (دور حاضر میں غلام کا تصور نہیں ہے لہٰذا اس حوالہ سے مسئلہ کی تفصیل سے اجتناب کیا گیا ہے)۔

دوسرا وصف: کہ وہ بالغ ہو، بچہ نہ ہو۔

تیسرا وصف: کہ وہ عقل مند وباشعور ہو، مجنون نہ ہو کیونکہ مجنون کا تصرّف درست نہیں۔

چوتھا وصف: کہ وہ سمجھدار ہو بے وقوف نہ ہو۔

جو اپنے مال میں صحیح تصرّف کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، بے مقصد وفضول اشیاء میں پیسے لٹانے والا نہ

[1] سنن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہواور مال وزر کی صحیح قیمت اور ویلیو(Value)وغیرہ سے واقف ہو، جیسے سو(100) کی چیز دس، بیس میں نہ بیچ ڈالے، لہٰذا بے وقوف کا تصرّف اُس کے سرپرست کی اجازت کے بغیر درست نہیں اور نہ ہی نافذ العمل ہے۔

بے وقوفی کی پہچان کا ضابطہ

اہلِ علم نے معاملات میں بے وقوفی کی پہچان کا یہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ: جو لین دین میں اچھے و مناسب کی سمجھ نہ رکھتا ہو یا پھر، اپنے عمل سے یہ ظاہر کرے کہ وہ اپنے مال میں بہتر مصرف کی پہچان نہیں رکھتا۔

نوٹ: بے وقوفی سے مراد پاگل پن، مجنون ہونا نہیں ہے، اگرچہ دونوں ہی تصرف کے قابل نہیں لیکن دونوں میں معنی و احکام کے لحاظ سے واضح فروق موجود ہیں۔

پانچواں وصف: اُس پر مالی تصرّفات میں کسی بھی قسم کی کوئی پابندی و روک نہ لگائی گئی ہو۔

اب خواہ یہ پابندی اُس کی اپنی مصلحت کی بناء پر عائد کی جائے۔ جیسے: مجنون، بچے اور بے وقوف و نا سمجھ پر اُن کے اپنے اموال میں تصرّف کرنے پر اُن کی اپنی مصلحت کی خاطر پابندی لگانا کہ وہ اپنے مال میں تصرف نہیں کرسکتے۔

یا یہ پابندی کسی دوسرے کی مصلحت کی غرض سے ہو۔ جیسے: قرضہ دینے والوں کی مصلحت کی خاطر، مفلس (کنگال) مقروض پر اسکے اپنے مال میں تصرف کرنے پر پابندی لگانا، یا جس کے پاس کچھ گروی رکھوا کر قرض لیا گیا ہو اُس کی مصلحت کی خاطر گروی رکھنے والے پر پابندی لگانا کہ وہ اپنی گروی رکھی ہوئی چیز میں کوئی تصرف نہیں کرسکتا، یا پھر ورثاء کی مصلحت کی خاطر مرض الموت میں مبتلا مریض پر اس کے اپنے مال میں ثلث (تیسرے حصہ) کی وصیت کرنے پر پابندی لگانا۔

مذکورہ پانچ اوصاف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عاقد کی اہلیت و نااہلی کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

نوٹ: اہلیت رکھنے والے عاقد میں ان پانچوں اوصاف کا ہونا ضروری ہے، اگر ان میں سے ایک وصف بھی مفقود (موجود نہ) ہوا تو عاقد شرعی اعتبار سے نا اہل قرار پائے گا۔ اور اسے اپنے مال میں خرید و فروخت و تصرّف کی اجازت نہیں ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرفین کی اہلیت سے متعلقہ چند ضروری وضاحتیں

نابالغ بچہ کی طرف سے سودا (خرید وفروخت) کرنے کا حکم

○ اگر نابالغ بچہ "ممیز" ہو یعنی صحیح اور غلط میں فرق کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اُس کا اپنے مال میں تصرّف کرنا اپنے سرپرست کی اجازت سے درست ہے۔ (سرپرست کی اجازت شرط ہے)۔ اور یہی رائے راجح اور دلائل کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے، کیونکہ:

○ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نابالغ بچہ کی جائداد، کاروبار و ملکیت اُس کی بلوغت سے پہلے اُس کے حوالہ کرنے سے منع فرمایا ہے الا یہ کہ اُس کا امتحان لیا جائے، اُسے آزمایا جائے (تھوڑا مال اُس کے سپرد کرکے، اُسے کوئی ایک آدھ سودا سونپ کے، اُس کے تصرّفات کا جائزہ لیکر دیکھا جائے) کہ وہ اس قابل بھی ہے کہ نہیں؟

ہاں اگر وہ صحیح اور غلط میں فرق کرنے کی صلاحیت رکھے اور سمجھداری کے قابل ہوجائے تو اُسے اپنے مال میں تصرّف کی اجازت ہے، اور ولی و سرپرست کی اجازت کی شرط کے ساتھ جو نقصان کے خدشات تھے وہ بھی دور ہوگئے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

{وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا} [النساء: 6]

ترجمہ: "اور یتیموں کو ان کے بالغ ہونے تک سدھارتے اور آزماتے رہو پھر اگر ان میں تم ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سونپ دو اور ان کے بڑے ہوجانے کے ڈر سے ان کے مالوں کو جلدی جلدی فضول خرچیوں میں تباہ نہ کردو مال داروں کو چاہیے کہ (یتیم کے مال سے) بچتے رہیں ہاں یتیم کا سرپرست اگر مسکین محتاج ہو تو دستور کے مطابق واجبی طرح سے کھالے، پھر جب انہیں ان کے مال سونپو تو گواہ بنالو در اصل حساب لینے والا اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نوٹ: یتیم اس بچہ کو کہتے ہیں کہ جس کے والد بلوغت سے پہلے فوت ہو جائیں۔

- بچہ کو بالغ ہونے سے پہلے مالی تصرّفات کی اجازت عموماً اسوجہ سے نہیں دی جاتی کیونکہ اُس میں صحیح اور غلط کی پہچان، ان میں فرق کرنے کی صلاحیت اور معاملات کی مناسب سمجھ بوجھ نہیں ہوتی، لہٰذا اگر بچہ میں یہ علتِ ممانعت موجود نہ ہو اور مطلوبہ صلاحیت موجود ہو تو ممانعت کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی، اور پھر ولی وسرپرست کی اجازت کی شرط بھی اس منفی احتمال کو ختم کر دیتی ہے۔

کیا ایک ہی شخص ایک ہی وقت میں خریدار اور فروخت کنندہ ہو سکتا ہے؟

اس مسئلہ کی وضاحت کچھ اس طرح سے ہے کہ ایک شخص کسی کو خرید وفروخت کے سلسلہ میں اپنا وکیل مقرر کرتا ہے:

- اب اگر وہ وکیل اپنے مؤکل کی طرف سے کسی چیز کو خریدنے کا پابند ہے تو وہ وکیل خود اس مطلوبہ چیز کو اپنے مؤکل کو بیچتا ہے، یعنی وہ خود وکیل بن کر اپنے مؤکل کی طرف سے اُسے خرید بھی رہا ہے اور خود فروخت کنندہ بن کر اُسے بیچ بھی رہا ہے۔
- اس کے برعکس اگر وہ وکیل اپنے مؤکل کی طرف سے کسی چیز کو بیچنے کا پابند ہے تو وہ وکیل خود اس مطلوبہ چیز کو اپنے مؤکل سے خرید لیتا ہے، یعنی وہ خود وکیل بن کر اپنے مؤکل کی طرف سے اُسے بیچ بھی رہا ہے اور خود خریدار بن کر اُسے خرید بھی رہا ہے۔

مذکورہ دونوں صورتوں کو آسان الفاظ میں یوں سمجھئے کہ:

ایک وکیل جو اپنے مؤکل کی طرف سے اس کی چیز بیچنے والا ہو تو کیا وہ اُسے اپنے لئے خرید سکتا ہے؟ یا وہ جو اپنے مؤکل کی طرف سے کوئی چیز خریدنے والا ہو تو کیا اپنی چیز اُسے بیچ سکتا ہے؟

یا اسکی تیسری صورت یہ ہے کہ: اُس وکیل کو اُس کا مؤکل ایک چیز مثلاً ایک زمین بیچنے کا حکم دیتا ہے، اور اُس کا دوسرا مؤکل اُسے ایک زمین خریدنے کا حکم دیتا ہے تو وہ اُسی زمین کو (اپنے ایک مؤکل کے لئے) بیچتا بھی ہے اور اُسی زمین کو (اپنے دوسرے مؤکل کے لئے) خریدتا بھی ہے، اس طرح وہ اپنے دونوں مؤکلین کی طرف سے اُس ایک ہی زمین کا (وکیل ہونے کی حیثیت سے) خریدار بھی ہے اور فروخت کنندہ بھی۔

اس مسئلہ میں اہلِ علم میں سے کچھ جواز (جائز ہونے) اور کچھ عدمِ جواز (ناجائز ہونے) کی رائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہیں، جبکہ درست وقوی رائے یہی ہے کہ ایسا کرنا وکیل کے لئے جائز و درست ہے بشرطیکہ:

○ وکیل بازاری قیمت (Market Value) سے بہتر ڈیل اپنے مؤکل کو فراہم کرے۔ یعنی اگر وہ اپنے مؤکل سے خود خرید رہا ہے تو اُسے بازاری قیمت (Market Value) سے زیادہ میں خریدے اور اگر اپنے مؤکل کو اپنے پاس سے بیچ رہا ہے تو بازاری قیمت (Market Value) سے کم قیمت میں اُسے بیچے، تاکہ وکیل دھوکہ کی تہمت سے بری ہو سکے۔

○ یا پھر اپنے مؤکل کو معاملہ کی مکمل معلومات فراہم کرے اور سب کچھ اس کی اجازت و مرضی سے کرے۔

نوٹ: مذکورہ دونوں باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنا لازم ہے وگرنہ وکیل کا عمل ناجائز اور قابلِ مذمت و گرفت ہوگا۔

مسئلہ مذکورہ میں جواز کی بنیادی دلیل یہ مستقل قاعدہ وضابطہ ہے کہ:

معاملات، لین دین وخرید وفروخت میں قاعدہ یہ ہے کہ وہ جائز ہے سوائے اس کے کہ جس کی حرمت شریعت بیان کرے، لہٰذا ایک ہی وقت میں وکیل کا بائع و مشتری ہونا بیان کردہ تفصیل کے مطابق جائز ہے کیونکہ اس کی حرمت شریعت سے ثابت نہیں ہے اور جہاں تک دھوکہ کے امکان کا تعلق ہے تو وہ مذکورہ شروط سے دور ہو جاتا ہے۔ یا یوں کہہ لیں کہ جہاں تک مذکورہ شروط کا تعلق ہے تو وہ اسلیے لگائی گئیں تاکہ دھوکہ کا امکان ختم ہو جائے۔

خریدی وفروخت کی جانے والی چیز شرعی اعتبار سے خرید وفروخت کے قابل ہو

یعنی وہ پاک ہو، حلال ہو اور شرعی طور پر نفع بخش ہو۔

الغرض ثمن (قیمت) مثمن (سامان) دونوں شرعی اعتبار سے تین اوصاف سے متصف ہوں:

پاک ہوں اور حلال ہوں اور عام حالات میں شرعی طور پر اُس سے فائدہ بھی حاصل کیا جاسکتا ہو، کیونکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناپاک حرام اور جن سے عام حالات میں شرعاً فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا اُن کی خرید وفروخت ہر حال میں حرام ہے، جیسے شراب، مردار، خنزیر وغیرہ۔

(عام حالت سے مراد عمومی یعنی غیر اضطراری حالات ہیں، کیونکہ اضطرار و مجبوری میں کچھ چیزیں عارضی طور پر جائز ہو جاتی ہیں)۔

نوٹ: مذکورہ تینوں اوصاف (پاک ہونا، حلال، ہونا اور جائز نفع بخش ہونا) ان میں سے اگر ایک وصف بھی مفقود ہوا تو اس چیز کی خرید وفروخت شریعتِ مطہرہ میں جائز نہیں ہے۔

اس حوالے سے ایک اور مستقل قاعدہ ہے کہ:

"تمام حلال و پاک اشیاء کی خرید وفروخت مطلقاً جائز ہے، اسی طرح جن اشیاء سے نفع و فائدہ اٹھانا شرعاً صحیح و درست ہو تو ان کی خرید وفروخت بھی درست ہے سوائے اُن صورتوں میں جن میں شریعتِ مطہرہ نے دیگر حکمتوں و مقاصد کے پیشِ نظر اُن کی خرید وفروخت کو جائز قرار نہیں دیا۔

جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے کہ:

یقیناً اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب (خمر)، مردار، خنزیر اور بت و مورتیوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے، کہا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! مردہ جانور کی چربی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں (یعنی کیا اس کی بیع بھی حرام ہے؟) جن کے ذریعہ لکڑی کی کشتیوں کی پیوند کاری کی جاتی ہے اور کھالوں کو دھن دیا جاتا ہے (تا کہ وہ نرم پڑ جائیں) اور لوگ اُن کے ذریعہ روشنی حاصل کرتے ہیں۔؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: نہیں وہ (چربی کی خرید وفروخت) بھی حرام ہے پھر اس وقت رسولِ اکرم ﷺ نے (تین مرتبہ) یہ فرمایا کہ: اللہ یہودیوں کو ہلاک و برباد کرے جن پر اللہ تعالیٰ نے چربیوں کو حرام قرار فرمایا مگر اُنہوں نے (اُسے خود تو استعمال نہیں کیا بلکہ) اسے پگھلایا، پھر اُسے بیچا اور اُس کی قیمت کھا گئے"۔ [1]

[1] صحیح البخاري: باب بیع المیتة والأصنام، (1212)، صحیح المسلم: باب تحریم بیع الخمر (1581)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: یقیناً جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر کسی چیز کے کھانے کو حرام فرما دیتا ہے تو اُس قوم پر اُس کی قیمت (کمائی) کو بھی حرام فرما دیتا ہے، (یعنی اُسے بیچنا اور بیچ کر اُس کی قیمت کھانا بھی حرام ہے)۔①

اور شراب کے بارے میں آپ ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:

بے شک جس اللہ تعالیٰ نے شراب کے پینے کو حرام قرار دیا ہے اُس نے اُس کی خرید وفروخت، تجارت وکاروبار کو بھی حرام قرار دیا ہے②

نوٹ: گذشتہ حدیث میں میتہ یعنی وہ حلال خشکی کا جانور جو بغیر ذبح کیے مر جائے اسے حرام قرار دیا گیا ہے لیکن دوسری روایات میں کچھ چیزیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جیسے:

○ جراد یعنی ''ٹڈی'' کا استثناء موجود ہے کہ جس کا کھانا، استعمال اور بیع بھی حلال ہے، ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ چھے یا سات غزوات میں شرکت کی جن میں ہم آپ ﷺ کے ساتھ ٹڈی کھاتے رہے''۔③

○ اسی طرح مردہ جانور کی کھال کو رنگ دیا جائے تو اسے بھی استعمال اور خریدا و بیچا جاسکتا ہے جیسا کہ حدیث میں اس کا استثناء موجود ہے، البتہ بغیر رنگے مردہ جانور کی کھال بالاتفاق ناپاک ہے۔

○ اسی طرح اس کے وہ اجزاء جن پر زندگی اثر نہیں کرتی وہ بھی اس حرمت سے مستثنیٰ ہیں، جیسے بال، اون وغیرہ کا استعمال اور خرید وفروخت بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ اُنہیں جسم سے لگی کھال یعنی جڑ سے الگ کر دیا

① سنن أبي داؤد: باب في ثمن الخمر والميتة، (3488) وصححه الشيخ الألباني في "غاية المرام" (318)

② :

③ صحيح البخاري: كتاب الذبائح والصيد، باب أكل الجراد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے ورنہ وہ پاک وجائز نہ ہوں گے۔

حرام اشیاء میں شامل دیگر امور

شریعتِ مطہرہ میں شراب، مردار، خنزیر بشمول اُس کے تمام اجزاء اور بت ومورتیوں کے علاوہ: جوا، فال نکالنے کے تمام طریقے، حلال جانور کو ذبح کرتے وقت بہایا جانے والا خون اور بے مقصد، دلفریب اور غافل کرنے والی باتوں اور کاموں کی حرمت بھی بیان کی گئی ہے"۔

○ شراب کے علاوہ دیگر منشیات اور مخدّرات کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح بتوں کے علاوہ باقی شرکیہ آلات بھی اس حرمت میں داخل ہیں۔ جب کہ بے مقصد، دلفریب اور غافل کرنے والی باتوں میں گانے، موسیقی اور اُس کے تمام آلات، گانوں اور موسیقی پر مشتمل آڈیو، ویڈیو کیسٹیں، سی ڈیز، فحاشی وعریانیت پر مشتمل رومانوی ناول، فحش لٹریچر سب شامل ہیں، جبکہ جادو اور علمِ نجوم کی تعلیم پر مبنی کتابیں اور اسی طرح تمام باطل افکار ونظریات پر مشتمل کتب، مذکورہ تمام اشیاء کی تجارت حرام ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر اُس چیز کی بیع جو شرعی اعتبار سے ناپاک ہو یا حرام ہو یا عام حالات میں اُن سے شرعی طور پر فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا تو وہ جائز ودرست نہیں ہے ان سے کُلی اجتناب کرنا ہر مسلم پر واجب ہے۔

مال وزر فروخت کنندہ وخریدار کی ملکیت میں ہو

اس شرط سے مراد یہ ہے کہ: کسی بھی شخص کا کسی متعین شیئ پر مکمل ملکیت واختیار حاصل کرنے سے پہلے اس کا سودا کرنا جائز ودرست نہیں ہے، اور اس ملکیت کے حکم میں مال اور زر دونوں شامل ہیں یعنی خریدنے والے کا مال اُس کی ذاتی ملکیت ہو اور اُسے اس میں تصرّف کا اختیار ہو اور بیچنے والے کا سامان اُس کی ذاتی ملکیت میں ہو اور اُسے اس میں تصرّف کا اختیار ہو۔

ہمارے معاشرے میں یہ بات بہت عام ہے کہ لوگ اس چیز کا سودا طے کر لیتے ہیں جو سودے کے وقت اُن کی ملکیت میں نہیں ہوتی یعنی انہوں نے اُسے خریدا ہی نہیں ہوتا بلکہ اُن کا مقصد بعد میں مارکیٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے خرید کر اسے خریدار تک پہنچانا ہوتا ہے جو کہ شرعاً ایک ناجائز عمل ہے، کیونکہ اس میں نقصان کے کافی احتمالات ہیں، جیسے: اُس چیز کا مارکیٹ سے ہی ختم ہو جانا، جس قیمت پر اُس نے سودا کیا ہو وقتِ خرید یا فروخت اُس کی قیمت کا بڑھ جانا وغیرہ وغیرہ، اور پھر اس کے نتیجہ میں تنازع، نفرت، عداوت وفساد بھی ہو سکتا ہے، لہٰذا مال وزر، عزت وجان کی حفاظت کی خاطر شریعت ایسے کاموں سے سختی سے روکتی ہے۔

قرآن حکیم میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ [النساء:29]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، درست صورت یہ ہے کہ باہمی رضا مندی سے آپس میں تجارت (لین دین) ہو۔“

اور باطل طریقے سے مال کھانے کی صورتوں میں سے ایک یہ مذکورہ صورت بھی ہے۔

اسی طرح یقیناً کوئی شخص بھی اس بات پر راضی نہیں ہوگا کہ کوئی دوسرا اُس کے مال میں تصرّف کرے اور اُسے بیچ ڈالے۔ اسی طرح صورتِ ہٰذا میں بھی بیچنے والا درحقیقت کسی دوسرے کے مال کو جو ابھی اِس کی ملکیت میں نہیں آیا اُسے بیچ رہا ہے جو مالِ غیر میں تصرّف کے مترادف ہے۔

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: میرے پاس ایک آدمی آتا ہے جو مجھ سے ایسی چیز کا سودا کرنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی۔ کیا میں اُس چیز کا اس سے سودا کر لوں پھر وہ چیز بازار سے خرید کر اسے دے دوں؟ تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: جو چیز تمہارے پاس (یعنی تمہاری ملکیت میں، یا قدرت و اختیار میں) موجود نہیں اُسے فروخت نہ کرو“۔ [1]

نوٹ (الف): خرید وفروخت کی جانے والی شے دو قسم کی ہوتی ہے

---

[1] سنن أبي داؤد: كتاب الإجارة، باب في الرجل يبيع ماليس عنده (صحيح) سنن نسائي: 4617 باب بيع ماليس عند البائع

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❶ کبھی تو متعیّن ومحدود ہوتی ہے، جسے دیکھا جاسکتا ہو، جیسے کوئی کہے کہ: میں تمہیں یہ گاڑی جو اُس کی نظروں کے سامنے ہو، جو Honda کمپنی کی ہے جس کا نام Civic ہے اسے بیچتا ہوں۔

❷ اور کبھی وہ شے متعین نہیں ہوتی بلکہ اس کی مخصوص قسم کی صفات واضح ہوتی ہیں، لیکن وہ شے نہ ہی سامنے ہوتی ہے اور نہ ہی اُسے دیکھا جاسکتا ہے، جیسے کوئی کہے کہ میں تمہیں فلاں صفات والی گاڑی بیچتا ہوں۔

گزشتہ سطور میں ذکر کردہ روایت میں سیدنا حزام رضی اللہ عنہ کے سوال سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کا سوال پہلی قسم سے تھا یعنی متعین شے کے سودے کے حوالہ سے تھا، جس کا معنی ہے کہ اگر خرید وفروخت کی جانے والی چیز متعیّن ہو تو ایسا سودا ملکیتِ کاملہ سے پہلے جائز نہیں۔

مسئلہ بیع السلم یا بیع السلف

لیکن اگر چیز کے تعیّن کی بجائے اُس کی مخصوص صفات بیان ہوں اور بیچنے والا اسے مستقبل کی ایک خاص مدّت کے اندر (جس میں فریقین کا اتفاق طے پائے) مہیّا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ اُس کی مکمل قیمت پیشگی ادا کردی جائے تو یہ سودا جائز ہے جسے شرعی اصطلاح میں بیع السلم یا بیع السلف کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ البقرۃ، آیۃ نمبر: 282 اور صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیث کی روشنی میں بیع سلم یا سلف صحیح ودرست ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے کہ: تم میں سے جو بھی بیع سلف (سلم) کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہئے کہ وہ معلوم ومتعین وزن وپیمانے (یعنی معلوم صفات) اور معلوم ومتعیّن مدّت کے ساتھ کرے۔[1]

بیع سلم یہاں ہمارا موضوع نہیں، لہٰذا بیع سلم میں راٴس المال اور مسلم فیہ والیہ وغیرہ سے متعلق

---

[1] صحيح البخاري: كتاب السلم، باب السلم في وزن معلوم.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرائط واحکامات ودیگر تفصیل اس کے اپنے مقام پر دیکھی جاسکتی ہے، یہاں مذکورہ شرط کے حوالہ سے جو ضروری وضاحت تھی وہ کردی گئی ہے۔①

یہاں یہ بھی معلوم ہو کہ اگر قیمت و مال دونوں ہی ادھار پر ہوں، تو یہ "بیع الکالی بالکالی" ہوجائیگی جو شرعاً ناجائز ہے۔

نوٹ (ب): مذکورہ شرطِ ملکیت کے حکم سے چار قسم کے لوگ مستثنیٰ ہیں

یعنی چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جو مالک تو نہیں بلکہ مالک کے قائم مقام تصور کیے جاتے ہیں اور وہ ملکیت کی شرط سے اسطور سے مستثنیٰ ہیں کہ وہ مال وزر میں ذاتی ملکیت رکھے بغیر ہی کچھ شروط و قیود کے ساتھ خرید وفروخت اور تصرّف کے مجاز ہیں، اور وہ درجِ ذیل ہیں:

وکیل (Agent)۔ وصی۔

ناظر (نگہبان، Supervisor)۔ ولی (سرپرست Guardian)۔

ان چاروں کی مختصراً وضاحت درجِ ذیل ہے:

وکیل (Agent): وہ شخص جسے مالک کی طرف سے اُس کی زندگی میں اُس کے مال میں تصرّف کی اجازت واختیار دیا گیا ہو، یا: جو اپنے مالک کی طرف سے کسی متعین چیز کی خریداری یا فروخت کے لئے مقرر ہو۔

جیسے مینیجر، بروکر اور ایجنٹ وغیرہ، مثال کے طور پر مالک ایک شخص کو اپنی کوئی جائداد، یا گاڑی وغیرہ دیکر اُسے اس کے بیچنے کی ذمہ داری سونپ دے۔ وہ شخص مالک کی طرف سے اس کی متعین چیز کا وکیل ہوگا اور اسکی بیع بھی درست ہوگی۔

① بیع السلم اور سلف کے حوالے سے مکمل بحث "البیان" کی اس خصوصی اشاعت میں موجود ہے جسے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وصی: وہ شخص جسے مالک کے اپنے مکمل مال کے ثلث (تیسرے حصے) میں کی ہوئی وصیت میں، اس کی موت کے بعد تصرّف کی اجازت واختیار دیا گیا ہو۔

یہ بھی عرفِ عام میں وکیل ہی ہوتے ہیں لیکن انہیں عربی میں وصی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ وصیت کے مال میں تصرف کا اختیار رکھتے ہیں۔ جیسے ایک شخص اپنے ثلث المال میں سے کسی خاص مصرف مثلاً فی سبیل اللہ کی مد میں پیسہ دینا چاہتا ہو اور وہ کسی خاص شخص کو اپنا وصی مقرر کرے تو وہ وصی، وصیت کئے گئے مال کو فی سبیل اللہ کے مصارف میں سے کسی بھی مناسب مصرف میں خرچ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

ناظر (نگہبان Supervisor): اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی بھی وقف (Endowment) وٹرسٹ پر نگہبان وذمہ دار بنایا گیا ہو۔ ①

اب اس وقف کا نگہبان، ذمہ دار (Supervisor) اس میں مطلوبہ ہدف کی تکمیل کے تصرّفات کا اختیار رکھتا ہے، جیسے ایک شخص اپنے کسی گھر کو فقراء ومساکین کے لیے وقف کردیتا ہے اور اس کے معاملات دیکھنے کی ذمہ داری عبد اللہ کو سونپتا ہے تو عبداللہ کو اس میں مطلوبہ مقصد کی تکمیل کے لئے تصرّف کا اختیار حاصل ہے۔

ولی (سرپرست، Guardian):

ولایت (سرپرستی) کی دو قسمیں ہیں: ولایتِ عامہ اور ولایتِ خاصہ۔

ولایتِ عامہ سے مراد: حکمران کی ولایت ہے، جیسے ملک کے وہ اموال، اراضی واملاک کہ جن کا کوئی مالک نہیں اُن کی ملکیت وتصرّف کا اختیار حکومت کے پاس ہوتا ہے، اسی طرح اس یتیم کے اموال واملاک کہ جس کا کوئی خاص ولی وسرپرست نہیں، اُن کی ولایت بھی حاکم کے پاس ہوتی ہے۔

① وقف سے مراد:

ذاتی ملکیت کی کوئی بھی منافع بخش شے جیسے جائداد، کاروبار، فیکٹری، پیسہ یا کوئی بھی مد جسے کسی خاص مقصد کے لئے مقرر ومتعیّن کیا گیا ہو۔ جیسے کوئی شخص اپنی جائداد میں سے کسی ایک حصہ کو ہمیشہ یا کسی خاص مدّت تک کے لئے فقراء، یتیموں وبیواؤں کی کفالت یا دیگر خیری معاملہ کے لئے مختص کردے، یا اس جائداد کو استعمال میں لاتے ہوئے اس سے حاصل ہونے والے منافع کو مختص کردے وغیرہ، الغرض وقف کا بہت وسیع مفہوم ہے جو چھوٹی سطح سے لیکر بڑی سطح تک جاسکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ولایت خاصہ سے مراد: وہ ولایت ہے جو یتیم کے کسی خاص ولی و سرپرست کی ہوتی ہے، جیسے چچا کی ولایت اس کے یتیم بھتیجے پر۔ ایسی صورت میں یتیم اور اس کے مال کی کفالت اور سرپرستی اس کے خاص ولی کی ذمہ داری ہے جسے شریعت یتیم کے مال میں جائز و حلال طریقہ سے اس وقت تک تصرّف کی اجازت دیتی ہے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے یا ممیز یعنی صحیح اور غلط میں فرق پہچاننے والا نہ ہو جائے۔

ولی اور وکیل میں فرق

مذکورہ چاروں صورتوں میں ذمہ داران کو ملکیت نہ ہونے کے باوجود تصرّف کا اختیار ہوتا ہے لیکن پہلی تین صورتیں وکالت ہیں جن میں تصرف کا اختیار مالک کی طرف سے حاصل ہوتا ہے جبکہ چوتھی صورت میں یعنی ولی کو تصرّف کا اختیار شریعت کی طرف سے حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

خریدی ہوئی چیز کو قبضہ میں لینا اور قبضہ سے قبل اُسے فروخت نہ کرنا

خرید و فروخت کی شرائط میں سے ایک اہم و بنیادی شرط جس سے آج عوام الناس بالخصوص کاروباری و تاجر حضرات بہت غفلت برتتے ہیں وہ کسی بھی شیئ کی ملکیت حاصل کرنے کے بعد اُس کے قبضہ و انتقال (نقل و حمل) سے قبل ہی خریدی ہوئی شے کا آگے سودا کر دینا یعنی اُسے بیچ دینا ہے جو شرعی لحاظ سے ناجائز عمل ہے۔

لہٰذا پہلے خریدا ہوا مال قبضہ میں لیں اور پھر اُسے خریدی ہوئی جگہ سے کسی دوسری جگہ منتقل کریں اور پھر اُسے آگے جہاں چاہیں فروخت کریں، قبضہ سے پہلے اور خریدی ہوئی جگہ پر بیچنا دونوں ہی شرعاً ممنوع و ناجائز ہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''جو شخص غلہ خریدے، تو اُسے اس وقت تک فروخت نہ کرے جب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تک کہ وہ پوری طرح اُسے اپنے قبضہ میں نہ کر لے''۔ ①

اسی طرح صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غلہ خریدتے تو ہمارے پاس (آپ ﷺ کی طرف سے) ایک شخص کو بھیجا جاتا جو ہمیں حکم دیتا کہ ہم اُسے بیچنے سے پہلے خریدی ہوئی جگہ سے اُٹھا کر کسی دوسری جگہ منتقل کر لیں''۔ ②

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدی ہوئی جگہ پر فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ تاجر اُسے اپنے مقامات پر منتقل کر لیں''۔ ③

قبضہ سے قبل فروخت کی ممانعت کی علت وسبب

یہ عمل آج اتنا عام ہو گیا ہے کہ درآمد کی جانے والی اشیاء ملک میں آتے آتے کئی جگہ فروخت ہو چکی ہوتی ہیں، جو اسلامی شریعت میں ایک مذموم عمل ہے۔

- اس کے دنیاوی نقصانات میں سے اہم ترین نقصان یہ ہوتا ہے کہ چونکہ وہ منزل تک پہنچتے پہنچتے کئی ہاتھوں میں فروخت ہو چکی ہوتی ہے اس لئے جب وہ گھر میں پہنچتی ہے تو اُس کی انتہائی مہنگی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے جس کی وجہ سے مارکیٹ میں چڑھاؤ آتا ہے جو غریب ومتوسط طبقہ کے لئے بالخصوص ظلم کے مترادف ہے۔

- اور دوسرا بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ باربرداری کے شعبہ سے وابستہ مزدوروں کا روزگار متاثر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکمت وبصیرت، دوراندیشی اور عدل وانصاف پر مشتمل اسلامی شریعت اس

①

②

③

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمل کی بلکہ ہر اُس عمل کی سختی سے مذمت کرتی ہے جو عدل وانصاف کے تقاضوں پر پورا نہ اترے، بلکہ معاشرے میں موجود متوسط اور غریب افراد پر ناحق بوجھ اور ظلم وزیادتی کا باعث بنے۔

○ گذشتہ اسباب کے علاوہ شریعت میں اس کی حرمت کا بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ یہ بیع الغرر (Uncertainty) اور جہالت، ودھوکہ) میں سے ہے اور بیع الغرر سے رسول اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

بیع الغرر سے مراد وہ بیع ہے جس میں کسی بھی لحاظ سے جہالت (لاعلمی)، یا دھوکہ کا عنصر موجود ہو، یا جس میں بیچی یا خریدی جانے والی چیز کا ذریعہ حصول معلوم نہ ہو یا اس کی حقیقت یا مقدار معلوم نہ ہو۔ ①

اور جب تک انسان کے قبضہ میں مال نہیں آجاتا اس وقت تک اس کی حقیقت مجہول ہی کے حکم میں ہے جو کہ غرر ہے، اور غرر اس طور پر بھی ہے کہ قبضہ سے قبل فروخت کرنے والا اگر اُسے سستی قیمت میں بیچتا ہے اور خریدار کو وہ چیز حاصل ہو جاتی ہے تو وہ فائدہ مند ہو گا وگرنہ نقصان میں، اور فائدہ ونقصان کے درمیان یہی خدشہ وخطرہ غرر ہے۔

○ اس کے علاوہ اس میں سود کی مشابہت بھی پائی جاتی ہے، جیسا کہ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اس کی ممانعت کی علّت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ذاک دراھم بدراھم والطّعام مرج" کہ "یہ درہم کے بدلے درہم کا لین دین ہے جبکہ (خریدا ہوا بغیر قبضہ میں لیا) غلہ وہیں اپنی جگہ موجود ہے"۔ ② یعنی یہ سودا ایک طرح سے نقدی کا لین دین ہی ہے، جیسے کسی نے ایک لاکھ میں غلّہ خریدا اور اسے اپنے قبضہ میں لئے بغیر اور منتقل کیے بغیر وہیں ایک لاکھ دس ہزار میں بیچ دیا گویا ایک لاکھ کی نقدی کے بدلہ دس لاکھ کی نقدی کا سودا کر کے منافع کمایا۔

○ امام ابنِ قیم رحمہ اللہ نے اس حوالہ سے انتہائی مفید گفتگو فرمائی ہے، آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ عمل ممنوع اس لئے ہے کہ: خریدار کا خریدی ہوئی چیز پر اُسے منتقل کیے بغیر نہ تو قبضہ مکمل ہوا ہے اور نہ ہی فروخت کنندہ سے تعلق مکمل طور پر ختم ہوا ہے، لہٰذا جب فروخت کنندہ کو یہ معلوم ہو گا کہ اُس سے خرید

---

① بیع الغرر سے متعلق تفصیل ہمارے گذشتہ مضمون "دینِ اسلام میں خرید وفروخت کے اصول وضوابط" میں دیکھی جا سکتی ہے

② رواہ البخاري (2132) ومسلم (1525)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر آگے فروخت کرنے والے کو اس سے خوب نفع حاصل ہو رہا ہے تو وہ قبضہ دینے میں حیل وحجت سے کام لے گا یا پھر وہ سودا ختم بھی کر سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ سودا ختم کرنے کے لئے بات تنازع تک اور پھر عداوت ودشمنی تک جا پہنچے جیسا کہ واقعات اس کے شاہد ہیں۔ چنانچہ حکمت پر مبنی شریعتِ کاملہ کی یہ خوبی ہے کہ اس نے خریدار پر یہ شرط عائد کردی ہے کہ وہ خریدی گئی چیز پر اس وقت تک کوئی تصرّف نہ کرے جب تک اُسے فروخت کنندہ سے لیکر اپنے قبضہ میں نہ لے لے اور فروخت کنندہ سے اس کا مکمل تعلق ختم نہ ہو جائے، تاکہ وہ سودا فسخ (ختم) کرنے یا قبضہ نہ دینے کا سوچ بھی نہ سکے۔ یہ وہ حکمتیں اور فوائد ہیں جن کو شارع نے نظر انداز نہیں کیا، یہاں تک کہ شریعت کا علم نہ رکھنے والے تاجر وکاروباری حضرات بھی اُنہیں تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں بھی ایک طرف مصلحت اس کی متقاضی ہے اور دوسری طرف معاملات میں موجود فساد وخرابیوں کا خاتمہ بھی اسی طرح ممکن ہے۔ [1]

نوٹ: بعض اہلِ علم کے نزدیک مکمل قبضہ کے لئے خریدی گئی شے کا کسی دوسری جگہ منتقل کرنا ضروری نہیں بشرطیکہ فروخت کنندہ کی طرف سے خریدار کو خریدی گئی شے میں تصرّف کا مکمل اختیار حاصل ہو اس طور پر کہ: خریدی گئی چیز کا نفع بھی اور نقصان کی ذمہ داری بھی دونوں خریدار کی طرف منتقل ہو جائیں۔ کیونکہ عموماً خریدار کے قبضہ میں آنے تک خریدی ہوئی چیز کی ذمہ داری فروخت کنندہ (بیچنے والے) کی ہوتی ہے اور اُسے خریدار تک صحیح وسالم بحفاظت پہنچانا فروخت کنندہ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

اوران لوگوں کی دلیل رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ”لاٗ رِبحَ مَاٗ لم یضمَنَ“ [2]
کہ ”اُس چیز کا منافع جائز ہی نہیں کہ جس میں نقصان کی ذمہ داری نہ لی گئی ہو“۔

اس روایت کی روشنی میں ان کا کہنا ہے کہ قبضہ سے قبل فروخت کی ممانعت کی علّت نقصان کا خدشہ ہے اور جب نقصان کی ذمہ داری خریدار کی طرف منتقل ہوگئی تو علّتِ ممانعت بھی ختم ہوگئی لہٰذا اس صورت میں قبضہ ومنتقلی سے قبل فروخت کرنا جائز ہوا۔

---

[1] تھذیب: ج5، ص: 137

[2] جامع الترمذي: كتاب البيوع، باب ما جاء في كراهية ماليس عندك (امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ استدلال درج ذیل وجوہات کی بناء پر درست نہیں:

○ امام ابن قیّم رحمہ اللہ ان کی بیان کی ہوئی علّت کی تردید اور نقصان کی ذمہ داری خریدار کی طرف منتقل ہونے کے باوجود اسے ناجائز قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس کی علت (کے تعین) نے بعض فقہا کو مشکل میں ڈال دیا ہے، حالانکہ یہ شریعت کے محاسن میں سے ہے کہ جب پوری طرح قبضہ نہیں ہوگا اور فروخت کنندہ (بیچنے والے) کا اس سے تعلق ختم نہیں ہوگا تو وہ مشتری (خریدنے والے) کو فائدہ ہوتا دیکھ کر معاملہ منسوخ کرنے اور قبضہ نہ دینے کا لالچ کرے گا۔ اور اگر قبضہ دے گا بھی تو آنکھیں بند کر کے اور نفع سے محرومی کا افسوس لئے ہوئے دے گا، چنانچہ اس کا نفس ادھر ہی متوجہ رہے گا، اس کا طمع ختم نہیں ہوگا، یہ مشاہدے سے ثابت ہے، لہٰذا یہ شریعت کا کمال اور خوبی ہے کہ خریدار جب تک چیز کو حاصل نہ کر لے اور وہ اس کی ذمہ داری میں نہ آجائے، اُس سے حصولِ نفع ممنوع ہے تاکہ فروخت کنندہ سودا منسوخ کرنے سے مایوس ہوجائے اور سودے سے اُس کا تعلق ختم ہوجائے''۔ (1)

○ ممانعت سے متعلقہ فرامین رسول ﷺ بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں جن میں فروخت کرنے سے پہلے خریدی ہوئی شے کے قبضہ اور اُسے منتقل کرنے کو شرط قرار دیا گیا ہے۔

○ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی کے قائل وفاعل تھے جیسا کہ ممانعت کے تحت مذکورہ روایات سے ظاہر ہے۔

○ قبضہ وانتقالِ ملکیت کے بغیر فروخت کرنے میں غرر ہے۔

○ قبضہ وانتقالِ ملکیت کے بغیر فروخت کرنا سود کے لین دین کے مشابہ ہے جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ذکر کیا گیا۔

نوٹ: صحیح قول کے مطابق خریدی گئی چیز کو فروخت کرنے سے پہلے اس کے قبضہ ونقل وحمل کا حکم صرف غذائی اجناس کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس میں وہ تمام اشیاء داخل ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوسکتی ہیں، جیسا کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے جس میں غلے کی بجائے سامان کا تذکرہ ہے۔

(1) تهذيب: ج5، ص 153، 154

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البتہ وہ اشیاء جن کی نقل وحمل ممکن نہیں : جیسے اراضی اور مکانات وغیرہ، ان میں قبضہ کا معنی صرف اتنا ہے کہ ہر قسم کی واجبی وکاغذی کاروائی کو مکمل کیا جائے اور فروخت کنندہ تمام رکاوٹیں دور کر کے خریدار کو تصرف کا پورا موقع فراہم کر دے۔ اسی طرح جو اشیاء ہاتھوں ہاتھ لے کر قبضہ کی جاتی ہیں جیسے کرنسی نوٹ، وغیرہ تو ان کا قبضہ یہ ہے کہ ان کو ہاتھوں میں وصول کر لیا جائے۔

خریدی وفروخت کی جانے والی شے سے متعلق مکمل علم رکھنا

خرید وفروخت کی شرائط میں آخری شرط یہ ہے کہ: جس چیز کو خریدا یا فروخت کیا جا رہا ہے، اس سے متعلقہ مکمل علم فریقین (خریدار وفروخت کنندہ) کو حاصل ہو۔

1. خریدی یا فروخت کی جانے والی چیز ہے کیا؟ (جس کی معرفت زبان سے اُس کا نام لے کر یا اس کی وضاحت کے ذریعہ یا اُس کی طرف واضح اشارہ کے ذریعہ حاصل ہوگی)۔
2. مقدار یعنی وزن و پیمانہ کی معرفت۔ (اگر خرید وفروخت کی جانے والی چیز کا تعلق وزن و پیمانہ سے ہو)۔
3. صفات کی معرفت۔ (اگر خریدی وفروخت کی جانے والی چیز کا تعلق اس کی صفات کی معرفت سے ہو یا وہ چیز سامنے موجود نہ ہو)۔

مذکورہ اشیاء کی مختصر وضاحت:

مذکورہ تینوں اعتبار سے طرفین کو سودے، اُس کی نوعیت، جنس، مقدار اور مکمل صفات سے متعلقہ مکمل علم ہونا لازمی ہے، ان میں کسی بھی طرح کا ابہام، شبہ یا لاعلمی شرعی اعتبار سے بیع کو مشکوک بنا دیتی ہے، جسے شرعی اصطلاح میں'' غَرَر (Uncertainty)'' سے تعبیر کیا جاتا ہے جو شرعاً ناجائز ہے اور جس کی وضاحت سابقہ سطور میں گذر چکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلے شے کا تعین ہونا چاہئے خواہ وہ اس کا نام لیکر کیا جائے یا اس کی طرف اشارہ کر کے اور اس حوالہ سے طرفین میں سے کسی کو کسی بھی قسم کا کوئی مغالطہ یا شبہ نہ ہو ورنہ بیع درست نہ ہوگی۔

مقدار کا علم

یعنی وزن و پیمانہ کی معرفت،تو اس میں وہ تمام اشیاء شامل ہیں جن کی خرید وفروخت وزن ،ناپ تول کے حساب سے کی جاتی ہے جیسے کھانے پینے کی اشیاء اور سائل و مائل مادہ وغیرہ۔ان اشیاء کی بیع اُس وقت تک درست اور مکمل نہیں ہوسکتی جب تک کہ طرفین میں وزن ، ناپ تول کے حوالہ سے اتفاق و اطمینان نہیں ہوجاتا۔

ناپ تول اور وزن میں کمی کرنا

یہاں فروخت کنندہ کو خاص اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ جان بوجھ کر وزن یا ناپ تول میں کمی نہ کرے، کیونکہ یہ عمل دھوکہ دہی کی بدترین قسم ہے جو انتہائی بڑا گناہ ،غضب الٰہی کے نزول ، برکت کے خاتمہ اور معاشرے میں بگاڑ،فتنہ وفساد کا ذریعہ ہے،فرمانِ الٰہی ہے:

{وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ} [المطففين:1-3]

ترجمہ:''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب اُنہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں''۔

سابقہ قوموں میں قومِ شعیب علیہ السلام پر عذابِ الٰہی کے نزول کی بنیادی وجہ شرک و بدعقیدگی کے بعد یہی ناپ تول میں کمی کرنا تھا، وہ بدبخت آسودگی وامیری کے باوجود اس لعنت میں مبتلا تھے جس کا انجام اُن کی بربادی وہلاکت کی صورت میں ہوا۔

اس کے علاوہ نبی مکرم ﷺ نے کسی بھی قوم پر ظالم حکمرانوں کے تسلّط اور اس قوم کی غربت ،فقیری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور لاچارگی کا بنیادی سبب اسی قبیح عمل ناپ تول میں کمی کو قرار دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

”لم ینقصوا المکیال والمیزان إلا أخذوا بالسنین وشدة المؤنة وجور السلطان علیھم“①

ترجمہ: ”جو قوم بھی ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو اس پر قحط سالی، سخت محنت ومشقت (تنگی) اور حکمرانوں کا ظلم مسلط کردیا جاتا ہے“۔

لہٰذا ناپ تول میں کمی کرنے والا اس بات کو ہمیشہ اپنے مدِ نظر رکھے کہ وہ تھوڑے سے دنیاوی عارضی مفاد کی خاطر حقیقت میں اپنی برکت، اطمینان وسکون ختم کررہا ہے اور نہ صرف اپنی دنیا وآخرت برباد کررہا ہے بلکہ معاشرے میں عذابِ الٰہی کے نزول کا ذریعہ بھی بن رہا ہے۔

صفات کا علم

اسی طرح بیچی وخریدی جانے والی شئے سے متعلقہ صفات کی معرفت بھی اس لئے ضروری ہے تاکہ بعد میں اسے لیکر طرفین کے درمیان کسی بھی قسم کا کوئی تنازع پیدا نہ ہوجائے۔ خریدار کو چاہئے کہ خریدنے سے پہلے اُس کی مکمل صفات اچھی طرح معلوم کرلے۔ اور فروخت کنندہ کو چاہئے کہ مطلوبہ صفات کی مکمل وضاحت کرے۔

جان بوجھ کر عیب چھپانا

فروخت کنندہ کا جان بوجھ کر اپنے سامان سے متعلقہ کسی بھی صفت کو چھپانا اور خریدار سے اُسے مخفی رکھنا درست نہیں ہے، اپنے سامان میں عیب کا علم ہوتے ہوئے بھی اُسے خریدار سے چھپانا ایک نہیں کئی بڑے گناہوں کا ارتکاب ہے جیسے جھوٹ، دھوکہ دہی، فریب، کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا اور اُس نقصان کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کا وبال بھی اسی فروخت کنندہ کو حاصل ہوگا، اب اندازہ لگائیے کہ گناہوں اور نقصانات کے نا ختم ہونے والے سلسلہ کے مقابلہ میں عیب چھپا کر اپنی چیز کو بیچ کر حاصل ہونے والے

① سنن ابن ماجہ: کتاب الفتن، باب العقوبات

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فائدہ کی کتنی اہمیت باقی رہ جاتی ہے؟ سچ بول کر حاصل ہونے والا تھوڑا فائدہ دنیا و آخرت میں حاصل ہونے والی، بے برکتی، بے اطمینانی اور رسوائی و ذلت سے کہیں بہتر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''اگر وہ دونوں (فروخت کنندہ و خریدار) سچائی کو اپنائیں اور ایک دوسرے پر حقیقتِ حال واضح کر دیں تو ان کا سودا بابرکت ہوگا اور اگر دونوں نے عیب کو چھپایا اور جھوٹ کو اپنایا تو ان کے سودے سے برکت ختم کر دی جائے گی''۔ ①

بعض بیچنے والے اپنی چیز کا نقص جانتے ہوئے بھی واضح نہیں کرتے بلکہ اس کی ذمہ داری خریدار پر ڈال دیتے ہیں کہ جی آپ خود ہی دیکھ لیں، اگر بعد میں کوئی خرابی نکلی تو ہم ذمہ دار نہ ہوں گے، معلوم ہوا کہ اُن کا یہ طریقہ خلافِ شریعت ہے۔

نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: '' ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور کسی بھی مسلم کے لئے یہ حلال و جائز نہیں کہ وہ اپنی چیز میں موجود عیب کی وضاحت کئے بغیر اُس کا سودا اپنے بھائی کے ساتھ کرے''۔ ②

رسولِ اکرم ﷺ نے ایسے شخص سے بیزاری ولاتعلقی کا اظہار فرمایا ہے جو چیز کا عیب ظاہر کیے بغیر اُسے فروخت کر دیتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا غلّے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر میں داخل کیا۔ آپ کی اُنگلیوں نے گیلا پن محسوس کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے غلّے والے! یہ کیا ہے؟ اُس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس پر بارش پڑ گئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس بھیگے ہوئے غلّے کو اوپر کیوں نہ کر دیا تا کہ لوگ اسے دیکھ سکتے؟ اس

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

① صحیح البخاری: کتاب البیوع، باب ما یمحق الکذب والکتمان فی البیع

② رواہ ابن ماجہ: کتاب التجارات، باب من باع عیبا فلیبینہ

③ صحیح مسلم: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غشنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

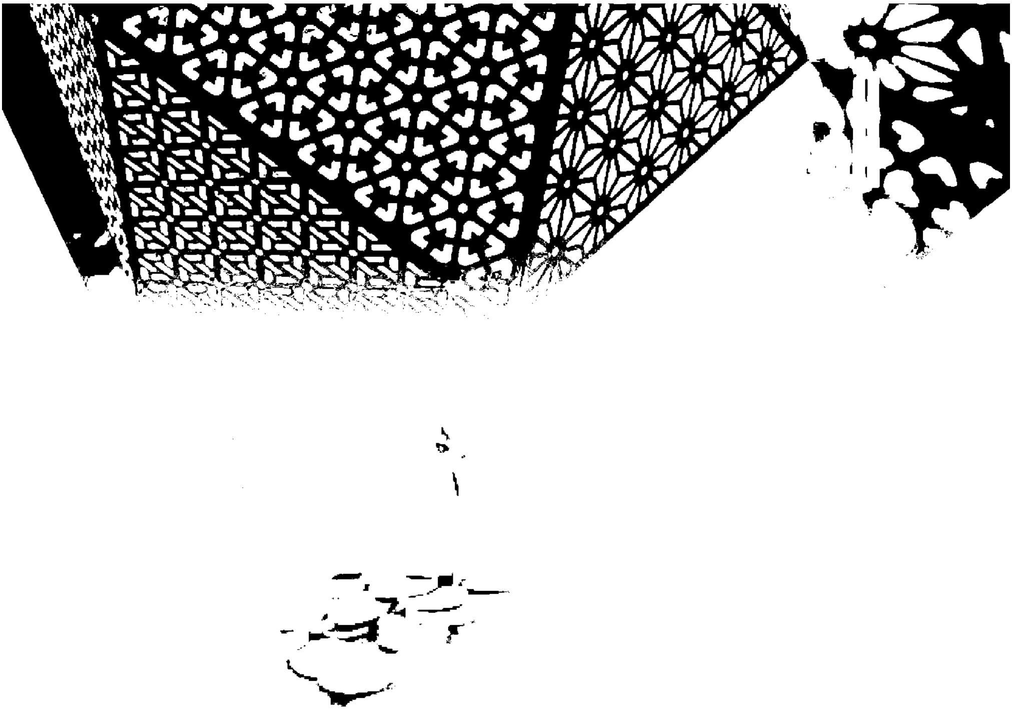

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ امر طے شدہ ہے کہ روپے پیسے میں اضافہ کرنے اور اسے بڑھانے کے لئے اسے کسی کاروبار میں لگانا ضروری ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس دس لاکھ روپیہ موجود ہو اور وہ اسے کسی کاروبار میں نہ لگائے تو وہ دس سال کے بعد بھی دس لاکھ ہی رہے گا، اس کو دس لاکھ پچاس ہزار کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس سے کوئی کاروبار کیا جائے۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا میں بے شمار ایسے لوگ موجود ہیں جن کے پاس سرمایہ تو موجود ہے مگر وہ کاروبار کی صلاحیت نہیں رکھتے یا وہ کاروبار کرنا ہی نہیں چاہتے اور دوسری طرف ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو کاروبار کے ماہر تو ہوتے ہیں لیکن ان کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا لہذا ایک ایسے نظام کی ضرورت تھی جس سے یہ مقصد حاصل ہو سکے، یعنی جن لوگوں کے پاس سرمایہ نہیں وہ ان لوگوں سے سرمایہ لے کر اس سے کاروبار کر سکیں یا اپنے پہلے سے جاری کاروبار کو ترقی دے سکیں جن کے پاس اپنی ضرورت سے زائد سرمایہ موجود ہو اور اس کا فائدہ سرمایہ کار کو بھی پہنچے۔ ظہورِ اسلام سے قبل عرب معاشرے میں اس کی دو صورتیں رائج تھیں۔

1. سرمایہ دار ضرورت مند کو سرمایہ دے کر اس کا ایک طے شدہ کرایہ وصول کرتا۔ اسلام کی نگاہ میں یہ طریقہ سراسر باطل اور حرام ہے کیونکہ روپیہ پیسہ ایسی چیز نہیں جس کا کرایہ لیا جا سکے، لہٰذا قرآن نے اسے سود قرار دے کر اس پر پابندی عائد کر دی۔
2. سرمایہ دار اس شرط پر سرمایہ دیتا کہ کاروبار سے جو منافع حاصل ہوگا وہ اس کے اور کاروباری فریق کے درمیان ایک طے شدہ تناسب (Ratio) سے تقسیم ہوگا۔ اس طریقِ کار کو مضاربہ کہا جاتا ہے جس کا لغوی معنی ہے "سفر کرنا" اور اس کا نام مضاربہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ کاروباری فریق اپنی سفری کوشش اور محنت کے بدلے نفع کا حق دار بنتا ہے۔ مضاربہ میں چونکہ سرمایہ کار اپنے مال کا کچھ حصہ الگ کر کے دوسرے فریق کے حوالے کر دیتا ہے اس لئے بعض اہل علم اسے قراض یا مقارضہ بھی کہتے ہیں جس کا معنی ہے "کاٹنا"۔ اسلامی شریعت نے بھی اس کو برقرار رکھا اور بعض شرائط اور پابندیوں کے ساتھ اس کو جائز قرار دیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خود بھی بعثت سے قبل سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مضاربت کی بنیاد پر تجارت کی تھی اور بہت سے صحابہ کرام نے مضاربہ کی بنیاد پر کاروبار کیے۔

مضاربہ کے بارے میں روایات

کتب حدیث میں ہمیں مضاربہ کے متعلق درج ذیل روایات ملتی ہیں۔

❶ سنن ابن ماجہ میں سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ثلاثٌ فِيهِنَّ الْبركة الْبَيْعُ إِلَى أَجَلٍ وَالمقَارَضة وَإِخلاطُ الْبربِالشَّعِيرِ لِلْبَيْتِ لا لِلْبَيْعِ" ①

ترجمہ: ''تین چیزوں میں برکت ہے۔ (1) معینہ مدت کے لئے ادھار فروخت کرنا۔ (2) مضاربہ کی بنیاد پر کسی کو مال دینا۔ (3) گھریلو ضرورت کے لئے گندم میں جو کی ملاوٹ کرنا البتہ فروخت کرنے کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں۔''

❷ سنن بیہقی میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں کے بارے میں منقول ہے:

"إذا دفع مالاً مضاربةً اشترط على صاحبه أن لا يسلك به بحرًا ولا ينزل به واديا ولا يشتري به ذات كبدٍ رطبةٍ فإن فعل فهو ضامنٌ فرفع شرطه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فأجازه". ②

''جب کسی کو وہ مضاربت پر مال دیتے تو یہ شرط لگاتے کہ وہ یہ مال سمندر میں نہیں لے جا سکتا اور کسی وادی میں بھی نہیں لے جائے گا اور نہ اس سے جانور خریدے گا۔ اگر اس نے ایسا کیا تو نقصان کا ضامن وہ خود ہوگا۔ ان کی یہ شرط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے اس کی اجازت دے دی۔''

سند کے لحاظ سے یہ دونوں روایات ضعیف ہیں۔

❸ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بھی انہی شرائط کے ساتھ مضاربت پر مال دیا کرتے تھے۔ ③

---

① سنن ابن ماجہ: کتاب التجارۃ، باب الشرکة والمضاربة ② سنن البیہقی: کتاب القراض

③ سنن دار قطنی: کتاب البیوع، (یہ حدیث صحیح ہے)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

4 سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی مضاربہ کی بنیاد پر مال دیا تھا۔[1]

5 سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ اور عبیداللہ ایک لشکر کے ساتھ عراق گئے۔ جب وہ واپس آ رہے تھے تو ان کی ملاقات بصرہ کے گورنر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ہوئی، انہوں نے کہا میری یہ خواہش ہے کہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکوں۔ میرے پاس بیت المال کا کچھ مال ہے جو میں مدینہ منورہ امیر المؤمنین کی خدمت میں بھیجنا چاہتا ہوں، میں وہ مال تمہیں بطور قرض دے دیتا ہوں تم یہاں سے کچھ سامان خرید لو اور مدینہ منورہ میں وہ سامان بیچ کر اصل سرمایہ بیت المال میں جمع کرا دینا اور نفع خود رکھ لینا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہ ہوئے اور انہوں نے اسے مضاربہ قرار دے کر اصل سرمائے کے علاوہ ان سے آدھا نفع بھی وصول کیا۔[2]

6 سنن بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ''مضاربہ میں ہر سرمایہ کار اپنے سرمائے کے تناسب سے نقصان برداشت کرے گا اور منافع طے شدہ تناسب کے مطابق تقسیم ہوگا۔''

مضاربہ کے اصول وضوابط

مضاربہ میں دو فریق ہوتے ہیں۔

1. کاروبار کے لئے سرمایہ فراہم کرنے والا جسے رَبُّ المال کہا جاتا ہے۔
2. کاروبار کرنے والا فریق جسے مضارب کہتے ہیں۔

رب المال یعنی سرمایہ فراہم کرنے والا براہ راست کاروبار یا مینجمنٹ میں حصہ تو نہیں لے سکتا البتہ اسے کاروباری پالیسیوں کے متعلق اعتماد میں لینا، حسابات کی تفاصیل معلوم کرنا اور کاروبار کی مناسب نگرانی کرنا تاکہ مضارب بددیانتی اور غفلت کا مرتکب نہ ہو اس کا بنیادی حق ہے جس سے کسی عالم، فقیہ اور مجتہد کو اختلاف نہیں کیونکہ یہ دونوں کاروبار میں ایک دوسرے کے شریک ہیں کہ ایک کی محنت اور دوسرے کا سرمایہ شامل ہے لہٰذا انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ سرمایہ کار کو کاروبار کی نگرانی اور اس بات کو یقینی بنانے کا اختیار

---

[1] مؤطا امام مالک [2] مؤطا امام مالک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیا جائے کہ مضارب اپنا فرض پوری دیانت داری سے ادا کر رہا ہے یا نہیں اور اگر عقلی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی ہے کہ ایک شخص نے خطیر رقم دی ہو اور اسے کاروبار سے بالکل ہی الگ تھلگ رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام مالک رحمہ اللہ سے یہ پوچھا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو مضاربت پر مال دیا، اس نے محنت کی جس کے نتیجے میں اسے منافع حاصل ہوا۔ اب مضارب یہ چاہتا ہے کہ وہ سرمایہ کار کی غیر موجودگی میں منافع سے اپنا حصہ وصول کر لے تو کیا یہ درست ہے؟ اس پر امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

"لا ينبغي له أن يأخذ منه شيئًا إلاَّ بِحضرة صَاحِبِ المالِ" [1]

''جب تک رَبُّ المال موقع پر موجود نہ ہو مضارب کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ منافع سے اپنا حصہ وصول کرے۔''

مروجہ اسلامی بینکوں میں کرنٹ اکاؤنٹس کے علاوہ بقیہ تمام اکاؤنٹس عام طور پر مضاربہ کی بنیاد پر ہی کھولے جاتے ہیں یعنی بینک میں رقم رکھنے والا ربُّ المال اور بینک مضارب ہوتا ہے لیکن کسی بھی اسلامی بینک میں اس اصول پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ ہر اسلامی بینک کے اکاؤنٹ اوپننگ فارم میں یہ عبارت درج ہوتی ہے کہ:

''بینک کی جانب سے متعین کردہ کوئی بھی رقم بطور نفع یا نقصان حتمی ہوگی اور تمام صارفین اس کے پابند ہوں گے۔ کسی صارف کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ ایسے نفع یا نقصان کے تعین کی بنیاد کے بارے میں سوال کرے۔''

بینک کی طرف سے اکاؤنٹ ہولڈر پر یہ پابندی عائد کرنا عدل وانصاف کے منافی اور ربُّ المال کی حق تلفی ہے۔ اس ناروا شرط کا ہی نتیجہ ہے کہ اسلامی بینکوں کے منافع میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے مگر ڈپازٹر کے منافع کی شرح وہی ہے حتی کہ بعض اسلامی بینکوں کے منافع میں ایک سال کے دوران ایک سو چھ فیصد تک اضافہ ہوا ہے لیکن ڈپازٹرز کے پرافٹ میں اس حساب سے اضافہ نہیں کیا گیا، صرف ایک آدھا فیصد اوپر

---

[1] مؤطا امام مالک: باب المحاسبة في القراض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نیچے کیا جاتا ہے جو کہ سراسر زیادتی ہے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مروجہ اسلامی بینک بددیانتی کے مرتکب ہیں اور ان میں رائج مضاربہ حقیقی معنوں میں مضاربہ نہیں ہے۔

دوسرا اصول

مضاربہ کے صحیح ہونے کا دوسرا اصول یہ ہے کہ فریقین بالکل شروع میں ہی منافع کے تقسیم کی شرح طے کر لیں یعنی یہ فیصلہ کر لیں منافع سرمایہ کار اور مضارب میں مساوی تقسیم ہوگا یا سرمایہ کار منافع کے ساٹھ فیصد اور مضارب چالیس فیصد کا حق دار ہوگا کیونکہ مضاربہ میں منافع ہی معقود علیہ ہوتا ہے اور اگر یہ مجہول ہو تو مضاربہ فاسد ہوگا۔ چنانچہ المعاییر الشرعیہ میں مرقوم ہے:

"يشترط في الربح أن تكون كيفية توزيعه معلومة علما نافيا للجهالة ومانعا للمنازعة"

''منافع میں یہ شرط ہے کہ اس کی تقسیم کی کیفیت اس طرح معلوم ہو کہ اس میں کوئی بے خبری اور نزاع کا امکان نہ ہو۔''

جب کہ مروجہ اسلامی بینکوں میں اکاؤنٹ کھولتے وقت منافع کے تقسیم کی شرح بالکل واضح نہیں کی جاتی بلکہ بینک اس کا اعلان مضاربہ شروع ہونے کے بعد کرتا ہے۔ چنانچہ اسلامی بینکوں کے اکاؤنٹ اوپننگ فارم میں یہ عبارت درج ہوتی ہے:

''بینک ڈپازٹر کے ساتھ کاروبار سے حاصل ہونے والے اجمالی نفع (Gross Income) میں اس شرح سے شریک ہوگا جس کا اعلان بینک نے ہر مہینے یا عرصے کے آغاز میں کیا ہوگا۔ بینک کا حصہ وقتاً فوقتاً تبدیل ہو سکتا ہے اور اس کا بھی متعلقہ مہینے یا عرصے کے پہلے ہفتے کے اندر اندر اوزان کے ساتھ کیا جائے گا۔''

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مروجہ اسلامی بینکوں میں مضاربہ شروع کرتے وقت منافع کے تقسیم کی شرح معلوم نہیں ہوتی بلکہ بعد میں بتائی جاتی ہے اور بینک جب چاہے اس کو تبدیل بھی کر سکتا ہے جس سے مضاربہ باطل ہو جاتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تیسرا اصول

شرعی نقطۂ نظر سے مضاربہ ایگریمنٹ میں سرمایہ کار کا حق فائق ہوتا ہے یعنی وہ مضارب پر کسی مخصوص شخص یا کمپنی کے ساتھ لین دین کرنے یا کسی خاص جگہ پر کاروبار کرنے کی پابندی عائد کرسکتا ہے اوران اشیاء کا تعین بھی کرسکتا ہے جن کے علاوہ تجارت نہیں کی جاسکتی اوراگر مضارب اس کی ہدایات پر عمل نہ کرے تو وہ سرمایہ کار کے سرمائے کا ذمہ دار ہوگا جیسا کہ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ کسی کو مضاربہ پر مال دیتے تو یہ شرط عائد کرتے:

"أن لا تجعل مالي فی کبد رطبة و لا تحملہ فی بحر و لا تنزلہ بہ فی بطن مسیل، فان فعلت شیئا من ذلک فقد ضمنت مالي ". (1)

''میرے مال سے جانور نہیں خریدو گے اور نہ اس سے سمندر اور کسی وادی میں تجارت کرو گے اور اگر تم نے ایسا کیا تو میرے مال کے نقصان کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔''

مروجہ اسلامی بینکوں کے کھاتے داران اس حوالے سے بھی بے بس دکھائی دیتے ہیں کیونکہ ان کا کام صرف رقوم جمع کرانا ہے۔ان رقوم سے کونسا کاروبار کرنا ہے یا بینک اس کو کہاں استعمال کرے گا یہ اس کی اپنی صوابدید پر منحصر ہے، کھاتے دار اس کے بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتے۔ چنانچہ ہر اسلامی بینک کے اکاؤنٹ اوپننگ فارم میں یہ صراحت ہوتی ہے:

''بینک بحیثیت مضارب اپنی صوابدید پر صارفین سے وصول شدہ رقم کی سرمایہ کاری و عدم سرمایہ کاری کسی بھی کاروبار (کاروبار، ٹرانزیکشن، پروڈکٹ) میں کرسکتا ہے جو بینک کے شریعہ ایڈوائزر سے منظور شدہ ہو۔''

یہ درست ہے کہ سرمایہ کار مضارب کو یہ اختیار دے سکتا ہے کہ وہ جس کاروبار اور تجارت میں پیسہ لگانا

---

(1) بلوغ المرام: باب القراض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہے لگا سکتا ہے یا جس علاقے میں مناسب سمجھے کاروبار کر سکتا ہے لیکن مضارب کی طرف سے سرمایہ کار کا یہ حق سلب کیا جانا غیر منصفانہ اقدام ہے جس کی تائید نہیں کی جا سکتی۔

چوتھا اصول

مضاربہ میں سرمایہ کار یہ گارنٹی تو طلب نہیں کر سکتا کہ اسے اتنے فیصد منافع ہر حال میں ادا کیا جائے گا خواہ مضارب کو فائدہ ہو یا نقصان کیونکہ ایسا منافع سود کے زمرے میں داخل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا لیکن وہ مضارب سے یہ گارنٹی لے سکتا ہے کہ وہ اپنا فرض پوری دیانتداری اور تندہی سے ادا کرے گا اور ان شرائط کے مطابق ہی کاروبار کرے گا جو فریقین کے مابین طے ہوئی ہیں اور اگر معاہدے میں طے شدہ شرائط کی خلاف ورزی یا اس کی غفلت اور بے احتیاطی کی وجہ سے کوئی نقصان ہوا تو وہ اس کا ازالہ کرے گا جیسا کہ المعاییر الشرعیۃ میں ہے:

"يجوز لرب المال أخذ الضمانات الكافية والمناسبة من المضارب بشرط أن لا ينفذ رب المال هذه الضمانات الا اذا ثبت التعدى أو التقصير أو مخالفة شروط عقد المضاربة".

"ربُّ المال مضارب سے کافی اور مناسب ضمانتیں لے سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ رب المال ان ضمانتوں کو اسی صورت نافذ کرے گا جب مضارب کی زیادتی یا کوتاہی یا عقد مضاربہ کی شرائط کی خلاف ورزی ثابت ہو جائے۔"

خود اسلامی بینک بھی سیکورٹی ڈپازٹ کے بغیر اپنے کلائنٹ کے ساتھ اجارہ وغیرہ کا معاملہ نہیں کرتے لیکن ایک بھی اسلامی بینک ایسا نہیں جو اپنے ڈپازٹر کو یہ گارنٹی دیتا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچواں اصول

کتبِ فقہ میں مضاربہ کی بحث میں ایک اصول یہ بھی بیان ہوا ہے کہ مضاربہ کی بنیاد پر لئے گئے سرمائے سے صرف تجارت (Trading) ہی کی جاسکتی ہے، تجارت کے علاوہ اسے کسی اور مقصد کیلئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عقد القراض يقتضي تصرف العامل في المال بالبيع والشراء، فإذا قارضه على أن يشتري به نخلا يمسك رقابها ويطلب ثمارها لم يجز لأنه قيد تصرفه الكامل بالبيع والشراء، ولأن القراض مختص بما يكون النماء فيه نتيجة البيع والشراء وهو في النخل نتيجة عن غير بيع وشراء فبطل أن يكون قراضاً ولا يكون مساقاة، لأنه عاقده على جهالة بها قبل وجود ملكها، وهكذا لو قارضه على شراء دواب أو مواشي يحبس رقابها ويطلب نتاجها لم يجز لما ذكرنا". [1]

''عقد مضاربہ کا تقاضا یہ ہے کہ مضارب خرید وفروخت کے ذریعے ہی مال میں تصرف کرے لہٰذا جب وہ اس طرح مضاربہ کرے کہ وہ اس مال سے کھجوروں کے درخت خریدے گا اور ان سے پھل حاصل کرے گا تو یہ جائز نہیں ہوگا کیونکہ قید یہ ہے کہ کامل تصرف خرید وفروخت کے ذریعے ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مضاربہ ان معاملات کے ساتھ مختص ہے جہاں مال میں اضافہ خرید وفروخت کے نتیجے میں ہو جبکہ کھجوروں میں یہ اضافہ خرید وفروخت کے نتیجے میں نہیں اس لیے اس کا مضاربہ باطل ٹھہرا اور یہ مساقات کا معاملہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اس صورت میں یہ کھجوروں کی ملکیت وجود میں آنے سے پہلے مجہول درختوں پر عقد ہوگا۔ اسی طرح اگر اس طرح مضاربہ کرلے کہ وہ جانور یا مویشی خریدے گا جو بذاتِ خود تو اس کے پاس محفوظ ہوں گے مگر ان کی پیداوار حاصل کرے گا تو یہ بھی جائز نہیں ہوگا۔ وجہ وہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کی ہے یعنی یہ نفع خرید وفروخت کے نتیجے میں حاصل نہیں ہوا۔''

---

[1] المجموع: ج14 ص371

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"لو قارضه على أن يشتري الحنطة فيطحنها ويخبزها والطعام ليطبخه ويبيعه والغزل لينسجه، والثوب ليقصره، أو يصبغه، والربح بينهما، فهو فاسد... قارضه على دراهم على أن يشتري نخيلا أو دواب أو مستغلات ويمسك رقابها لثمارها ونتاجها وغلاتها وتكون الفوائد بينهما فهو فاسد لأنه ليس ربحاً بالتجارة بل من عين المال". (1)

''اس کا مطلب یہی ہے کہ مضاربہ کا مال تجارتی سرگرمیوں کے علاوہ دوسری پیداواری سکیموں میں استعمال نہیں ہوسکتا جیسے کوئی اس بات پر مضاربہ کرلے کہ وہ گندم خرید کر اسے پیسے گا اور روٹی پکا کر اسے بیچے گا اور نفع دونوں میں تقسیم ہوگا تو یہ مضاربہ فاسدہ ہوگا کیونکہ یہ نفع تجارت کے ذریعے حاصل نہیں ہوا بلکہ اس نے خود مال سے جنم لیا ہے''

امام ابوالقاسم عبدالکریم الرافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"لو قارضه على أن يشترى الحنطةفيطحنها ويخبزها والطعام ليطبخه ويبيع والربح بينهما فهو فاسد وتوجيه الملتثم من كلام الاصحاب أن الطبخ والخبز ونحوهما أعمال مضبوطة يمكن الاستئجار عليها وما يمكن الاستئجار عليه فيستغني عن القراض إنما القراض لما لا يجوز الاستئجار عليه وهو التجارة التى لا ينضبط قدرها". (2)

''یعنی مضاربہ کے مال سے صرف تجارت کی جاسکتی ہے دوسرے نفع بخش کاموں میں لگانے کی اجازت نہیں کیونکہ مضاربہ وہاں ہوتا ہے جہاں اجارہ نہ ہو سکے اور وہ تجارت ہے۔ جہاں اجارہ ہو سکے وہاں مضاربہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔''

---

(1) روضة الطالبين: ج2، ص188

(2) فتح العزيز شرح الوجيز: ج12 ص11

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہاء حنفیہ کے نزدیک بھی مضاربہ کا مال صرف تجارت اور اس سے متعلقہ سرگرمیوں میں ہی لگایا جا سکتا ہے، چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے:

"فينتظم العقد صنوف التجارة وما هو من صنيع التجار".①

''مضاربہ کا عقد تجارتی سرگرمیوں کو ہی شامل ہے جبکہ یہ (ایک خاص مسئلہ کی طرف اشارہ) تاجروں کا کام نہیں ہے۔''

دوسری جگہ ایک مسئلہ کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''کہ یہ امام محمد اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس لیے جائز نہیں کہ یہ تجارت میں شامل نہیں اور عقد مضاربہ کا مقصد صرف تجارت میں کسی کو ایجنٹ بنانا ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''جب یہ تجارت نہیں ہے تو مضاربہ میں بھی شامل نہیں ہے''۔②

علامہ زکریا انصاری رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"لَوْ قَارَضهُ عَلَى أَنْ يشْتَرِيَ بِالدَّرَاهِم نَخْلًا لِيسْتَغِله ، وَالرِّبحُ بينهما ؛ لِأَنَّ مَا حَصَلَ لَيْسَ بِتَصرف الْعَامِلِ وَإِنَّماهوَ مِنْ عَيْنِ المَالِ".③

''اگر کوئی اس طرح مضاربہ کرے کہ وہ دراہم سے کھجوروں کے درخت خریدے گا تا کہ ان کی آمدن حاصل کرے اور نفع دونوں کے درمیان تقسیم ہو تو یہ بھی جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں جو نفع حاصل ہوا ہے وہ مضارب کے تصرف کا نتیجہ نہیں ہے وہ تو خود مال کا کمال ہے۔''

جب کہ اسلامی بینک مضاربہ کی بنیاد پر لیا گیا سرمایہ اجارہ وغیرہ میں بھی لگاتے ہیں جس سے اسلامی بینکوں میں رائج مضاربہ مشکوک قرار پاتا ہے۔ چونکہ اس نقطہ نظر کے حق میں دلائل نہیں ہیں اس لیے اسلامی بینکاری کے حامی بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ بنیادی طور پر مضاربہ تجارت میں ہی ہوتا ہے۔

---

① هداية مع البناية: ج10 ص52 ② هداية مع البناية: ج10 ص87

③ البهجة الوردية: باب القراض ج11 ص480

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زرعی اور صنعتی منصوبوں میں اس کا استعمال اس کے مفہوم میں وسعت پیدا کر کے کیا جانے لگا ہے۔

چنانچہ المعاییر الشرعیۃ میں ہے:

" والمضاربة من الصيغ التي تستخدم غالبا في التجارة ثم توسعت استخداماتها حتى شملت مجالات الاستثمار التجارية والزراعية والصناعية والخدمية وغيره ". ①

''مضاربہ ان طریقوں میں سے ہے جو زیادہ تر تجارت میں استعمال کیا جاتا ہے پھر اس کے استعمال میں وسعت پیدا ہو گئی یہاں تک کہ تجارتی، زرعی اور صنعتی سرمایہ کاری وغیرہ کو بھی شامل ہو گیا۔''

مضاربہ کے مفہوم میں یہ وسعت کس نے پیدا کی، کب کی اور کس بنیاد پر کی؟ اسلامی بینکوں کے مفتیان کرام اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔

چھٹا اصول

مضاربہ میں نفع کا صحیح اندازہ تب ہی ہو سکتا ہے جب مضاربہ کاروبار کے غیر نقد اثاثوں کو بیچ کر نقد میں تبدیل کر لیا جائے۔ اسی لئے ماہرین شریعت یہ کہتے ہیں کہ لیکویڈیشن سے پہلے منافع کی تقسیم درست نہیں ہے۔ چنانچہ معروف حنفی فقیہ جناب علامہ علاؤالدین کاسانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" ويشترط لجواز القسمة قبض المالك رأس المال، فلا تصح قسمة الربح قبل قبض رأس المال ". ②

''مضاربہ میں نفع کی تقسیم کی شرط یہ ہے کہ ربّ المال اپنے رأس المال پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ اصل سرمائے کو قبضہ میں لینے سے قبل نفع کی تقسیم درست نہیں ہو گی۔''

---

① ایضاً۔ص 232

② الموسوعة الفقهية الكويتية، ج 38 صفحہ 74

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر لیکویڈیشن کے بغیر منافع تقسیم کر دیا جائے اور بعد میں مال ضائع یا بازار میں مندی ہو جائے تو اس سے رب المال کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ کیونکہ اصول یہ ہے کہ اگر کسی کاروبار کو ایک مدت کے دوران نقصان اور دوسری مدت کے دوران منافع ہو تو پہلے اس منافع سے نقصان کو پورا کیا جائے گا اور اگر نفع کی کوئی رقم باقی بچ رہی ہو تو وہ ربُّ المال اور مضارب کے درمیان طے شدہ فارمولے کے مطابق تقسیم ہو گی۔ لیکویڈیشن سے قبل منافع کی تقسیم کی صورت میں چونکہ مضارب سابقہ مدت کے نفع سے اپنا حصہ وصول پا چکا ہوتا ہے جس کی واپسی کا مطالبہ فریقین کے مابین نزاع اور کشیدگی کا سبب بن سکتا ہے اس لئے لیکویڈیشن سے پہلے منافع کی تقسیم کا عمل درست نہیں ہوسکتا۔

اسلامی بینکوں میں چونکہ رقمیں جمع کرانے اور نکالنے کی کوئی تاریخ متعین نہیں ہے کہ تمام اکاؤنٹ ہولڈر اسی ایک تاریخ میں رقمیں جمع کرائیں اور نکالیں بلکہ یہ عمل مسلسل جاری رہتا ہے اس لئے منافع کی تقسیم سے قبل غیر نقد اثاثوں کو بیچ کر نقد میں تبدیل کرنے کی نوبت نہیں آتی، صرف ان اثاثوں کی بازاری قیمت کا اندازہ کیا جاتا ہے، عملاً کاروبار ختم نہیں ہوتا۔ یہ طریقہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ کی بیان کردہ شرط کا تقاضا پورا کرتا ہے یہ غور طلب پہلو ہے جس کا باریک بینی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

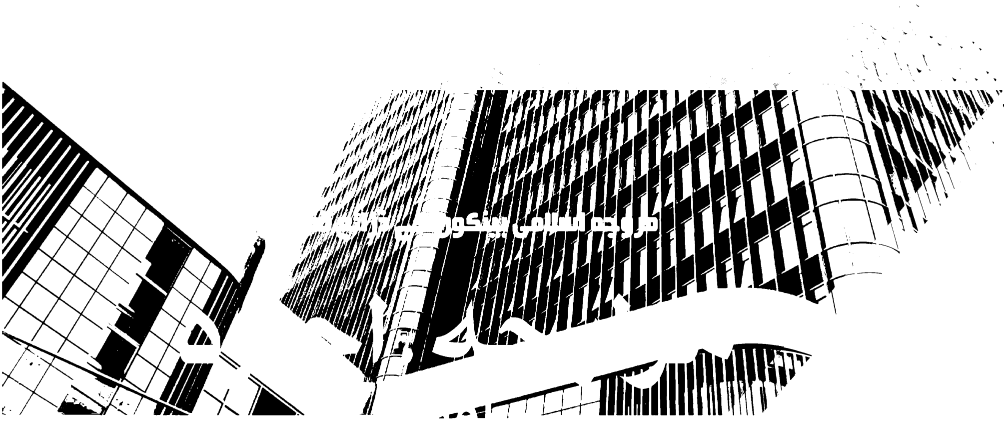

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہاء کے نزدیک مرابحہ کی اصطلاحی تعریف:

''کسی چیز کی خرید وفروخت اس کی اصل قیمت اور معلوم منافع کے ساتھ''۔

یعنی ایک شخص کسی چیز کی فروخت کرتے وقت خریدنے والے کو چیز کی اصل قیمت اور اپنا منافع بیان کر کے فروخت کرے۔

یہی وہ تعریف ہے جو فقہاء اسلام نے کتب فقہ مثلاً ہدایہ [1]، بدائع الصنائع [2]، المغنی [3] روضۃ الطالبین [4] میں بیان کی ہے اگرچہ ان کی عبارات میں کچھ فرق ہے۔

بیع مرابحہ کے جواز کی دلیل:

1. اللہ تعالی کا فرمان ہے: {وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا} [البقرة: 275] ''اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے''۔ لہٰذا ہر وہ معاملہ جو بیع کے زمرے میں آتا ہے وہ حلال ہے، اور مرابحہ بھی بیع کی ایک قسم ہے۔

2. علماء نے یہ قاعدہ ذکر کیا ہے کہ: ''الأصل فی المعاملات الحل'' کہ تجارتی وعوضی معاملات میں اصل یہ ہے کہ وہ حلال ہیں سوائے ان معاملات کے جنہیں شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ اور چونکہ بیع مرابحہ بھی معاملات سے متعلق ہے اور قرآن وحدیث میں کوئی ایسی نص نہیں ملتی جس میں اس کی حرمت کا تذکرہ ہو لہٰذا یہ بیع حلال ہے۔

بیع مرابحہ اور عام بیع میں فرق اور مرابحہ کی ضرورت

عام بیع (خرید وفروخت کا معاملہ) میں بھی اگرچہ بیچنے والا اپنا منافع رکھ کر بیچتا ہے لیکن اس میں اور بیع مرابحہ میں فرق اس منافع کو بیان کرنے کا ہے۔ بیع مرابحہ میں دوکاندار چیز کی اصل قیمت اور اپنا منافع دونوں بیان کرتا ہے۔ بیع مرابحہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ خریدار کو ہمیشہ یہ خدشہ رہا ہے کہ بیچنے

---

[1] البناية في شرح الهداية 486/6 [2] بدائع الصنائع للكاساني 3163/7. [3] المغني 259/4 [4] روضة الطالبين للنووي 526/3

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والا جائز منافع سے زیادہ وصول نہ کر لے، اسی لئے جب بیچنے والا چیز کی صحیح قیمت اور اپنا منافع بیان کر دیتا ہے تو خریدار مطمئن ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ''بیع مرابحہ'' کو علماء نے بیوع الامانہ کی ایک قسم قرار دیا ہے کہ یہ عام بیع کی نسبت زیادہ امانتداری کی متقاضی ہے۔

اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ

مروجہ مرابحہ، شرعی مرابحہ سے کافی مختلف ہے۔ مروجہ مرابحہ دراصل مرابحۃ للآمر بالشراء کہلاتا ہے۔ اس کی بنیادی صورت یوں ہوتی ہے کہ صارف بینک سے مخصوص چیز خریدنے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے جسے وہ خود خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ بینک مطلوبہ سامان صارف کے کہنے پر خرید کر مرابحہ کی صورت میں اسے فروخت کر دیتا ہے، اور صارف اس کی قیمت اقساط میں ادا کرتا ہے۔

مروجہ مرابحہ اور شرعی مرابحہ میں فرق

مروجہ مرابحہ اور شرعی مرابحہ میں کافی حوالوں سے فرق پایا جاتا ہے جس میں سے تین بنیادی فرق یہ ہیں:

1. شرعی مرابحہ میں بیچنے والے کے پاس سامان پہلے سے موجود ہوتا ہے جسے وہ معلوم منافع پر فروخت کرتا ہے۔ مروجہ مرابحہ میں بینک کے پاس سامان موجود نہیں ہوتا بلکہ وہ صارف کے کہنے پر مطلوبہ سامان خرید کر اسے فروخت کرتا ہے۔
2. شرعی مرابحہ میں ادائیگی عموماً نقد ہوتی ہے، جبکہ مروجہ مرابحہ میں نقد ادائیگی کا کوئی تصور نہیں۔
3. شرعی مرابحہ دراصل ایک بیع یعنی خرید وفروخت کا معاملہ ہے، جبکہ مروجہ مرابحہ اسلامی بینکوں میں طریقہ ہائے تمویل (mode of financing) کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اسلامی بینکوں کے حامی مفتی تقی عثانی صاحب خود یہ اقرار کرتے ہیں کہ: ''بنیادی طور پر مرابحہ طریقہ تمویل نہیں بلکہ بیع کی ایک خاص قسم ہے''۔ [1]

---

[1] اسلامی بینکاری کی بنیادیں۔ ص8

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مروجہ مرابحہ کی تفصیل

مروجہ مرابحہ کی تفصیل تصویر نمبر(۱) اور اس کی وضاحت میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے:

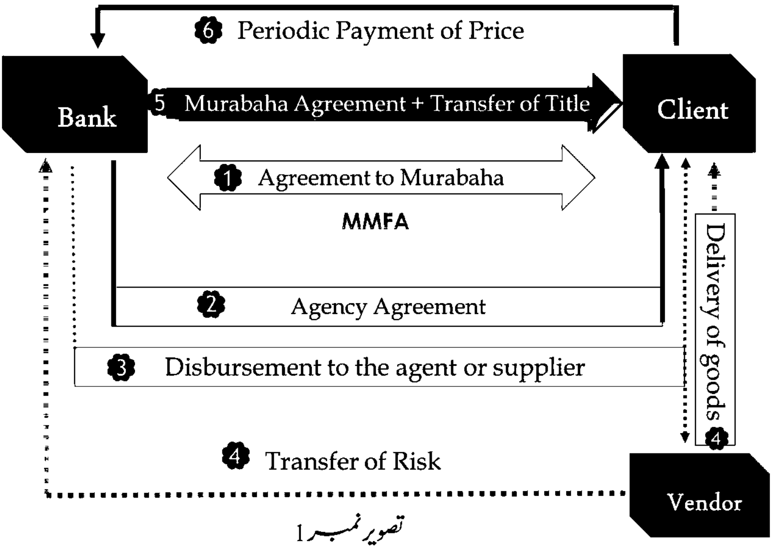

تصویر نمبر 1

وضاحت:

❶ سب سے پہلے صارف بینک سے ایک معاہدہ کرتا ہے جسے (Master Murabaha Facility Agreement) کہا جاتا ہے۔ اس معاہدہ میں:

❁ صارف بینک سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ مطلوبہ سامان بینک سے خریدے گا۔

❁ اس وعدہ کو مزید پختہ کرنے کیلئے بینک صارف سے ایک مخصوص رقم بطور سیکیورٹی جمع کرانے کا تقاضا کرتا ہے، تا کہ صارف کے وعدہ سے مکر جانے کی صورت میں اگر بینک وہ سامان خرید چکا ہو تو اسے واپس کرنے یا کسی اور کو بیچنے کی صورت میں ہونے والے نقصان کو اس سیکیورٹی سے پورا کرے۔

❁ بینک صارف کو یہ یقین دلاتا ہے کہ وہ مطلوبہ سامان خرید کر مقررہ مدت میں اسے بیچے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

✿ ادائیگی کا طریقہ کار اور بینکاری کے دیگر معاملات کی تفصیلات طے کی جاتی ہیں۔

2 پھر بینک اسی صارف سے ایک معاہدہ کرتا ہے جسے (Agency Agreement) کہا جاتا ہے۔اس معاہدہ کے تحت بینک اسی صارف کو اپنا وکیل مقرر کرتا ہے کہ وہ بینک کی وکالت یا نیابت میں جا کر مطلوبہ سامان خرید لے۔

3 بینک اس سامان کی قیمت ادا کرتا ہے جو کبھی تو وکیل کے ذریعہ یا کبھی براہ راست بیچنے والے تک پہنچتی ہے۔

4 سامان صارف کو موصول ہوتا ہے اور جب تک وہ سامان صارف تک نہ پہنچے اور صارف اسے خرید نہ لے وہ بینک کی ملکیت ہوتا ہے اور سامان کی تلفی یا کسی نقصان کی صورت میں بینک اس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

5 پھر ایک الگ معاہدہ کے تحت صارف بینک سے وہ سامان خرید لیتا ہے اور اس کی ملکیت حاصل کرتا ہے۔

6 صارف اس سامان کی قیمت اقساط میں بینک کو ادا کرتا ہے۔

اسلامی بینکوں کے (Murabaha Financing) اور سودی بینکوں کے (Interest base Financing) میں بنیادی فرق:

اسلامی بینکوں کے ربح (منافع) اور سودی بینکوں کے ربا (سود) میں بنیادی فرق مخاطرت (Risk) کا ہے۔سودی بینک قرض دیتے ہیں اور اس پر سود وصول کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کا خطرہ نہیں ہوتا۔ مرابحہ میں اسلامی بینک صارف کا مطلوبہ سامان خریدتے ہیں پھر صارف کو بیچتے ہیں اور اس دوران انہیں نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے، یہی اندیشہ اور رسک اسلامی بینکوں کے منافع کو ربا سے نکال کر ربح بناتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا واقعی اسلامی بینک اس پورے عمل میں کسی قسم کے اندیشہ، رسک، یا ضمانت کو قبول کرتے ہیں؟

کیا مرابحہ میں اسلامی بینک حقیقی خرید و فروخت کرتے ہیں؟ کیونکہ ضمانت اور رسک حقیقی خرید و فروخت میں ہے، کاغذی بیع میں نہیں!۔

کیا اسلامی بینک حقیقی بیع کی تمام شرعی شرائط پر عمل پیرا ہوتے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ اگر سرسری نظر سے بھی اسلامی بینکوں میں جاری مرابحہ کا جائزہ لیا جائے تو اس میں کسی قسم کا رسک، مخاطرت نظر نہیں آتی۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حقیقی خرید وفروخت میں بازار میں موجود ایک تاجر کو عمومی طور پر دو بنیادی اندیشوں کا سامنا ہوتا ہے:

1. جو سامان اس کے پاس موجود ہے وہ کوئی خریدے گا بھی یا نہیں؟۔
2. سامان فروخت ہو کر خریدنے والے کے پاس اس کی منتقلی تک اس کے ضائع ہونے تلف ہوجانے اور دیگر ہر قسم کے نقصان کو تاجر نے ہی برداشت کرنا ہوتا ہے۔

اسلامی بینک کو عملی طور پر ان دونوں اندیشوں کا سامنا نہیں ہوتا۔

1. بینک کے پاس کوئی سامان نہیں جس کے نہ بکنے کا اسے کوئی اندیشہ ہو۔
2. صارف کے کہنے پر بینک کوئی بھی سامان خریدنے سے پہلے صارف سے تحریری صورت میں وعدہ لیتا ہے کہ وہ یہ سامان بینک سے لازماً خریدے گا۔
3. بینک اس وعدہ پر ہی اکتفاء نہیں کرتا بلکہ پہلے سے صارف سے ایک مخصوص رقم سیکیورٹی کی مد میں وصول کرتا ہے تاکہ صارف کے وعدہ سے مکر جانے کی صورت میں ہونے والے نقصان کو پورا کیا جاسکے۔
4. سامان خریدنے سے لے کر صارف کو ملنے تک بینک کا عملاً کوئی کردار نہیں ہوتا۔ بلکہ بیچنے والے کے پاس سے سامان براہ راست صارف تک منتقل ہوتا ہے اور بینک پہلے اسے اپنے قبضہ میں لینے کی کوئی زحمت نہیں کرتا۔

ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی بینک مرابحہ کے حوالہ سے کسی قسم کا رسک یا مخاطرت کا سامنا کرتا ہے؟ اور اگر بینک کو مرابحہ میں تمویل کے ذریعہ جو منافع حاصل ہو رہا ہے اس کا دارومدار مخاطرت پر نہیں تو اس ''ربح'' کو ''ربا'' سے الگ حکم دینے کا کیا جواز ہے؟۔

مروجہ مرابحہ پر چند بنیادی شرعی اعتراضات:

(پہلا اعتراض)

(Master Murabaha Facility Agreement) میں صارف سے لیا جانے والا

وعدہ اور اس کا لازمی ایفاء:

وعدہ کی پاسداری شریعت میں اخلاقی طور پر یقیناً فرض ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: {وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا} [الإسراء: 34]، ''وعدے پورے کرو، بیشک وعدوں کی پاسداری کے متعلق پوچھا جائے گا''۔ اسی لئے ایک مسلمان کا یہ دینی تقاضا ہے کہ وہ اپنے وعدوں کی پاسداری کرے، لیکن قانونی طور پر کسی وعدے کو جبراً پورا کرانا یا قانونی طور پر وعدے کے ایفاء کو لازم قرار دینا خصوصاً بیوع کے معاملات میں بہت سے شبہات کو جنم دیتا ہے۔ اسلامی بینکنگ کے کتنے ہی مسائل ایسے ہیں جس میں صارف سے وعدہ لیا جاتا ہے اور اسے قانوناً لازم قرار دیا جاتا ہے اور اس حیلہ کے ذریعہ بینک اپنے حصہ کا سارا رسک صارف کے کھاتے میں ڈال کر بے نیاز ہو جاتا ہے۔

مروجہ مرابحہ میں بھی اسی حیلہ کا استعمال کیا گیا ہے، صارف سے وعدہ لیا جاتا ہے کہ جب بینک اس کا مطلوبہ سامان حاصل کرلے گا تو صارف اسے ضرور خریدے گا، یا یہ وعدہ لیا جاتا ہے کہ اگر صارف نے اس سامان کو نہ خریدا تو بینک کو ہونے والا نقصان صارف برداشت کرے گا، اور اس حیلہ کے استعمال سے مرابحہ میں جو شرعی مخالفات سامنے آتی ہیں ان سے قطعی طور پر صرف نظر کیا جاتا ہے۔ ان شرعی مخالفات میں سب سے بدتر مخالفت مروجہ مرابحہ کا سودی تمویل سے مشابہ ہو جانا ہے۔ ان مخالفات کا ذکر آئندہ سطور میں ہوگا ان شاء اللہ۔

مروجہ مرابحہ میں صارف سے لئے جانے والے یکطرفہ وعدہ اور اس کے لازمی ایفاء کے حوالہ سے اسلامی بینکوں کے ذمہ داران دو بنیادی دلائل پیش کرتے ہیں:

(پہلی دلیل) مذہب مالکیہ میں ایفاء وعدہ کو لازم قرار دیا گیا ہے، لہٰذا اسی کو دلیل بناتے ہوئے مرابحہ میں صارف پر ایفاء وعدہ کو لازم قرار دیا گیا ہے۔[1]

اس دلیل کے جواب میں چند باتیں عرض کرنا چاہوں گا:

1. پاکستان میں بالخصوص اسلامی بینکاری کی بنیاد مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب اور ان کے رفقاء نے رکھی ہے، اور مفتی صاحب اور ان کے رفقاء نے اسلامی بینکاری کی بنیادوں کو عموماً فقہ حنفی پر استوار کیا ہے کیونکہ مفتی صاحب کا تعلق مسلک حنفی سے ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ جب تمام بنیادیں اور اصول فقہ حنفی سے مستمد و مستفاد ہیں تو اس معاملہ میں فقہ حنفی سے درخور اعتناء کا کیا مطلب؟ کیا یہ خروج عن

[1] کانفرنس اسلامی بینک دبئی 1979ء۔ مجلہ مجمع فقہ اسلامی ع5، ج2، ص753

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

المذہب نہیں؟۔خود مفتی تقی عثمانی صاحب اسلامی بینکاری کے متعلق غلط فہمیوں کے ازالہ میں فرماتے ہیں:''خروج عن المذہب اس کو کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں کوئی مسئلہ مصرح ہو کہ یہ چیز ناجائز ہے اور ہم اس کو چھوڑ کر مالکی یا شافعی مذہب سے مسئلہ لے لیں جب کہ وہاں اس کو جائز کہا گیا ہو۔ یہ خروج عن المذہب ہے''۔①

عرض یہ ہے کہ فقہ حنفی میں بھی وعدہ کے ایفاء کو مستحب تو کہا گیا ہے لیکن قانونی طور پر اس ایفاء وعدہ کو لازم قرار نہیں دیا گیا۔جیسا کہ ابن عابدین نے''العقود الدریة''میں ذکر کیا ہے②۔سوال یہ ہے کہ جب فقہ حنفی میں یہ مسئلہ صراحت کے ساتھ موجود ہے تو پھر فقہ مالکی کی طرف جانے کی کیا ضرورت پیش آئی؟۔کیا یہ خروج عن المذہب نہیں؟۔

بہر حال یہ ایک الزامی توجیہ ہے، ہمارا تعلق الحمد للہ اہلحدیث مسلک سے ہے جس میں مذہب قرآن وحدیث ہے اور اس میں خروج عن المذہب کا کوئی تصور نہیں۔

❷ فقہ مالکیہ کی طرف جس بات کی نسبت کی گئی ہے، میں بہت احترام سے ذکر کرنا چاہوں گا کہ یہ نسبت غلط ہے۔ مالکیہ نے ایفاء وعدہ کو اخلاقاً اور قانوناً دونوں لحاظ سے واجب قرار تو دیا ہے لیکن وہ صرف تبرعات میں ہے،یعنی جب ایک شخص کسی سے بھلائی کا ارادہ کرے،اس سے وعدہ بھی کرلے،تو دینی لحاظ سے بھی اور قانونی لحاظ سے بھی اس پر یہ واجب ہے کہ اس وعدہ کو پورا کرے،اور اس کے لئے بھی انہوں نے ایک شرط رکھی ہے کہ جب اس وعدہ کی وجہ سے جس سے وعدہ کیا گیا ہو وہ کسی معاملہ میں یا کام میں داخل ہو جائے تو وعدہ کرنے والے پر ایفاء دینی اور قانونی طور پر واجب ہے۔

امام سحنون مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس وعدہ کا ایفاء لازم ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص کہے کہ تم اپنا مکان گرادو میں تمہیں قرض دوں گا تاکہ تم نیا مکان بنا سکو، یا تم حج کے لئے نکلو میں تمہیں زادراہ فراہم کروں گا، یا تم فلاں سامان خرید لو میں تمہیں ادھار پیسے دوں گا، یا تم شادی کرلو میں تمہیں قرضہ فراہم کروں گا تو

---

①اسلامی بینکاری۔غلط فہمیوں کا ازالہ،ص 46 ②العقود الدریة لابن عابدین،ج/2،ص 321

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ایسے وعدہ کو پورا کرنا لازم ہے، کیونکہ وہ شخص اس وعدہ کی بناء پر اس کام میں داخل ہوا ہے، جہاں تک محض وعدہ کا تعلق ہے تو اسے پورا کرنا مکارم اخلاق سے تعلق رکھتا ہے لیکن واجب نہیں ہے"۔ ①

جہاں تک عقود معاوضات (یعنی تجارتی معاملات) کا تعلق ہے تو اس میں فقہاء مالکیہ نے وعدہ ایفاء کو واجب قرار نہیں دیا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جس معاملہ میں وعدہ کو شامل کر کے اس کے ایفاء کو مالکیہ کی طرف نسبت کر کے لازم قرار دیا جا رہا ہے، مالکیہ نے تو اس معاملہ کو ہی سرے سے ناجائز قرار دیا ہے اگرچہ وہ بغیر وعدہ کے ہی کیوں نہ ہو!!۔

امام ابن جزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بیع عینہ کی تین اقسام ہیں: پہلی قسم: یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تم فلاں سامان میرے لئے دس درہم میں خرید لو میں تمہیں کچھ عرصہ بعد پندرہ درہم دوں گا۔ یہ سود ہے اور حرام ہے"۔ ②

امام ابن رشد مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اگر کوئی شخص یوں کہے کہ تم میرے لئے فلاں سامان دس درہم نقد میں خرید لو میں تم سے بارہ درہم ادھار میں خرید لوں گا، تو یہ معاملہ حرام ہے"③۔ یہی بات دیگر فقہاء مالکیہ نے بھی کہی ہے جن میں الباجی ④، ابن عبدالبر ⑤ اور قاضی عیاض رحمہم اللہ ⑥ جیسے جلیل القدر فقہاء شامل ہیں۔ اور جس حرام معاملہ کی ان علماء نے نشاندہی کی ہے وہ بعینہ مروجہ مرابحہ کی صورت ہے۔ تو ایک ایسے معاملہ میں وعدہ کے لازمی ایفاء کی نسبت ان علماء کی طرف کیسے کی جا سکتی ہے جس معاملہ کو انہی علماء نے صریح حرام قرار دیا ہو؟

عقود معاوضات میں الوعد الملزم (لازمی ایفاء کا وعدہ) کی مالکیہ کی طرف نسبت کو بہت سے علماء نے غلط قرار دیا ہے، ان میں سے اسلامی بینکاری کے ماہر علماء میں ڈاکٹر سلیمان الاشقر ⑦، ڈاکٹر رفیق

---

① الفروق للقرافی، ج4، س56 ② القوانین الفقهیة 407 ③ المقدمات 58/2 ④ المنتقی 38/5
⑤ الاستذکار 255/19 ⑥ التنبیهات 604/2 ⑦ بحوث فقهية في قضايا اقتصادية عصرية ص 96

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یونس المصری ①، محترم ربیع محمود الروبی ②، علامہ عبداللہ بن بیہ ③، ڈاکٹر علی احمد سالوس ④، فضیلۃ الشیخ بکر ابوزید ⑤ جیسے جلیل القدر علماء بھی شامل ہیں۔

(دوسری دلیل) نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''لاضرر ولاضرار''۔ کہ ''نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ نہ خود نقصان اٹھاؤ''۔ اس حدیث کی روشنی میں صارف سے لیا جانے والا وعدہ بالکل جائز ہے، کیونکہ اگر بینک صارف کے کہنے کے مطابق سامان خرید لے پھر صارف سامان لینے سے انکاری ہوجائے اور بینک کو کوئی اور ایسا صارف نہ ملے جو بینک سے یہ سامان خریدے تو بینک کو بہت نقصان ہوگا، اسی لئے بینک صارف سے وعدہ لیتا ہے، کیونکہ بینک نے یہ سامان صارف کے کہنے پر خریدا تھا، اپنے لئے تو نہیں خریدا!، لہٰذا صارف کے انکاری ہوجانے پر بینک کو ہونے والے نقصان کا ذمہ دار صارف ہے اور اسے یہ نقصان برداشت کرنا چاہیے۔

اس دلیل کا جواب چند نکات کی صورت میں دینا چاہوں گا:

- اگر بینک نے یہ سامان صارف کے لئے خریدا ہے تو بینک تو صارف کا وکیل ہوا، اور اس صورت میں بینک کا سامان کی قیمت ادا کر کے صارف سے اس سے زیادہ وصول کرنا قرض دے کر سود طلب کرنے کے مترادف ہے اور قطعی حرام ہے۔
- اگر بینک نے یہ سامان اپنے لئے خریدا ہے تو صارف اس کے نقصان کا ذمہ دار نہیں ہے، کیونکہ اگر صارف وہ سامان خریدنے سے انکار کردیتا ہے اور بینک وہ سامان کسی اور کو بیچے اور اس میں بینک کو منافع ہو تو کیا وہ منافع بینک اپنے پاس رکھے گا یا صارف کو دے گا؟۔ اگر نقصان صارف نے برداشت کرنا ہے تو اصولی طور پر منافع بھی صارف ہی کو ملنا چاہیے، اس منافع کا تذکرہ بینک کیوں نہیں کرتا؟۔
- اگر بینک اس پورے معاملہ میں رسک نہیں اٹھاتا تو پھر منافع کا حقدار کیسے ہوسکتا ہے؟۔ فضیلۃ الشیخ بکر ابوزید رحمہ اللہ بیع مرابحہ کے جواز کی صورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یہ جواز اس لئے ہے کہ

---

① بحوث في المصارف الاسلامية، ص 253 ② بيع المرابحة للواعد الملزم لشراء، ص 21

③ مجلة المجمع الفقه الاسلامی، ع 5، ج 2، ص 945– 989 ④ سابق مصدر ⑤ سابق مصدر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس صورت میں ایفاءِ وعدہ کا التزام نہیں ہے، نہ ہی نقصان کا عوض ادا کرنے کی شرط ہے، تو اگر سامان تلف ہو جائے تو صارف پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی، بینک یہ سامان خریدتے وقت رسک لیتا ہے، اسے مکمل یقین نہیں ہوتا کہ صارف اس سے یہ سامان خریدے گا یا نہیں؟ اور یہی مخاطرت (رسک اٹھانا) اس معاملہ کو جواز کی شکل دیتا ہے"۔ یعنی اگر بینک اس معاملہ میں کسی قسم کا رسک اٹھانے پر رضامند نہیں تو مرابحہ کی صورت میں حاصل ہونے والا منافع بھی اس کے لئے جائز نہیں۔ کیونکہ عدم مخاطرت کی صورت میں یہ معاملہ قرض پر سود لینے کے مشابہ ہو جائے گا۔

❁ "لا ضرر و لا ضرار" والا قاعدہ بینک صرف اپنے لئے ہی کیوں استعمال کرتا ہے، کیا یہ قاعدہ صارف پر منطبق نہیں ہوتا، جو بیچارہ سامان نہ لینے کے باوجود بھی ایک بھاری رقم ادا کرنے کا پابند ہے!، کیا یہ اس کے لئے نقصان اور ضرر نہیں؟۔

وعدہ کا لازمی ایفاء: ایک جادو کی چھڑی!

اسلامی بینکاری نظام میں "وعدہ کا لازمی ایفاء" ایک جادو کی چھڑی ثابت ہوئی ہے، جہاں کوئی شرعی قباحت آئی وہاں اس جادو کی چھڑی کو استعمال کر کے اس حرام کو حلال بنا لیا گیا ہے، مثلاً:

❁ مشارکہ متناقصہ میں مشارکہ کے معاہدہ میں ہی صارف سے وعدہ لے لیا جاتا ہے کہ وہ اس مشارکہ کے ذریعہ جو چیز خریدی گئی ہے اس میں بینک کے جو حصص (شیئرز) ہیں انہیں خریدے گا۔ اب اگر ظاہری طور پر دیکھا جائے تو یہ ایک معاہدہ میں دو معاہدے ہیں: (1) مشارکہ کا معاہدہ۔ (2) مشارکہ کے تناقص (بتدریج ختم کرنے) کا معاہدہ، جسے (Diminishing Musharakah) کہا جاتا ہے۔ اور اس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: "نهى رسول الله ﷺ عن صفقتين في صفقة واحدة"۔[1] کہ "نبی ﷺ نے ایک معاہدہ میں دو معاہدے کرنے سے منع فرمایا ہے"۔ اب یہاں معاہدے کو لازمی وعدہ کا نام دے کر جائز کر لیا گیا ہے، اور راقم یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ معاہدہ میں اور وعدہ کے لازمی ایفاء میں سوائے نام کے اور کیا فرق ہے؟ کیا لازمی ایفاء،

---

[1] مسند احمد بن حنبل: مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاہدہ کی خصوصیت نہیں کہ جسے وعدہ کے ساتھ منطبق کر دیا گیا ہے؟۔

✿ اسلامی بینکوں میں لیزنگ جسے اجارہ المنتهیه بالتملیک کہا جاتا ہے میں صارف سے یہ وعدہ کیا جاتا ہے کہ اگر صارف نے ایک مخصوص عرصہ تک کرایہ ادا کیا تو بینک اسے وہ چیز جس کا وہ کرایہ ادا کر رہا تھا بالکل معمولی قیمت میں بیچ دے گا یا ہدیہ کر دے گا۔ کسی چیز کو بیچنا یا عوض کے بدلہ ہدیہ کرنا دونوں ایک معاہدہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور دونوں میں سے ایک معاہدہ کا ذکر اجارہ کے معاہدہ میں ضرور ہوتا ہے، یعنی پھر ایک معاہدہ میں دو معاہدے (1) اجارہ کا معاہدہ۔ (2) ہدیہ یا بیچنے کا معاہدہ۔ اور اس معاملہ کو بھی لازمی وعدہ کہہ کر حلال کر لیا جاتا ہے۔

✿ مضاربہ میں سرمایہ کی ضمانت لینا سود ہے، اسلامی بینک اول تو کسی سے مضاربہ کرتے نہیں ہیں اگر کسی کو مضاربہ پر سرمایہ فراہم کرتے ہیں تو اس سے یہ وعدہ لیتے ہیں کہ وہ ان کا سرمایہ انہیں ضرور لوٹائے گا، جبکہ سرمایہ کی ضمانت لینا اور پھر اس سرمایہ پر منافع لینا قرض دیکر اس پر سود لینے کی طرح ہے اور اس سودی معاملہ کو بھی لازمی وعدہ کا نام دے کر جائز کر لیا جاتا ہے۔

✿ مرابحہ میں بھی صارف سے لئے جانے والا وعدہ جو کہ دراصل معاہدہ ہے اس سے بہت سی شرعی قباحتیں جنم لیتی ہیں:

① ملکیت میں آنے سے پہلے چیز کی فروخت

جب صارف سے یہ وعدہ لیا جاتا ہے کہ وہ بینک سے مطلوبہ سامان ضرور خریدے گا تو یہ وعدہ بذات خود ایک معاہدہ کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے کیونکہ معاہدہ میں بھی وہی خصوصیات ہوتی ہیں جو اس وعدہ میں پائی جارہی ہیں، یعنی سامان کی تعیین، قیمت کا تعین، ادائیگی کا طریقہ کار، ایجاب وقبول، یہ سب کچھ اس وعدہ میں شامل ہوتا ہے، اور پھر بعد میں جو الگ سے مرابحہ کا ایگریمنٹ کیا جاتا ہے وہ صرف دکھلاوا ہوتا ہے، کیونکہ صارف تو اس وعدہ کے ذریعہ سامان خریدنے کا پابند ہو چکا ہوتا ہے۔ تو اس میں سب سے پہلی قباحت یہ آتی ہے کہ بینک جب صارف سے یہ وعدہ لے رہا ہوتا ہے اس وقت مطلوبہ سامان بینک کے پاس موجود نہیں ہوتا تو گویا کہ بینک صارف کو وہ چیز بیچ رہا ہے جس کا وہ مالک نہیں اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اگر ایک شخص میرے پاس آ کر مجھ سے ایسی چیز مانگتا ہے جو اس وقت میرے پاس نہیں ہوتی تو کیا میں بازار سے خرید کر پھر اس کو بیچ دوں؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، جو چیز تمہارے پاس نہیں تم اس کا معاہدہ نہ کرو''۔ (1) اس حدیث میں بالکل واضح ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی سامان طلب کیا جائے جو اس کے پاس موجود نہیں تو وہ طالب سے اس سامان کے متعلق کوئی وعدہ یا معاہدہ ہرگز نہ کرے جب تک کہ وہ سامان اس کی ملکیت میں نہ آ جائے۔ جبکہ بینک سامان کی ملکیت حاصل کرنا تو درکنار ابھی اسے اس کی مکمل معلومات بھی نہیں ہوتیں کہ وہ پہلے ہی صارف سے تمام وعدے لے چکا ہوتا ہے، اور اس شرعی قباحت کو یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ یہ تو صرف ایک وعدہ ہے کوئی معاہدہ تو نہیں!۔

(2) خیار البیع کی نفی

نبی ﷺ کا فرمان ہے: "البیعان بالخیار مالم یتفرقا، و کانا جمیعا" (2) کہ تاجر اور صارف دونوں کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے جب تک وہ دونوں بیع کی جگہ پر اکٹھے ہوں۔ یعنی جب جدا ہو جائیں تو یہ اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ اس اختیار کو علماء خیار البیع کہتے ہیں، یہ اختیار تاجر اور خریدار دونوں کے لئے ہے اور شریعت کا عطا کردہ ہے اسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا، اور تمام علماء کا اس پر اتفاق و اجماع ہے۔ لیکن مروجہ مرابحہ میں صارف سے وعدہ لے کر اس اختیار کو چھین لیا جاتا ہے اور شریعت کے حکم کی صریحاً نافرمانی کی جاتی ہے۔

(3) سودی معاملہ سے مشابہت

جیسا کہ بحث کے آغاز میں یہ ذکر ہوا کہ سودی بینکوں اور اسلامی بینکوں کے معاملات میں بنیادی فرق مخاطرت (رسک) کا ہے۔ سودی بینک کے کسی معاملہ میں مخاطرت نہیں ہے اس لئے ان کا منافع ربا (سود) کہلاتا ہے۔ اسلامی بینکوں کا منافع اس وقت تک جائز ہوگا جب تک ان کے معاملات میں مخاطرت کا عنصر

---

(1) الترمذی: کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراھیۃ بیع مالیس عندک [صحیح]

(2) صحیح البخاری: کتاب البیوع، باب اذا بین البیعان ولم یکتما و نصحا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجود رہے گا۔لیکن مرابحہ میں جو تھوڑا بہت مخاطرت کا عنصر موجود تھا اسے بھی صارف سے لئے گئے وعدہ کے ذریعہ ختم کر دیا گیا۔

مروجہ مرابحہ میں الوعد الملزم (لزوم وعدہ) کے معاشرہ پر اثرات

مروجہ مرابحہ میں صارف سے لئے گئے لازمی وعدہ کے معاشرہ پر بھی بہت گہرے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جب بینک کو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ صارف نے اس سے یہ سامان لازمی خریدنا ہے تو اسے نہ اس بات سے کوئی غرض ہوتی ہے کہ یہ سامان ضرورت کا ہے یا تعیش کا؟ یہ چیز معاشرہ میں زیادہ پھیل رہی ہے اور مقبول ہے یا کوئی اور چیز؟ اور نہ ہی اسے اس بات سے کوئی غرض ہوتی ہے کہ یہ سامان مناسب قیمت میں کہاں سے ملے گا؟، اسے صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ یہ سامان مل جائے، چاہے جتنی قیمت پر ملے اور یہ سامان صارف کے سپرد کر کے اس سے زائد رقم وصول کی جائے۔ اسلامی بینکوں میں جو Assets) (Financing ہے اس میں عموماً ایسی چیزیں طلب کی جاتی ہیں جو معاشرہ میں زیادہ رائج نہیں ہوتیں۔ اسلامی بینک کے اس رویہ کی وجہ سے معاشرہ میں حقیقی تجارتی ماحول پیدا نہیں ہوسکتا، تاجروں کے درمیان چیز بیچنے میں مقابلہ بازی کا جو رجحان ہوتا ہے اور اس رجحان کی وجہ سے اشیاء کی قیمتوں میں کمی ہوتی ہے یہ رجحان بھی مروجہ مرابحہ کی وجہ سے ختم ہوسکتا ہے، اور بینک کا صرف اپنے منافع کو سامنے رکھنے کی وجہ سے ایسی چیزوں کی خریداری کرنا جو معاشرہ میں رائج نہ ہوں اس سے معاشرہ کی حقیقی تجارتی سرگرمیوں کے متاثر ہوجانے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔

مرابحہ میں الوعد الملزم (لازمی وعدہ) کا شرعی متبادل

صارف کا مطلوبہ سامان کی خریداری سے انکاری ہونے کے سبب اسلامی بینک کو ہونے والے نقصان سے بچنے کے لئے دیگر شرعی متبادل موجود ہیں جنہیں اختیار کر کے بینک ممکنہ نقصان سے تحفظ بھی حاصل کرسکتا ہے اور اس میں کوئی شرعی قباحت بھی موجود نہیں۔ان متبادل میں سے چند اہم یہ ہیں:

- اسلامی بینک سامان خریدتے وقت تین دن کے خیار الشرط کا مطالبہ کرے۔خیار الشرط سے مراد یہ ہے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کہ خریدار یہ شرط لگائے کہ مجھے تین دن کا اختیار دیا جائے اگر میں سامان لوٹانا چاہوں تو ان تین دنوں میں لوٹا سکتا ہوں، اگر بیچنے والا اس پر رضامند ہوجائے تو یہ اختیار خریدار کو مل جاتا ہے اور بیچنے والا پابند ہوتا ہے کہ تین دن میں سامان واپس ہونے کی صورت میں اس کی قیمت لوٹادے۔ یہ اختیار شریعت کی طرف سے بیچنے والے اور خریدار دونوں کو حاصل ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''أو یخیر أحدھما الآخر فتبایعا علی ذلك فقد وجب البیع ''[1]۔ کہ تاجر یا خریدار میں سے کوئی ایک دوسرے کو اختیار دیدے، اور وہ دونوں اس پر معاہدہ کرلیں تو بیع ہوجائے گی''۔ یعنی وہ اختیار بھی حاصل ہوجائے گا اور بیع بھی مکمل ہوجائے گی۔ بیع مرابحہ میں اس سہولت کی جانب سب سے پہلے امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ نے ''کتاب الحیل''[2] میں اور پھر علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے ''إعلام الموقعین''[3] میں ذکر کیا ہے۔ جب اسلامی بینک کے پاس تین دن کا اختیار ہوگا تو وہ صارف سے یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ سامان دیکھ لیں اگر صارف کو منظور ہوا تو بیع کرلے گا اور صارف کے انکار کرنے پر بینک یہ سامان خیار الشرط کی بناء پر واپس لوٹا سکتا ہے، اور اس کا کوئی نقصان بھی نہ ہوگا۔

- اسلامی بینک بیع مرابحہ میں ہر ایک سے معاہدہ نہ کرے، بلکہ صرف انہی سے معاہدہ کرے جن کے حوالہ سے اسے مکمل اطمینان ہو کہ اپنے وعدے سے نہیں پھریں گے۔
- نقصان سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اسلامی بینک صارف کی ہر مطلوبہ چیز نہ خریدے، بلکہ صرف انہی چیزوں کے متعلق بیع مرابحہ کرے جو معاشرہ میں رائج ہوں تاکہ صارف کے انکار کی صورت میں یہ چیز بازار میں بیچ سکے اور اسے نقصان نہ ہو۔

دوسرا اعتراض

اسلامی بینک کا مطلوبہ سامان کی خریداری میں صارف ہی کو وکیل مقرر کردینا

مروجہ مرابحہ میں مطلوبہ سامان کی خریداری کے لئے بینک ہی صارف کو اپنا وکیل بنادیتا ہے کہ وہ بینک کی طرف سے جاکر مطلوبہ سامان خریدلے اور پھر بینک وہ سامان صارف کو زائد نفع پر بیچ دیتا ہے۔ جیسا

---

[1] صحیح البخاری: کتاب البیوع، باب اذا خیر احدھما صاحبہ بعد البیع فقد وجب البیع

[2] کتاب الحیل: ص 127،79 [3] اعلام الموقعین: 23/4

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کہ اسٹیٹ بینک مرابحہ کے بارے میں اصول بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

"Agency Agreement" means the Agency Agreement between the Institution and the Client as provided in the Murabaha Document # 2".[1]

''ایجنسی اگریمنٹ سے مراد وہ وکالتی معاہدہ ہے جو ادارہ (بینک) اور صارف کے درمیان ہوتا ہے، جیسا کہ مرابحہ کی دستاویز نمبر 2 میں تحریر ہے''۔

اس کے جواز کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ جو سامان صارف کو درکار ہے اس کے بارے میں بینک یا کسی اور سے زیادہ معلومات صارف کو ہی ہوتی ہیں اور وہی بہتر چیز کی خریداری کرسکتا ہے، بینک کو اس معاملہ میں چونکہ کوئی تجربہ نہیں ہوتا اس لئے وہ صارف ہی کو وکیل بنا دیتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بینک کو اس معاملہ کا تجربہ نہیں ہے تو اسے یہ معاملہ کرنا ہی نہیں چاہئے، اور اگر صارف کو زیادہ معلومات ہیں تو اس کی معلومات سے استفادہ کا یہ طریقہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے یہ پوچھ لیا جائے کہ یہ سامان کہاں سے مل سکے گا، یا کہاں سے لینا زیادہ بہتر ہے، اسے وکیل بنا دینا ہی تو واحد حل نہیں۔

صارف ہی کو سامان کی خریداری میں وکیل بنا دینے سے مرابحہ کا معاملہ مزید مشتبہ ہوجاتا ہے:

- صارف ہی کو وکیل بنا دینے سے بینک کا عملی طور پر مرابحہ میں کوئی کردار باقی نہیں رہتا اس کی کوئی محنت نہیں ہوتی تو مرابحہ کے منافع کو جائز کہنے کا پھر کیا جواز رہ جاتا ہے؟۔
- بعض بینک صارف کو وکیل بنا دینے کے بعد مطلوبہ سامان کی قیمت کے برابر رقم صارف کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کردیتے ہیں، اور پھر صارف کی طرف سے ملنے والی سامان کی رسید پر مرابحہ کا معاہدہ کر لیتے ہیں۔ یہ معاملہ تو بالکل ایسا ہے کہ کوئی شخص کسی کو کوئی چیز خریدنے کے لئے قرض فراہم کرے اور پھر اس قرض پر سود وصول کرے۔
- صارف کو وکیل بنا دینے کا کچھ افراد ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، اور جھوٹی رسید بنا کر بینک سے رقم لیتے ہیں اور پھر اسے کسی اور مد میں استعمال کر کے زائد رقم قسطوں میں بینک کو لوٹاتے رہتے ہیں اور یہ

---

[1] Murabaha document # 1 , Clause 1.02 State Bank of Pakistan

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاملہ صریحاً سود اور حرام ہو جاتا ہے۔

اسی لئے خود مفتی تقی عثمانی صاحب کہتے ہیں: ''کلائنٹ کو وکیل بنا دینا تا کہ وہ تمویل کار کی طرف سے اس چیز کو خرید لے، مرابحہ کو مشتبہ بنا دیتا ہے''①۔ اسی طرح اسلامی بینکوں کے لئے شرعی معیار مقرر کرنے والی کتاب ''المعاییر الشرعیہ'' میں ہے کہ: ''الأصل أن تشتري المؤسسة السلعة بنفسها مباشرة من البائع ويجوز لها تنفيذ ذلك عن طريق وكيل غير الآمر بالشراء ولا يلجأ لتوكيل العميل [الآمر بالشراء] إلا عند الحاجة الملحة ''②۔ ''اصل یہ ہے کہ بینک خود براہ راست بیچنے والے سے سامان خریدے، اور اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ کسی وکیل کے ذریعہ خریداری کرے لیکن یہ وکیل صارف نہ ہو، اور صارف کو کسی انتہائی ضرورت کے بنا وکیل نہ بنایا جائے''۔

اس کے باوجود بھی تقریباً تمام اسلامی بینک بنا کسی خاص ضرورت کے صارف ہی کو وکیل مقرر کرتے ہیں۔

تیسرا اعتراض

مروجہ مرابحہ میں نفع کے لئے شرح سود کے بینچ مارک (KIBOR) یا (LIBOR) کو معیار مقرر کرنا۔

اسلامی بینک مروجہ مرابحہ میں نفع کے تعین کے لئے شرح سود کو معیار مقرر کرتا ہے۔ (KIBOR) سے مراد ہے Karachi Interbank Offered Rate جو کہ دراصل قرض پر سود وصول کرنے کے لئے ایک تناسب یا شرح ہے جو پاکستان کے تمام سودی بینکوں کے سود کی شرح کو دیکھ کر یومیہ، یا ہفتہ وار یا ماہانہ طے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بین الاقوامی سطح پر (LIBOR) ایک شرح سود ہے جو کہ London Interbank Offered Rate کا مخفف ہے، اور یہ دنیا کے تقریباً دس بڑے بینکوں کے شرح سود کو سامنے رکھ کر لندن میں بینکرز کی ایک فرم طے کرتی ہے اور دنیا کے تمام بینک اس شرح کو مستقبل کے سودوں کے لئے معیار بناتے ہیں۔

اسلامی بینک کا شرح سود کو معیار بنانا نہ صرف یہ کہ مروجہ مرابحہ کو مشتبہ کر دیتا ہے بلکہ پورے اسلامی بینکاری نظام کو مشکوک کر دیتا ہے۔ ایک عام شخص کے ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ آخر اسلامی بینک کا شرح سود سے کیا تعلق ہے؟۔

---

① اسلامی بینکاری کی بنیادیں: ص 164 ② المعاییر الشرعیة، المرابحة، رقم المعیار 3/1/3، ص 95

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

Bank	A/C	Amount	
Meezan Bank	Saving	Rs 100 and above	
AL Baraka	=	Rs1 – 9,999,999	
MCB	=	N/A	
Allied	=	N/A	
Al Habib	=	Rs1 – 9,999,999	
Dubai Islamic	=	Less than 25k - 1(M)	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس چارٹ میں چھ بینکوں کا شرح منافع درج ہے، ان میں سے تین اسلامی بینک ہیں اور تین سودی بینک ہیں اور تمام بینکوں کا ایک مہینہ کا شرح منافع بالکل یکساں ہے۔

- اسلامی بینکوں سے ہونے والے مرابحہ، اجارہ میں لئے جانے والے منافع یا کرایہ کی شرح بھی سودی بینکوں سے دیئے جانے والے قرضہ پر سود کی شرح کے بالکل قریب یا کبھی کبھی زیادہ ہوتی ہے۔
- اسٹیٹ بینک کی جانب سے شرح سود میں کمی زیادتی کا اسلامی بینک کے مارک اپ اور ڈیپازٹرز کو ادا کئے جانے والے منافع پر بہت نمایاں اثر ہوتا ہے۔

ان تمام باتوں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی بینک کا شرح سود کو معیار مقرر کرنا خالی از معنی نہیں ہے، بلکہ یقیناً اسلامی بینکوں کے معاملات میں ایسی خامیاں موجود ہیں جن کی بناء پر انہیں اپنے منافع کو شرح سود سے مربوط کرنا پڑتا ہے اور یہی چیز ان بینکوں کو اسلامی قرار دینے میں اصل رکاوٹ ہے۔

ایک اور دلیل

مفتی تقی عثمانی صاحب، مرابحہ میں منافع کو شرح سود سے مربوط کرنے کے جواز کی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ: اس کی مثال یوں ہے کہ دو بھائی کاروبار کرتے ہیں، ایک بھائی شراب بیچتا ہے اور اس میں وہ منافع کی شرح پانچ فیصد رکھتا ہے، دوسرا بھائی شراب نہیں بیچتا بلکہ کوئی حلال مشروب بیچتا ہے لیکن اس میں وہ اپنے بھائی کی شرح منافع کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا منافع بھی پانچ فیصد ہی رکھتا ہے، تو ہم دوسرے بھائی کے کاروبار کو حرام تو نہیں کہیں گے، کیوں کہ وہ تو بالکل جائز چیز بیچ رہا ہے بس شرح منافع میں وہ اپنے بھائی کے شرح منافع کو معیار مقرر کرتا ہے، اسی طرح اسلامی بینک کا مرابحہ کا معاملہ بالکل حلال ہے اور شریعت کے مطابق ہے، وہ صرف شرح منافع میں سودی بینکوں کے شرح منافع کو معیار مقرر کرتا ہے سودی کام تو نہیں کرتا لہٰذا ایسا کرنے سے اسلامی بینک کا معاملہ حرام نہیں ہوتا"[1]

اس دلیل کے جواب میں دو باتیں عرض کروں گا:

1. اگرچہ یہ ایک عقلی دلیل ہے اور اس کا نصوص سے کوئی تعلق نہیں اس کے باوجود بھی یہ دلیل برمحل نہیں ہے،

[1] An Introduction of Islamic Finance (82)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ مفتی صاحب نے جو مثال دی ہے اس میں دوسرے بھائی نے پہلے بھائی کی اس چیز کو اپنایا ہے جو حرام نہیں تھی یعنی شرح منافع، پہلے بھائی کے کاروبار میں اصل جو چیز حرام تھی وہ شرح منافع نہیں تھا بلکہ وہ چیز تھی جو بیچی جارہی تھی یعنی شراب۔ اگر دوسرا بھائی اس شراب کو اپناتے ہوئے کوئی ایسی چیز بیچتا جو شراب کے مثل ہوتی یعنی کوئی نشہ آور چیز بیچتا تو وہ حرام کے زمرے میں داخل ہوجاتا۔ جبکہ اسلامی بینک اس چیز کو اپنا رہے ہیں جو اصلاً حرام ہے یعنی شرح سود! دونوں مثالوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، لہٰذا اس مثال کو یہاں منطبق نہیں کیا جاسکتا۔

2 دوسری بات یہ ہے کہ مرابحہ کے منافع کو (KIBOR) سے منسلک کردینے کی صورت میں مرابحہ کے جواز کیلئے علماء کی بیان کردہ ایک انتہائی اہم شرط میں خلل واقع ہوجاتا ہے۔ وہ شرط یہ ہے کہ مرابحہ میں بیچنے والا اپنا منافع صاف اور متعین کرکے بتائے۔ جبکہ (KIBOR) اور (LIBOR) منضبط شرح سود نہیں ہیں بلکہ ان میں یومیہ، ہفتہ وار، یا ماہانہ بنیادوں پر تغیر واقع ہوتا رہتا ہے اور اس کے کم یا زیادہ ہونے کی صورت میں منافع میں کمی یا زیادتی واقع ہوتی رہے گی جو کہ ناجائز ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی بینکوں کے لئے قوانین مرتب کرنے والی کتاب ''المعاییر الشرعیة'' میں درج ہے کہ: '' مرابحہ میں واجب ہے کہ سامان کی قیمت اور منافع معین ہو اور معاہدہ کرتے وقت طرفین کے علم میں ہو۔ اور کسی بھی حال میں یہ جائز نہیں کہ سامان کی قیمت یا منافع کو کسی نامعلوم تناسب پر چھوڑ دیا جائے یا کسی ایسے تناسب پر جو مستقبل میں قیمت یا منافع تعیین کرے۔ جیسا کہ یہ جائز نہیں کہ بیع مرابحہ کرتے وقت منافع کو (LIBOR) کے تناسب پر چھوڑ دیا جائے''۔ (1)

چوتھا اعتراض

اقساط کی ادائیگی میں تاخیر پر جرمانہ۔ اس جرمانہ کو صدقہ کا نام دیا جاتا ہے۔

المعاییر الشرعیہ میں ہے:

"یجوز أن ینص في عقد المرابحة للآمر بالشراء علی التزام العمیل المشتري بدفع مبلغ أو نسبة من الدین تصرف في الخیرات في حالة تأخره عن سداد الأقساط في مواعیدها

(1) المعاییر الشرعیة: المرابحة، رقم المعیار 6/4، ص96

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

المقررة، على أن تصرف في وجوه الخير بمعرفة هيئة الرقابة الشرعية للمؤسسة ولا تنتفع بها المؤسسة".[1]

"جائز ہے کہ مرابحہ کے معاہدے میں صارف (خریدار) کی طرف سے مقررہ وقت پر اقساط کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں ایک مخصوص رقم یا قرض کے تناسب سے کچھ رقم کی ادائیگی کا التزام بھی تحریر کر دیا جائے جو کہ فلاحی کاموں میں استعمال کی جائے گی، ایسے فلاحی کام جو اس بینک کے شریعہ سپروائزری بورڈ کی معرفت میں ہوں، اور اس رقم سے بینک کوئی فائدہ حاصل نہ کرے"۔

اسٹیٹ بینک کی ہدایات کے مطابق:

"Where any amount is required to be paid by the Client under the Principal Documents on a specified date and is not paid by that date, or an extension thereof, permitted by the Institution without any increase in the Contract Price, the Client hereby undertakes to pay directly to the Charity Fund, constituted by the Institution[2] ".

"جب بنیادی معاہدہ کے تحت صارف پر ایک مقررہ وقت میں مخصوص رقم کی ادائیگی لازم ہو اور وہ ادائیگی نہ کر سکے، اگرچہ بغیر کسی اضافی رقم کے بینک کی جانب سے اس مدت میں توسیع کر دی جائے تو بھی نادہندہ رہے، تو اس معاملہ میں صارف اپنے اوپر یہ لازم کرے کہ وہ بینک کے خیراتی فنڈ میں کچھ رقم دے گا"۔

مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: "تاخیر کے سد باب کا ایک معقول طریقہ وہ ہے جو میں نے ابتداء میں پیش کیا تھا اور وہ بعد میں کافی مقبول ہوا، وہ یہ کہ مرابحہ یا اجارہ کے معاہدے میں مدیون یہ بات بھی لکھے کہ اگر میں نے ادائیگی میں تاخیر کی تو اتنی رقم کسی خیراتی کام میں خرچ کروں گا۔ یہ رقم دین (قرض) کے تناسب سے بھی طے کی جا سکتی ہے۔ ایسی رقم سے ایک خیراتی فنڈ بھی قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس فنڈ سے کسی کی

---

[1] المعايير الشرعية: المرابحة، رقم المعيار 6/5، ص 97-98

[2] Murabaha document # 1 , Clause 10.1 State Bank of Pakistan

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امداد بھی کی جاسکتی ہے اور اس سے لوگوں کو بلا سود قرض بھی دیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ رقم بینک کی آمدنی میں شامل نہیں ہوگی۔ یہ طریقہ زیادہ مفید اس لئے ہے کہ اس طریقہ میں رقم کی شرح متعین نہیں، زیادہ سے زیادہ بھی رکھی جاسکتی ہے، اس سے قرضدار پر دباؤ ہوگا"۔ (1)

دلیل: اس صدقہ کے جواز کے لئے دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ بعض مالکیہ کا مؤقف ہے کہ اگر کوئی شخص قرض لیتے ہوئے ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں اپنے اوپر صدقہ کی شرط لگا لے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس شرط کو پورا کرے اور اس کے لئے امام حطاب المالکی کی اس عبارت کو پیش کیا جاتا ہے:

"إذا التزم أنه إذا لم يوفه حقه في وقت كذا، فعليه كذا وكذا لفلان أو صدقة للمساكين فهذا محل الخلاف المعقود له هذا الباب، فالمشهور أنه لا يقضي به ... وقال ابن دينار يقضى به"۔

"جب قرضدار اپنے اوپر یہ لازم کرے کہ اس نے قرض خواہ کا حق اس کے وقت پر ادا نہیں کیا تو اس پر فلاں (غیر قرض خواہ) کے لئے اتنا مال لازم ہے یا مساکین کو صدقہ کرنا لازم ہے، تو اس میں اختلاف ہے، اور اسی کو بیان کرنے کے لئے یہ باب باندھا گیا ہے، پس مشہور (راجح قول) یہ ہے کہ اس پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا، اور ابن دینار کہتے ہیں کہ اس پر فیصلہ کیا جائے گا"۔ (2)

اس دلیل کے جواب میں چند نکات پر بات کرنی ہوگی:

(1) **راجح قول کے مقابلہ میں مرجوح کا اختیار:** اس معاملہ میں مالکیہ کے علاوہ دیگر تمام مسالک میں اجماع ہے کہ ادائیگی قرض میں تاخیر کی صورت میں قرضدار پر کسی بھی قسم کا جرمانہ یا قرضدار کا اپنے اوپر التزام جائز نہیں۔ صرف مالکیہ میں اختلاف ہے اور وہ بھی جیسا کہ امام حطاب مالکی رحمہ اللہ نے خود ذکر کیا کہ یہ قول مالکیہ میں سے صرف ابن دینار اور ابن نافع کا ہے اور مالکی مسلک میں یہ قول "مرجوح یعنی ناقابل قبول" ہے، اور راجح قول وہی ہے جو دیگر تمام ائمہ و مفتیان کا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اپنے مسلک کو چھوڑ کر دوسرے مسلک کی راجح بات یا قول پر عمل کرنا تو شاید بعض علماء کے

---

(1) اسلام اور جدید معیشت و تجارت 144–145 (2) تحرير الكلام في مسائل الالتزام، ص 170–172

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نزدیک بعض صورتوں میں جائز ہو، لیکن کسی اور مسلک کے مرجوح قول کو اختیار کرنا تو کسی بھی عالم کے نزدیک جائز نہیں خاص طور پر اس صورت میں جبکہ وہ قول سود جیسے گناہ کی طرف لے جائے، بلکہ صاحبِ مسلک کا اپنے مسلک کے راجح قول کو چھوڑ کر مرجوح اختیار کرنے کو بھی علماء نے ناجائز قرار دیا ہے تو پھر کسی اور مسلک کے مرجوح اقوال کو اختیار کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟۔

علامہ قاسم ابن قطلوبغا حنفی کہتے ہیں:

"إني قد رأيت من عمل في مذهب أئمتنا بالتشهي، حتى سمعت من لفظ بعض القضاة: وهل ثمّ حجر؟ فقلت: نعم. اتباع الهوى حرام، والمرجوح في مقابلة الراجح بمنزلة العدم"[1]۔

''میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جو ہمارے ائمہ کے مسلک میں اپنی خواہشات سے عمل کرتے ہیں، حتی کہ میں نے بعض قاضیوں کو یہ کہتے سنا: کہ کیا یہ ممنوع ہے؟، میں نے کہا: جی ہاں بالکل، خواہشات کی پیروی حرام ہے، اور راجح قول کے مقابلہ میں مرجوح، معدوم (بالکل نہ ہونے) کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسی طرح ابن عابدین حنفی لکھتے ہیں:

"الواجب على من أراد أن يعمل لنفسه، أو يفتي غيره أن يتبع القول الذي رجّحه علماء مذهبه، فلا يجوز له العمل أو الافتاء بالمرجوح".

''جو شخص خود کوئی عمل کرنا چاہے یا کسی اور کو فتوی دینے لگے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قول کو اختیار کرے جسے اس کے مذہب کے علماء نے راجح قرار دیا ہے، اور اس کے لئے کسی مرجوح قول پر عمل کرنا یا فتوی دینا جائز نہیں''[2]۔

خود مالکی مسلک کے عالم ابو الولید الباجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وأما الحكم والفتيا بما هو مرجوح

---

[1] تصحیح القدوری، ص 1 [2] عقود رسم المفتی، ص 4

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فخلاف الإجماع "۔"مرجوح قول پر فیصلہ کرنا یا فتوی دینا (علماء کے) اجماع کے خلاف ہے"۔①

② تنگ دست اور مالدار میں فرق نہ کرنا

اسلامی نظام معیشت کی بنیادی خوبی اور اعلی وصف یہ ہے کہ اس نظام نے جہاں حقوق کی ادائیگی کے حوالہ سے سختی رکھی ہے وہاں مجبور کی مجبوری کا بھی احساس کیا ہے، اور تنگ دست قرضدار کی مجبوری کا احساس کرتے ہوئے ایک سنہرا اصول بیان کیا کہ:"﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة:280] کہ اگر:"(قرضدار) تنگ دست ہو تو اسے مہلت دو اس کی آسانی تک، اور اگر تم (یہ قرض) اس پر صدقہ کر (کے چھوڑ) دو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو"۔ سودی نظامِ بینکاری کا ظلم واستحصال ہی یہی ہے کہ وہ سود لینے کے ساتھ ساتھ وقت پر ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں تنگدست و مالدار میں کوئی فرق کئے بغیر جرمانہ عائد کرتا ہے، اور وہ تنگ دست جو اصل رقم دینے کی سکت بھی نہیں رکھتا بینک کے ظالمانہ شکنجے میں دبا رہتا ہے۔

مروجہ اسلامی نظام بینکاری کی بنیاد اگر اسلام کے اصولوں پر رکھی گئی ہے تو اس کی یہ بنیادی خوبی ہونی چاہئے تھی کہ یہ اسلام کی طرف سے تنگدست و مجبور افراد کے لئے عطا کی گئی ہمدردی، سہولت، احسان جیسے اعلی اوصاف سے مزین ہوتا تاکہ سودی نظام بینکاری کے صحیح اور حقیقی متبادل کی صورت میں پوری دنیا میں متعارف ہوتا، لیکن مروجہ اسلامی نظام بینکاری، اسلامی نظام معیشت کے اس بنیادی وصف سے کوسوں دور نظر آتا ہے اور بالکل سودی نظام بینکاری کی مانند بے رحم اور بے حس قرض خواہ کا کردار ادا کرتا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلامی بینک مرابحہ کے آغاز ہی میں صارف سے یہ وعدہ لے لیتا ہے کہ مقررہ وقت پر عدم ادائیگی کی صورت میں ایک مخصوص رقم ادا کرنا ہوگی جسے اسلامی بینک صدقہ کا نام دیتا ہے، اور بینک کو اس بات سے کوئی غرض و دلچسپی نہیں ہوتی کہ صارف کی عدم ادائیگی کی کیا وجہ ہے؟ کیا وہ تنگدست یا مجبور تو نہیں؟ کیا وہ قرآن میں بیان کردہ "ذو عسرة" میں تو شامل نہیں کہ جو قرآن کے مطابق مہلت کے

---

① الإحكام في تمييز الفتاوى عن الأحكام وتصرفات القاضي والإمام للقرافي ص92

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقدار ہیں؟۔یہی وجہ ہے کہ اس پورے معاہدے میں عملی طور پر تو درکنار تحریری صورت میں بھی ایسی کوئی شرط یا شق نہیں ملتی جس میں بینک صارف کو کسی طرح کی مہلت دینے کا پابند نظر آئے۔

اسلامی بینک اپنے ہر صارف کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے کہ وہ ٹال مٹول کر کے اس کا مال کھانے کی کوشش میں ہے اور کسی طرح اس سے وہ پیسہ واپس وصول کر لیا جائے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سودی نظام بینکاری کو چھوڑ کر اسلامی نظام بینکاری کی جانب آنے والے افراد یقینی طور پر اچھے مسلمان ہیں جو کسی نہ کسی طرح سود سے بچنا چاہتے ہیں، اسلامی بینک کو بھی چاہئے کہ اپنے صارفین کا احترام کرتے ہوئے اور ان کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے انکے بارے میں حسن ظن رکھے اور یہ کوشش کرے کہ اپنے نادہندگان میں تنگدست اور مالدار کا فرق رکھے، اور ایسا تنگدست جو کہ اپنی اصل رقم ادا کرنے سے بھی قاصر ہے اس پر مزید بوجھ ڈالنے کے بجائے اسے مہلت دی جائے اور اگر وہ بالکل ہی تہی دامن ہو تو اس سے صدقہ لینے کے بجائے قرآنی حکم کے مطابق اس پر صدقہ کرے، اور فرمان الٰہی کے مطابق یقیناً یہی اسلامی بینک کے حق میں بہتر ہے۔

③ کیا یہ واقعی صدقہ ہے یا تاخیر پر جرمانہ ہے؟

اسلامی بینک کی جانب سے صارف کو تاخیر کی صورت میں اضافی رقم کا پابند کیا جانا کسی صورت بھی صدقہ نہیں کہلایا جاسکتا کیونکہ:

1. اس رقم کی بنیاد قرض کی ادائیگی میں تاخیر ہے۔

2. اس رقم کا تعین قرض کی بقایہ رقم اور تاخیر کی مدت کو دیکھ کر کیا جاتا ہے۔جیسا کہ اسٹیٹ بینک نے مرابحہ کے حوالہ سے اس رقم کو (PENALTY) تصور کیا اور اس کے تعین کا طریقہ کار بیان کیا کہ:"

"A sum calculated @ ------% per annum for the entire period of default, calculated on the total amount of the obligations remaining un-discharged-"

رقم کا حساب مدت نادہندگی کے۔۔۔۔فیصد (جسے بینک طے کرے گا) سالانہ سے ہوگا، جسے قرض کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بقایہ رقم سے حساب کر کے متعین کیا جائے گا۔

3.نام نہاد صدقہ کی رقم خود بینک ہی وصول کرتا ہے، اور صارف پر یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ یہ رقم بینک میں ہی جمع کرائے۔ بلکہ بینک اس رقم کو اپنا حق تصور کرتا ہے اور اس کی وصولی کے لئے عدالت میں بھی جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اسٹیٹ بینک کی اسی مرابحہ دستاویز میں تحریر ہے:

"In case (i) any amount(s) referred to in clause 10.01 above, including the amount undertaken to be paid directly to the Charity Fund, by the Client, is not paid by him, or (ii) the Client delays the payment ... the Institution shall have the right to approach a competent Court ... (ii) for imposing of a penalty on the Client".

''درج بالا شق نمبر 10.01 میں مذکور رقم، اور خیراتی فنڈ میں دی جانے والی وہ رقم جس کا صارف نے اپنے اوپر التزام کیا تھا اگر وہ صارف کی طرف سے ادا نہیں کی جاتی یا اس کی ادائیگی میں تاخیر کی جاتی ہے ۔۔۔تو بینک مجاز عدالت میں جانے کا حق رکھتا ہے۔۔۔تا کہ صارف پر جرمانہ نافذ کیا جا سکے''۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اسلامی بینک صدقہ کی رقم کو اپنا حق سمجھتا ہے اور اس کی وصولی کے لئے کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہے۔ تو اس رقم کو صدقہ کہنے کی پھر کیا دلیل رہ جاتی ہے؟۔

4.صدقہ ایک عبادت اور خیرات و تعاون ہے، اور تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جو عمل تبرع محض ہے، صرف تعاون پر مبنی ہے اس میں کوئی الزام و جبر نہیں کیا جا سکتا۔ مؤیدین اسلامی بینک یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ صدقہ بینک نے صارف پر لازم نہیں کیا بلکہ صارف نے خود اس کا التزام لیا ہے، اور اگر کوئی شخص کسی نیک کام مثلاً، صدقہ، ہدیہ وغیرہ کو اپنے اوپر لازم کرے تو وہ لازم ہو جاتا ہے جیسا کہ مالکیہ و دیگر بعض علماء نے ذکر کیا ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ کیا یہ دلیل درست ہے یا نہیں؟، اور کیا واقعتاً جب کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخص اپنے اوپر کوئی نیک کام لازم کرلے تو اس پر لازم ہوجاتا ہے یا نہیں؟، اور اس حوالہ سے علماء کے اختلاف سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم اس دلیل کو اگر قبول کر بھی لیتے ہیں تو چند سوال ذہن میں ابھرتے ہیں جن کا تسلی بخش جواب نہیں مل سکا کہ:

- کیا مرابحہ کا معاہدہ بینک تیار کرتا ہے یا صارف؟۔ اگر معاہدہ بینک بناتا ہے اور تمام شرائط بینک نے پہلے سے تحریر کی ہوئی ہوتی ہیں اور صارف نے صرف دستخط کرنے ہوتے ہیں تو اس میں صارف کی رضامندی اور التزام صرف دستخط ہی سے تصور کئے جاتے ہیں؟۔
- اگر صارف یہ کہے کہ میں اس صدقہ کا التزام نہیں کروں گا تو کیا بینک اس سے مرابحہ کا معاہدہ کرے گا؟۔
- کیا بینک کا بغیر التزام کے صارف سے معاہدے سے انکار کردینے کو صارف پر صدقہ کے التزام کے حوالہ سے جبر تصور نہیں کیا جائیگا؟۔
- کیا کبھی مروجہ اسلامی بینک نے کسی صارف سے اس صدقہ کے التزام کے بغیر کوئی ایک معاہدہ بھی کیا ہے؟۔

4 تاخیر کی صورت میں مالی جرمانہ لگایا جاسکتا ہے؟

اگر قرضدار مالدار اور قرض ادا کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود ادائیگی میں جان بوجھ کر تاخیر کا مرتکب ہو تو وہ شریعت کی نظر میں ظالم ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "مطل الغني ظلم" "مالدار (قرضدار) کا (ادائیگی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے"[1]۔ بلکہ شریعت نے اس حوالہ سے قرض خواہ کی رہنمائی بھی کی ہے کہ وہ اس صورت میں کیا کرے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "لي الواجد يحل عرضه وعقوبته" "مالدار کا ٹال مٹول کرنا اس کی عزت اور اس پر سزا کو حلال کردیتا ہے"۔[2]

لیکن تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ جرمانہ مالی نہیں لگایا جائے گا، ابن المبارک رحمہ اللہ اس حدیث کی توضیح میں فرماتے ہیں: "عزت حلال ہونے سے مراد ہے کہ اس پر سختی کی جائے گی اور اس کی سزا سے مراد ہے کہ

---

[1] صحیح البخاری: کتاب الحوالات، باب الحوالة وهل يرجع في الحوالة

[2] سنن أبي داؤد: كتاب الأقضية، باب في الحبس في الدين وغيره [حسن]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے قید کر دیا جائے گا"①۔امام ابوبکر الجصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "والمراد بالعقوبة هنا الحبس لأن أحدا لا يوجب غيره" اس حدیث میں سزا سے مراد قید ہے کیونکہ (علماء میں سے) کسی نے بھی اس کے علاوہ کوئی اور سزا واجب نہیں کی۔② بلکہ علماء نے اس کے برعکس بطور جرمانہ کسی بھی قسم کے مالی اضافہ کو حرام کہا ہے اور بیان کیا ہے کہ دور جاہلیت کا اصل سود یہی تھا، امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "دور جاہلیت کا اصل سود یہی تھا کہ ایک شخص کسی کو کوئی چیز ادھار پر بیچتا، جب ادائیگی کا وقت آتا اور خریدار کے پاس رقم نہ ہوتی تو وہ مطلوبہ رقم میں اضافہ کر کے اس کو مزید مہلت دے دیتا"③۔ابن عبدالبر رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ: "دور جاہلیت کا سود یہ تھا کہ اگر ایک شخص نے کسی کو قرض دیا ہوتا اور ادائیگی کا وقت آتا تو قرض خواہ، قرضدار سے پوچھتا کہ: "ادائیگی کرو گے یا (مزید مہلت لے کر) سود ادا کرو گے؟، اگر قرضدار اس وقت ادائیگی کر دیتا تو وہ لے لیتا ورنہ اس پر سود لگا دیتا"④۔شریعت نے قرض کے بدلہ ہر قسم کے منافع کو ناجائز کہا ہے، اس بارے میں ایک حدیث بھی ذکر کی جاتی ہے کہ: "كل قرض جر منفعة فهو ربا" "ہر وہ قرض جس سے قرض خواہ کو کوئی فائدہ ملے وہ سود ہے"⑤۔یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس معنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح آثار منقول ہیں، ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ہر وہ قرض جس میں اضافی رقم کا مطالبہ ہو وہ سود اور حرام ہے بغیر (علماء کے) کسی اختلاف کے، اور اس حوالہ سے ابی بن کعب، ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے صحیح آثار منقول ہیں"۔اسی طرح اس کی حرمت پر اجماع کو ابن المنذر رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

أجمعوا على أن المسلف إذا شرط على المستسلف زيادة أو هدية فأسلف على ذلك: أن أخذ الزيادة على ذلك ربا

"اس بات پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ جب قرض دینے والا، قرض لینے والے پر یہ

---

① سنن أبي داود، 3628، أيضاً ② أحكام القرآن للجصاص ص 647 ③ تفسير القرطبي 67/3

④ الاستذكار 259/20 ⑤ سنن البيهقي 350/5-351

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرط لگائے کہ وہ اسے بڑھا کر دے گا، یا کوئی ہدیہ دے گا اور اس شرط پر وہ اسے قرضہ دے تو اس کا یہ زائد رقم لینا سود ہے"۔ (1)

ڈاکٹر حماد نزیہ لکھتے ہیں: "خلافت راشدہ سے لے کر خلافت عثمانیہ کے اختتام تک اس مالی جرمانہ کا کوئی حکم ہم تک نہیں پہنچا، جبکہ یقیناً اس پوری مدت میں بہت سی تاخیر اور ٹال مٹول کا سامنا رہا ہوگا، لیکن تعزیر کی بنیاد پر حبس وقید و دیگر سزاؤں کے احکامات صادر ہوئے لیکن اس مالی جرمانہ کا کوئی حکم کتب فقہ میں مذکور نہیں"۔ (2)

(5) بینک کا صدقہ سے منفعت حاصل کرنا

اگر ایک لمحہ کے لئے یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ صدقہ جائز ہے تو یہ بات تو طے ہے کہ اس صدقہ سے بینک کا کوئی منفعت حاصل کرنا قطعی حرام ہے، اس کا اقرار خود مفتی تقی عثمانی صاحب اور دیگر علماء نے بھی کیا ہے اور یہی بات المعاییر الشرعیة میں بھی تحریر ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ لیکن اگر عملی طور پر بینک کے معاملات کی جانب دیکھا جائے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ اسلامی بینک اس سے اگر مادی نہ صحیح معنوی منفعت ضرور حاصل کرتا اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ:

- یہ صدقہ جہاں خرچ کیا جاتا ہے وہاں بینک ہی کی تشہیر کی جاتی ہے۔
- بہت سی کانفرنسز میں اور ذرائع ابلاغ میں یہ بات ذکر کی جاتی ہے کہ فلاں اسلامی بینک نے اس سال اتنے روپے خیراتی کاموں پر خرچ کئے جس سے بینک کو نیک نامی کی منفعت حاصل ہوتی ہے۔
- یہ صدقہ جن اداروں کو دیا جاتا ہے انہیں بھی اس بات کا پابند کیا جاتا ہے کہ وہ اپنا اکاؤنٹ اسی بینک میں کھلوائیں۔

یہ اور اسی قسم کے دیگر مادی و معنوی فوائد ہیں جنہیں اسلامی بینک ان نام نہاد صدقات سے حاصل کرتا ہے۔ کیا یہ منفعت کا حصول اس کے لئے جائز ہے؟۔

---

(1) المغني لابن قدامة 354/4 (2) دراسات في أصول المداينات، ص 291

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑥ سودی بینکوں کے ظلم اور استحصال کے لئے شرعی دلیل کی فراہمی

اس صدقہ کے حامی علماء کو چاہئے تھا کہ اگر ایسا صدقہ لگانا تھا تو کم از کم اس کے لئے دلائل فراہم کرتے وقت اتنا ضرور خیال کرلیا جاتا کہ کہیں ان دلائل کا سہارا سودی بینک نہ لیں، کہ جن کی مخالفت میں اسلامی بینکنگ کی پوری مارکیٹ قائم ہے، لیکن اتنے زور وشور سے دلائل دئے گئے اور بودے دلائل کا اتنا ڈھیر لگادیا گیا اور اتنی بحوث لکھ دی گئیں کہ سودی بینکوں کو اپنا ظلم واستحصال شرعی سانچہ میں ڈھالنا آسان ہوگیا۔اسی لئے کہاجاتا ہے کہ ''عذر گناہ بدتر از گناہ''۔

نام نہاد صدقہ وجرمانہ کا صحیح وحقیقی متبادل

- مروجہ اسلامی بینکوں کو چاہئے کہ وہ کسی صارف سے معاہدہ کرنے سے پہلے اس کی حقیقی مالی استعداد کا علم ضرور حاصل کریں تاکہ ادائیگی میں تاخیر سے بچنا ممکن ہو۔
- صارف سے ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں کسی بھی عملی اقدام سے پہلے تنگدست اور مالدار میں فرق ضرور رکھا جائے۔تنگدست وہ شخص ہے جس کے پاس موجود رقم اس کی اور اس کے خاندان کی کفالت سے زائد نہ ہو۔ایسا تنگدست شریعت کی نظر میں مہلت کا مستحق ہے، بلکہ اکثر علماء کے نزدیک اسے مہلت دینا واجب ہے۔
- اگر صارف قرض ادا کرنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود تاخیر کرتا ہے تو اس پر مالی جرمانہ کے علاوہ اور کوئی بھی سزا دی جاسکتی ہے۔
- ایسے معاملہ میں بینک کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ صارف پر یہ شرط لگائے کہ ادائیگی کی صلاحیت ہونے کے باوجود تاخیر کی صورت میں اسے باقی ساری اقساط ایک ساتھ ادا کرنی ہوں گی۔
- اسی طرح بینک ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں بیع فسخ کرنے کا بھی مجاز ہے اور اسے یہ شرعی حق حاصل ہے کہ جو چیز اس نے صارف کو بیچی تھی وہ اس سے واپس لے کر اس کی ادا کردہ رقم لوٹا دے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ کلام

اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ میں بہت سی شرعی قباحتیں موجود ہیں جو مروجہ مرابحہ کے ''ربح'' (Markup) کو سودی بینکوں کے ''ربا'' (Interest) کی مانند کردیتی ہیں۔ان شرعی قباحتوں میں :

1. بینک کا صارف سے مرابحہ کی ابتداء میں لیا جانے والا وعدہ جس کا قانوناً التزام کرایا جاتا ہے۔ جو مروجہ مرابحہ کو ''بیع مالا یملک'' جیسی ممنوع بیع کے حکم میں داخل کردیتا ہے۔
2. بینک کا مرابحہ میں مطلوبہ سامان کی خریداری کے لئے صارف ہی کو وکیل مقرر کرنا۔ جو اس معاملے کو سودی تمویل سے مشابہ کردیتا ہے۔
3. بینک کا مروجہ مرابحہ میں منافع کا شرح سود کے ذریعہ تعین کرنا۔
4. اقساط کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں صارف پر لگایا جانے والا جرمانہ جسے صدقہ کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ وہ بنیادی شرعی قباحتیں ہیں جن کی موجودگی میں کسی مزعومہ اسلامی بینک سے معاملہ کرنا حرام ٹھہرتا ہے۔

مرابحہ! اسلامی بینکنگ پر ایک سوالیہ نشان ؟

اسلامی بینکنگ کے آغاز کی بنیاد اس بات پر رکھی گئی تھی کہ اسلامی بینک سودی بینک کی طرح صرف تمویل پر منافع حاصل نہیں کریں گے، بلکہ ان کا اصل کام تجارت ہوگا، وہ صرف ایک مالیاتی ادارہ کی حیثیت سے کام نہیں کرے گا جو لوگوں سے پیسہ لے کر آگے فراہم کرے۔ بلکہ وہ ایک حقیقی تجارتی ادارہ ہوگا جو کہ سرمایہ داروں سے شراکت داری کی بنیاد پر سرمایہ لے کر تجارت میں لگائے گا اور یہ شراکت داری نفع ونقصان دونوں میں ہوگی، جہاں تک مرابحہ اور اجارہ کا تعلق ہے، یہ معاملات انتہائی ہلکی سطح پر جاری رکھیں جائیں گے، تاکہ تمویل کی ضروریات کو بھی پورا کیا جاسکے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مرابحہ خود بھی کوئی مثالی طریقہ تمویل (Mode of Financing) نہیں، جیسا کہ مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ''یہ بات کسی صورت نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے کہ مرابحہ اصل کے اعتبار سے طریقہ تمویل نہیں۔ یہ تو صرف سود سے بچنے کا ایک وسیلہ اور حیلہ ہے۔ ایسا مثالی ذریعہ تمویل نہیں جو اسلام کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

معاشی مقصد کی تکمیل کرتا ہو"۔ (1) یعنی اس کا استعمال ایک حیلہ کے طور پر کرنا چاہیئے، دوسرے الفاظ میں اس کا استعمال انتہائی ضرورت کے وقت میں کرنا چاہیئے اور جہاں اس سے بچنا ممکن ہو بچنا چاہیئے، اس تناظر میں تو مرابحہ کا استعمال اسلامی بینکوں میں انتہائی کم ہونا چاہیئے تھا۔

لیکن موجودہ حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں، تقریباً تمام اسلامی بینکوں کا اصل کاروبار اب مرابحہ ہی رہ گیا ہے، کیونکہ یہ سودی بینکنگ کے مزاج کے بالکل قریب ہے، اور جہاں پر تھوڑا سا فرق ہے، تھوڑا سا خطرہ ہے، وہاں مزید حیلوں کا سہارا لے کر بالکل ہی سودی صورت کے مطابق بنا لیا گیا ہے، تاکہ بازارِ سود میں لوٹ پوٹ ہونے والی عالمی معیشت میں جہاں کچھ لوگ اپنا دامن سود سے محفوظ رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں انہیں بھی اسلامی نام سے دھوکہ دے کر، سودی پراڈکٹ پر اسلام کا لیبل لگا کر بیچ دیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی بینکوں کے پرزور حامی اور بانیوں میں شمار ہونے والے علماء اور تاجر حضرات بھی اب اس حقیقت کو ماننے لگے ہیں کہ اسلامی بینکنگ کو جس مزاج پر چلانے کا تہیہ کیا گیا تھا وہ اس میں ناکام ہو چکے ہیں۔ بطور مثال دو اقوال درج ذیل ہیں:

علامہ یوسف قرضاوی

جو کہ معروف عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی بینکنگ کے پرزور حامی بھی ہیں اور قطر اسلامی بینک اور فیصل اسلامی بینک کے شریعہ بورڈ کے چیئر مین ہیں کہتے ہیں:

"أن المرابحة هي قريبة من التمويل الربوي"" مشيرا إلى أنه للأسف أصبحت المصرفية الإسلامية سجينة للمرابحة وأصبحت 95 في المائة من عملياتها في المرابحة—بحسب تقديراته"

"مرابحہ سودی تمویل کے بہت قریب ہے اور افسوس ہے کہ اسلامی بینک مرابحہ کے "قیدی" بن گئے ہیں، اور میرے اندازے کے مطابق اسلامی بینکوں کے تمام معاملات میں مرابحہ کی

---

(1) اسلامی بینکاری کی بنیادیں، ص108

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نسبت 95 فیصد ہے"۔①

2 ڈاکٹر صالح کامل

جو اسلامی بینکوں کی جنرل کونسل کے سربراہ، اور البرکہ اسلامی بینک اور اردن اسلامی بینک کے بانی ہیں کہتے ہیں:

"بشرنا الناس بأن [المصرف الإسلامي سيقود الأمة] نحو التنمية الاقتصادية وزيادة المصادر وتشغيل العاطل وتأهيل العاجز، ولكن أقول بكل الصدق والتجرد: أننا أخذنا مفهوم البنك [الربوي]، ولم نستطع أن نتجاوز نمط الوساطة المالية؛ فأصبحت الصيغ الاستثمارية المفضلة لدى البنوك الإسلامية هجينًا بين القرض والاستثمار يحمل معظم سمات القرض الربوي وعيوب نظام الرأسمالي الغربي ويعجز عن إبراز معالم الاستثمار الإسلامي المبني على المخاطرة وعلى الاستثمار الحقيقي۔"

"اسلامی بینکنگ کے آغاز میں ہم نے لوگوں کو یہ خوشخبری دی تھی کہ اسلامی بینک اس امت کو اقتصادی ترقی، ذرائع آمدنی میں اضافہ، بے روزگار کو روزگار اور عاجز کو با صلاحیت بنانے کی جانب گامزن کرے گا، لیکن اب میں بالکل سچائی اور غیر جانبداری سے کہتا ہوں کہ: ہم نے سودی بینکوں کا ہی مفہوم اپنا لیا ہے، ہم ایک درمیانی مالی واسطہ کی حیثیت سے آگے ہی نہ بڑھ سکے، اور اب اسلامی بینکوں کا سب سے پسندیدہ طریقہ سرمایہ کاری، قرض اور سرمایہ کاری کا دوغلی نسل کا بچہ ہے، جس میں سودی قرض کی اکثر علامات بھی ہیں اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام کی خامیاں بھی ہیں، اور یہ اسلامی بینک اسلامی سرمایہ کاری کی اکثر صفات کے اظہار سے لاچار ہے جو کہ مخاطرت اور حقیقی سرمایہ کاری پر مبنی ہے"۔②

یہ دو اقوال ہی عبرت کے لئے کافی ہیں، یہ ان افراد کا اعتراف ہے جو کہ نہ صرف اسلامی بینک کے بھرپور مؤید رہے ہیں، بلکہ اسلامی بینکوں میں اعلی عہدوں پر فائز ہیں اور اسلامی بینکوں کے معاملات سے

---

① الشرق الاوسط۔ 24/10/2010

② blog.salehkamel.com/?p=162

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

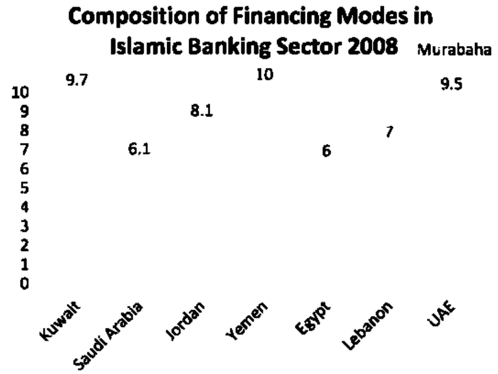

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فیصد!۔اور نفع ونقصان کی شراکت داری جس کی بنیاد پر اسلامی بینک وجود میں آیا تھا اس کا تناسب صرف 2 فیصد ہے اور اس میں بھی مضاربہ کا کوئی حصہ نہیں!۔

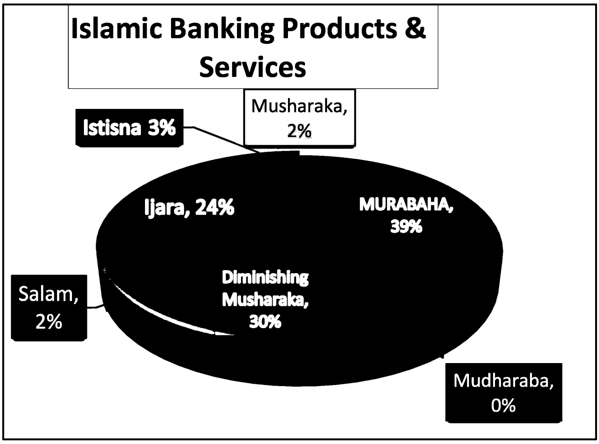

اسی طرح ایک اور رپورٹ جو اسٹیٹ بینک کے اسلامی بینکنگ ڈپارٹمنٹ نے سال 2012ء میں ستمبر کے مہینہ میں جاری کی ،جس میں اسلامی بینکوں کی سال 2012ء کی تیسری سہ ماہی جو کہ جولائی تا ستمبر ہے کا جائزہ لیا گیا۔اس رپورٹ کے اعداد وشمار بھی گزشتہ اعداد وشمار سے زیادہ مختلف نہیں ہیں۔[1]

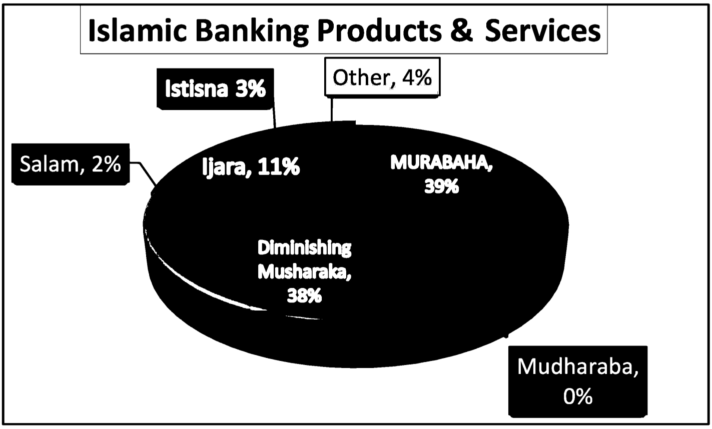

[1] Islamic Banking Bulletin , September 2012 , SBP (page 11)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ کلام

اسلامی بینک کے قیام کا بنیادی مقصد معاشرہ کو سود اور عوام کو مالی ظلم و استحصال سے بچانا اور اسلامی معاشی نظام کے نفاذ کی سنجیدہ کوششیں کرنا تھا۔ اسی لئے ابتداء میں علماء نے یہ طے کیا تھا کہ اسلامی بینک مضاربہ اور مشارکہ جیسے شراکت داری والے معاملات کی طرف زیادہ توجہ دے گا، اور چونکہ ابتداء میں اسلامی بینک کو مشکلات کا سامنا تھا اس لئے مرابحہ اور اجارہ کو عبوری دور کے لئے اسلامی بینکاری نظام میں شامل کیا گیا تھا بلکہ کئی علماء نے اس کی عبوری دور کے لئے بھی اجازت نہیں دی تھی۔ اب اسلامی بینک اپنے ابتدائی دور سے گزر کر پختہ دور تک پہنچ چکا ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جن بینکوں نے مرابحہ کو ابتدائی طور پر عبوری نظام کی حیثیت سے اپنایا تھا وہ بتدریج اس کو ختم کر کے مضاربہ اور مشارکہ کی جانب آتے، لیکن صورتحال اس کے بالکل برعکس ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اس کی وضاحت کی جاچکی ہے۔ اسلامی بینکوں نے اب مرابحہ، اجارہ اور مشارکہ متناقصہ ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے، جبکہ اس میں سود کا شائبہ بھی ہے، صارف کا استحصال بھی، سودی حیلہ بھی اور مشکوک معاملات بھی!، اب ایسے نظام سے یہ توقع رکھنا کہ یہ معاشرہ کو اسلامی معاشی نظام کی جانب لے کر جائے گا بالکل عبث اور بیکار ہے، خصوصاً اب جبکہ اس نظام کو تقریباً ایک تہائی صدی سے زیادہ بلکہ نصف صدی گزر چکی ہے۔ اس لئے جو علماء اب بھی اس نظام کے حامی ہیں انہیں چاہئے کہ یا تو اس نظام کی اصلاح کے لئے انقلابی اقدامات اٹھائیں یا پھر اس نظام کو یہ سمجھ کر جائز نہ کہیں کہ یہ نظام ابھی اپنی ابتدائی عمر سے گزر رہا ہے اس لئے اسے وقت دیا جائے!۔ بلکہ ہماری نظر میں مروجہ مرابحہ اور سودی بینکوں کا سودی قرضہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، بلکہ اس سے بھی کڑوی حقیقت تو یہ ہے کہ صارفین کے لئے سودی بینک، اسلامی بینکوں سے کہیں زیادہ رحم دل واقع ہوئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مروجہ اجارہ میں ملکیت کے انتقال کی صورتیں

اسلامی بینکوں میں کئے جانے والے اجارہ کے معاہدے میں گاڑی یا گھر کی ملکیت پہلے بینک حاصل کرتا ہے پھر اسے صارف کو کرایہ پر دیتا ہے، کرایہ کی مدت کے اختتام پر ملکیت منتقل کرنے کی کئی صورتیں اسلامی بینکوں میں رائج ہیں۔جن میں سب سے زیادہ عام صورتیں یہ ہیں:

1 کرایہ کی مدت کے اختتام پر کرایہ کو ہی قیمت تصور کر کے چیز کی ملکیت صارف کو منتقل کرنا۔یعنی کرایہ کا معاہدہ اور پھر بغیر کسی الگ معاہدہ کے ملکیت کی منتقلی۔

2 بینک اپنے صارف سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر اس نے مقررہ مدت تک کرایہ ادا کیا تو بینک اسے مذکورہ چیز ہدیہ کر دے گا۔یعنی کرایہ کا معاہدہ اور اس معاہدہ میں ہدیہ کا وعدہ۔

3 بینک اپنے صارف سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر اس نے مقررہ مدت تک کرایہ ادا کیا تو بینک اسے مذکورہ چیز الگ معاہدہ کر کے نمائشی قیمت کے بدلہ بیچ دے گا۔یعنی کرایہ کا معاہدہ اور اس معاہدہ میں بیچنے کا وعدہ۔

اول الذکر صورت بالاتفاق حرام ہے اور اس پر مجمع فقہ اسلامی اور ہیئہ کبار علماء سعودی عرب کا فتوی بھی ہے، کیونکہ اس میں ایک ہی چیز پر بیک وقت دو معاہدوں کو ملا دیا گیا ہے، جس سے بہت سی شرعی مخالفتیں جنم لیتی ہیں، اور اب یہ صورت اسلامی بینکوں میں موجود نہیں ہے۔

مروجہ اجارہ کی صورت تصویر نمبر 2 میں ملاحظہ کریں

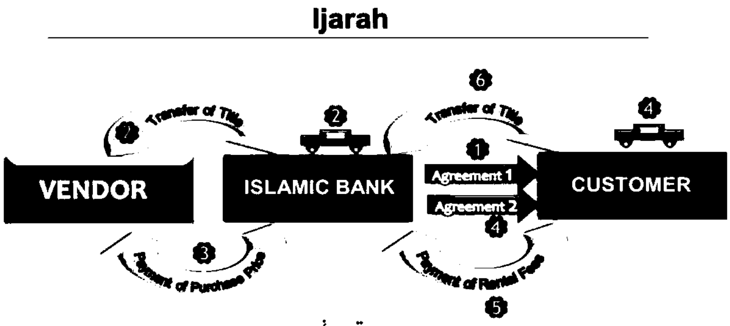

تصویر نمبر 2

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وضاحت:

1. صارف، بینک سے معاہدہ کرتا ہے کہ وہ بینک سے مطلوبہ سامان (گھر، گاڑی) کرایہ پر حاصل کرے گا، اور اس کے لئے بطور ضمانت (Security) مخصوص رقم بینک میں جمع کراتا ہے۔
2. بینک مطلوبہ سامان یا تو خود خریدتا ہے یا پھر صارف کو اپنا وکیل بناتا ہے اور صارف بینک کی طرف سے مطلوبہ سامان خریدتا ہے۔
3. بینک مطلوبہ سامان کی قیمت فروخت کنندہ کو نقد ادا کرتا ہے۔
4. صارف بینک سے اجارہ کا معاہدہ کر کے گاڑی حاصل کرتا ہے۔
5. صارف مخصوص مدت تک بینک کو کرایہ ادا کرتا ہے، یہ کرایہ عموماً (KIBOR) یا (LIBOR) سے منسلک ہوتا ہے۔
6. کرایہ کی مدت ختم ہونے کے بعد درج بالا انتقال ملکیت کی صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے ذریعہ چیز کی ملکیت صارف کو منتقل ہو جاتی ہے۔

مروجہ اجارہ اور شرعی اجارہ میں کئی بنیادی فرق ہیں

1. شرعی اجارہ میں مطلوبہ سامان مؤجر (کرایہ لینے والا) کی ملکیت ہوتا ہے اور اس کے پاس موجود ہوتا ہے، جبکہ مروجہ اجارہ میں مطلوبہ سامان بینک کے پاس موجود نہیں ہوتا بلکہ وہ بعد میں خرید کر اسے صارف کے حوالہ کرتا ہے۔
2. شرعی اجارہ میں مؤجر کا مقصود سامان کی ملکیت اپنے پاس رکھ کر صرف اس کی مخصوص منفعت کو کرایہ پر دینا ہے، اور مستأجر (کرایہ دار) کا مقصد بھی سامان کے عین کا حصول نہیں بلکہ اس کی منفعت کا حصول ہوتا ہے، جبکہ مروجہ اجارہ میں بینک کا مقصود صرف منفعت کو کرایہ پر دینا نہیں ہوتا بلکہ سامان بیچنا ہوتا ہے، اور صارف کا مقصد بھی کوئی مخصوص منفعت کا حصول نہیں بلکہ سامان کی ملکیت کا حصول ہوتا ہے۔

مروجہ اجارہ، درحقیقت اجارہ ہے یا بیع

شریعت کا قانون ہے کہ "العبرة في العقود بالمقاصد و المعاني لا بالألفاظ و المباني" کہ شرعی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رو سے معاملات میں مقاصد کا اعتبار کیا جاتا ہے، ظاہری الفاظ کا نہیں۔ مروجہ اجارہ میں اسلامی بینکوں کا مقصود سامان کی فروخت ہوتا ہے اور صارف کا مقصود سامان خریدنا ہوتا ہے، بظاہر معاملہ کرایہ داری کی بنیاد پر طے کیا جاتا ہے، اور کرایہ بھی چیز کی قیمت کے حساب سے متعین کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ابراہیم ابو اللیل کہتے ہیں: ''یہ معاہدہ دراصل قسطوں پر بیع کی نئی شکل ہے''①۔ اسی طرح دیگر کبار اہل علم بھی اسی کے قائل ہیں کہ یہ اجارہ نہیں بیع ہے، ان میں سلیمان بن ترکی الترکی②، شیخ عبداللہ محمد عبداللہ③، شیخ دبیان محمد الدبیان④ شامل ہیں، اسی طرح بعض ممالک کے قوانین میں بھی اسے بیع ہی تصور کیا گیا ہے جیسا کہ مصر کا شہری قانون⑤ اور کویت کا تجارتی قانون⑥۔ اسی لئے مروجہ اجارہ کو (Ijarah Financing) اور (Ijarah Loan) کہا جاتا ہے، اور اسی لئے کوئی ایک اسلامی بینک بھی مروجہ اجارہ کے تحت دی گئی چیز کی واپسی کا تقاضہ نہیں کرتا، اب چونکہ مقصد چیز کی بیع ہے لہذا مروجہ اجارہ پر، کرایہ داری کے احکامات لاگو نہیں ہوں گے بلکہ بیع کے احکامات کا اطلاق کیا جائے گا۔ اور اجارہ کی مکمل صورت کا جائزہ لینے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ دراصل اقساط پر چیز کی فروخت ہے جسے اجارہ کا نام دیا گیا ہے۔

اسلامی بینک قسطوں پر چیز کی فروخت کا طریقہ کار کیوں اختیار نہیں کرتے؟

یہ ایک بہت اہم سوال ہے کہ جب مروجہ اجارہ میں قسطوں پر فروخت کے طریقہ سے بہت حد تک مماثلت ہے اور مروجہ اجارہ میں اصل مقصد بھی چیز کی فروخت ہی ہے تو پھر اتنا حیلہ کر کے اجارہ اور بیع کو ملانے کی کیا ضرورت ہے؟ اسلامی بینک، اسے بیع التقسیط ہی کیوں نہیں کہہ دیتا اور اپنی اور صارف کی حیثیت کو مالک اور کرایہ دار کے بجائے، فرخت کنندہ اور خریدار کی حیثیت سے متعارف کیوں نہیں کراتا؟۔

اس کا آسان اور سیدھا سا جواب یہ ہے کہ، تاکہ بینک سامان قسطوں پر فروخت کرنے کے باوجود بھی

---

① البیع بالتقسیط والبیوع الائتمانیۃ الأخری، ص:315-317

② مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامي، العدد الخامس 2599/4 ③ البیع بالتقسیط، ص:195

④ الإجارۃ المنتھیۃ بالتملیک ص:2 ⑤ القانون المدني المصري، شق نمبر 430

⑥ القانون التجاري الکویتي، شق نمبر 140

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سامان کی ملکیت اپنے پاس رکھے اور اسے مکمل اطمینان رہے، اور وہ ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہے، وہ اس طرح کہ:

- اجارہ میں کرایہ دار سامان کا مالک نہیں ہوتا، اگر کسی موقع پر کرایہ دار، کرایہ ادا کرنے سے عاجز ہو تو بینک اس سے اپنا سامان واپس لے سکتا ہے، اور اس سے جو رقم بینک نے وصول کی تھی وہ چونکہ کرایہ تھا اس لئے بینک اسے واپس نہیں کرتا کیونکہ صارف اس کرایہ کے عوض منفعت حاصل کر چکا ہے، اور اجارہ فسخ ہونے کی صورت میں مؤجر کرایہ واپس نہیں کرتا، جبکہ قسطوں پر فروخت کی صورت میں سامان کی ملکیت صارف کو مل جانے کے بعد اگر صارف اقساط ادا نہ کر سکے اور وہ تنگ دست ہو تو شرعی طور پر بینک اس پر جرمانہ نہیں لگا سکتا اور نہ ہی وہ سامان زبردستی واپس لے سکتا ہے، اور اگر سامان واپس لے تو شرعی اور قانونی طور پر بینک پر یہ واجب ہوتا ہے کہ صارف کی ادا کردہ رقم میں سے سامان کے استعمال کے برابر رقم منہا کر کے باقی رقم صارف کو واپس کرے۔
- مروجہ اجارہ میں بینک سامان کی انشورنس کراتا ہے اور سامان تلف ہو جانے کی صورت میں انشورنس سے حاصل شدہ رقم کا سامان کے مالک ہونے کی حیثیت سے قانونی حقدار ٹھہرتا ہے، جبکہ صارف چونکہ صرف کرایہ دار ہے اس لئے وہ خالی ہاتھ رہتا ہے، اور دوسری طرف سامان (گھر، گاڑی) پر لگنے والے ٹیکس، اور سامان (مثلاً گاڑی) کے خراب ہونے کی صورت میں درستگی وغیرہ کے اخراجات کو "جاری اخراجات" (Running Expenses) کہہ کر بینک صارف کے ناتواں کندھوں پر ڈال دیتا ہے۔
- شرعی اجارہ میں بعض صورتوں میں کرایہ دار سے کرایہ معاف ہو جاتا ہے جب کرایہ دار کو سامان کی مخصوص منفعت حاصل نہ ہو، مثال کے طور پر اگر اس نے گھر کرایہ پر حاصل کیا اور گھر پر کسی نے جبراً قبضہ کر لیا تو ایسی صورت میں چونکہ اسے گھر کی مطلوبہ منفعت حاصل نہیں، اس لئے وہ کرایہ ادا نہیں کرتا، لیکن مروجہ اجارہ میں چونکہ بینک صارف کو گھر کرایہ پر نہیں دے رہا ہوتا بلکہ درحقیقت بیچ رہا ہوتا ہے اس لئے وہ بہر صورت صارف سے ماہانہ رقم وصول کرتا رہتا ہے، چاہے صارف کو منفعت حاصل ہو یا نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

✿ صارف چونکہ کرایہ دار ہے اس لئے وہ یہ سامان (مثلاً گھر) کسی کو بیچ نہیں سکتا، جبکہ بینک چونکہ مالک مکان ہے اس لئے وہ جب چاہے کسی کو بھی وہ سامان بیچ سکتا ہے، اور صارف اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔

الغرض کہ اسلامی بینک اجارہ اور بیع کے ملاپ سے بننے والے مروجہ اجارہ میں ہر جائز و ناجائز فائدہ سمیٹنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ اس اجارہ کی حقیقت ہے جسے اسلامی بینک سودی بینکوں کے لیزنگ (Leasing Contract) کا متبادل قرار دیتے ہیں۔

مروجہ اجارہ میں شرعی اعتراضات

(پہلا اعتراض) بینک کا صارف سے وعدہ لینا کہ وہ مطلوبہ سامان کو بینک سے کرایہ پر حاصل کرے گا۔

یہ بالکل اسی وعدہ کی طرح ہے جو مروجہ مرابحہ کے (Master Murabaha Facility Agreement) میں بینک صارف سے لیتا ہے، اور مزید اطمینان کے لئے مخصوص رقم سیکیورٹی کے طور پر بھی لی جاتی ہے۔ اس حوالہ سے گزشتہ صفحات میں تفصیل گزر چکی ہے کہ اگر صارف پر اس وعدہ کے ایفاء کو قانوناً لازم کیا جاتا ہے تو اس سے معاملہ ناجائز ہو جاتا ہے، کیونکہ اس وعدہ کی وجہ سے معاہدہ منعقد ہو جاتا ہے اور بعد میں الگ سے جو اجارہ یا مرابحہ کا معاہدہ کیا جاتا ہے وہ محض دکھلاوا ہے، کیونکہ جس ایگریمنٹ میں صارف سے پہلے ہی وعدہ لے لیا گیا ہے اسی میں مطلوبہ سامان کی تفصیلات، کرایہ کا تعین، ادائیگی کا طریقہ کار طے کر لیا جاتا ہے، جبکہ ابھی بینک نے مطلوبہ سامان حاصل نہیں کیا ہوتا۔ اور بیع کی طرح اجارہ میں بھی یہ شرط ہے کہ مؤجر (سامان کرایہ پر دینے والا) کے پاس سامان موجود ہو۔

(دوسرا اعتراض) بینک کا صارف کو وکیل بنانا۔

اس حوالہ سے بھی مرابحہ میں تفصیل گزر چکی ہے کہ بینک کا صارف کو ہی وکیل بنا دینے سے معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے اور سودی تمویل کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

(تیسرا اعتراض) بینک کا سامان کی ملکیت کو اپنے پاس رکھنا۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہوا ہے کہ مروجہ اجارہ دراصل بیع (خرید و فروخت) کا معاملہ ہے، لہذا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس پر بیع کے احکامات کا ہی اطلاق کیا جائے گا۔ بیع کے احکامات میں سے ایک یہ ہے کہ معاہدہ ہونے کے بعد سامان کی ملکیت بائع سے مشتری کی طرف منتقل ہوجاتی ہے، چاہے قیمت مکمل ادا کی گئی ہو یا ادائیگی جاری ہو مجمع الفقہ الاسلامی کی قسطوں پر خرید وفروخت کے بارے میں قرارداد کے مطابق: ''لا حقَّ للبائع في الاحتفاظ بملكيّة المبيع بعد البيع '' بائع کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بیع ہوجانے کے بعد ملکیت کو اپنے پاس محفوظ رکھے ①۔ جبکہ مروجہ اجارہ میں بینک چیز کی ملکیت کو اپنے پاس رکھتا ہے، اور بعد میں آخری قسط کی ادائیگی کے بعد خود بخود یا پھر الگ معاہدہ کے تحت یا ہدیہ کے ذریعہ سامان کی ملکیت منتقل کی جاتی ہے۔

(چوتھا اعتراض) ''ایک معاہدہ میں دو معاہدے'' کی قباحت

مروجہ اجارہ میں صارف کو ملکیت کی منتقلی کے لئے عموماً بینک کی جانب سے ہدیہ کا وعدہ کیا جاتا ہے، یا مدت کے اختتام پر رسمی قیمت کے بدلہ فروخت کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ مرابحہ کی بحث میں تفصیلاً گزر چکا ہے کہ کسی معاہدہ میں کسی چیز کا دوطرفہ یا یکطرفہ وعدہ اور اس کا التزام دراصل بذات خود ایک معاہدہ کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے، کیونکہ قانوناً وقضاءً لازمی ایفاء، معاہدہ کی صفت ہے نا کہ وعدہ کی۔ لہٰذا اسلامی بینک کا صارف سے کیا گیا وعدہ ایک معاہدہ ہے اور اس طرح اجارہ کے معاہدہ میں دو معاہدے شامل ہیں: اجارہ کا معاہدہ، بیع کا معاہدہ۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اجارہ کے ساتھ بیع کا معاہدہ کیا جاسکتا ہے، اور دونوں معاہدوں کو ایک معاہدہ میں جمع کیا جاسکتا ہے، ڈاکٹر علی قرۃ الداغی کہتے ہیں: ''جمہور فقہاء (مالکیہ، شافعیہ، اور حنابلہ) نے اجارہ اور بیع کو ایک معاہدہ میں جمع کرنے کو جائز کہا ہے۔ شرح الخرشی میں ہے: ''اجارہ اور بیع کو ایک معاہدہ میں جمع کرنا جائز ہے، جیسے کوئی شخص کسی سے کھال خریدے اس شرط پر کہ بیچنے والا اس کھال سے مشتری کو جوتا بنا کر دے گا'' ②۔ اسی طرح المغنی میں ہے: ''اگر دو مختلف قیمت والے عقد ایک عوض کے بدلہ جمع کردئے جائیں۔۔۔ جیسے وہ یوں کہے: میں تمہیں یہ گھر بیچتا ہوں اور دوسرا گھر کرایہ پر دیتا ہوں ایک ہزار کے عوض، تو یہ عقد صحیح ہوگا۔ ③

---

① مجمع فقہ الإسلامی کا فیصلہ نمبر [53-2/6]

② شرح الخرشي على مختصر خليل: [4/7] ③ المغني لابن قدامة: [4/260]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ:

اولاً: مروجہ اجارہ درحقیقت اجارہ نہیں بلکہ بیع ہے، کیونکہ اس میں مؤجر (بینک) اور مستاجر (صارف) کا مقصد سامان کی منفعت نہیں ہوتا بلکہ تملیک اور تملک ہوتا ہے، یعنی چیز بیچنا اور خریدنا مقصود ہوتا ہے، لہٰذا مروجہ اجارہ میں بیع کا وعدہ ایک معاہدہ میں دو معاہدے کی قباحت کو شامل ہے۔

ثانیاً: مروجہ اجارہ میں اجارہ اور بیع کے جمع ہونے سے بیع میں غرر اور جہالت داخل ہوجاتی ہے، چونکہ بیع آخری قسط کی ادائیگی کے ساتھ معلق ہوتی ہے، اور بیع میں ضروری ہے کہ مبیع (سامان) کی کیفیت سے فروخت کنندہ اور خریدار دونوں مکمل آگاہ ہوں، لیکن مروجہ اجارہ میں بینک اور صارف دونوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ آخری قسط کی ادائیگی تک مبیع (سامان) کی کیا کیفیت ہوگی؟ بینک صارف سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ اجارہ کی مدت کے اختتام پر یہ چیز اسے بیچ دے گا، اور دونوں کو ہی اس بات کا یقین نہیں ہوتا کہ مقررہ مدت تک چیز باقی بھی ہوگی یا نہیں، اگر موجود ہوگی تو اس کی کیفیت کیسی ہوگی؟۔

جہاں تک ہدیہ کا تعلق ہے تو یہ ہدیہ اقساط پوری کرنے کے عوض دیا جارہا ہے اور اگر ہدیہ کسی عوض کے بدلہ ہو تو اس کا حکم ہدیہ کا نہیں ہوتا بلکہ بیع کا حکم ہوتا ہے، ایسے ہدیہ کو ہدیۃ الثواب کہتے ہیں، شرح حدود ابن عرفہ میں ہے: ''هبة الثواب.. عطية قصد بها عوض مالي.. وحكمها حكم البيع'' ہدیہ ثواب ایسا عطیہ ہے جس میں مالی عوض کا حصول مراد ہو، اور ایسے ہدیہ پر بیع کا حکم لگتا ہے''۔ دلیل الطالب میں ہے: ''فإن كانت بعوض معلوم فبيع'' اگر ہدیہ کسی معلوم عوض کے بدلہ ہو تو وہ بیع ہے۔ امام کاسانی رحمہ اللہ بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں: ''اگر وہ ہدیہ دیتے وقت عوض (بدلہ) کی شرط لگادے یعنی وہ یوں کہے کہ: ''میں تمھیں یہ چیز تحفہ میں دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھے وہ کپڑا دوگے''، تو ایسے معاہدہ کی نوعیت میں اختلاف ہے، ہمارے تینوں اصحاب (امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، اور امام محمد رحمہم اللہ) یہی کہتے ہیں کہ یہ معاہدہ ہے تو ہدیہ کا لیکن اس کا حکم تجارت کا ہوگا'' [1]۔ تو واضح ہوا کہ اس ہدیہ کا حکم بھی بیع کا ہی ہے کیونکہ بینک صارف کو یہ ہدیہ اقساط پوری کرنے کے عوض دیتا ہے، اور چونکہ یہ بیع ہے لہٰذا اس کا وعدہ کرنا، بیع کا وعدہ ہے اور وعدہ میں جب یکطرفہ یا دوطرفہ التزام ہو تو ایسا وعدہ معاہدہ میں بدل جاتا ہے، لہٰذا مروجہ اجارہ

---

[1] بدائع الصنائع: 1326

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں سامان کی ملکیت کی منتقلی کے لئے بینک کا صارف سے ہدیہ کا وعدہ کرنا دراصل دو معاہدوں کو ایک معاہدہ میں جمع کرنا ہے۔

اسلامی بینک کی طرف سے ہدیہ کے حوالہ سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ ہم یہ ہدیہ اقساط کے بدلہ نہیں دے رہے، بلکہ یہ محض ہدیہ ہے جو ہم اپنے صارف کو اچھے مراسم کی بنیاد پر دے رہے ہیں، تو ہمارا اسلامی بینک سے یہ سوال ہے کہ کیا وہ گاڑی اور گھر جو انہوں نے صارف کو اجارہ کے طور پر دیئے تھے اور پانچ سال، دس سال تک اس کا کرایہ (بقول بینک) وصول کیا، کیا بینک وہ گھر اور گاڑی اپنے صارف سے واپس لے سکتا ہے؟۔ایک اور سوال یہ ہے کہ پاکستان جیسے غریب ملک میں جہاں غربت اپنی حدوں کو چھو رہی ہے لاکھوں کروڑوں افراد ایسے ہیں جنہیں کوئی رہائش میسر نہیں، جن کے پاس کوئی سواری نہیں، تو اسلامی بینک ایسے صارف کو جو مہنگی رہائش کے بھی متحمل ہو سکتے ہیں، اور مہنگی سواری بھی خرید سکتے ہیں کو ہی گھر اور گاڑی ہدیہ کرنے پر مصر کیوں ہیں، کیا وہ یہ گاڑیاں اور گھر جنہیں وہ بلا عوض اپنے صارفین کو ہدیہ کر رہے ہیں ان غریبوں کو نہیں دے سکتے جو اس کے اصل مستحق ہیں؟۔اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی بینک ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ وہ یہ ہدیہ ان اقساط کے عوض دے رہے ہیں جو انہوں نے وصول کی ہیں، لہذا اسے ہدیہ نہیں بیع ہی کہا جائے گا۔

خلاصہ کلام

- مروجہ اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ، شرعی اجارہ سے عملی اور ماہیتی اعتبار سے بہت مختلف ہے۔
- مروجہ اجارہ درحقیقت بیع کا معاملہ ہے اور اس پر بیع کے احکامات کا ہی اطلاق کیا جائے گا۔
- مروجہ اجارہ میں درج ذیل شرعی قباحتیں پائی جاتی ہیں:

① بینک کا صارف سے اجارہ کی ابتداء میں لیا جانے والا وعدہ جس کا قانوناً التزام کرایا جاتا ہے یہ وعدہ مروجہ اجارہ کو "بیع ما لا یملک" (ایسی چیز کی فروخت جو انسان کی ملکیت میں نہ ہو) جیسی ممنوع بیع کے حکم میں داخل کر دیتا ہے۔

② بینک کا اجارہ میں مطلوبہ سامان کی خریداری کے لئے صارف ہی کو وکیل مقرر کرنا۔جو اس معاملہ کو سودی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمویل سے مشابہ کر دیتا ہے۔

③ بینک کا مروجہ اجارہ میں کرایہ کے تعین میں شرح سود کو معیار مقرر کرنا۔جس کے سبب اجارہ میں کرایہ مجہول (نا معلوم) ہو جاتا ہے۔

④ اقساط کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں صارف پر لگایا جانے والا جرمانہ جسے صدقہ کا نام دیا جاتا ہے۔

⑤ بینک کا سامان کی ملکیت کو اپنے پاس رکھنا۔

⑥ ایک معاہدہ میں دو معاہدے کی قباحت۔

ان تمام شرعی اعتراضات کی موجودگی کے سبب اسلامی بینکوں میں جاری اجارہ کا معاہدہ شرعی لحاظ سے صحیح نہیں۔اس کے ناجائز وحرام ہونے کا فتوی سعودی عرب کی کبار علماء کمیٹی نے بھی دیا ہے اور اس کا بنیادی سبب ایک معاہدہ میں دو معاہدوں کی قباحت قرار دیا ہے۔[1]

مروجہ اجارہ کا شرعی متبادل

مروجہ اجارہ کا حقیقی شرعی متبادل ،قسطوں پر بیع ہے ،اور اس میں بینک کے لئے یہ سہولت بھی ہے کہ وہ چیز فروخت کرنے کے بعد اس کی ملکیت بطور رہن کے اپنے پاس رکھ لے ،اور جب اقساط مکمل ہو جائیں تو اس کی ملکیت صارف کو واپس کر دی جائے۔یہی وہ متبادل ہے جس کی طرف سعودی عرب کی علماء کمیٹی نے بھی درج بالا فتوی میں رہنمائی کی ہے۔

❀❀❀❀❀❀

① فتوی کبار علماء کمیٹی۔تاریخ فتوی (29/10/1420ھ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح نبی ﷺ کا فرمان ہے: "إن الله عز و جل يقول: أنا ثالث الشريكين ما لم يخن أحدهما صاحبه فإذا خانه خرجت من بينهما."
بیشک اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں دو شراکت داروں کے ساتھ تیسرا ہوں جب تک کہ ان میں سے کوئی اپنے شریک کے ساتھ خیانت نہیں کرتا، جب وہ خیانت کرتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔

مشارکہ کی اقسام

مشارکہ کی بنیادی طور پر دو قسام ہیں: (۱) شركة الملك۔ [۲] شركة العقد۔

(1) شركة الملك: اس سے مراد یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد افراد کسی چیز کی ملکیت میں شراکت دار ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ دونوں کی شراکت داری برابر ہو۔ اور اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ شراکت داری کا سبب خرید و فروخت ہی ہو، بلکہ وصیت یا ہدیہ وغیرہ کے ذریعہ بھی دو یا دو سے زائد افراد کسی چیز کی ملکیت میں شریک بن سکتے ہیں۔

(2) شركة العقد: عقد کا مطلب ہے معاہدہ، اس سے مراد ایسا معاہدہ ہے جس کے ذریعہ دو یا دو سے زائد افراد مال میں یا عمل میں یا دونوں میں شریک (پارٹنر) بنتے ہیں، اور تمام شرکاء کو مال یا عمل میں تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے، اور شراکت داری سے وجود میں آنے والے کاروبار و تجارت کا منافع طے شدہ تناسب کے مطابق تمام شرکاء میں تقسیم ہوتا ہے اسے (Joint Commercial Enterprise) کہا جاتا ہے۔ شركة العقد کی مزید پھر کچھ اقسام ہیں:

مال میں شراکت

یہ قسم مالی شراکت کے تناسب، اور حق تصرف کے لحاظ سے دو اقسام پر مبنی ہے:

(1) شركة العنان: اس سے مراد ایسی شراکت داری ہے جس میں مالی، عملی شراکت داری کا تناسب، حق تصرف، منافع کی تقسیم برابری کی سطح پر نہ ہو، یعنی کسی شریک کا مال زیادہ ہو، کسی کو تصرف کا اختیار زیادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے دیا جائے، اسی طرح کسی شریک کو دیگر شرکاء کی نسبت زیادہ منافع ملے۔ البتہ خسارہ کی صورت میں ہر شریک اپنی مالی شراکت داری کے حساب سے نقصان برداشت کرتا ہے۔

(2) شرکۃ المفاوضۃ: اس سے مراد ایسی شراکت داری ہے جس میں تمام شرکاء مالی، عملی شراکت داری، حق تصرف، منافع کی تقسیم اور خسارہ اٹھانے میں برابر ہوں، اس کے شرعی حکم میں اختلاف ہے اور راجح یہی ہے کہ شرکۃ المفاوضۃ ناجائز ہے۔

عمل میں شراکت

ایک شریک کی جانب سے مال اور دوسرے شریک کی جانب سے عمل

اس شراکت داری کو اصطلاحاً مضاربہ کہتے ہیں۔

مشارکہ متناقصہ کی تعریف

درج بالا تفصیل ذکر کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ مشارکہ متناقصہ شراکت داری کی ایک نئی قسم ہے جس کا ذکر کتب فقہ میں نہیں ملتا اور سب سے پہلے اس کا استعمال اسلامی بینک میں ہی کیا گیا ہے۔ متناقصہ نقص سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے کمی۔

مشارکہ متناقصہ سے مراد ایسا مشارکہ ہے جس میں ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ تدریجاً خریدنے کا وعدہ کرتا ہے حتی کہ آخر میں وہ شریک پورے اثاثہ کا مالک بن جاتا ہے۔[1]

اسلامی بینکوں میں مشارکہ متناقصہ کا استعمال عموماً ٹھوس اثاثہ جات کی تمویل (Fixed Asset Financing) میں کیا جاتا ہے، اور کبھی کسی کاروبار میں مشارکہ متناقصہ کے ذریعہ مالی تمویل کاری کی ضروریات کو بھی پورا کیا جاتا ہے۔ شرعیہ اسٹینڈرز کے مطابق مشارکہ متناقصہ کا شمار شرکۃ العقد کی قسم شرکۃ العنان میں سے ہے۔[2] جبکہ مروجہ اسلامی بینکوں کے تعامل سے یہ محسوس ہوتا ہے وہ اسے شرکۃ الملك کی حیثیت دیتے ہیں۔

اسلامی بینکوں میں مشارکہ متناقصہ کے ذریعہ عموماً جن چیزوں میں تمویل کی جاتی ہے ان میں:

---

[1] المعاییر الشرعیۃ [171] [2] المعاییر الشرعیۃ [171]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- House Financing
- Plant and machinery financing
- Car Financing

وغیرہ شامل ہیں۔

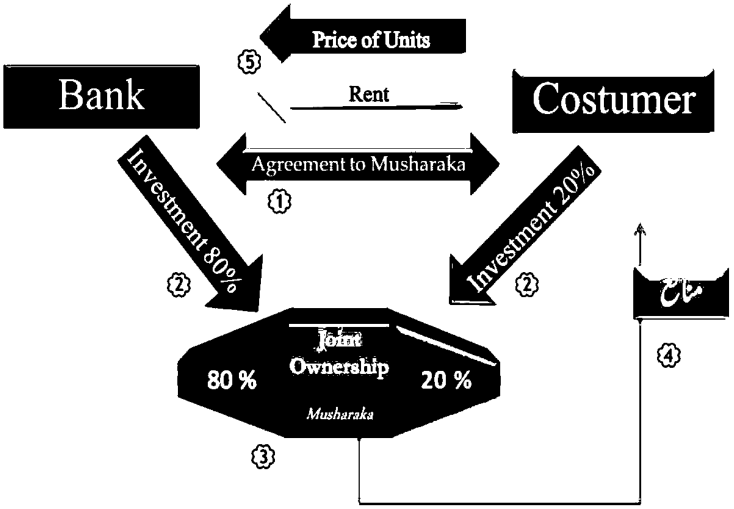

مشارکہ متناقصہ کی صورت

وضاحت:

1. سب سے پہلے صارف بینک سے اپنے مطلوبہ سامان کے لئے تمویل (Financing) کی خواہش کا اظہار کرتا ہے، اور بینک صارف سے مشارکہ کا معاہدہ کرتا ہے۔ اسی معاہدہ میں صارف بینک سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ مطلوبہ سامان میں بینک کا جو حصہ (Share) بنتا ہے وہ الگ الگ (Units) کی صورت میں ماہانہ یا سہ ماہی بنیادوں پر خریدے گا۔
2. بینک اور صارف دونوں مل کر مطلوبہ سامان میں مخصوص رقم ادا کر کے ملکیت میں شراکت دار بن جاتے ہیں، جس میں بینک کا حصہ کم از کم 80 اور زیادہ سے زیادہ 90 فیصد تک ہوتا ہے اور اگر کوئی کاروبار ہے تو صارف اور بینک شرکہ العقد کے ذریعہ پارٹنر بن جاتے ہیں۔
3. صارف اور بینک کے سرمایہ سے مطلوبہ سامان حاصل کیا جاتا ہے یا کوئی کاروبار شروع کیا جاتا ہے۔
4. اگر مشارکہ متناقصہ کے ذریعہ کوئی سامان خریدا گیا ہے تو مذکورہ سامان کو صارف استعمال کرتا ہے مثلاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گھر میں رہائش رکھتا ہے یا گاڑی کو استعمال کرتا ہے، اسی استعمال کو بینک منافع تصور کرتا ہے جو کہ صارف کو مل رہا ہے اور اگر کوئی کاروبار ہے تو اس سے حاصل ہونے والی آمدنی یا منافع بینک اور صارف کے مابین شراکت داری کے تناسب سے تقسیم ہوتا ہے۔

5. بینک اپنی شراکت داری کو اکائیوں (Units) میں تقسیم کرتا ہے، مثلاً اگر بینک کا حصہ 80 فیصد ہے تو بینک اسے آٹھ آٹھ فیصد کی دس یا دس دس فیصد کی آٹھ اکائیوں (Units) میں تقسیم کرتا ہے، اور صارف اپنے وعدہ کے مطابق مخصوص مدت میں ان اکائیوں کو خریدنے کا پابند ہوتا ہے، حتیٰ کہ آخری اکائی کی خریداری کے ساتھ ہی شراکت داری ختم ہوجاتی ہے اور صارف اس چیز کی مکمل ملکیت حاصل کرلیتا ہے۔ اور جب تک وہ ان اکائیوں کو مکمل خرید نہیں لیتا اس وقت تک چونکہ وہ محصولہ سامان میں بینک کا حصہ استعمال کررہا ہے لہذا وہ بینک کو اس کے حصہ کے تناسب سے کرایہ ادا کرتا ہے۔

اس مکمل وضاحت کی روشنی میں مشارکہ متناقصہ کی صورت یوں بنتی ہے کہ گھر کی خریداری کا خواہش مند صارف بینک سے مشارکہ کی بنیاد پر گھر خریدنے کا ارادہ ظاہر کرتا ہے، بینک اور صارف سرمایہ لگا کر ایک گھر جس کی قیمت مثلاً دس لاکھ روپے ہو خریدتے ہیں، اس میں صارف دو لاکھ روپے ادا کرتا ہے اور بینک آٹھ لاکھ روپے، اس طرح صارف کا اس شراکت داری میں حصہ بیس فیصد ہوتا ہے اور بینک کا اسی فیصد، پھر مشارکہ کی ابتداء میں کئے گئے معاہدہ کے مطابق صارف متعین مدت میں بینک کا حصہ خریدتا ہے، بینک اپنے حصہ کو اکائیوں (Units) میں تقسیم کرتا ہے، مثلاً وہ ایک لاکھ کے آٹھ یونٹس بناتا ہے اور صارف اپنے وعدہ کے مطابق ہر تین مہینہ بعد ایک یونٹ خریدنے کا پابند ہوتا ہے۔

مروجہ مشارکہ متناقصہ پر شرعی اعتراضات

(پہلا اعتراض) بینک کا صارف سے وعدہ لینا کہ وہ شراکت داری کے ذریعہ حاصل کردہ سامان میں بینک کا جو حصہ بنتا ہے اسے مختلف اکائیوں (Units) کی صورت میں خریدے گا۔

بینک یہ وعدہ صارف سے اس وقت لیتا ہے جب ابھی مشارکہ کی تکمیل نہیں ہوتی اور نہ ہی ابھی کوئی سامان خریدا گیا ہوتا ہے، یعنی مشارکہ کی ابتداء ہی میں مشارکہ کے تناقص (Diminish) کا عہد لے لیا جاتا ہے۔ اس وعدہ کی وجہ سے مشارکہ متناقصہ میں کئی شرعی اشکالات وارد ہوتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

① سرمایہ کی ضمانت

مشارکہ میں دو یا دو سے زائد افراد نفع اور نقصان کی بنیاد پر شراکت داری کرتے ہیں، اگر نفع ہو تو طے شدہ بنیاد پر تقسیم ہو جاتا ہے، اور اگر نقصان ہو تو شراکت داری کے تناسب سے ہر شریک نقصان اٹھاتا ہے اور اس میں کسی کو استثناء نہیں ہوتا، اور مشارکہ میں کسی بھی شریک کے سرمایہ کی ضمانت نہیں دی جاتی، یہی بات مشارکہ کو سودی معاملہ سے الگ کرتی ہے۔ لیکن مروجہ مشارکہ میں بینک کا صارف سے مشارکہ کی ابتداء ہی میں یہ وعدہ لے لینا کہ بینک کا جو حصہ بنتا ہے وہ صارف خریدے گا اور جب تک وہ بینک کا حصہ خرید نہیں لیتا وہ بینک کو کرایہ بھی ادا کرے گا، اور پھر اس وعدہ کو قانوناً لازمی ایفاء کرانا دراصل مشارکہ میں سرمایہ کی ضمانت لینا ہے، اور یہ صورت بالکل یوں ہی بن جاتی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو مکان خریدنے کے لئے دس لاکھ روپے قرض دے پھر اس سے گیارہ لاکھ روپے وصول کرے، یعنی مشارکہ میں سرمایہ کی ضمانت لینے یا ضمانت دینے سے مشارکہ سودی معاملہ کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔

② ایک معاہدے میں دو معاہدے

مشارکہ متناقصہ میں بینک مشارکہ کے معاہدے کے ساتھ ہی صارف سے وعدہ لیتا ہے کہ وہ موجودہ مشارکہ میں بینک کا جو حصہ بنتا ہے اسے ضرور خریدے گا، اسے بینک وعدہ کا نام دیتے ہیں جبکہ اس وعدہ کا قانوناً التزام کرایا جاتا ہے، اور یہ بات گزشتہ صفحات میں بارہا مقام پر تفصیل کے ساتھ ذکر ہوئی ہے کہ ایسا وعدہ جس میں قانوناً التزام کا عنصر پایا جائے وہ دراصل معاہدہ ہے، وعدہ نہیں۔ اور اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ مروجہ مشارکہ متناقصہ میں بھی یہ قباحت موجود ہے کہ ایک معاہدے میں دو معاہدے جمع کر دیئے جاتے ہیں۔

③ بیع ما لا یملك (ایسی چیز فروخت کرنا جس کا وہ مالک نہ ہو) کی قباحت

بینک صارف سے مشارکہ کے آغاز ہی میں یہ وعدہ لے لیتا ہے کہ صارف بینک کا حصہ خریدے گا، اور جس وقت یہ وعدہ لیا جاتا ہے اس وقت مطلوبہ سامان کی ملکیت حاصل کرنا تو الگ بات، وہ سامان ابھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خرید ابھی نہیں گیا ہوتا، اور جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ جس وعدہ کا قانوناً التزام کرایا جاتا ہو اس کی حیثیت معاہدے کی ہوتی ہے، تو گویا اس معاہدے کے ذریعہ بینک ایسا سامان صارف کو بیچ رہا ہے جو کہ ابھی خود بینک کے پاس موجود نہیں، اور ایسی خرید وفروخت شرعاً جائز نہیں۔

(دوسرا اعتراض) بینک کے (Units) خریدنے میں صارف کی طرف سے تاخیر کی صورت میں ''صدقہ'' کا التزام:

جیسا کہ مرابحہ اور اجارہ کی بحث میں یہ ذکر ہوا کہ کسی بھی مالی معاملہ میں ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں اگر قرضدار جان بوجھ کر تاخیر کا مرتکب ہوا ہو تو اس پر مالی جرمانہ کے علاوہ کوئی اور سزا دی جاسکتی ہے، اور جہاں تک بات ہے صدقہ کی تو یہ دراصل مالی جرمانہ ہے اور قطعاً حرام ہے۔

لیکن مشارکہ متناقصہ میں صدقہ کا التزام نہایت حیران کن ہے، کیونکہ مروجہ مشارکہ میں صارف بینک سے (Units) خریدتے وقت ہر (Unit) کے لئے الگ معاہدہ کرتا ہے جس میں ہر دفعہ الگ ایجاب وقبول ہوتا ہے کیونکہ بینک محصولہ سامان میں خود کو شریک تصور کرتا ہے گویا کہ وہ سامان میں حق ملکیت رکھتا ہے اور صارف نے جب بھی شراکت داری میں اپنا حصہ بڑھانا ہو تو وہ بینک سے ان (Units) کو خریدتا ہے جو کہ محصولہ سامان میں بینک کی حق ملکیت وشراکت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب وہ (Units) بینک کی ملکیت ہیں اور ہر دفعہ صارف یکمشت ادائیگی کر کے ایک ایک (Unit) الگ الگ خریدتا ہے تو وہ شرعاً وقانوناً بینک کا قرضدار تو نہ ہوا، پھر تاخیر اور سبب تاخیر پر بحث کیوں ہو؟ پھر صارف پر صدقہ کا التزام چہ معنی دارد؟ اور اگر بینک صارف کو اپنا قرضدار سمجھتا ہے اور اس کی نظر میں ان اکائیوں (Units) کی قیمت صارف پر قرض ہے، تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ صارف ان (Units) کا مالک ہے اور اب اس نے صرف ان کی قیمت ادا کرنی ہے، اگر ہم اس بات کو تسلیم کریں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر بینک ان (Units) کا کرایہ کیوں وصول کرتا ہے؟، وہ تو حق ملکیت وحق شراکت ہی نہیں رکھتا کہ اپنے حصہ کو استعمال کرنے پر صارف سے کرایہ کا تقاضا کرے؟۔

الغرض یہ کہ صدقہ کا التزام اور اس کی منطق مرابحہ اور اجارہ میں تو پھر کسی حد تک معقول نظر آتی ہے اگرچہ شرعاً وہ ناجائز ہی سہی، لیکن مشارکہ متناقصہ میں تو صدقہ کا التزام دائرہ معقولیت سے بھی خارج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے چہ جائیکہ ہم اس پر کوئی شرعی بحث کریں۔

مشارکہ متناقصہ کی مجوزہ شرعی صورت

مشارکہ متناقصہ کی درست شرعی صورت اسی وقت بن سکتی ہے جب اس میں وارد شرعی اعتراضات کو ختم کیا جائے:

① بینک مشارکہ کے آغاز میں صارف سے وعدہ لے سکتا ہے کہ صارف بینک کا حصہ خریدے گا، لیکن اس وعدہ کا قانونی التزام نہ ہو۔

② مشارکہ کا معاہدہ اور مشارکہ میں بینک کا اپنا حصہ بیچنے کا معاہدہ الگ الگ ہونا چاہیے، دونوں معاہدوں کو ایک ہی معاہدے میں جمع نہ کیا جائے۔

③ مشارکہ متناقصہ میں صدقہ کا کوئی جواز نہیں، چونکہ یہ ایک خرید وفروخت کا معاہدہ ہے لہذا اس میں بینک صارف پر کوئی جبر وزبردستی نہیں کرسکتا، البتہ اتنا ضرور کیا جاسکتا ہے کہ صارف پر یہ واضح کردیا جائے کہ اگر وہ بینک سے اس کا حصہ نہیں خریدے گا تو بینک اپنا حصہ (Share) کسی اور کو فروخت کرنے میں آزاد ہوگا۔

آخر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہم سب کو اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے، مروجہ اسلامی بینکوں کے سرکردہ افراد کو یہ توفیق دے کہ وہ انہیں حقیقی اسلامی مالیاتی وتجارتی ادارہ بنائیں اور پوری دنیا میں سودی اقتصادی نظام کی بیخ کنی کرکے عالمی اسلامی اقتصادی نظام کے نفاذ کو ممکن بنائیں۔

واللہ اعلم وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

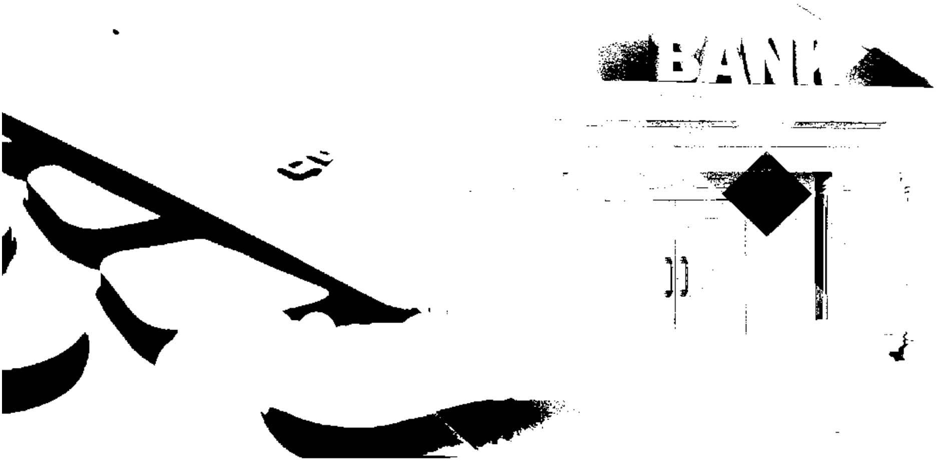

عصر حاضر کے معاشی نظام میں بینک ایک بنیادی عنصر ہے اور اس نظام کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ماضی قریب میں اپنی ابتداء سے لے کر حالیہ دنوں تک بینک کا ادارہ بتدریج اپنی ارتقائی منازل طے کرر ہا ہے۔ یہ ادارہ بنیادی طور پر اقتصاد و معیشت سے منسلک ہے اور چونکہ گزشتہ دو صدیوں سے اور خصوصاً پچھلے سو سال میں اقتصادیات و معاشیات میں بے پناہ تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں اور ہر گزرتا دن اقتصادی میدان میں ایک نئی جدت لے کر آرہا ہے لہذا بینک نے بھی بہت تیز رفتاری کے ساتھ خود کو تبدیل کیا ہے، اور ہر دور کی اقتصادی ضروریات کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

بدقسمتی سے دور جدید کا اقتصادی نظام اس ذہن کی ایجاد ہے جسے حلال وحرام کی تمیز، دینداری اور خوف الٰہی کا کوئی شعور نہیں، بلکہ مادیت پرستی، منافع کی حرص اور لالچ اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ حقیقی تجارت کے بجائے سودخوری آمدنی کا ذریعہ، خیر خواہی کے بجائے لوٹ کھسوٹ اور چھینا جھپٹی طریقہ کاروبار، اور حلال وحرام کی پرواہ کرنے کی جگہ زیادہ سے زیادہ منافع کمانا کامیابی کا معیار ٹھہرا۔ اب چونکہ بینک نہ صرف اس نظام کا کلیدی پرزہ ہے بلکہ درحقیقت یہ نظام اسی بینک کی بنیاد پر قائم ودائم ہے، لہذا یہ تمام خرابیاں اس میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

استعماری قوتوں کی بدولت یہ نظام مسلمانوں میں بھی در آیا، محکومی، دین سے دوری اور جہالت کی بناء پر مسلمانوں نے اسے قبول بھی کرلیا اور اپنے اس شاندار اقتصادی نظام کو فراموش کر بیٹھے جو خالق اقتصادیات ورازق معیشت نے انہیں عطا کیا تھا، اور جو کم وبیش ایک ہزار سال تک پوری دنیا میں نافذ رہا، جس کی نظیر پوری تاریخ انسانی مل کر بھی پیش کرنے سے قاصر ہے، پھر استعمار سے آزادی کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغربیت پرستی اور مرعوبیت نے اس نظام کو مسلمانوں میں مزید ترقی دی اور کوئی مسلمان ملک ایسا نہ رہا جو اس نظام کی لپیٹ میں آ کر سود خوری اور لوٹ کھسوٹ جیسی تباہ کن برائیوں میں مبتلا نہ ہوا ہو۔ بالآخر اللہ کی توفیق سے مسلمانوں میں اس حوالہ سے بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے ازسرنو اس نظام کا جائزہ لے کر اس کے حلال وحرام کو الگ کرنے اور حرام کی جگہ حلال متبادل پیش کرنے کے سلسلہ کا آغاز کیا جو آج تک جاری وساری ہے۔

زیرنظر مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں اس نظام کے بنیادی ستون یعنی بینک کی اپنے صارفین کو دی جانے والی خدمات (Services) کا جائزہ لے کر ان کا شرعی حکم بیان کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

آغاز بحث میں چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے:

❶ دور حاضر میں بینکوں کی مختلف انواع واقسام موجود ہیں جن میں حکومتی یا مرکزی بینک یعنی اسٹیٹ بینک، کمرشل بینک، ریٹیل بینک، مائیکروفنانس بینک، ایگریکلچر بینک، اور کوآپریٹو بینک وغیرہ ہیں۔ ان تمام بینکوں میں مختلف امور سرانجام دیئے جاتے ہیں اور صارفین کو مختلف خدمات فراہم کی جاتی ہیں۔ زیرنظر مضمون میں میرا موضوع کمرشل بینک اور ریٹیل بینک کے حوالہ سے ہے، کیونکہ عوام الناس اور اکثر کاروباری افراد کا انہی بینکوں سے تعلق ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اسلامی بینکوں میں بھی چونکہ کم وبیش وہی خدمات فراہم کی جاتی ہیں جو کمرشل بینک میں ہوتی ہیں تو اس مضمون میں اسلامی بینک کے معاملات بھی زیر بحث آئیں گے۔ جبکہ مرکزی بینک سے عوام الناس کا تعلق کم ہوتا ہے اور اس کے معاملات بھی حکومت کے ماتحت ہوتے ہیں، اسی طرح مائیکروفنانس بینک، ایگریکلچر بینک، اور کوآپریٹو بینک وغیرہ یہ اسپیشلائزڈ بینک کہلاتے ہیں جن کا تعلق ایک مخصوص طبقہ تک محدود ہوتا ہے، اور پھر ان میں کئے جانے والے معاملات چونکہ زیادہ تر سرمایہ کاری (Financing) پر مشتمل ہوتے ہیں جن کا شرعی حکم واضح ہے کہ وہ سود پر مشتمل ہیں لہذا ان پر تفصیلی بحث کی چنداں ضرورت نہیں۔

❷ کمرشل بینکوں میں فراہم کی جانے والی خدمات کئی اقسام کی ہیں، ان میں کچھ خدمات تو ایسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ہیں جو بینک کے بنیادی کام/ذمہ داری (Primary Function) سے متعلق ہیں، جیسا کہ کرنٹ اکاؤنٹ، سیونگ اکاؤنٹ کھولنا، قرض دینے کی مختلف صورتیں مثلاً Cash Credit, Overdraft، آٹو لیزنگ، اور ہوم فنانسنگ وغیرہ اور ان پر سود لینا شامل ہیں، اور کچھ ایسی ہیں جو بینک کے ثانوی کام/ذمہ داری (Secondary Function) سے متعلق ہیں، جیسے رقوم کی منتقلی، رقوم کی وصولی، صارف کے وکیل کی حیثیت سے مختلف جگہوں پر ادائیگی، LC، غیر ملکی کرنسی (Foreign Currency) کی خرید و فروخت اور صندوق (Locker) کی فراہمی وغیرہ ہیں۔ پھر ان بنیادی و ثانوی ذمہ داریوں کے تحت کچھ معاملات آتے ہیں، جیسا کہ کرنٹ اکاؤنٹ میں چیک بک، ATM Card، Credit/ Debit Card کی مفت یا قیمتاً فراہمی، LC میں کچھ عرصہ پہلے ہی ڈالرز کا ریٹ فکس کرنا، اور LC Discounting وغیرہ۔ بینک کی طرف سے فراہم کردہ تمام خدمات کا جائزہ لینا ممکن نہیں ہے، کیونکہ ان میں سے کچھ ایسی ہیں جن کی بہت سی صورتیں ہیں اور ان میں روز بروز تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے، اور کچھ سے زیادہ تر عوام الناس کا تعلق نہیں ہے، تو ہم اس مضمون میں ان خدمات کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے جو ہمارے ہاں معروف ہیں، اور اکثر بینکوں میں کم و بیش ایک ہی طریقہ کار سے پائی جاتی ہیں۔

❸ بینکنگ سسٹم چونکہ اس طور پر بنایا گیا ہے کہ اس میں شرعی اصطلاحات اور شرعی نظام موجود نہیں ہے لہذا پہلے تو ہم ان معاملات کو شریعت کے بیان کردہ نظام پر پیش کر کے اس کی فقہی صورت کو واضح کریں گے اس کے بعد اس فقہی صورت کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا حکم بیان کریں گے۔ البتہ اسلامی بینکاری نظام میں چونکہ علماء نے اسلامی اصطلاحات استعمال کی ہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اسلامی بینکاری دراصل ہے ہی محض اسلامی اصطلاحات کا نام! حقیقی اسلامی نظام سے وہ کوسوں دور ہے، لیکن چونکہ اسلامی اصطلاحات کا استعمال موجود ہے لہذا ہم انہی اصطلاحات کو ملحوظ رکھتے ہوئے صورتِ مسئلہ کو واضح کر کے اس کا حکم بیان کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بینک کی تمویل کاری/سرمایہ کاری (Financing) پر مشتمل خدمات اوران کا شرعی حکم

کمرشل بینک میں سرمایہ کاری پر مشتمل کئی معاملات ہیں جن کی وہ اپنے صارفین کو پیشکش کرتا ہے، ان میں چند اہم یہ ہیں:

(Saving Ac) اور منجمد سرمایہ (Fixed Deposit)

بچت کھاتہ میں بینک اپنے صارف کو یہ سہولت فراہم کرتا ہے کہ وہ اپنا پیسہ بینک کے اس کھاتہ میں رکھوادے اور اس پر ماہانہ یا سالانہ بنیادوں پر منافع (سود) حاصل کرے۔ اس کے لئے بینک کی جانب سے رقم کی کم از کم حد مقرر کی جاتی ہے جو صارف کو لازماً اس کھاتہ میں رکھنی ہوتی ہے۔ اسی طرح صارف ایک خاص حد سے زیادہ اس کھاتہ سے رقم نہیں نکال سکتا۔ فکسڈ ڈپازٹ کی صورت بھی کم وبیش اسی طرح ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ صارف فکسڈ ڈپازٹ سے ایک معینہ مدت مثلاً چھ مہینے یا ایک سال

قم سکا

بینک اپنے صارف کو اس کی ضرورت کے حساب سے مختلف صورتوں میں قرض ادا کرتا ہے اور اس پر اس سے زائد رقم کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ قرض، نقد رقم یعنی Overdraft,Cash Credit کی صورت میں، آٹو لیزنگ میں گاڑی کی قیمت کی ادائیگی کی صورت میں، ہوم فنانسنگ میں گھر کی قیمت کی ادائیگی کی صورت میں ہوسکتا ہے۔

اس صورت میں بینک سرمایہ لگاتا ہے اور صارف سے منافع (سود) کا تقاضا کرتا ہے۔

اسلامی بینکوں میں تمویل کاری/سرمایہ کاری کے لئے بھی یہی ذرائع ہیں، البتہ ان کے لئے طریقہ کار کچھ مختلف کر کے انہیں اسلامی اصطلاحات سے موسوم کیا گیا ہے، مثلاً بچت کھاتہ کو مضاربہ کی صورت میں، آٹو لیزنگ کو اجارہ یا مشارکہ متناقصہ کی صورت میں، اور ہوم فنانسنگ کو بھی اجارہ یا بیشتر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوقات مشارکہ متناقصہ کی صورت میں کیا جاتا ہے، اسی طرح اگر چہ نقد قرض کی سہولت اسلامی بینکوں میں (سود کے شائبہ کی وجہ سے) موجود نہیں ہے البتہ کسی حد تک اس کی کمی کو مرابحہ للآمر بالشراء، بیع سلم اور استصناع کی صورت میں پورا کیا گیا ہے۔ بہر حال اسلامی بینکوں کے ان تمویلی ذرائع کا حکم بیان کرنے کے لئے علیحدہ سے مضامین موجود ہیں جو ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، مختصراً اتنا بیان کر دوں کہ یہ تمام ذرائع مشکوک ہیں اور ان میں کئی واضح سقم موجود ہیں جو انہیں اسلامی سرمایہ کاری سے بہت دور لے جاتے ہیں اور خصوصاً مرابحہ جو کہ اسلامی بینکوں کا سب سے بڑا ذریعہ آمدنی ہے اسے خود اسلامی بینکوں کے حامی علماء نے بھی "سود سے بچنے کا حیلہ" قرار دیا ہے۔ ①

فقہی صورت

کمرشل بینکنگ سسٹم میں جس معاملہ کو سرمایہ کاری یا فنانسنگ کہا جاتا ہے، شریعت میں اس کی صورت قرض کی بنتی ہے، بچت کھاتہ (Saving Account) میں صارف قرض خواہ ہے اور بینک قرضدار ہے اور صارف کا جو پیسہ بینک میں موجود ہے وہ بینک پر قرض ہے کیونکہ جس رقم کی مکمل واپسی کا تقاضہ کیا جائے وہ قرض ہے، کیونکہ شریعت اسلامی میں سرمایہ کی مکمل واپسی کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی،، اور بینک کی طرف سے سرمایہ لگانے یعنی آٹو لیزنگ، ہوم فنانسنگ کی صورت میں صارف قرضدار ہے اور بینک قرض خواہ ہے، کیونکہ بینک گاڑی کا مالک نہیں ہوتا نہ ہی گھر اس کی ملکیت میں ہوتا ہے بلکہ وہ صارف کو رقم فراہم کرتا ہے جس سے صارف ان اشیاء کی خریداری کرتا ہے لہذا صارف اور بینک کے مابین یہ صورت تجارت کی اور خرید و فروخت کی نہیں بنتی بلکہ قرض خواہ اور مقروض کی بنتی ہے۔

شرعی حکم

قرض پر زائد لینے کی شرط لگانا سود ہے، ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام علماء کا اس بات پر

① ملاحظہ کریں "اسلامی بینکاری کی بنیادیں" مفتی تقی عثمانی (ص:108)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اتفاق ہے کہ اگر قرض دینے والا قرض لینے پر زائد واپس کرنے کی شرط لگائے تو یہ سود ہے" ①۔اور چونکہ ان تمام صورتوں میں زائد واپس کرنے کی شرط موجود ہے لہذا یہ تمام معاملات سودی ہیں اور حرام ہیں۔اللہ تعالی کا فرمان ہے:{وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا} ②،کہ اللہ تعالی نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔سود کی حرمت اور اس کی خطرناکی دیگر بہت سی آیات و احادیث میں مذکور ہے۔

جاری کھاتہ (Current Account)

بینک کی طرف سے صارف کو یہ سہولت دی جاتی ہے کہ وہ اپنی رقم بینک میں محفوظ کرلے اور جب چاہے اور جتنی چاہے رقم نکال سکتا ہے، بعض بینکوں میں جاری کھاتہ کے لئے رقم کی کم از کم حد مقرر ہوتی ہے، مثلاً کم از کم دس ہزار روپے کھاتہ میں موجود رہنے چاہئیں، بعض بینکوں میں یہ شرط نہیں ہوتی۔

فقہی صورت

بینکوں میں موجود جاری کھاتے بھی قرض ہی کی صورت ہیں، اس میں صارف قرض دینے والا اور بینک قرضدار ہوتا ہے، اور صارف کو گویا یہ اجازت ہوتی ہے کہ وہ جب چاہے جتنا چاہے اپنا قرض واپس لے سکتا ہے۔مجمع الفقہ الاسلامی نے بھی اسے قرض ہی قرار دیا ہے، مجمع الفقہ الاسلامی کی قرار داد میں تحریر ہے کہ:" وہ اموال جو جاری کھاتہ (کرنٹ اکاؤنٹ) کے تحت بینک میں جمع ہوتے ہیں وہ فقہی اعتبار سے قرض ہیں، چاہے بینک سودی ہو یا غیر سودی، کیونکہ بینک اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ صارف کو اس کی یہ رقم اس کے مطالبہ پر ادا کرے گا"۔ ③

شرعی حکم

جاری کھاتے بھی اگرچہ قرض ہی کے حکم میں آتے ہیں لیکن چونکہ اس قرض پر صارف بینک سے

① الموسوعة الفقهية (130/33)

② [البقرہ:275]

③ مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی ، شمارہ 9، (ص:931)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زائدرقم طلب نہیں کرتا لہذا جاری کھاتے کھولنا جائز ہے، لیکن علماء نے اسے اللہ تعالی کے فرمان ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾① یعنی "گناہ اور ظلم پر تعاون نہ کرو" کی بنیاد پر مکروہ بلکہ بعض نے حرام قرار دیا ہے اور صرف انتہائی ضرورت کی صورت میں اسے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، سعودی عرب کی فتوی کمیٹی کا فتوی ہے: "سودی بینکوں میں پیسے رکھوانا حرام ہے چاہے اس پر سود ملے یا نہ ملے، کیونکہ اس میں گناہ اور ظلم پر تعاون ہے جس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے، البتہ اگر اسے اپنا مال چوری ہونے یا کسی اور طریقہ سے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ صرف بغیر سود والے کھاتے میں اپنا مال رکھوا سکتا ہے"②۔ لہذا انتہائی ضرورت کے وقت ہی کرنٹ اکاؤنٹ کو استعمال کرنا جائز ہے، مثال کے طور پر اگر تنخواہ بینک کے ذریعہ ملتی ہو، یا ایک تاجر کو بیرون شہر یا بیرون ملک خریداری کرنی ہو اور اسی طرح کی دیگر ضروریات جن میں بینک کا استعمال ناگزیر ہو، البتہ بغیر ضرورت کرنٹ اکاؤنٹ کھولنا یا اس کو استعمال کرنا حرام

(الف) جاری کھاتے پر مفت چیک بک، ATM کارڈ، مفت پے آرڈر، آن لائن بینکنگ وغیرہ کی سہولت:

بینک اگر اپنے صارف کو کرنٹ اکاؤنٹ کھولنے پر چیک بک، ATM کارڈ اور دیگر سہولیات مہیا کرے اور اس کے بدلہ میں فیس چارج کرے تو ان سہولیات سے استفادہ کرنا بالاتفاق جائز ہے، البتہ اگر بینک یہ سہولیات مفت فراہم کرے تو اس کے حوالہ سے علماء میں اختلاف ہے، کیونکہ بینک صارف کا قرضدار ہے اور صارف کا ان سہولیات سے استفادہ کرنا بظاہر ایسا ہی ہے جیسے قرض کے بدلہ میں کوئی فائدہ حاصل کرنا جو کہ سود شمار ہوتا ہے۔

راقم کے نزدیک اس مسئلہ میں راجح بات یہ ہے کہ بینک کی طرف سے مفت فراہم کی جانے والی

---

①[المائدہ:2]

②فتاوى اللجنة الدائمة (346/13)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سہولت استعمال کرنا جائز ہے، کیونکہ:

❶ اس سہولت سے قرض خواہ اور قرضدار یعنی صارف اور بینک دونوں کو فائدہ ہے، محض صارف کا فائدہ نہیں ہے، بلکہ اس میں بینک کا زیادہ فائدہ ہے، وہ اس طرح کہ چیک بک اور ATM کارڈ کی وجہ سے بینک کو زیادہ ملازمین نہیں رکھنے پڑتے جو صارف کو رقم کی ادائیگیاں کرتے پھریں، بلکہ صارف خود ہی چیک، ATM کارڈ، آن لائن بینکنگ اور دیگر سہولیات کے ذریعہ باآسانی اپنی رقم حاصل کرلیتا ہے اور اس طرح بینک کے اخراجات کم ہوتے ہیں۔

❷ یہ سہولیات قرض سے ہٹ کر کوئی الگ سے فائدہ نہیں ہے جس کا حصول صارف کو ہو، بلکہ دراصل یہ قرض کی وصولی کا ذریعہ ہیں اور شریعت کا قاعدہ ہے کہ "الوسائل لها حكم المقاصد" یعنی وسائل کا حکم وہی ہوگا جو ان کے ذریعہ حاصل ہونے والے مقصد کا ہے اور یہاں پر مقصد قرض کی واپسی کا حصول ہے اور یہ مقصد صحیح ہے لہذا ذریعہ پر بھی جواز کا ہی حکم لگے گا۔

(ب) بینک کی طرف سے دیئے جانے والے مختلف انعامات:

بینک اپنے صارفین میں اضافہ کے لئے اور موجودہ صارفین کی رقوم میں اضافہ کے لئے یا انہیں اپنی رقوم کو بینک میں ہی رکھے رہنے کی ترغیب دلانے کے لئے مختلف انعامات کا اعلان کا کرتا ہے، یہ انعامات شرعی اعتبار سے حرام ہیں، کیونکہ یہ قرض پر فائدہ ہے اور یہ سود ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ قرض کی احسن طریقہ سے ادائیگی کے زمرے میں آئے گا نہ کہ قرض پر فائدہ میں، جبکہ ان حضرات کی بات اس لئے درست نہیں ہے کہ بینک ان انعامات کا پہلے ہی سے اعلان کردیتے ہیں اور صارف بعد میں اپنی رقم بینک میں جمع کراتا ہے، یا پھر اگر صارف کے بینک میں رقم جمع کرانے کے بعد بھی اعلان کیا جائے تو بہرحال یہ صارف کو اپنی رقم بینک میں رکھنے کی ترغیب دلاتا ہے اور صارف اپنی رقم بینک میں ہی رکھتا ہے اور اس کی بنیاد پر انعام حاصل کرتا ہے۔

بعض بینکوں میں یہ انعامات بچت کھاتہ (Saving Account) پر دیئے جاتے ہیں جو کہ ظاہر ہے کہ واضح حرام اور سود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریڈٹ کارڈ(Credit Card)

کریڈٹ کارڈ کی مجمع الفقہ الاسلامی نے تعریف یوں بیان کی ہے کہ: "یہ ایک پلاسٹک کارڈ ہے جسے بینک اپنے صارف کو دیتا ہے اور دونوں کے درمیان معاہدہ یہ طے پاتا ہے کہ صارف اس کارڈ کے ذریعہ ایسی جگہ سے خریداری کرسکتا ہے یا دیگر سہولیات حاصل کرسکتا ہے جہاں پر یہ کارڈ معتبر ہو اور قبول کیا جائے، اور صارف کو اس چیز کی قیمت فوری طور پر ادا نہیں کرنی ہوتی، بلکہ اس کی جگہ پر بینک ادائیگی کرتا ہے اور صارف بعد میں اسے یہ رقم لوٹاتا ہے"۔ ①

اس تعریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کریڈٹ کارڈ دراصل قرض دینے کا ایک ذریعہ ہے، جس میں صارف پیسوں کے بجائے اشیاء یا سہولیات حاصل کرتا ہے اور بینک اس کی رقم ادا کرتا ہے جس پر صارف بینک کا مقروض ہوجاتا ہے اور بعد میں اسے یہ رقم ادا کرنی ہوتی ہے۔رقم کی یہ ادائیگی کبھی تو ماہانہ ہوتی ہے اور کبھی سہ ماہی یا ششماہی اقساط میں ہوتی ہے، بعض بینکوں میں یہ طریقہ کار بھی ہوتا ہے کہ کریڈٹ کارڈ کو صارف کے اکاؤنٹ کے ساتھ منسلک کردیا جاتا ہے اور مہینہ پورے ہونے پر کریڈٹ کارڈ کی رقم اس کے اکاؤنٹ سے منہا کرلی جاتی ہے۔اسی طرح کریڈٹ کارڈ میں ایک شرط یہ ہوتی ہے کہ اگر صارف نے وقت پر قیمت ادا نہ کی تو اسے تاخیر سے ادائیگی پر جرمانہ ادا کرنا ہوگا جو صارف پر بننے والے قرض کے حساب سے طے ہوتا ہے اور تاخیر کے حساب سے بڑھتا رہتا ہے۔ یہ سودی شرط ہے، کیونکہ اس میں قرض پر اضافہ کا تقاضا ہے جو کہ سود ہے، اسی لئے علماء نے کریڈٹ کارڈ کو حرام قرار دیا ہے، چاہے صارف کا یہ پختہ ارادہ ہو کہ وہ ادائیگی میں تاخیر نہیں کرے گا۔ ②

البتہ بعض وجوہات کی بناء پر اگر مجبوری ہو تو کریڈٹ کارڈ استعمال کیا جاسکتا ہے، مثال کے طور پر اگر آن لائن خریداری کے لئے ڈیبٹ کارڈ کا استعمال ممکن نہ ہو یا بیرون ملک سفر پر جانا ہو اور وہاں ضرورت پیش آجائے تو علماء نے اس کی اجازت دی ہے بشرطیکہ ادائیگی میں کسی صورت بھی تاخیر کا

①قرار مجمع الفقه الاسلامی (63/1/7)

②ملاحظہ کریں قرار مجمع الفقه الاسلامی (108/2/12)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امکان نہ ہو،اور محض انتہائی مجبوری میں اسے استعمال کرے۔

ڈیبٹ کارڈ (Debit Card)

ڈیبٹ کارڈ بھی ایک پلاسٹک کارڈ ہے،لیکن اس میں اور کریڈٹ کارڈ میں فرق یہ ہے کہ ڈیبٹ کارڈ میں صارف کو بینک میں جمع کرائی ہوئی اپنی رقم تک ہی رسائی ہوتی ہے اور وہ اتنی ہی خریداری کر سکتا ہے جتنی رقم اس نے بینک میں جمع کرائی ہے،یعنی کہ وہ اپنی ہی رقم کو خریداری میں استعمال کرتا ہے اور اس کارڈ کے ذریعہ ادائیگی کرتا ہے۔ڈیبٹ کارڈ کے متعلق تمام علماء کی رائے یہی ہے کہ ڈیبٹ کارڈ جائز ہے،کیونکہ اس میں کوئی خلاف شریعت معاملہ نہیں پایا جاتا۔

ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈ کے ضمنی مسائل

(الف) ڈیبٹ یا کریڈٹ کارڈ سے خریداری پر ڈسکاؤنٹ۔

اکثر ریسٹورنٹس، ہوٹلوں اور سپر اسٹور وغیرہ پر یہ اسکیم موجود ہوتی ہے کہ اگر آپ فلاں بینک کے ڈیبٹ یا کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ خریداری کریں گے تو آپ کو اتنا فیصد ڈسکاؤنٹ دیا جائے گا۔ ڈسکاؤنٹ کی یہ پیشکش اگر ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈ کے حوالہ سے ہے تو اس سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہے،کیونکہ کارڈ پر ڈسکاؤنٹ کا یقینی مطلب یہ ہے کہ اس چیز کی بقیہ قیمت بینک ادا کرے گا مثال کے طور پر ایک چیز جو سو روپے کی تھی اور صارف کو بیس فیصد ڈسکاؤنٹ پر اسی (80) روپے کی ملی تو باقی بیس روپے بینک ادا کرے گا،گویا کہ یہ بینک کی طرف سے صارف کے لئے ہدیہ ہے اور بینک کی آمدنی چونکہ حرام ہے اس لئے اس سے ہدیہ وصول کرنا حرام ہے۔یہاں یہ بات مدنظر رہے کہ ضروری نہیں کہ بینک صارف کی اس خریداری کی قیمت ہوٹل یا سپر اسٹور وغیرہ کو نقد کی صورت میں کرے بلکہ بینک اس کے عوض ہوٹل یا سپر اسٹور کو کچھ سہولیات بھی فراہم کر سکتا ہے،مثال کے طور پر ان کے لئے مارکیٹنگ کرنا وغیرہ۔

البتہ اگر ڈسکاؤنٹ خود ریسٹورنٹ یا سپر اسٹور کی طرف سے ہے تو اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ب) کریڈٹ کارڈ سے سونا یا کرنسی کی خریداری کرنا۔

کریڈٹ کارڈ سے خریداری کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ دکاندار کچھ کارڈ swipe کرنے کے بعد جب کچھ رقم جمع ہو جاتی ہے تو وہ settlement کرتا ہے اور settlement کرنے کے بعد اگلے دن اسے یہ رقم موصول ہوتی ہے جو کہ اگر اس کا اکاؤنٹ اسی بینک میں ہو تو اس کے اکاؤنٹ میں ڈال دی جاتی ہے ورنہ پے آرڈر کی صورت میں اسے دی جاتی ہے جو کہ وہ دو سے تین دن میں بینک سے وصول کرتا ہے، اس لئے کریڈٹ کارڈ سے ہر اس چیز کی خریداری ناجائز ہے جس میں قیمت اور چیز پر قبضہ خرید و فروخت کے وقت ہی کرنا ضروری ہو، جیسے سونے کے حوالہ سے یہ حکم ہے کہ سونے کی خرید و فروخت میں شرط یہ ہے کہ ادائیگی فوراً ہو ادھار نہ ہو، اسی طرح کرنسی بھی سونے کی طرح ہے اس کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ اگر کوئی کرنسی خریدی جائے مثلاً روپے کے بدلہ ریال وغیرہ تو ادائیگی فوراً ہونی چاہئے ادھار نہیں ہونا چاہئے اس لئے کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ سونے یا کرنسی کی خریداری جائز نہیں، اسی طرح ڈیبٹ کارڈ میں بھی اگرچہ صارف کی طرف سے ادائیگی فوری ہو جاتی ہے یعنی اس کے اکاؤنٹ سے وہ رقم منہا کر دی جاتی ہے، لیکن چونکہ دکاندار بعد میں اس رقم کو وصول کرتا ہے اس لئے یہ بھی ادھار ہی کا معاملہ ہے اور یہ بھی سونے کی خریداری میں جائز نہیں۔ شیخ عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں : هذا لا يجوز في حال شراء الذهب والفضة ، لأنه يشترط في الذهب والفضة التقابض من الجانبين ، أما إذا أخذ المشتري الذهب والفضة وقام بتحويل الثمن عن طريق الكمبيوتر ، فليس هناك تقابض في هذه الحال ، ولذلك لا نرى جواز ذلك "[1]۔ اس طریقہ سے خریداری جائز نہیں ہے، کیونکہ سونے اور چاندی کی خرید و فروخت میں فریقین کی جانب سے (قیمت اور چیز پر) قبضہ ضروری ہے، لیکن اگر خریدار تو سونا اور چاندی حاصل کر لے البتہ رقم کو وہ کمپیوٹر (کارڈ) کے ذریعہ دکاندار کی طرف تحویل کر دے تو اس میں قبضہ والی شرط مکمل نہیں ہو رہی اسی لئے ہم اس معاملہ کو جائز نہیں سمجھتے۔

---

[1] لقاء الباب المفتوح، رقم (65)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البتہ کچھ علماء کا کہنا یہ ہے کہ معاملہ جائز ہے لیکن اس کے لئے وہ بھی یہی شرط ذکر کرتے ہیں کہ قیمت اور چیز پر اسی مجلس میں قبضہ ہو، جیسا کہ سعودی عرب کی فتوی کمیٹی کا یہ فتوی ہے کہ: "مادام الحال أن جهاز نقاط البيع الذي بموجبه يخصم المبلغ حالا من حساب المشتري المودع في المصرف المسحوب منه ويحول حالا الى حساب البائع ، وليس هناك عمولات لقاء هذا التحويل فإن هذا البيع له حكم التقابض في المجلس "[1]،" جب تک کہ صورتحال واقعتا یوں ہو کہ خریداری والی یہ مشین خریدار کے اکاؤنٹ سے رقم منہا کر کے اسی وقت دکاندار کے اکاؤنٹ میں ڈال دیتی ہو،اور رقوم کی اس منتقلی پر بینک کسی قسم کی اجرت (charges) وصول نہ کرے تو اس معاملہ کا حکم مجلس میں فریقین کی جانب سے قبضہ کا ہی ہوگا"۔

لیکن جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ دکاندار کو اس کی قیمت کم از کم ایک دن کے بعد موصول ہوتی ہے لہذا اس معاملہ میں فتوی میں بیان کی گئی شرط پوری نہیں ہوتی۔

اسی طرح بعض علماء نے کارڈ swipe کرنے کے بعد دکاندار کو جو رسید موصول ہوتی ہے اسے ہی قیمت کو قبضہ میں لینا قرار دیا ہے کیونکہ اس رسید کا یقینی مطلب ہے کہ رقم موصول ہو چکی ہے، لہذا کارڈ کے ذریعہ سونا، چاندی، اور کرنسی کی خرید وفروخت جائز ہے[2]۔ یہ بات ایک حد تک تو درست ہے کہ رسید جو دکاندار کو ملتی ہے اس کا مطلب رقم کی یقینی وصولی ہے، لیکن زیرنظر مسئلہ چیز کی رقم کی یقینی وصولی کا نہیں، بلکہ خرید وفروخت کے وقت اس کی قیمت کو قبضہ میں لینے کا ہے، رسید کو ہم قیمت قرار نہیں دے سکتے، بلکہ یہ رسید قیمت کی وصولی کا ایک ذریعہ ہے، اور قیمت ابھی ملی نہیں ہے، بلکہ کچھ وقت کے بعد ملے گی۔ لہذا رسید مل جانا قیمت پر قبضہ کے مترادف نہیں ہے، لہذا کارڈ کے ذریعہ سونا یا کرنسی کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔

[1] اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء . (ج13/ص503)

[2] ملاحظہ کیجئے ڈاکٹر حماد نزیہ کی کتاب "في فقه المعاملات المالية والمصرفية المعاصرة"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تجارتی اعتمادی دستاویز (Letter of Credit)

اس سے مراد وہ دستاویز ہے جو امپورٹر کا بینک ایکسپورٹر کے بینک کو جاری کرتا ہے اور اس میں ایکسپورٹر کو مخصوص شرائط کے تحت (مثلاً امپورٹر کے پاس اس کا سامان پہنچتے ہی) اس کے بل کی ادائیگی کی ضمانت دی جاتی۔

فقہی صورت

یہ دستاویز ہے جس کا حکم کفالت یا ضمانت کا ہے یعنی بینک اپنے صارف کی طرف سے یہ ضمانت دیتا ہے کہ ایکسپورٹر کا سامان موصول ہونے کی صورت میں اس کو رقم کی ادائیگی کر دی جائے گی، اور بینک اس میں ضامن ہے، اور بینک کی اس ضمانت پر ایکسپورٹر سامان ارسال کر دیتا ہے۔

شرعی حکم

LC میں درج ذیل امور نہ پائے جائیں تو وہ جائز ہے:

❶ LC میں بینک یہ ضمانت لیتا ہے کہ اگر امپورٹر بروقت ادائیگی نہ کر سکا تو اس کی جگہ بینک ادائیگی کرے گا، اور اس ضمانت کے بدلہ امپورٹر سے فیس وصول کرتا ہے، یہ فیس غیر شرعی ہے کیونکہ کسی کی ضمانت یا کفالت لینا ایک تعاون ہے اور اس کی فیس لینا بالاتفاق ناجائز ہے [1]۔ البتہ LC جاری کرتے وقت بینک اپنے اخراجات کی مد میں جو رقم لیتا ہے وہ جائز ہے۔

❷ امپورٹر کے پاس رقم کی عدم موجودگی کی صورت میں اس کی طرف سے بینک ادائیگی کرتا ہے اور بعد میں امپورٹر سے وہ رقم سود کے ساتھ وصول کرتا ہے جو کہ حرام ہے۔

اسلامی بینکوں میں LC کا معاملہ "وکالہ" کے ذریعہ ہوتا ہے، یعنی جس میں صارف بینک کو مکمل رقم پہلے ہی ادا کر دیتا ہے اور بینک اس کے وکیل کی حیثیت سے ایکسپورٹر کو LC جاری کرتا ہے، اور اس وکالت کے لئے اور اس کی مد میں ہونے والے اخراجات کے لئے صارف سے اجرت لیتا ہے، اور یہ معاملہ جائز ہے۔ ایک اور طریقہ جو زیادہ تر اختیار کیا جاتا ہے وہ مرابحہ پر مبنی ہے، یعنی سامان کی

---

[1] الشرح الصغير 3/ 242 ، اور الفروع لإبن مفلح الحنبلی 4/ 207 ، اور کشاف القناع / 262

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیمت بینک ادا کرتا ہے اور زیادہ نفع پر صارف کو بیچ دیتا ہے، اور اس معاملہ میں بینک LC اپنے نام سے کھولتا ہے صارف کے نام سے نہیں کیونکہ سامان کا پہلا خریدار بینک ہوتا ہے صارف بعد میں اس سے خرید کر بینک کو قسطوں میں یا یکمشت ادائیگی کرتا ہے، اس طریقہ کار میں بینک صارف سے LC پر ہونے والے اخراجات کا تقاضا نہیں کرسکتا کیونکہ سامان بینک نے منگوایا ہے صارف نے نہیں۔

مرابحہ کی بنیاد پر LC کا معاملہ قدرے مشکوک ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تو مرابحہ کی بنیاد پر بینک سے معاملہ پر ہی علماء نے اعتراضات کیئے ہیں اور اسے حرام قرار دیا ہے، پھر بسا اوقات بینک LC کی فیس بھی صارف سے وصول کرتے ہیں اور کبھی تو محض نام کے مرابحہ پیپر سائن کر لئے جاتے ہیں اور باقی تمام معاملہ صارف ہی کے ذمہ ہوتا ہے، لہذا اسلامی بینک سے LC کا معاملہ صرف وکالہ کی بنیاد پر جائز ہے، مرابحہ کی بناد پر نہیں۔

تجارتی اعتمادی دستاویز (Letter of Credit) کے ضمنی مسائل

(الف) LC پر ڈسکاؤنٹ

L.C میں ڈسکاؤنٹ سے مراد یہ ہے کہ وہ ایکسپورٹر جسے بینک نے L.C جاری کی ہے، اس کا سامان امپورٹر کے ملک تک پہنچنے میں کافی عرصہ لگ سکتا ہے اور اسے رقم اسی وقت ملے گی جب وہ سامان امپورٹر تک پہنچے گا، جبکہ ایکسپورٹر کو رقم کی فوری ضرورت ہے تو وہ L.C لے کر اسی بینک کے پاس جاتا ہے جس سے اسے L.C موصول ہوئی تھی یا کسی اور بینک کے پاس اور اسے L.C دیکر L.C پر درج کردہ رقم سے کچھ رقم کٹوتی کرا کر باقی وصول کر لیتا ہے اور بینک بعد میں اس L.C پر درج کردہ رقم امپورٹر سے وصول کرے گا۔

یہ ڈسکاؤنٹ حرام ہے، کیونکہ یہ سود کے زمرہ میں آتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں رقم کا تبادلہ رقم سے ہے اور رقوم کے تبادلہ میں (جب جنس ایک ہو، یعنی کرنسی ایک ہو) تو کمی بیشی کرنا سود ہے، اور خاص طور پر اگر اس کی بیشی کا تعلق مدت سے ہو تو یہ سود ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:"

الذهب بالذهب و الفضة بالفضة و البر بالبر و الشعير بالشعير و التمر بالتمر و الملح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالملح مثلا بمثل سواء بسواء یدا بید" ،سونے کے سونا، چاندی کے بدلہ چاندی، گندم کے بدلہ گندم، جو کے جو، کھجور کے بدلہ کھجور اور نمک کے بدلہ نمک (جب بیچو) تو برابر برابر اور ہاتھ کے ہاتھ ہو" ①، اب چونکہ اس میں بینک اس وجہ سے مخصوص رقم ادا کر رہا ہے کہ اسے L.C پر درج رقم ایک مدت کے بعد ملے گی ،تو گویا اس نے کم رقم حالیہ دے کر بعد میں زیادہ رقم وصول کی جو کہ عین سود ہے، پھر مزید یہ کہ کرنسی کے تبادلہ میں شریعت نے یہ شرط عائد کی ہے کہ خرید وفروخت کی مجلس میں ہی فریقین اپنی کرنسی قبضہ میں لے لیں ،جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:" الورق بالذهب ربا إلا هاء وهاء" چاندی کے بدلہ سونا سود ہے لیکن یہ کہ وہ ہاتھ کے ہاتھ ہو، ② اور کرنسی سونے چاندی کے حکم میں ہے، جبکہ ڈسکاؤنٹ کے معاملہ میں جو بینک LC خرید رہا ہے اسے رقم اس وقت ملے گی جب سامان امپورٹر کو پہنچ جائے گا، یعنی کہ کرنسی کے تبادلہ میں ادھار ہو گیا جو کہ سود ہے۔

(ب) LC کے لئے پہلے سے ڈالر فکس کر لینا۔

اس کی صورت یوں ہوتی ہے کہ ایک امپورٹر نے مثال کے طور پر تین مہینے بعد مال منگوانا ہے اور اس نے اس وقت LC کھلوائی ہے یا اس نے LC کھلوالی ہے اور اس کی ادائیگی تین مہینے بعد کرنی ہے، اور چونکہ LC میں ایکسپورٹر کو ادائیگی ڈالر میں ہوتی ہے اس لئے امپورٹر کو یہ ڈر ہے کہ کہیں تین مہینے بعد جب مال منگوائے تو ڈالر مہنگا نہ ہو جائے اور مال کی قیمت خرید اس کی قیمت فروخت سے نہ بڑھ جائے جس کی وجہ سے امپورٹر کو نقصان ہو سکتا ہے، لہذا وہ بینک سے ڈالر کا ریٹ پہلے ہی طے کر لیتا ہے کہ تین مہینہ بعد جب مال ملے گا اور ادائیگی ہو گی تو اس کا ریٹ مثال کے طور پر 100 روپے ہوگا، یعنی وہ بینک کو ایک ڈالر کے بدلہ 100 روپے ادا کرے گا چاہے اس دن ڈالر کا ریٹ 105 روپے ہو یا 95 روپے، اس طرح امپورٹر کو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ کم از کم جس قیمت پر وہ آج خریداری کر رہا ہے اور جس پر اس نے اپنا منافع رکھ کر آگے قیمت طے کرنی ہے اس میں اچانک اضافہ نہیں ہوگا اور اسے نقصان برداشت نہیں کرنا پڑے گا۔

①صحیح مسلم (كتاب المساقاة ، باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقداً، 1588)

②صحیح مسلم (كتاب المساقاة ، باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقداً، 1586)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ معاملہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں کرنسی کی خریداری میں ادھار ہے، کیونکہ کرنسی کی خریداری میں اصل چیز ہے اس کی قیمت کا تعین اور اسے فکس کر لینا، اگر قیمت متعین کر لی گئی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ خریداری طے ہو گئی ہے یعنی اگر امپورٹر نے بینک سے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ ایک ڈالر کے بدلہ 100 روپے ادا کرے گا تو اس کا مطلب ہے کہ خریداری کا معاہدہ ہو گیا ہے، اور پھر اس میں ادھار آ گیا کیونکہ امپورٹر ابھی بینک کو ادائیگی نہیں کر رہا بلکہ تین یا چھ مہینے بعد کرے گا جو کہ سود ہے، اسی طرح اس میں ایک اور قباحت یہ ہے کہ بسا اوقات بینک ڈالرز صارف کے کھاتہ میں منتقل نہیں کرتا بلکہ اپنے پاس رکھتا ہے، یعنی اب نہ صارف نے قیمت ادا کی نہ بینک نے ڈالر دیئے تو اب دو طرفہ ادھار اور قرض ہو گیا، اور نبی ﷺ نے قرض کے بدلہ قرض کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔ اس کی جائز صورت یہ ہو سکتی ہے کہ امپورٹر بینک سے پہلے ڈالر خرید لے اور اس کی ادائیگی کر دے اور وہ ڈالر بینک کے پاس رکھوا دے اور پھر LC میں ان ڈالروں کے ذریعہ ادائیگی کرے۔ اور اگر اس کے پاس ابھی ڈالر خریدنے کے لئے رقم موجود نہیں تو پھر بینک سے ادھار نہ کرے، اور پھر یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے کہ LC صرف وہ جائز ہے جس کی قیمت امپورٹر پہلے ہی بینک میں رکھوا چکا ہو، بینک کی طرف سے ادائیگی کی صورت میں صارف پر بینک کی طرف سے سود لازم آتا ہے جو کہ ظاہر ہے عین حرام ہے۔ واللہ اعلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

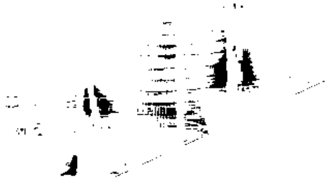

عصر حاضر کے جدید مسائل میں سے اقتصادی معاملات کی اہمیت کا انکار کسی ذی عقل کیلئے ممکن نہیں اور اقتصادی معاملات میں ایک اہم ترین معاملہ بینکوں کی طرف سے جاری کردہ ''ضمانت'' کا ہے [3]۔ اس نوعیت کی ضمانت کا شرعی جائزہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اس ضمانت کا مکمل تصور اور مفہوم بیان کیا جائے جو اس امر کی وضاحت پر مبنی ہو کہ اس قسم کی ضمانت کی ممکنہ مشتملات و جزئیات کیا ہو سکتی ہیں؟ اس ضمانت کو کن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصولوں کے مطابق جاری کیا جاتا ہے؟ اور اس قسم کے دیگر اصول وضوابط جن کی رو سے یہ ضمانت جاری ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس پر احکام شریعت کی تطبیق ممکن ہوگی۔

موضوع کی مناسبت سے بحث کو دو ابواب میں بیان کیا جا رہا ہے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

پہلا باب درجِ ذیل نکات پر مشتمل ہے:

☆ بینک گارنٹی کی تعریف ☆ مستفید کی نوعیت ☆ گارنٹی کا مقصد

☆ گارنٹی اجراء کا طریقہ کار ☆ گارنٹی کی انواع واقسام

دوسرا باب: بنک گارنٹی کی شرعی حیثیت

پہلا: بینک گارنٹی (1)

بینک گارنٹی لیٹر کی حقیقت

گارنٹی لیٹر دراصل محدود وقت پر مبنی ایک ایسا قطعی وعدہ ہے جو نا قابل واپسی ہے اور جو بینک اپنے صارف کو جاری کرتا ہے جس میں بینک اس فریق ثالث کو مخصوص رقم کی ادائیگی کی ضمانت دیتا ہے جس کا بینک کے صارف سے کوئی کاروباری معاملہ ہوتا ہے، اور بینک یہ ضمانت اپنے صارف کے کسی ٹینڈر میں شامل ہونے یا کسی منصوبہ کی عمدہ طریقہ سے تکمیل کے حوالہ سے لیتا ہے تاکہ اگر صارف اپنے کام میں تاخیر یا ناقص کارکردگی کا قصوروار ٹھہرے تو فریق ثالث اس ضمانت کے ذریعہ رقم حاصل کر کے اپنا نقصان پورا

(1) درج بالا مبحث کی تیاری کے حوالے سے سعودی عرب مانیٹری ایجنسی کے تعارفی نوٹ سے رجوع کیا گیا ہے، جو کہ اس نے سعودی وزارت عدل کو مؤرخہ 28 / 03 / 1404ھ ارسال کیا تھا۔ نیز اس کے ساتھ کتاب المصارف مصنف غریب جمال، اور البنک اللاربوي فی الاسلام مصنف محمد باقر الصدر، اور الربا والمعاملات المصرفیة مصنف شیخ عمر المترک رحمہ اللہ سے بھی مدد لی گئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر لے، اور پھر بعد میں بینک ضمانت کی یہ رقم صارف سے وصول کرتا ہے۔

بینک گارنٹی کے ارکان

سابقہ بحث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ بنک گارنٹی کے چار ارکان ہوتے ہیں جو یہ ہیں:

1. بینک

جس کی حیثیت ضامن کی ہے۔ اور ضامن وہ ہوتا ہے جو کسی غیر کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لے۔

2. کلائنٹ: وہ فریق جس کی ضمانت دی جائے۔

3. مستفید: وہ فریق جس کو ضمانت دی جائے۔

4. مالیت ضمانت: وہ مالیت جس کی ضمانت دی جا رہی ہو۔

بینک گارنٹی کی اصطلاح عمومی طور پر استعمال کیا جائے تو اس سے یہ چار ارکان ہی مراد ہوتے ہیں۔

صارف (کلائنٹ): جس کی ضمانت دی جائے

عمومی طور پر صارف ایک معنوی شخصیت ہوتی ہے جیسا کہ کوئی کمپنی یا ادارہ، البتہ اس کی نمائندگی ایک حقیقی شخص کرتا ہے جو اس کا منیجر وغیرہ ہو سکتا ہے۔

مستفید: وہ فریق جس کو ضمانت دی جائے

عموماً یہ طور پر کوئی معنوی شخصیت ہوتی ہے جیسا کہ حکومتی ادارہ یا کوئی معروف کمپنی، حقیقی فرد شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

اہداف و مقاصد

بینک ضمانت درحقیقت فریق ثالث - چاہے وہ حکومتی ادارہ ہو یا پرائیویٹ ادارہ ہو - کے منصوبہ جات کی صحیح تکمیل اور خرید کردہ اشیاء کی کوالٹی، ورائٹی، ڈیلیوری ٹائمنگ میں مکمل اطمینان کے لئے اور کسی قسم کے نقصان سے بچنے کے لئے نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ اس میں فریق ثالث کو منصوبہ جات کی تکمیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں صارف کی جانب سے کسی قسم کی کوتاہی یا تاخیر نہ ہونے کی ضمانت دی جاتی ہے۔ اسی لئے بینک بھی اس وقت تک کسی قسم کی ضمانت دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا جب تک اسے مکمل تسلی نہ ہوجائے کہ جس کی وہ ضمانت دے رہا ہے وہ مکمل طور پر مالی اور معنوی حیثیت سے اس معاہدے کی پاسداری کا اہل ہے۔ لہٰذا بینک گارنٹی کے معاہدے میں ایک اضافی ضمانت بھی فراہم ہوجاتی ہے کہ منصوبوں اور ٹینڈرز میں صرف اور صرف وہی شخص شرکت کرسکتا ہے جو یہ اہلیت رکھتا ہو کہ وہ اپنے ذمہ لئے گئے تمام معاہدات کو پورا کرنے پر قادر ہے۔

بینک ضمانت جاری کرنے کا طریقہ کار

عمومی طور پر بینک ضمانت اس وقت جاری کی جاتی ہے جب کوئی فریق اسے بینک سے طلب کرتا ہے اور وہ فریق اپنی اس طلب میں ضمانت کی رقم اور اس کی مدت کا تعین کرتا ہے اور اس امر کا بھی ذکر کرتا ہے کہ یہ کس مد میں لی جارہی ہے۔

ضمانت جاری کرنے والے بینک کے لئے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ ضمانت دیتے وقت وہ کلائنٹ کے بارے میں مکمل طور پر مطمئن ہو کہ وہ واقعتاً مالی اور معنوی طور پر حسب ضرورت عند الطلب اس کی ادائیگی کرسکتا ہو بلکہ بوقت ضرورت اس کی مدت صلاحیت میں توسیع بھی کرسکتا ہو۔ اور جب ضمانت کی رقم بڑی ہو تو اس صورت میں بینک عموماً سیکورٹی کے طور پر کلائنٹ سے چند مالیت والی چیزیں بطور گروی طلب کرتا ہے جیسا کہ کوئی رجسٹرڈ رئیل اسٹیٹ یا مختلف کمپنیوں میں حصص کے پیپرز بینک میں جمع کرائے، کہ اگر ضرورت پڑے اور بینک سے کفالت کی رقم طلب کی جائے اور صارف اپنی گروی شدہ اشیاء سے دستبرداری کا اظہار کردے تو بینک باآسانی گروی شدہ چیزوں کو نقد میں تبدیل کرواسکے۔ یا پھر صارف سیکورٹی کے طور پر کسی اور معروف بینک کی کفالت جمع کرائے۔

بینک گارنٹی میں عمومی طور پر بینک کلائنٹ سے ضمانت کی 25% فیصد نقد رقم بطور سیکورٹی اپنے پاس جمع کرتا ہے۔ بسا اوقات منصوبے کی نوعیت اور کلائنٹ کی مالی ومعنوی پوزیشن دیکھتے ہوئے اس رقم میں کمی و بیشی بھی ممکن ہوتی ہے۔ لہٰذا ان تمام ضروری مراحل کے بعد بینک گارنٹی لیٹر کا اجراء کردیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بینک ضمانت کی اقسام

۱۔ ابتدائی ضمانت (bid bond): یہ ضمانت کسی پروجیکٹ یا ٹینڈر کی بولی میں شرکت کیلئے دی جاتی ہے۔اوراس کی مالیت ٹینڈرز کی طے شدہ مالیت کا ایک فیصد یا اس سے کچھ زیادہ ہوتی ہے، یہ ضمانت ایک مخصوص مدت کیلئے ہوتی ہے عمومی طور پر اس کی مدت تین ماہ ہوتی ہے۔

یہ بینک ضمانت صارف، فریق ثالث یعنی کہ کسی متعلقہ حکومتی یا نجی ادارہ کو پیش کرتا ہے تا کہ صارف کیلئے ٹینڈرز کی بولی میں شریک ہونا ممکن ہو سکے۔ لہٰذا ابتدائی ضمانت کی حیثیت ایک طرح سے ابتدائی سیکیورٹی کی ہے جو اس بات کی ضمانت ہوتی ہے کہ کلائنٹ اس ٹینڈر میں شرکت کا اہل ہے۔ اوراس ضمانت کو کالعدم کرنا کسی طرح جائز نہیں ہوتا الا کہ فریق ثالث خود اس ضمانت کو لوٹا دے۔

۲۔ نہائی ضمانت (performance bond): بنک ضمانت کی اس قسم کا تعلق منصوبہ کی عمدہ تکمیل سے ہے اور اس امر سے بھی کہ دوران تکمیل ٹینڈرز کی کسی بھی طے شدہ شق کی مخالفت نہ ہونے پائے۔اوراس کی مالیت ہمیشہ منصوبہ یا ٹینڈرز کے % 5 فیصد کے برابر ہوتی ہے اوراس کی مدت ایک سال کی ہوتی ہے جس میں اضافہ بھی ممکن ہوتا ہے۔لہٰذا مقررہ شرائط وصفات میں اگر صارف کی جانب سے کمی پائی گئی تو مستفید مذکورہ ضمانت کی رقم سے اس کی تلافی کرے گا۔ لہٰذا اس کی حیثیت بوقت ضرورت گارنٹی کی ہے۔اور یہ کسی بھی صورت میں ختم یا منسوخ نہیں کی جا سکتی سوائے یہ کہ مستفید اس کا مطالبہ کرے۔

۳۔ منصوبے اور ٹینڈر کے اخراجات کے بقدر، فل مارجن (FULL MARGIN) پر ضمانت حاصل کرنا۔

یعنی صارف منصوبہ پر ہونے اخراجات کے بقدر مالیت کی ضمانت دیتا ہے جو وہ مثال کے طور پر کسی بینک میں منصوبہ کے حوالہ سے مستفید کے لئے جمع کراتا ہے اوراس کا مقصد بھی ضمانت کی سابقہ قسم کی طرح ہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[illegible] (Documents Guarantee)

بینک گارنٹی کی مذکورہ تین اقسام کے علاوہ ایک چوتھی قسم بھی ہے جو بینک شپنگ کمپنیوں یا اسٹیمرز ایجنسیز (Steamers agencies) کے حوالے سے وضع کرتا ہے۔ اس کا اجراء بینک اس وقت کرتا ہے جب درآمد کیا گیا سامان تو معینہ بندرگاہ تک پہنچ جاتا ہے لیکن دستاویزات وقت پر نہیں پہنچ پاتیں جن کا تعلق درآمد شدہ سامان کی مالیت اور قیمت سے ہوتا ہے۔ بسا اوقات اس میں یہ خدشہ پایا جاتا ہے کہ یہ سامان اگر اسی طرح بندرگاہ پر کچھ عرصہ پڑا رہا تو خراب یا ضائع ہو جائے گا۔ لہٰذا مذکورہ بالا ضمانت میں بینک یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ مال سے متعلق تمام دستاویزات فوراً اسٹیمرز کے ایجنٹس کے حوالے کر دے گا۔ بینک کی اس ضمانت کی بنیاد پر درآمد کرنے والا (شپنگ کمپنی سے) اپنا سامان وصول کر لیتا ہے۔

اس ضمانت کے اجراء کیلئے امپورٹر بینک کو درخواست دیتا ہے اور اس کے ساتھ اس درآمدی ضمانت (Import L/C) کی تمام قیمت بھی ادا کر دیتا ہے جو کہ درآمد شدہ سامان کی قیمت کے مطابق ہوتی ہے۔ اس کے بعد بینک کلائنٹ کے نام گارنٹی جاری کر دیتا ہے۔ اور کلائنٹ جاری کردہ ضمانتی خط کو جہاز راں کمپنیوں کے مخصوص ایجنٹوں کے حوالے کر دیتا ہے۔

گارنٹی لیٹر کے اجراء سے بینک کو حاصل ہونے والا فائدہ

یہ وعدہ یا معاہدہ جس کی بناء پر بینک نے کلائنٹ کی ذمہ داری کو اپنے ذمہ لیا ہے کہ وہ کلائنٹ کی طرف سے مستفید کو گارنٹی لیٹر اور اس کی شرائط کی رو سے لاگو ہونے والی رقم کی ادائیگی کرے گا اس تمام عمل کے پیچھے بینک کو حاصل ہونے والا مالی فائدہ کارفرما ہوتا ہے۔ یعنی بینک تمام معاملات میں ثالث اور ضامن بننے کیلئے کمیشن وصول کرتا ہے جس کی نسبت عموماً 2% یا حسب اتفاق کم زیادہ ہوتی لہٰذا اس ذمہ داری اور سروس کی ادائیگی پر بینک 2 فیصد کمیشن کا حقدار ٹھہرتا ہے۔

یہاں پہلا باب اختتام پذیر ہوا جس میں بینکوں کی جانب سے جاری ہونے والے ان گارنٹی خطوط کا ایک مکمل تصور اور اس کے خدوخال اور طریقہ اجراء کو واضح کیا گیا جو بینک اپنے کلائنٹ کو مستفیدین کیلئے جاری کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب دوم: بینک ضمانت خط کی حیثیت شریعت اسلامیہ کی رو سے

شریعت کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں ضمانت کا جواز موجود ہے

جس کی صورت فقہاء نے ان الفاظ میں بیان کی ہے: "ضم ذمة الضامن إلى ذمة المضمون في التزام الحقوق المستحقة "واجب الادا حقوق میں ادائیگی کے لئے ضامن کا ذمہ مضمون (جس کیلئے ضمانت دی جارہی ہے) کے ذمہ سے منسلک کرنا۔

یعنی کسی کا قرض کسی دوسرے پر لازم کرنا۔

فقہاء نے اسے عقد ارفاق واحسان میں شامل کیا ہے، نیز اس کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ لوگوں کے حقوق کو ضیاع سے بچایا جاسکے، اور حقوق کی ادائیگی زیادہ مامون ومحفوظ ہوجائے۔

سابق الذکر بحث میں جو کچھ بیان ہوا اس کا خلاصہ درج ذیل دو اہم فقروں میں محصور ہے:

اس سروس کی فراہمی پر بینک کی طرف سے حاصل کیا جانے والا کمیشن

جہاں تک سابقہ بیان کردہ چار اقسام کا تعلق ہے تو بظاہر ان میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو نصوصِ شرعیہ کے خلاف ہو اور اس کی حدود سے تجاوز کرتی ہو اور اس کی شروط کی موجودگی بھی اس امر کے جواز کی متقاضی ہے۔ بینک ضامن ہوتا ہے اور اس کی اہلیت ایسی ہے کہ اس کا تبرع جائز ہے کیونکہ اس میں ضامن کی رضامندی شامل ہے اور حق بھی معلوم ہے اور اس کی مدت بھی معلوم ہے یعنی مجہول نہیں ہے۔

البتہ پہلی قسم (ابتدائی ضمانت) میں ایک چیز ہے جو قابل توجہ ہے اور وہ یہ کہ اس کا تعلق اس ضمانت سے ہے جو بعد میں واجب ہوگی اور جو ضمانت ابھی واجب نہیں ہوئی اس کا شمار معلق وعدہ کا ہوگا۔ کیونکہ شرعی رو سے ضمانت ایک ایسا معاہدہ ہے جو ایک واجب شدہ چیز کی ادائیگی کا ذمہ لینے کا نام ہے لہٰذا اس رو سے اسے معلق نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ دوسرے معاہدات میں اس کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی صورت تو یہ ہوگی کہ ضامن نے ایسی چیز کی ضمانت لی ہے جو ابھی تک مضمون عنہ (یعنی جس کی ضمانت دی جارہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضمانت پر معاوضہ لینا

یہاں پر موضوع ضمانت پر اجرت (کرایہ) کا لینا ہے نہ کہ جعالہ (انعام) لینا کیونکہ جعالہ (یعنی انعام) کا مفہوم یہ ہے کہ: ''کوئی بھی صاحب تصرف کسی چیز کو خاص کردے کہ جو شخص ایک معلوم یا مجہول

② شرح منتہی الإرادات 2/108، 110

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کام کسی معلوم یا مجہول مدت میں انجام دے گا تو اسے وہ چیز دی جائے گی، جعالہ میں کام اور مدت کے تعین کی شرط نہیں ہوتی اور نہ ہی بوقت ضرورت کسی عامل کا تعین کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔

اس طرح سے اجارہ اور جعالہ (انعام) میں جو بنیادی فرق ہے وہ یہ کہ اجارہ کی ابتداء اً عقد لازم کی حیثیت سے ہے۔ جبکہ جعالہ (انعام) عقد لازم نہیں بلکہ عقدِ جائز ہے طرفین اس کو کسی وقت بھی منسوخ کر سکتے ہیں۔

تو اگرچہ الغرض جعالہ کا مفہوم کرایہ کے مفہوم سے کہیں زیادہ وسیع ہے کیونکہ جعالہ کے بارے میں آپ نے جیسا کہ سابقہ سطور میں جان لیا ہے کہ اس میں کسی بھی کام کے معلوم ہونے کی شرط نہیں پائی جاتی اور نہ ہی مدت کا تعین ہوتا ہے اور جس امر کا تعین ہی نہ ہو تو اس کا وسیع ہونا بالکل ممکن ہے اور اس کے بالمقابل کرایہ ایک طے شدہ منافع کا نام ہے یا پھر دونوں فریقوں کے مابین طے پائی جانے والی کیفیت کا نام ہے جو دونوں فریقوں میں سے کسی بھی فریق کو اسے منسوخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

جمہور اہل علم اس امر کے قائل ہیں کہ ضمانت فراہم کرنے پر کوئی معاوضہ نہ لیا جائے جیسا کہ مختلف کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ جیسے مجمع الضمانات علی مذهب الإمام أبي حنيفة للبغدادي ص 282، اور الشرح الكبير للدردير مع حاشية الدسوقي 3/ 404، اور الشرح الصغير 3/242، اور الفروع لابن مفلح الحنبلي 4/207، اور كشاف القناع / 262-

نیز دیگر کتب میں بھی صراحتاً منع اور عدم جواز کا ذکر ہے۔ ضمانت پر معاوضہ نہ لینے کے حوالے سے مندرجہ ذیل دلائل اور توجیہات پیش کی جاتی ہیں:

1. یہ ایسا قرض ہے جو نفع لانے کا موجب بنتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ضامن اپنے کلائنٹ کی طرف سے دوسرے فریق کو ادائیگی کرتا ہے تو اس پر اگر کمیشن لے گا تو یہ معاوضہ اس ادائیگی کے بدلے میں ہوگا جو کہ کلائنٹ پر بطور قرض واجب الادا تھی۔ اور ضمانت کے خط کی بعض کیفیات میں تو یہ صورت بالکل واضح نظر آجاتی ہے کہ یہ قرض پر ہی نفع حاصل کیا جا رہا ہے کیونکہ مستفید براہ راست کلائنٹ سے رابطہ نہیں کرتا کہ وہ ادائیگی کرے بلکہ بینک سے ہی طلب کرتا ہے۔ گویا بینک اپنی طرف سے کلائنٹ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرضہ ادا کر رہا ہے اور اس قرضے پر معاوضہ وصول کر رہا ہے۔

2 یہ معاہدہ اور عقد درحقیقت احسان اور نرمی و وسعت پر مبنی ہے لہٰذا اس پر معاوضہ لینا مقاصدِ شریعت کے سراسر خلاف ہے۔

3 گارنٹی کی بعض صورتوں میں مستفید کلائنٹ سے براہ راست وصولی کرتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں اگر ضامن (یعنی بینک) اپنا کمیشن لے گا تو گویا اس نے ناحق لیا کیونکہ ادائیگی تو کلائنٹ نے خود اپنی طرف سے کی ہے۔ پھر ضامن کس چیز کا معاوضہ لے رہا ہے؟ اور یہ معاوضہ لینا سراسر باطل ہے۔ اور یہ طرزِ عمل لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانے کے مترادف ہے۔

اور ابتدائی ضمانت اور دستاویزاتی ضمانت میں تو مستفید براہ راست کلائنٹ سے مطالبہ کرتا ہے نہ کہ بینک سے۔

تنبیہات: یہاں دو باتیں انتہائی قابل توجہ ہیں

۔: فقہی قواعد میں ایک قاعدہ ہے کہ اجرت اور ضمانت بیک وقت جمع نہیں ہوسکتیں۔ اور یہ قاعدہ اس ضمانت سے متعلق نہیں جو کہ زیرِ بحث ہے۔ بلکہ اس ضمانت سے مراد (ضمان المتلفات یعنی تلف ہونے والی چیزوں کی ضمانت) ہے۔

۔۔ فقہی قواعد میں سے ایک قاعدہ ہے کہ: ''ہر وہ کام جس کا کرنا جائز ہو اس پر معاوضہ لینا جائز نہیں ہوجاتا''۔ بلکہ اس میں کچھ کام تو ایسے ہیں جن پر معاوضہ لینا جائز ہوتا ہے جیسا کہ بھاگے ہوئے غلام کو واپس لانے کے لئے کوئی معاوضہ اور انعام مقرر کرنا۔ اور کچھ پر معاوضہ لینا جائز نہیں جیسا کہ ضمانت پر یا جائز کھیل کود پر معاوضہ لینا، وغیرہ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب مجموع الفتاوی (30/ 215-216) میں بیان کیا ہے۔

خلاصہ بحث

سابقہ سطور میں جو کچھ گزرا اس کی روشنی میں دو اہم حقیقتیں آشکار ہوتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اول: کلائنٹ کی جانب سے ضمانت کے لیٹر کے مارجن کے حوالے سے تین صورتیں ہیں۔

❶ ضمانت کا وہ لیٹر جو زیرو مارجن (Zero Margin) ہو: اس صورت پر وہی حکم لاگو ہوگا جس کا جمہور اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ ضمانت پر معاوضہ لینا جائز نہیں۔ لہٰذا اس صورت پر یہی حکم لگے گا۔

❷ ضمانت کا وہ خط جو کلائنٹ کی جانب سے فل مارجن (full Margin) پر حاصل کیا گیا ہو:

اس صورت کے بارے میں واللہ اعلم، ضمانت پر معاوضہ لینے کی ممانعت کا حکم نہیں لگے گا۔ کیونکہ یہ معاوضہ کام کی مکمل کاروائی انجام دینے پر خدمات وسروسز کا معاوضہ ہے۔ تو اس صورت میں اگر تو بینک مستفید کو ادائیگی کرتا ہے تو وہ کلائنٹ کے پیسے سے ہی کر رہا ہے۔ جس پر معاوضہ لیتا ہے اور اگر وہ ادا نہیں کرتا تو وہ کلائنٹ سے اس کے مال کی حفاظت کرنے اور اسے سروسز مہیا کرنے پر کمیشن حاصل کرتا ہے۔ (جس میں بظاہر قباحت نہیں)۔

❸ ضمانت کا وہ لیٹر جو کچھ فیصد مارجن پر حاصل کیا گیا ہو۔

اس صورت پر سابقہ دونوں صورتوں کے احکامات لاگو ہوں گے۔ اس حصے پر معاوضہ جائز ہوگا جس کی ادائیگی ہو چکی ہے۔ اور اس حصہ پر نہیں ہوگا جس کی ادائیگی نہیں کی گئی۔ واللہ اعلم۔

یہ بحث میں شیخ عمر بن عبدالعزیز المترک کی رائے پر ختم کرتا ہوں جو انہوں نے اپنی کتاب ''الربا والمعاملات المصرفیة'' میں بیان کی ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

''کہ جو کچھ مجھے صحیح محسوس ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ضمانت سے قبل ضمانت کی مکمل رقم مستفید کو ادا کر دی جائے یا پھر وہ فل مارجن پر ہو تو اس پر معاوضہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس حالت میں وہ کمیشن جو بنک حاصل کرتا ہے وہ مہیا کردہ خدمات کے مقابل ہوتا ہے جیسا کہ وہ چیک کے ذریعے تبادلے کے حوالے سے کمیشن لیتا ہے کیونکہ یہ کیفیت نہ تو قرض ہے اور نہ ہی قرض جیسی ہے۔ کیونکہ بینک اپنے مال میں سے کچھ نہیں ادا کرتا بلکہ وہ تو اس مال میں سے ادا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے جو کہ کلائنٹ کی رقم کی صورت میں اس کے پاس موجود ہوتا ہے۔
اور اگر ضمانت کا خط زیرو مارجن پر ہے تو اس کیفیت میں معاوضہ لینا جائز نہیں سمجھتا کیونکہ یہ ضمانت قرض کی صورت میں ہوسکتی ہے اور یہ صورت قرض پر نفع حاصل کرنے کی ہو جائے گی جو سود ہے اور سود کسی طرح بھی جائز نہیں ہوسکتا۔ اور سود ایسی رذیل برائی ہے کہ ضروری ٹھہرتا ہے کہ اس کے راستے روکے جائیں، اور اس کے سامنے بند باندھا جائے۔ (1)

لہٰذا میرے خیال میں ضمانت کے طلب گار پر لازم ہے کہ ضمانت فراہم کرنے والے کے پاس اتنی مالیت کی رقم رکھوا دے جس سے ادائیگی ممکن ہو سکے۔ اور یہ کاروائی ان اصولوں سے بالکل متفق ہے جو کہ بعض بینک لازم قرار دیتے ہیں کہ کلائنٹ ضمانت کے خط کے مساوی رقم جمع کرائے۔ اور اسی کیفیت کو فل مارجن کا نام دیا گیا ہے۔ تو کلائنٹ کی جانب سے بینک میں رکھوائی گئی یہ رقم بینک کے پاس بطور رہن تصور کی جائے گی۔ تا کہ بوقت ضرورت بینک اس رقم سے مستفید کو ادائیگی کر سکے۔ (2)

(1) ان افراد کا راستہ روکنا جو ٹینڈرز اور منصوبوں میں شامل ہونے کے بعد اپنے ذمہ عائد معاہدات کی پاسداری کرنے کی اہلیت اور استطاعت نہیں رکھتے۔ یعنی یہ شرط لاگو کرنے سے ٹینڈرز اور بولیوں میں

---

(1) نوٹ: بینک گارنٹی کی بعض صورتوں میں اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے البتہ مندرجہ بالا مسئلہ کی جملہ صورتوں کا جائزہ لینے کے بعد جو رائے قریب تر صواب ہے اسے درج ذیل نکات میں بیان کیا جاتا ہے۔

(2) تمام فقہاء کے نزدیک ضمانت کی اجرت جائز نہیں۔ لہٰذا اس بنا پر بینک گارنٹی کی مروجہ صورت صحیح قرار نہیں پاتی۔
کیونکہ: گارنٹی ایک رضا کارانہ عمل ہے جو بغیر معاوضہ کے انجام دیا جاتا ہے۔ جبکہ صارف کی طرف سے جو رقم یا کوئی قیمتی چیز بطور گروی رکھوائی جاتی ہے وہ بینک کے پاس بطور قرض ہوتی ہے اور جب قرض پر اجرت کا مطالبہ صحیح نہیں تو اس کی ضمانت پر بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ سعودی عرب کی فتویٰ کمیٹی نے اس کے ناجائز ہونے کی وجہ کی نشاندہی فرمائی کہ " بطور کور (غطاء) جمع کرائی گئی رقم بینک کے پاس رہن کی حیثیت رکھتی ہے۔ ضامن (بینک) کا اس سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہے۔ (أبحاث هيئة كبار العلماء ج5،ص283)

بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہی شخص دلچسپی لے گا اور شریک ہوگا جو اس کی تکمیل کی بھی اہلیت رکھتا ہو۔

2 ایسا طریقہ کار اختیار کرنے سے کاموں کا دائرہ پھیلانے کی لالچ اور حرص کے سامنے بھی بند باندھنا ممکن ہوگا۔ کہ انسان کسی ایسے کام میں ہاتھ ہی نہ ڈالے جس کو وہ کر نہیں سکتا۔ اور اگر انسان ایسے کام میں داخل ہوا جو وہ کر نہیں سکتا تو اسے اس صورت میں بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا، اور اس کی معیشت اور مالی حیثیت پر بہت برے اور منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ کیونکہ بولی دینے والا کبھی کبھار بولی کیلئے بینک کی ضمانت تو جمع کرا دیتا ہے لیکن وہ ضمانت اتنی بھاری رقم کی ہوتی ہے کہ اس کی استطاعت سے باہر ہوتی ہے اور نتیجتاً وہ ایسے سودی چنگل میں پھنس جاتا ہے کہ جس کا مطالبہ بینک اس سے کرتے ہیں اور اس کی پاسداری اس پر لازم بھی ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم) (1)

نوٹ یہاں یہ کہا جاتا کہ گارنٹی اگر فل مارجن ہو تو بینک سروس اور محنت کا معاوضہ لے سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس صورت میں بینک صارف کا مزدور ہوگا نہ کہ ضامن۔ تو اس شبہ کے حوالے سے یہ واضح رہے کہ یہاں معاوضہ کی توجیہ صحیح نہیں کیونکہ بینک یہ کمیشن رقم اور مدت کو ملحوظ رکھ کر طے کرتے ہیں جس سے اس کی صورت ضمانت پر اجرت اور سود کا ایک حیلہ بن جاتی ہے۔

(1) اور اس کی دوسری قباحت یہ کہ: اس گارنٹی میں لیا جانے والا معاوضہ (اگر اسے اجرت مان لیا جائے) مارکیٹ میں اس سے مشابہ خدمات پر لئے جانے والے معاوضہ سے زیادہ ہوتا ہے۔

اگر اسے دفتری امور پر اجرت بھی سمجھا جائے تو اس رو سے بھی یہ معاملہ جائز نہیں ٹھہرتا کیونکہ المعاییر الشرعیۃ میں دفتری معاملات کے معاوضہ کو اسی صورت جائز قرار دیا گیا ہے جب وہ اجرت مثل سے زائد نہ ہو۔ (ص 61)

شرعی حل: بینک گارنٹی کے حوالے سے بینک جو گارنٹی دیتے ہیں ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس میں موجود قباحتیں اور سود سے مشابہ معاملات کو دور کریں۔

1 گارنٹی صرف اسی وقت دی جائے جب فل مارجن ہو۔

2 ضمانت پر کسی قسم کا معاوضہ نہ لیا جائے۔

3 دفتری امور کے حوالہ سے یا خدمات پر جو اجرت اور معاوضہ لیا جائے اس میں مدت اور رقم کا تناسب مدنظر نہ رکھا جائے، بلکہ جتنا عمل ہو اسی کے بقدر اجرت طے کی جائے۔ (البیان)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیع سلم

مولانا عبدالوکیل ناصر [1]

کی مروجہ صورتیں اور ان کا شرعی حکم

جائز کاروباری معاملات میں سے ایک صورت بیع السلم (بیع السلف) کی بھی ہوتی ہے درج ذیل سطور میں ہم بالکل عام فہم انداز میں بیع السلم، اس کی تعریف، حکم اور شرائط کو تفصیل کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔
وباللہ التوفیق

بیعِ سلم کی تعریف

کتبِ فقہ نیل الأوطار، الفقہ الاسلامي وأدلته اور الملخص الفقهي وغیرہ میں بیع السلم کی تعریف کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ:

"لین دین کا وہ معاملہ کہ جس میں فروخت کنندہ یہ ذمہ داری قبول کرے کہ وہ مستقبل کی فلاں

[1] نائب شیخ الحدیث، جامعۃ الاحسان الاسلامیہ کراچی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاریخ پر خریدار کو ان ان متعین صفات کی حامل چیز مہیا کرے گا اور خریدار مطلوبہ شئے کی مکمل قیمت پیشگی (Advance) اُسی مجلسِ عقد میں ادا کرے۔"

مزید آسان الفاظ میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ "مخصوص صفات کی حامل چیز خریدنے کا معاملہ طے کر کے قیمت مکمل طور سے پہلے فوری ادا کر دینا اور چیز بعد میں یا کچھ تاخیر سے حاصل کرنا، بیع السلم یا بیع السلف کہلاتا ہے۔"

بیع سلم کا حکم

یہ معاملات کی ایسی قسم ہے کہ جو کتاب و سنت اور اجماع امت کی رو سے جائز ہے۔

قرآن کریم سے ثبوت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ} [البقرة:282]

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب تم آپس میں مقررہ وقت تک ادھار کا معاملہ کیا کرو تو اس کو لکھ لیا کرو"۔

مفسر قرآن، حبر امت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ مقررہ مدت تک ضمانت دی گئی "بیع السلف" کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جائز قرار دیا ہے اور اس کی اجازت دی ہے، اور پھر انہوں نے بطور دلیل کے مذکورہ آیت پڑھی۔" (1)

سنتِ نبوی ﷺ سے ثبوت

* نبی مکرم ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں بیع کا یہ سلسلہ اپنے حساب سے موجود تھا، تو آپ ﷺ نے اسے کچھ اصلاحات کے ساتھ باقی رکھا۔
* آپ ﷺ نے فرمایا "جو شخص بیع السلف (بیع السلم) کرنا چاہتا ہے وہ معلوم وزن، معلوم و متعین پیمانے اور معلوم و متعین مدت کے ساتھ کرے۔" (2) یہ حدیث بیع السلم کے جواز کی دلیل ہے، مزید

(1) کتاب الأم: باب السلف۔ مصنف عبدالرزاق: ص 14064

(2) صحیح البخاری: کتاب السلم، باب السلم فی وزن معلوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفصیل کتب ستہ وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اجماعِ امت سے ثبوت

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے اس کے جواز پر اہلِ علم کا اجماع نقل کیا ہے۔ ①

لوگوں کی حاجت وضرورت بھی اس کی متقاضی ہے کہ یہ بیع جائز ہو، کیونکہ اس میں فریقین میں سے ہر ایک فائدہ اٹھاتا ہے، فروخت کنندہ جلد وفوری رقم وصول کر کے اور خریدار (فوری ادائیگی کی وجہ سے) چیز سستی حاصل کر کے۔ ②

حافظ ذوالفقار علی حفظہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

سلم کی اجازت کا فلسفہ

بعض کسانوں اور مینوفیکچررز کے پاس ضرورت کے مطابق مثلاً بیج، کھاد، آلات، خام مال خریدنے اور لیبر وغیرہ کے لئے رقم نہیں ہوتی، ایسے لوگوں کو اسلام نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ حصول رقم کی خاطر اپنی فصل یا پیداوار قبل از وقت فروخت کر سکتے ہیں تاکہ قرض کے لئے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچے رہیں۔ اضافی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی چیز بیچنے کے لئے کسٹمر تلاش کرنے کی فکر سے آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا سودا پہلے ہی ہو چکا ہوتا ہے۔

اس سے خریدار کو بھی فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ سلم میں قیمت ان چیزوں کی نقد قیمت سے کم ہوتی ہے جو نقد ادا کی جاتی ہو، مزید برآں اگر چیز آگے بیچنا چاہتا ہو تو مارکیٹنگ کیلئے مناسب وقت بھی اسے مل جاتا ہے۔ ③

محقق العصر الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ امام ابن قیم رحمہ اللہ سے بیع سلم کی رخصت میں حکمت تحریر فرماتے ہیں اور پھر لکھتے ہیں:

اسلام نے جب اس بیع کو جائز قرار دیا ہے تو اسے سود نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ تو ایک اسلامی تدبیر ہے، جس کی وجہ سے انسان سود پر قرض لینے سے بچ سکتا ہے۔ لوگ اس کو اپنا لیں تو سود پر قرض لینے

---

① الاجماع ص:112 ② المغنی از ابن قدامہ مفہوماً ③ دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم ص164

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مسلمانوں کی جان چھوٹ سکتی ہے۔①

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بیع السلم بیع معدوم ہے اور خلاف قیاس ہے، لہٰذا یہ جائز نہیں۔

اس حوالہ سے ہم معروف محقق الشیخ مبشر احمد ربانی اور پھر امام ابن قیم رحمہ اللہ کے جوابات تحریر کریں گے۔

شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''معدوم (غیر موجود) کی بیع جائز ہے۔قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت صحیحہ میں یا کسی صحابیِ رسول ﷺ سے اس کی ممانعت وارد نہیں ہوئی۔ہاں جس طرح بعض موجودہ اشیاء کی بیع حرام ہے، اسی طرح بعض معین معدوم چیزوں کی بیع سے روکا گیا ہے۔

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو لفظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لا تبع ما ليس عندك'' ''جو تیرے پاس نہیں اس کی بیع نہ کر''②

اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان کسی معین چیز کے بارے میں ہے، جیسا کہ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''هذا بيوع الاعيان دون بيوع الصفات'' کہ یہ ممانعت معین چیزوں کی بیع میں ہے صفات کی بیع میں نہیں یعنی جس میں عدم (نہ ہونے) کی صفت پائی جائے، اس کے لئے نہیں۔③

یا پھر اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز فروخت نہ کر جس کے دینے پر قدرت نہیں رکھتا۔جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔④

پھر شیخ نے بیع سلم کی تعریف اور اس کے جواز کے دلائل لکھنے کے بعد فرمایا:

''خلاصہ یہ ہے کہ شریعت نے ایسی چیز کی بیع کی اجازت دی ہے جو معدوم ہو جبکہ اس کے اوصاف وزن اور مدت وغیرہ معلوم ہو جائیں اور اس میں کسی قسم کی جہالت باقی نہ رہے''۔⑤

امام ابنِ قیم رحمہ اللہ بیعِ سلم کے خلافِ قیاس یا بیعِ معدوم ہونے کے اعتراض کے حوالہ سے جواباً

---

① آپ کے مسائل اور ان کا حل 413/1

② ترمذي: كتاب البيوع، باب ماجاء في كراهية البيع ماليس عندك (صحیح)

③ شرح السنة 140/8 ④ مجموع الفتاوىٰ: 530/20 ⑤ آپ کے مسائل اور ان کا حل 1/411-413

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں:

بعض حضرات بیع سلم کو خلافِ قیاس کہتے ہیں، ان کے پاس دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے اسے مت بیچو"① پس بیع سلم بھی معدوم ہے لہٰذا وہ ناجائز ہونی چاہیے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کیونکہ بیع سلم میں جس چیز کا سودا ہوتا ہے وہ (اپنی صفات کے اعتبار سے واضح و) ظاہر ہوتی ہے، فروخت کنندہ کے ذمہ ہوتی ہے، اور اُسے عموماً سونپے جانے پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔

اور یہ تو بالکل ایسی ہی صورت ہے جیسے نفع کے عوض مزدوری کرنا۔ اور اس صورت کا مطابقِ قیاس ہونا ہم زبردست دلائل سے ثابت کر چکے ہیں۔ لہٰذا بیع معدوم پر اس کا قیاس غلط ہے۔

بیع معدوم میں تو یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اسے حاصل کرنے پر قدرت ہوگی بھی یا نہیں۔ اس میں فروخت کنندہ اور خریدار دونوں ہی دھوکہ میں رہتے ہیں پھر اس پر اس کے مخالف چیز کو قیاس کرنا یہی تو بدترین قیاس ہے، ظاہری بھی اور باطنی بھی، صورۃً بھی اور معناً بھی، کسی طرح بھی یہ قیاس کسی عقلمند کے نزدیک تھوڑی دیر کیلئے بھی صحیح نہیں سمجھا جا سکتا۔ کہاں وہ (بیعِ معدوم کہ) جو نہ پاس ہو، نہ ملکیت میں ہو اور نہ ہی اُسے سونپنے پر قدرت و طاقت حاصل ہو اور کہاں وہ (بیعِ سلف کہ) جو فروخت کنندہ کے ذمے ہو، خریدار کو مل سکتی ہو، اور جسے سونپے جانے پر قدرت و طاقت حاصل ہو۔

اب ان دونوں کو جمع کر دینا ایسے ہی ہے جیسے مردار اور ذبیحہ کو ایک کہنا، جیسے سود اور تجارت کو ایک سمجھنا۔

اور جو حدیث (بیعِ سلم کے عدمِ جواز کے لئے) پیش کی گئی ہے اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ:

آپ ﷺ نے یہ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا "کہ جو تمہارے پاس نہیں اُسے مت بیچو"②

اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ: کوئی شخص کسی معین چیز کو جو اس کے پاس نہ ہو بلکہ دوسرے کی ملکیت میں

---

① ترمذي: كتاب البيوع، باب ماجاء في كراهية البيع ماليس عندك [صحيح]

② ترمذي: كتاب البيوع، باب ماجاء في كراهية البيع ماليس عندك [صحيح]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو، وہ اُسے کسی کو بیچ دے پھر اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا پھرے اور اسے خریدار تک پہنچانے کی سعی میں رہے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ: وہ اس چیز کو بیچنے کی کوشش کرتا ہے جسے خریدار تک پہنچانے کی قدرت وطاقت اسے نہیں۔ گو وہ ایسی ذمہ داری اٹھالیتا ہے کہ جس کے بارے میں اُسے معلوم نہیں کہ وہ اُسے ادا کر بھی پائے گا کہ نہیں۔

اس طرح اس میں کئی ایک خرابیاں لازم آتی ہیں:

1. ایک ایسی معین چیز کا بیچنا جو اس کی ملکیت میں نہیں۔
2. ایسا معاملہ اپنے ذمہ لینا جسے پورا کرنے کی طاقت نہیں۔
3. ایسی چیز کا ادھار کرنا جس کے ملنے کی عادتاً توقع نہیں۔

(اور جہاں تک بیعِ سلم کا تعلق ہے تو) جب مذکورہ تینوں خرابیاں نہ ہوں تو بیشک اور قرضوں کی طرح یہ بھی ایک طرح کا قرض ہوگا۔ جیسے کوئی چیز مؤخر قیمت پر قرضاً لے لی جائے۔

پس قیاس ومصلحت کا تقاضہ یہی ہے کہ ادھار کی خرید وفروخت جائز ہو۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: ''ایمان والو! جب تم قرض کا لین دین کرو جس میں مدت مقرر کی گئی ہو تو لکھت پڑھت کرلیا کرو'' [البقرۃ:282]

یہ آیت قیمت اور مال دونوں کو شامل ہے (یعنی دونوں میں ادھار جائز ہے) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو قرآن کریم کے ترجمان ہیں انہوں نے اس سے یہی سمجھا اور سمجھایا ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ: اپنی ذمہ داری پر قرض حلال ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہما نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

پس ادھار کی خرید وفروخت قیاس کے مطابق اور مصلحت کے موافق ہے۔ شریعت جو مکمل ہے اور مکمل انصاف پر مبنی ہے وہ اسے کبھی ناجائز نہیں کرسکتی۔ (بیعِ سلم میں) مکمل قیمت تو اسی وقت لے لی جاتی ہے اور چیز بعد میں دی جاتی ہے۔ اس لئے کہ اگر قیمت بھی نہیں لی جائے تو ذمہ داری بے فائدہ ہوگئی اسی کا نام سلم رکھا گیا ہے (یعنی ایسی بیع کہ جس میں) قیمت ہاتھوں ہاتھ سونپ دی جاتی ہے، اور اگر قیمت اور چیز دونوں ہی ادھار ہوں تو یہ "بیع الکالی بالکالی" ''یعنی ادھار کے بدلے ادھار کی بیع'' ہوجائے گی جو حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی رو سے ناجائز ہے اور جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔اس میں خطرے بڑھ جائیں گے اور معاملہ غرر ودھوکے کا ہو جائے گا۔

اسی لئے شارع علیہ السلام نے اس مسئلہ میں مخصوص باغ یا کھیتی کے پھل واناج کو منع فرمادیا۔اس لئے کہ ممکن ہے اس میں پھل نہ آئے اور نہ اناج نکلے تو دے گا کہاں سے؟؟

اور پھر ابنِ قیّم رحمہ اللہ تھوڑا آگے چل کے فرماتے ہیں:

اس (بیعِ سلم) کا جواز انسانی حاجت کو پورا کرنے کے لئے ہے اس میں (خریدار وفروخت کنندہ) دونوں کے لئے سہولت ہے۔ایک کو قیمت پہلے مل جاتی ہے اور دوسرے کو چیز سستی مل جاتی ہے۔

پس سچ تو یہ ہے کہ شریعت میں جو ہے اسی میں آسانی ہے، اسی میں مصلحت ہے، وہی مطابق قیاس ہے۔وہی عقل سے بھی ملتا ہے۔۔۔۔۔۔(1)

بیعِ سلم کی شرائط

بیع سلم میں ان تمام شروط وپابندیوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے جو شریعت نے عام بیع میں مقرر کی ہیں۔البتہ سلم کو غرر (جہالت ودھوکہ) سے صاف رکھنے کے لئے کچھ خاص شرائط بھی رکھی گئی ہیں جو درجِ ذیل ہیں:

رأس المال (قیمت) سے متعلقہ شرائط یہ ہیں:

1. اس کی جنس معلوم ہو۔

   جیسے سونے چاندی میں ہے، روپیہ میں ہے، ڈالر میں ہے یا کسی اور صورت میں۔

2. اس کی مقدار معلوم ہو۔
3. اسے مکمل طور سے مجلس عقد میں ہی ادا کر دیا جائے۔

مسئلہ: بیعِ سلم میں قیمت مؤخر کرنے کا حکم؟

جمہور اہلِ علم حنابلہ، شافعیہ اور حنفیہ کے مطابق بیعِ سلم میں خریدی گئی چیز کی مکمل قیمت پیشگی مجلسِ عقد ہی

---

(1) اعلام الموقعین مترجم 314/1

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ادا کرنا شرط ہے، اُسے مؤخر نہیں کیا جا سکتا اور اگر مکمل قیمت کی ادائیگی سے قبل دونوں فریق یعنی فروخت کنندہ و خریدار الگ الگ ہو جائیں تو عقد باطل قرار پائے گا کیونکہ اس طرح یہ ادھار کی ادھار کے ساتھ بیع ہو جائیگی جو کہ حدیث کی رو سے حرام ہے (1)، البتہ مالکی فقہاء کے مطابق اس میں دو سے تین دن تک کی تاخیر کی اجازت ہے، کیونکہ یہ معمولی تاخیر ہے جو قابلِ برداشت ہے لیکن اگر معاہدہ میں مکمل قیمت کی ادائیگی کی مدت تین دن سے زیادہ طے ہو تو مالکیہ کے مطابق بھی عقد باطل ہو جائے گا۔

تاخیر سے ملنے والی شئے، سامان (مسلم فیہ) کی شرائط یہ ہیں:

1. وہ ضمانت کے تحت ہو۔ (فروخت کنندہ اسے حوالہ کرنے کا ضامن ہو)
2. اس کا ایسا مکمل وصف بیان کر دیا جائے کہ جس سے اس کی مقدار و وزن اور ممتاز صفات کا علم ہو جائے تا کہ کسی بھی قسم کے دھوکہ و تنازع کا خدشہ باقی نہ رہے۔
3. اس کی مدت معلوم ہو کہ کب تک وہ چیز خریدار کے حوالہ کر دی جائیگی۔ (2)

بعض اہل علم نے شرائط کو کچھ مزید پھیلا کر اور کھول کر بیان کیا ہے، جس سے مجموعی طور پر کبھی تو سات شرائط دکھائی دیتی ہیں جیسا کہ "الملخص الفقهي" میں شیخ صالح بن فوزان حفظہ اللہ نے لکھا ہے اور کبھی شرائط اس تعداد سے بھی آگے نظر آتی ہیں جیسا کہ شیخ وہبہ زحیلی رحمہ اللہ نے "الفقہ الاسلامی" میں گیارہ تک شرائط ذکر کی ہیں۔

اس سلسلہ میں قارئین کی مزید وضاحت کے لئے اپنے وقت کے معروف و معتبر اہلِ علم کی لکھی جانے والی حواشی، تعلیقات، تشریحات، فتاویٰ جات اور آراء تحریر کی جاتی ہیں تا کہ مسئلہ سلم، اس کی شرائط کا فہم اور بھی سہل ہو جائے اور دیگر متعلقہ مسائل کی مکمل وضاحت ہو جائے۔

مجتہد العصر حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں لکھا ہے:

بیع سلم کے جائز ہونے کی شرطیں حسب ذیل ہیں

1. مبیع (سامان) کی جنس معلوم ہو مثلاً کہ وہ گیہوں ہے یا جو، مکئی یا باجرہ۔

---

(1) الموسوعة الفقهية: 202/25 (2) فقه السنة: 152/3

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2 اس کی صفت معلوم ہو کہ وہ جید یعنی کھری ہے یا ردی۔

3 اس کی نوع معلوم ہو مثلاً بارانی زمین کی ہے یا نہری زمین کی۔

4 وقت ادائیگی معلوم ہو جو کم از کم ایک مہینہ ہے اور اس سے زائد وقت جو وہ مقرر کرے وہ بھی معلوم ہو۔ (کم از کم ایک مہینہ کی شرط کی وضاحت آگے آرہی ہے)

5 جو چیز فروخت کی جارہی ہے اس کی مقدار معلوم ہو۔

6 سرمایہ جو کہ اب دیا جارہا ہے جس کے بدلے مقررہ وقت پر سامان وصول کرنا ہے اگر یہ سرمایہ (قیمت) تولنے یا ماپنے یا گننے کی چیز ہو تو اس کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔

7 اگر فروخت کردہ سامان ایسی چیز ہے جس کے اٹھانے میں مشقت اور کرایہ خرچ ہوتا ہو تو جس جگہ سے وصول کرنا ہے اس کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے۔

بطور تصدیق و وضاحت کے حافظ محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جوابات صحیح ہیں .... بازاری نرخ سے اتنا کم مقرر نہ کیا جائے کہ سال میں کبھی بھی اتنا کم ہونے کا خیال نہ ہو، اگر ایسا ہو تو اس میں بھی سود کا شبہ ہے، نیز یہ بھی شرط ہے کہ غلہ کے بدلے غلہ نہ ہو کیونکہ حدیث میں اس کو سود کہا گیا ہے اور مدت کم از کم ایک ماہ شرط نہیں کیونکہ حدیث میں اس کا ثبوت نہیں۔ [1]

شیخ الحدیث علامہ داؤد راز دھلوی رحمہ اللہ، صحیح بخاری کی مختصر تشریح، ترجمہ و فوائد کے ضمن میں کچھ نکات علمیہ تحریر فرماتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

- جو چیزیں ماپ تول کر بیچی جاتی ہیں ان میں ماپ تول ٹھہرا کر سلم کرنا چاہئے۔ اگر ماپ تول مقرر نہ کئے جائیں تو یہ بیع سلم جائز نہ ہوگی الغرض اس بیع کے لئے ضروری ہے کہ وزن مقرر ہو اور مدت مقرر ہو ورنہ بہت سے مفاسد کا خطرہ ہے۔ مثلاً سو روپے کا اتنے وزن کا غلہ آج سے پورے تین ماہ بعد تم سے وصول کرلوں گا یہ طے کر کے خریدار نے سو روپیہ اسی وقت ادا کر دیا۔ یہ بیع سلم ہے جو جائز ہے۔ اب مدت پوری ہونے پر وزن مقررہ کا غلہ اسے خریدار کو ادا کرنا ہوگا۔

---

[1] فتاویٰ اہلحدیث 266-67/2

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- کیل اور وزن سے ماپ تول مراد ہیں۔اس میں جس چیز سے وزن کرنا ہے، (وہ) کلو (ہے) یا قدیم سیر، من۔یہ بھی جملہ باتیں طے ہونی ضروری ہیں۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔"اس امر پر اجماع ہے کہ بیع سلم میں جو چیزیں ماپ یا وزن کے قابل ہیں ان کا وزن مقرر ہونا ضروری ہے اور جو چیزیں محض عدد سے تعلق رکھتی ہیں ان کی تعداد کا مقرر ہونا ضروری ہے۔حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں اس قسم کے لین دین کا عام رواج تھا"۔[1]

دیار عرب کے معروف عالم دین شیخ ابوبکر الجزائری حفظہ اللہ اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:

- میعاد ادائیگی اتنی ہو کہ اس مدت میں قیمت کا اتار چڑھاؤ ہوسکتا ہو مثلاً ایک ماہ یا دو ماہ اس لئے کہ دو چار دن کی مدت کا حکم عام "بیع" والا ہے اور بیع میں یہ شرط ہے کہ مبیع کو اچھی طرح دیکھ لے یا اس کی معرفت حاصل کر لے۔
- وقت ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ اس وقت مطلوبہ جنس کا پایا جانا ممکن ہو لہذا بہار کے موسم کو تازہ کھجور کی ادائیگی کا وقت یا سردیوں میں انگور کی ادائیگی کا وقت مقرر نہ کیا جائے، اس لئے اس صورت میں مسلمانوں میں اختلاف واقع ہوگا۔[2]

بیع سلم سے متعلق اہم مسائل

1 کیا مدت کا تعین شرط ہے؟

اگرچہ علماء نے مدت معینہ کے تقرر کو شرط قرار دیا ہے مگر شافعیہ کہتے ہیں کہ جب بیع سلم تاخیر سے (جس میں دھوکہ بھی ہوسکتا ہے) جائز ہے تو معاہدہ کے وقت ادائیگی بالاولیٰ جائز ہے، حدیث میں اجل (مدت) کا ذکر اس لئے نہیں کہ صرف یہی شرط ہے (یا اس کا موجود ہونا ہر حال میں ضروری ہے) بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ جب کوئی معاملہ اجل (مدت) سے متعلق ہو تو اس میں وہ معلوم ہونی چاہئے۔

---

[1] صحیح البخاری: کتاب السلم، ترجمہ وتشریح از مولانا محمد داؤد راز، جلد 3

[2] منہاج المسلم: مترجم، ص 547

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

صحیح اور حق بات یہی ہے جسے شافعیہ نے اختیار کیا ہے کیونکہ کسی بھی حکم کو بغیر دلیل کے لازم کر لینا درست نہیں۔ (1)

2 مدتِ مقررہ تک مال ادا نہ کیا گیا

معروف عالم شیخ عبدالستار حماد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''اگر اس (طے شدہ) مدت میں مال مہیا نہ کیا جائے تو تاجروں کے عرف میں اسے جرمانہ تو کیا جاسکتا ہے، لیکن ریٹ وغیرہ میں کمی کرنے کا دباؤ نہیں ڈالا جاسکتا، (کیونکہ) اس (بیعِ سلم) میں رقم پیشگی ہی ادا کرنا پڑتی ہے، بصورت دیگر طرفین سے ادھار ہوگا جو شرعاً درست نہیں ہے۔'' (2)

3 ''معاہدہ بیعِ سلم'' میں ادائیگی کی جگہ کا تعین نہیں کیا گیا ہو تو؟

الشیخ ابوبکر الجزائری حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

اگر ''معاہدہ بیع'' میں ادائیگی کی جگہ کا تعین نہیں کیا گیا تو ''مقام معاہدہ'' ہی ادائیگی کی جگہ طے پائے گا۔ اگر جگہ کا تعین کیا گیا ہے تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اس بارے میں جس جگہ ادائیگی پر دونوں متفق ہوں، اس کے مطابق عمل کیا جائے گا اس لئے کہ مسلمان معاملات میں جو شرطیں طے کرلیں ان کی پابندی ضروری ہے۔ (3)

4 کیا مسلم فیہ (طے شدہ چیز) کا مسلم الیہ (جسے قیمت دی گئی یعنی فروخت کنندہ) کے پاس ہونا ضروری ہے؟

اس سلسلے میں معلوم ہو کہ یہ شرط تو بہر حال نہیں ہے، البتہ انتہائے مدت تک اس کا دستیاب ہونا ضروری ہے۔ صحیح بخاری شریف میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ لوگوں نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ (بیعِ سلم کے وقت) کیا ان لوگوں کے پاس کھیتی موجود ہوتی تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم ان سے اس کے متعلق پوچھتے نہیں تھے۔

جس سے یہ بات واضح ہے کہ مطلوبہ چیز کا فروخت کنندہ کے پاس ہونا شرط نہیں ہے وگرنہ اُس چیز کا اگر فروخت کنندہ کے پاس ہونا ضروری ہوتا تو وہ اُس کا سوال ضرور کرتے۔

---

(1) فقہ السنۃ 152/3 (2) فتاویٰ اصحاب الحدیث 253/2 (3) منہاج المسلم: مترجم ص: 547

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

علامہ محدث داؤد راز دھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سلم ہر شخص سے کرنا درست ہے۔مسلم فیہ (یعنی وہ سامان جس میں سلم کیا گیا ہے) یا اس کی اصل اس کے پاس موجود ہو یا نہ ہو اتنا ضرور معلوم ہونا چاہئے کہ معاملہ کرنے والا ادا کرنے اور وقت پر بازار سے خرید کر یا اپنی کھیتی یا مزدوری وغیرہ سے حاصل کر کے اس کے ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہے یا نہیں۔ ①

⑤ تمام اجناس میں بیع سلم جائز ہے

جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود یہ الفاظ اس بات کے مؤید ہیں "من أسلف فی شیء......" جو کسی بھی چیز میں سلف (سلم) کا معاملہ کرے۔

یہاں "فی شیء" کہا گیا جو تمام جائز اشیاء کو شامل ہے۔البتہ شرائط ضرور ملحوظ رکھی جائیں۔

⑥ قلاش آدمی اور بیعِ سلم

علامہ محدّث داؤد راز دھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اگر کوئی شخص قلاش محض ہو اور وہ بیع سلم کر رہا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دھوکہ سے اپنے مسلمان بھائی کا پیسہ ہڑپ کرنا چاہتا ہے اور آج کل عام طور پر ایسا ہوتا رہتا ہے (لہٰذا سلم کے وقت اس کا دھیان بھی رکھنا چاہئے)۔ ②

⑤ مخصوص باغ یا زمین کے مخصوص قطعہ کی پیداوار میں بیع سلم کرنے کا حکم

مخصوص باغ یا زمین کے مخصوص قطعہ کی پیداوار میں بیع سلم کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں غرر پایا جاتا ہے، ممکن ہے وہ باغ پھل نہ دے یا قطعہ زمین میں فصل ہی نہ ہو۔

خود نبی کریم ﷺ نے مخصوص باغ کی کھجور میں بیع سلم نہیں کی۔

علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ نے اس بات پر اجماع ذکر کیا ہے کہ متعین باغ وزمین کی پیداوار میں سلم کی ممانعت پر علماء متفق ہیں۔ ③

---

① صحیح البخاری: کتاب السلم، ترجمہ وتشریح از مولانا محمد داؤد راز، جلد3

② صحیح البخاری: کتاب السلم، باب السلم في وزن معلوم ③ دیکھئے المغنی از ابن قدامہ۔البیوع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواز کی استثنائی صورت

علامہ داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ "باب الکفیل فی السلم" کے تحت وارد ہونے والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر کسی خاص کھیت کے غلہ میں یا کسی خاص درخت کے میوہ میں سلم کرے اور ابھی وہ غلہ یا میوہ تیار نہ ہوا ہو تو یہ سلم درست نہ ہوگی۔لیکن تیار ہونے کے بعد خاص کھیت اور خاص پیداوار میں بھی سلم کرنا درست ہے۔اس (ممانعت) کی وجہ یہ ہے کہ جب تک غلہ یا میوہ پختگی پر نہ آیا ہو اس کا کوئی بھروسہ نہیں ہوسکتا کہ غلہ یا میوہ اگے گا یا نہیں؟۔احتمال ہے کہ کسی آفت ارضی یا سماوی سے یہ غلہ اور میوہ تباہ ہوجائے پھر دونوں میں جھگڑا ہو۔ (1)

8 شیئرز کے سودوں میں بیع سلم جائز نہیں

حافظ ذوالفقار علی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

شیئرز کے سودوں میں چونکہ کمپنی کا نام ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے جس سے اس کی حیثیت متعین چیز میں سلم کی ہوجاتی ہے جو ناجائز ہے، ممکن ہے جب سپردگی کا وقت آئے مارکیٹ میں اس کمپنی کے شیئرز دستیاب نہ ہوں لہذا شیئرز میں بیع سلم جائز نہیں۔ (2)

9 کپڑوں میں بیع سلم جائز ہے

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے کپڑوں میں بھی بیع سلم کو جائز قرار دیا ہے۔ (3)

علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ نے کپڑوں میں بیع سلم کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے۔ (4)

10 سلم میں رہن اور ضمانت (گارنٹی) طلب کرنا

بیع سلم میں بیچی گئی چیز چونکہ فروخت کنندہ کے ذمہ ادھار ہوتی ہے لہذا خریدار حوالگی یقینی بنانے کے لئے رہن یا گارنٹی کا مطالبہ کرسکتا ہے۔سورۃ البقرۃ کی آیت سے بیع سلم کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے اس کے

---

(1) صحیح البخاری: کتاب السلم، ترجمہ وتشریح از مولانا محمد داؤد راز، جلد 3

(2) دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم، ص: 169 (3) فقہ الحدیث 312/2 (4) الاجماع، مترجم ص 112

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

⑩ مزعومہ اسلامی بینکوں میں سلم کا استعمال

حافظ ذوالفقار علی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

بلا شبہ سلم ایک بہترین غیر سودی تمویل (financing) ہے جو عصر حاضر میں بھی لوگوں خصوصاً کاشتکاروں اور مینوفیکچررز کی مالی ضرورتیں پوری کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے اور بعض اسلامی بینک اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں اسلامی بینک اس کی عملی تطبیق میں گڑبڑ کرتے ہیں جس سے یہ معاملہ شرعی اصول کے مطابق نہیں رہتا۔ وہ یوں کہ گنے کے سیزن میں شوگر ملوں کو گنا خریدنے کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ ملز مالکان چاہتے ہیں کہ ہمارا مقصد بھی پورا ہو جائے اور ہم سود سے بھی محفوظ رہیں اب وہ اسلامی بینک کی طرف رجوع کرتے ہیں، بینک اس شرط پر رقم فراہم کرتا ہے کہ آپ نے ہمیں اس کے عوض فلاں تاریخ تک اتنی چینی مہیا کرنی ہے یعنی بینک سلم کا معاہدہ کر لیتا ہے شوگر ملز کی طرف سے فراہمی یقینی بنانے کے لئے بینک ضمانت بھی طلب کرتا ہے چونکہ بینک کاروباری ادارہ نہیں جو آگے بیچنے کے لئے گاہک تلاش کرتا پھرے اس لئے معاہدے کے وقت ہی یہ بھی طے کر لیا جاتا ہے کہ مل مالک بینک کے وکیل کی حیثیت سے یہ چینی مارکیٹ میں اس قیمت پر فروخت کر کے رقم بینک کے سپرد کریگا۔ بعض دفعہ معاہدے کے وقت اس کی صراحت نہیں ہوتی مگر فریقین کے ذہن میں یہی ہوتا ہے۔ اگر شوگر مل بروقت چینی فراہم نہیں کرتی تو بینک دی گئی رقم کے فیصد کے حساب سے جرمانہ وصول کرتا ہے جو بینک کی زیر نگرانی قائم خیراتی فنڈ میں جمع کروایا جاتا ہے۔

بینک کا خود قبضہ کرنے کے بجائے فروخت کنندہ کو ہی وکیل بنانا شرعی اصول کے خلاف ہے۔

چنانچہ علماء احناف کے سرخیل علامہ سرخسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اس کا مطلب یہ ہے کہ سلم کے ذریعے بیچی گئی چیز فروخت کنندہ کے ذمہ ادھار ہوتی ہے اور جس کے ذمہ ادھار ہو وہ خود اپنی ذات سے اس کی وصولی کے لئے اس شخص کا وکیل نہیں بن سکتا جس کا اس کے ذمہ ادھار ہو“۔ ①

① المبسوط: ج 15 ص 101

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

علامہ ڈاکٹر محمد سلیمان اشقر سلم سے اسلامی بینکوں کے فائدہ اٹھانے کے طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بینک چیز کی مارکیٹنگ کے لئے فروخت کنندہ کو ہی اپنا وکیل مقرر کر دے خواہ اس کی اجرت دے یا نہ دے۔ تو اگر یہ وکالت پہلے سے عقد سلم سے مربوط ایگریمنٹ کے ذریعے ہو تو یہ عمل باطل ہوگا جو جائز نہیں کیونکہ یہ ایک عقد میں دو عقد جمع کرنے کے مترادف ہے اور اگر (ایگریمنٹ تو نہ ہو مگر) پہلے ہی سے ذہن میں یہ ہو کہ معاملہ اس طرح تکمیل کو پہنچے گا تو پھر بھی یہ جائز نہیں''۔ ①

سلم متوازی

یہاں یہ بتا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی بینکوں میں سلم سے فائدہ اٹھانے کا جو طریقہ اسلامک بینکنگ کے ماہرین نے تجویز کیا ہے اس کو" سلم متوازی " کہتے ہیں۔ یعنی بینک کسی تیسرے فریق کے ساتھ سلم کا معاہدہ کرلے جس کی تاریخ ادائیگی پہلی سلم والی ہی ہو۔ متوازی سلم میں مدت کم ہونے کی وجہ سے قیمت زیادہ ہوگی اور یوں دونوں قیمتوں میں فرق بینک کا نفع ہوگا۔ مگر ہمارے ہاں اسلامی بینکوں میں یہ طریقہ شاذو نادر ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر فروخت کنندہ کو ایجنٹ بنانے کا طریقہ ہی اختیار کیا جاتا ہے جو شرعاً درست نہیں۔ ②

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

---

① بحوث فقهية في قضايا اقتصادية معاصرة: ج 1 ص: 214

② دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم از حافظ ذوالفقار علی حفظہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

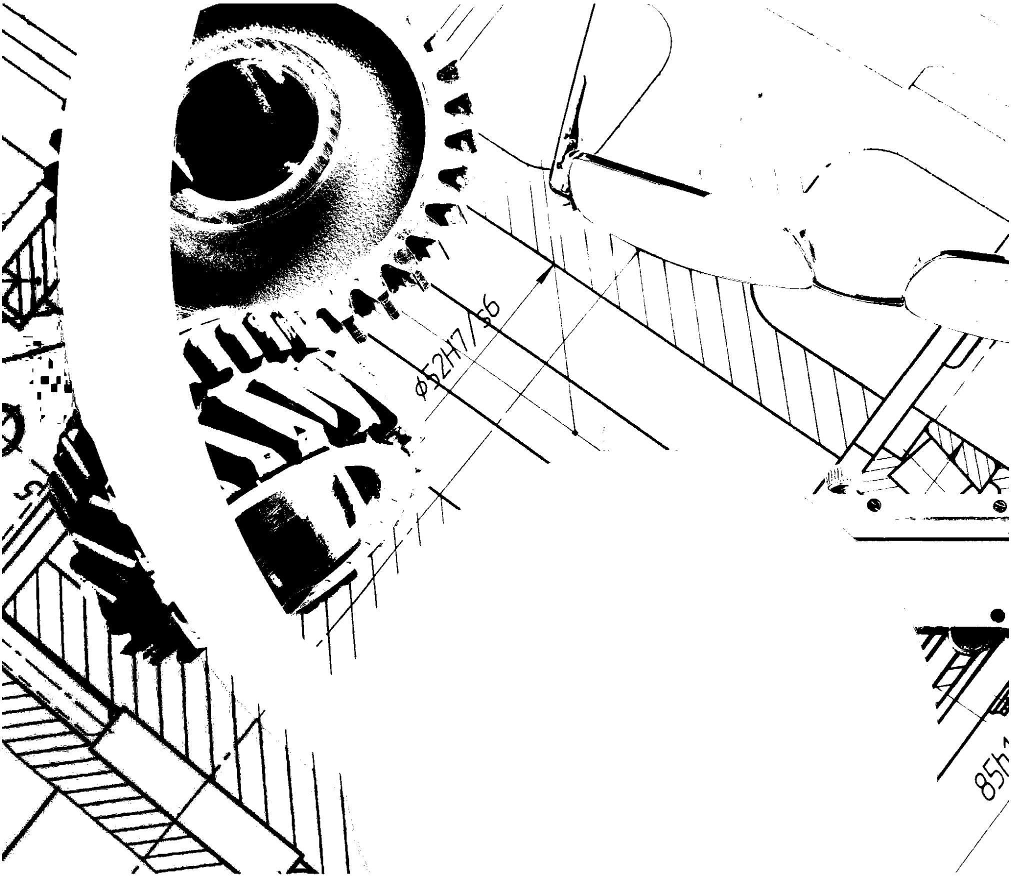

شعبہ تحقیق وتصنیف المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرط شریعت نے متعین کی ہے وہ یہ کہ "لا تبع مالیس عندک "[1] ایسی چیز مت بیچو جو تمہارے پاس موجود نہیں۔ استصناع کے مسئلہ کو اگر بیع کی نوعیت سے دیکھا جائے تو مطلب یہ ہوا کہ آرڈر پر مال تیار کرانا جائز نہ ہوا کیونکہ چیز تیار کرنے والا ایسی چیز فروخت کر رہا ہے اور ایسی چیز پر معاہدہ کر رہا ہے جو ابھی کسی کی بھی ملکیت میں نہیں بلکہ سرے سے معدوم ہے۔ لیکن شریعتِ مطہرہ چونکہ لوگوں کی آسانی کیلئے نازل ہوئی ہے۔

چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے {يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ} [البقرة:185]

''اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں''۔

{وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ} [الحج:78]

''(اللہ تعالیٰ نے) تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی''۔

لوگوں کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس قسم کے معاہدات کو عمومی احکام سے چند صورتوں میں الگ کر کے استثنائی طور پر ان کی اجازت مرحمت فرمادی گئی تاکہ لوگ تنگی اور تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔

وہ ضروریات جن کے پیش نظر عقد استصناع کی اجازت دی گئی

❁ **بیچنے اور بنانے والے کا فائدہ:** کہ اس کو بنانے کی قیمت وصول ہوتی ہے۔ اور چیز بننے سے پہلے ہی اس کا گاہک موجود ہوتا ہے، اور مینوفیکچرر اگر بیع وشراء کرے گا تو ممکن ہے وہ چیز اس سے بکے گی یا نہیں یا جلدی بک جائے یا دیر سے۔

پھر اس کی مارکیٹنگ کی ضرورت پڑے گی۔ لہذا یہاں شریعت نے صانع کا فائدہ بھی ملحوظ رکھا ہے۔

❁ **خریدار کا فائدہ:** خریدار اپنی مرضی اور منشا کے مطابق چیز تیار کروا سکتا ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ جو چیز مارکیٹ میں موجود ہے وہ اس کی ضرورت ٹھیک طرح سے پوری نہ کرتی ہو، لہذا اس معاہدہ کے ذریعہ وہ اپنی مرضی کی چیز تیار کروا سکتا ہے۔

❁ **دیگر اقتصادی فوائد:** شیخ مصطفیٰ زرقا نے ان اقتصادی فوائد کی جانب اشارہ فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ: ''بہت سے ایسے سامان اور چیزیں ہوتی ہیں جن کا اس وقت تک بنانا ناممکن ہوتا ہے جب تک ان کا کوئی

---

[1] جامع الترمذی: کتاب البیوع، باب ماجاء في كراهية بيع ماليس عندك

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خریدار نہ مل جائے، جیسے مختلف مواصفات وخصوصیات پر مبنی مخصوص جگہ پر گھر اور عمارت کی تعمیر ہے، یا مختلف خصوصیات کا حامل پل مخصوص مقام پر تعمیر کرانا، یا پیٹرولیم ریفائنری (Petroleum refinery) لگوانا، اس کا ناممکن ہونا بسا اوقات قدرتی ہوتا ہے، جیسے صفات کی خصوصیات کا اختلاف جو کہ خریداروں کے مزاج کے اختلاف کے سبب ہوتا ہے۔یا پھر اس کے ناممکن ہونے کی وجہ مالیاتی ہوتی ہے کہ بنوائی جانے والی چیز اتنی مہنگی ہوتی ہے کہ اس پر لاگت (Cost) بہت زیادہ آتی ہے اور تیار کرنے والا اسے بغیر آرڈر کے تیار نہیں کرتا کہ اگر کرلیا تو بکے یا نہیں؟۔۔۔"[1]

استصناع کے جواز کے دلائل

قرآن مجید سے دلیل:

بعض اہل علم نے قرآن مجید کی آیت: {فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰٓ أَن تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا} [الکھف:94]

"کیا ہم آپ کے لئے کچھ خرچ کا انتظام کردیں؟ (اس شرط پر کہ) آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنادیں"۔

سے استصناع کے جواز کی دلیل لی ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت میں لفظ "خَرْجًا" کی تفسیر "أجرا عظیما" یعنی بہت بڑا معاوضہ۔کی گئی ہے۔اس آیت میں قرآن مجید نے اس قسم کے معاہدہ کے صحیح ہونے کی رہنمائی کی ہے۔

حدیث سے دلیل:

❁ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوانے کا حکم دیا۔

❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آرڈر پر منبر بنوانا: حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری عورت سے کہا کہ "تم اپنے بڑھئی لڑکے کو حکم دو کہ وہ میرے واسطے ایسی لکڑیاں بنادے کہ جب میں لوگوں سے مخاطب

---

[1] الإستصناع، ص 12

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں، تو اس پر بیٹھوں، چنانچہ اس عورت نے اس لڑکے کو اس کے بنانے کا حکم دیا...."۔ [1]

نیز ان دلائل کے علاوہ زمانہ اول سے لوگ اس طرح کے معاملات کرتے آئے ہیں، کہ گھر، چپلیں اور دیگر ضروریات کی اشیاء آرڈر پر بنواتے رہے ہیں۔ لہذا اس بنا پر بعض اہل علم نے عملی طور پر ایسے معاملات کے جواز پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔

استصناع کے معاہدہ کی صحت کیلئے متعین کردہ شرعی شرائط

استصناع پر بالعموم بیع کی عمومی شرائط لاگو ہوتی ہیں لیکن ان کے ساتھ ساتھ چند اہم شرائط ایسی ہیں جو بیع سے ہٹ کر ہیں ان کا استصناع کے معاہدے میں خیال رکھا جانا ضروری ہے۔

پہلی شرط:

جس چیز کا آرڈر دیا جا رہا ہے وہ معاشرہ میں رائج ہو اور لوگ اسے تیار کرواتے ہوں کیونکہ اس معاہدے کو بیع معدوم سے مستثنیٰ ہی اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ اس کی صورت و ماہیت اور خصوصیات کا لوگوں کو علم ہوتا ہے جس کے سبب جہالت اور غرر کا خطرہ ٹل جاتا ہے۔

دوسری شرط:

آرڈر پر تیار کرائے جانے والی چیز کی تمام جملہ خصوصیات کا معاہدہ کے وقت مکمل تعین کر لیا جائے۔ اور ہر اس شق سے بچا جائے جس سے معاہدہ متنازع ہونے کا خدشہ ہو۔

تیسری شرط:

بعض فقہاء نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ عقد استصناع کرتے وقت معاہدہ میں وقت کا تعین نہ کیا جائے اگر وقت کا تعین کیا گیا تو وہ چیز استصناع سے نکل کر بیع سلم میں داخل ہو جائے گی اور اس پر سلم کے احکامات لاگو ہوں گے نہ کہ استصناع کے۔

لیکن معاصر محققین کے نزدیک یہ شرط قابلِ اعتبار نہیں کیونکہ اگر وقت کا تعین نہ کیا گیا تو تنازع کی صورت باقی رہے گی لہٰذا وقت کا تعین ضروری ہے تاکہ تنازعہ سے بچا جا سکے۔

---

[1] صحیح البخاری: کتاب الصلاۃ، أبواب إستقبال القبلۃ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجمع فقہ اسلامی جدہ کی جانب سے استصناع کے حوالے سے متعین کردہ چند ضابطے:

1. عقد استصناع کے معاہدہ میں اگر مطلوبہ شرائط، ارکان، چیز کا معیار، اس کی تیاری کی مدت معین ہو تو طرفین یعنی بینک اور صارف کے لئے اس معاہدے کی پاسداری لازم ہو جاتی ہے۔ فریقین میں سے کوئی بھی اس سے انحراف نہیں کر سکتا۔
2. صارف کیلئے ضروری ہے کہ وہ مطلوبہ چیز کی جنس کا معاہدہ کے وقت تعین کرے اور اس کی سپردگی کا وقت بھی متعین کرے۔
3. عقد استصناع میں قیمت پیشگی بھی دی جا سکتی ہے اور قسطوں کی صورت میں بھی۔
4. استصناع کے معاہدہ میں فریقین کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ معاہدے کی شق میں اس شرط کا تذکرہ کر دیں کہ تاخیر کی بظاہر صورت کوئی وجہ نہ ہونے کے باوجود اگر بینک یا صانع نے مقررہ وقت پر چیز تیار کر کے نہ دی تو اس کی کیا سزا ہوگی؟۔

عقد استصناع میں درجِ ذیل معاملات جائز ہیں

- عقد استصناع میں قیمت کی پیشگی ادائیگی ضروری نہیں، بلکہ پیشگی بھی دی جا سکتی ہے اور چیز لیتے وقت یا اس کے بعد بھی ادا کی جا سکتی ہے، اور اقساط میں ادا کرنا بھی جائز ہے۔
- استصناع میں یہ ضروری نہیں کہ مطلوبہ چیز معاہدہ طے ہونے کے بعد ہی بنائی جائے۔ بلکہ اگر کسی کمپنی یا فرد نے کسی سے استصناع کا معاہدہ کیا اور وہ کمپنی یا فرد مطلوبہ کوالٹی اور صفات کی حامل چیز لے آئے تو یہ بھی عقد استصناع ہی ہوگا۔ لیکن اس میں یہ ضروری ہے کہ وہ چیز بعینہ ان تمام شرائط پر پوری اترتی ہو جو خریدار نے معاہدہ میں ذکر کی تھیں۔

کیا استصناع کا معاہدہ کرنے والی کمپنی وہ کام کسی اور سے کروا سکتی ہے؟

اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ بطور مثال A نامی کمپنی سے صارف نے معاہدہ کیا کہ میں آپ سے گھر کا فرنیچر جو ان صفات کا حامل ہو بنوانا چاہتا ہوں اس کمپنی نے آرڈر تو لے لیا لیکن وہ کام بعد میں اپنا تھوڑا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منافع رکھ کر کسی اور کو دے دیا کہ اس معیار کا حامل فرنیچر تیار کردو۔ تو کیا ایسا کرنا اس کمپنی کیلئے جائز ہے۔؟

اس مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے فقہاء نے اس مسئلہ کو اجارہ کے مسئلہ سے تشبیہ دی ہے۔ ایک شخص کسی کو اجرت اور مزدوری پر کوئی کام کرنے کو دیتا ہے کہ اتنے پیسے لے لو اور میرا گھر تعمیر کردو یا پھر کسی کو ٹھیکے پر مخصوص صفات کی حامل دیوار بنانے کی ذمہ داری دیتا ہے، تو اس ٹھیکہ دار یا اجیر نے انہی پیسوں میں یا ان سے کچھ زیادہ یا کم میں وہ کام آگے کسی اور کے سپرد کردیا تو فقہاء نے اسے جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ تیسرا شخص انہی صفات کی حامل چیز تیار کرے جس کا آرڈر دیا گیا ہے کیونکہ یہاں مطلوب کام ہے نہ کہ فرد لیکن یہاں ذمہ داری اسی ٹھیکہ دار یا اجیر پر ہوگی جس سے صارف نے معاہدہ کیا ہے۔

نوٹ: اس مسئلہ کے جواز سے اہل علم نے دو مسائل کو مستثنٰی کیا ہے

پہلا مسئلہ:

اگر صارف معاہدہ میں یہ شرط لگاتا ہے کہ یہ چیز آپ ہی نے بنانی ہے، یا پھر آپ کے پاس کام کرنے والے فلاں شخص نے تیار کرنی ہے تو یہاں کمپنی کو پاسداری کرنا ضروری ہے کسی اور کو وہ کام نہیں دے سکتی۔

دوسرا مسئلہ:

تیار کنندہ کی شہرت اور اہلیت کو دیکھتے ہوئے آرڈر دیا گیا ہو۔ جیسے کسی مشہور ڈیزائنر کو اس کی کام میں مہارت یا کسی مشہور انجینئر کو اس کی اہلیت کے باعث کام دیا جائے اور اسے مارکیٹ ویلیو سے بڑھ کر قیمت بھی ادا کی جائے، کیونکہ اس کی بنائی گئی چیزیں پائیدار ہوتی ہیں، اور ڈیزائن بہترین ہوتے ہیں۔ اس صورت میں بھی وہ فرد یا کمپنی یہ آرڈر کسی اور کو نہیں دے سکتی اسے خود ہی تیار کرنا پڑے گا ورنہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگی۔

عقد استصناع کا معاہدہ کب لازم ہوتا ہے؟

اس کا مطلب یہ کہ جیسا کہ بیع میں فریقین کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر وہ معاہدہ کی مجلس میں سودا منسوخ کرنا چاہتے ہیں تو شریعت نے انہیں اختیار دیا ہے کہ وہ معاہدہ منسوخ کر سکتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارشاد فرمایا: ''بیچنے والے اور خریدنے والے کو اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہوں، پھر فرمایا اگر دونوں سچ بولیں اور صاف صاف بیان کریں تو دونوں کی بیع میں برکت ہوگی اور اگر دونوں نے چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان دونوں کی بیع کی برکت ختم کردی جائے گی''۔ [1]

اور عام بیع میں خیار الشرط [2] کا ضابطہ بھی لاگو ہوتا ہے؟۔ تو کیا عقد استصناع کا بھی یہی معاملہ ہے کہ اس میں خیار المجلس اور خیار الشرط کا ضابطہ بیع کی طرح ہی لاگو ہوگا یا اس معاہدہ کے لاگو ہونے کی کوئی اور صورت ہے۔؟

عہد عثمانی میں لکھے جانے والے قوانین کے مجموعہ ''مجلة الأحكام العدلية'' میں شق نمبر 392 کے تحت لکھا ہے کہ: ''استصناع میں فریقین معاہدہ کے وقت یعنی معاہدہ مکمل ہونے کے فوراً بعد سے چیز کے سپرد کرنے تک اس معاہدے کے پابند ہوجاتے ہیں، اور ان میں سے کوئی بھی دوسرے فریق کی مرضی کے بغیر یہ معاہدہ ختم نہیں کرسکتا۔ لیکن اگر مطلوبہ چیز مطلوبہ آرڈر کے مطابق تیار نہ کی گئی تو اس صورت میں صارف کو اس معاہدہ کی منسوخی کا اختیار ہوگا''۔

مجمع فقہ اسلامی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ کیونکہ معاملات اس کے بغیر سلجھ نہیں سکتے۔ بالخصوص عصرِ حاضر میں تو بڑی مہنگی مہنگی چیزیں بحری جہاز، پل، ہوائی جہاز، ٹرینیں وغیرہ آرڈر پر تیار کرائی جاتی ہیں۔ اگر چیز کی تیاری تک فریقین کو معاہدہ منسوخی کا اختیار دیا گیا تو اس سے عظیم منفی اثرات جنم لیں گے۔ جس کے پیش نظر اس معاہدہ کو وقت انعقاد سے ہی عقد لازم سمجھا جانا ضروری ہے۔ لیکن بعض اہل علم نے ایسی چیزیں جو اتنی بھاری مالیت کی نہیں ہوتیں جیسے جوتے، کپڑے وغیرہ ہیں تو اس کم قیمت چیزوں میں خیار الرؤیہ (چیز کے دیکھنے تک معاہدہ کو موقوف کرنا) کی شرط کا اعتبار کیا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری: کتاب البیوع، باب إذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا

[2] خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی خریدار معاہدہ کے وقت فروخت کنندہ سے یہ شرط طے کرلے کہ میں یہ چیز اس شرط پر خریدتا ہوں کہ چیز دیکھنے کے بعد اس میں کوئی کمی پیشی پائی گئی تو معاہدہ ختم کردوں گا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

استصناع اور سلم میں بنیادی فرق

❶ استصناع کا معاہدہ صرف ان چیزوں میں ہوتا ہے جن کے تیار کرنے کی ضرورت ہو جبکہ سلم سب چیزوں میں ہوسکتی ہے خواہ انہیں تیار کرنے کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔

❷ سلم میں قیمت پیشگی ادا کرنا ضروری ہوتا ہے جبکہ استصناع میں قیمت پیشگی بھی ادا کی جاسکتی ہے، اور قسطوں میں بھی یا بعد میں بھی۔

اسلامی بینکوں میں رائج استصناع

اسلامی بینک استصناع (Manufacturing Contract) کی بنیاد پر دو طرح کے معاہدے کرتے ہیں۔

پہلی صورت

بحیثیت خریدار استصناع کا معاہدہ: جو شخص بینک یا مالیاتی ادارے سے رقم کے حصول کی خواہش رکھتا ہے اور وہ مینوفیکچرر ہے تو بینک یا مالیاتی ادارہ بحیثیت خریدار اس کے ساتھ استصناع کا معاہدہ کرتے ہیں۔

جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ بینک مینوفیکچرر کو یہ آرڈر دیتا ہے کہ وہ اس کے لئے ان صفات کی حامل چیز تیار کردے۔ اس ضمن میں بینک کی جانب سے جو پیشگی رقم دی جاتی ہے اسے پیشگی قیمت تصور کیا جاتا ہے۔ مطلوبہ چیز تیار ہونے کے بعد بینک اس کو منافع پر مارکیٹ میں فروخت کرتا ہے۔

ایک شرعی قباحت

مذکورہ طریقہ کار میں اگر بینک خود فروخت کرنے کی بجائے اسی مینوفیچکرر سے معاہدہ کرلے کہ وہ بینک کا ایجنٹ بن کر اس چیز کو مخصوص منافع کے ساتھ فروخت کرکے رقم بینک کے حوالے کرے تو ایسا کرنا شرعی نقطہ نظر سے جائز نہیں۔ چاہے یہ چیز ضبط تحریر میں لائی گئی ہو یا ذہن میں ہو۔ کیونکہ اس صورت میں بینک کا کردار محض ایک مالیاتی ثالثی کا رہ جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ وہ نفع حاصل کرتا ہے۔ اور یہ عمل رقم کے لین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین پر نفع حاصل کرنے کے مترادف ہے اور سود سے مشابہ ہے لہذا یہ جائز نہیں۔

دوسری صورت

جن صارفین کو گھر، آلات، یا مشینری وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بینک انہیں طے شدہ صفات کے آلات، گھر اور مشینری فراہم کرنے کا معاہدہ کرتا ہے۔ اور صارف سے قیمت اقساط میں وصول کرتا ہے۔

یہاں واضح رہے کہ یہ ضروری نہیں کہ بینک وہ چیز یا آلات خود ہی تیار کرے بلکہ وہ متوازی استصناع کے معاہدے کے ذریعہ کسی تیسرے فریق سے بھی وہ چیز تیار کرواسکتا ہے۔لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ دونوں معاہدوں میں کوئی باہمی ربط نہیں ہونا چاہئے۔ اور شرعی نقطہ نگاہ سے کلائنٹ کو ایجنٹ مقرر کرنا، یا اسے کام کی نگرانی سونپنا بھی صحیح نہیں۔

علامہ محمد سلیمان الاشقر فرماتے ہیں: ''استصناع متوازی میں دونوں معاہدوں کے باہمی ربط، یا خریدار کو متوازی استصناع کے معاہدے کا وکیل بنانے، یا اس پر قبضہ کرنے، یا تعمیر کی نگرانی کرنے، یا کوئی ایسا کردار سونپنے جس سے بینک کا کردار سکڑ کر صرف رقم کے لین دین پر نفع حاصل کرنے تک محدود ہوجائے سے پرہیز کرنا چاہیے''۔ (1)

اسلامی بینکوں میں مینوفیکچرنگ کا طریقہ کار

1. صارف بینک کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ بینک اس کے لئے ایک بلڈنگ تیار کرے۔اس ضمن میں وہ بینک کو ایک درخواست بھی پیش کرتا ہے جس میں اس بلڈنگ کی صفات، خصوصیات اور نقشہ وغیرہ ملحق ہوتے ہیں۔
2. درخواست کے ساتھ صارف ٹوکن منی کے طور پر کچھ رقم بھی بینک کو جمع کراتا ہے، ضمانت، اور ادائیگی کا طریقہ کار (کہ آیا یک مشت کرنی ہے، یا قسطوں میں) طے کرتا ہے۔ نیز اس کے ساتھ فیزیبلٹی رپورٹ بھی جمع کراتا ہے۔

---

(1) بحوالہ: دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم از حافظ ذوالفقار علی ص:199

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

3 بینک فزیبلٹی رپورٹ کا ماہرین کے ساتھ جائزہ لیتا ہے۔

4 اگر بینک صارف کی اس پیشکش سے مطمئن ہے تو وہ اس سے فائنانس کے حوالے سے آخری ڈاکومینٹشن پیش کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور ضروری ضمانتیں فراہم کرنے کا کہتا ہے۔

5 حتمی اتفاق کے بعد صارف اور بینک کے درمیان مینوفیکچرنگ معاہدہ پر دستخط ہوتے ہیں جس میں طرفین کیلئے معاہدے کی ضروی پابندیوں کا ذکر ہوتا ہے۔

معاہدے کے اہم ترین مشتملات مندرجہ ذیل ہیں

بینک کی طرف سے صارف کیلئے تعمیر کی جانے والی بلڈنگ کی قیمت، سپردگی کا وقت، ادائیگی کا دورانیہ، معینہ قسط کی تحدید، ایڈوانس قیمت کی ادائیگی کی صورت میں رقم کا تعین۔

6 جب صارف اور بینک کے درمیان استصناع کا معاہدہ طے پا جاتا ہے تو بینک اسٹیٹ ایجنٹ سے اس پروجیکٹ پر عمل درآمدی کا معاہدہ کرتا ہے۔ اسے عموماً متوازی استصناع کا معاہدہ کہا جاتا ہے۔ یعنی یہ بلڈنگ کوئی تیسرا فریق تعمیر کرے گا جس کو بینک نے منتخب کیا ہے۔

پاکستان کے اسلامی بینکوں میں بھی عموماً یہی طریقہ کار رائج ہے۔ چنانچہ پاکستان کے معروف اسلامی بینک میزان بینک نے استصناع معاہدے میں جو مراحل ذکر کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

1 صارف اور ایم بی ایل (M B L) استصناع کا معاہدہ کرتے ہیں جس میں ایم بی ایل اپنے کلائنٹ کو آرڈر دیتا ہے کہ وہ ایک مخصوص سامان/ چیز بینک کے لئے تیار کرے جس کی اسے کیش یا اقساط میں پیشگی قیمت ادا کی جاتی ہے۔

2 سامان کی تیاری کے بعد کلائنٹ بینک کو سامان پہنچا دیتا ہے۔

6 سامان وصول کرنے کے بعد بینک اسے مارکیٹ میں براہ راست یا کسی ایجنٹ کے ذریعے فروخت کر دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ طریقہ کار کو تصویر میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

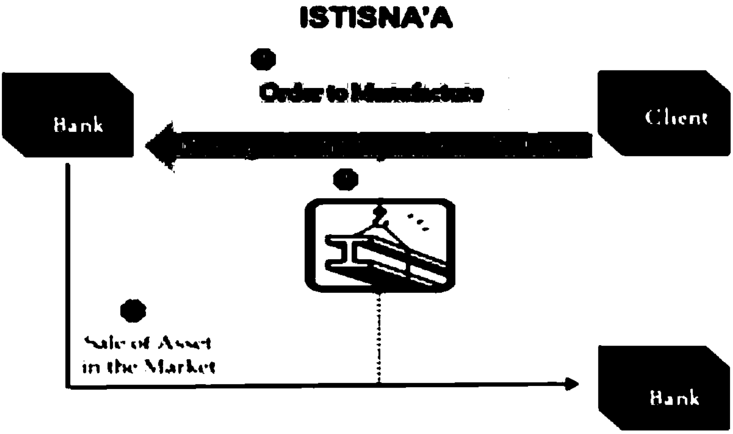

اسلامی بینکوں میں رائج استصناع کے طریقہ کار اور صورتوں کا جائزہ لینے کے بعد جو بنیادی باتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ کہ اسلامی بینکوں کی یہ پراڈکٹ بھی سقم اور شرعی قباحتوں سے خالی نہیں ہے۔جس کی نشاندہی ذیل میں کی جاتی ہے۔

❶ بینک کا تیار کرائی جانے والی چیز کو قبضہ میں نہ لینا۔

❷ صارف کو ہی وکیل مقرر کرنا۔

اس طریقہ سے واضح ہوتا ہے کہ بینک محض ایک مالیاتی ثالثی کے فرائض انجام دیتا ہے حقیقی کاروبار میں حصہ نہیں ڈالتا جس سے بینک کا کردار رقم کے لین دین پر نفع حاصل کرنے تک محدود ہوجاتا ہے اس لیے یہ جائز نہیں۔

صحیح طریقہ کار

شرعی رو سے اس معاہدہ کو صحیح کرنے کیلئے اسلامی بینکوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ مینوفیچرنگ معاہدوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرعی قباحتوں کو دور کریں۔

❶ چیز کو مارکیٹ میں بیچنے سے پہلے اپنے قبضے میں لیا جائے۔

❷ صارف کو وکیل اور ایجنٹ مقرر نہ کیا جائے۔

❸ استصناع متوازی میں دونوں معاہدوں میں کوئی باہمی ربط نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دینِ حنیف کی سربلندی کیلئے کوشاں رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے معاشی نظام کو شرعی خطوط پر استوار کرنے میں ہماری مدد فرمائے۔

انه ولی التوفیق والعلم عند الله

وصلی الله وسلم علی نبینا محمد وعلی آله وصحبه أجمعین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ محمد یونس اثری
ریسرچ اسکالر المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی

خرید وفروخت اسلام میں حلال ہے اور سود حرام ہے۔ پھر خرید وفروخت کی کئی اقسام ہیں مثلاً نقد اور ادھار اور ادھار کی پھر مزید دو قسمیں بن جاتی ہیں کہ خریدی گئی چیز کی قیمت کی ادائیگی کے لئے ایک وقت مقرر کردیا گیا ہو، بغیر اقساط کے۔ خریدی گئی چیز کی قیمت کی ادائیگی کے مقرر کئے گئے وقت کی صورت یہ ہو کہ اسے قسط وار ادا کیا جارہا ہے اور یہ قسط وار ادائیگی یومیہ، ہفتہ وار، ماہانہ، سالانہ کسی بھی ترتیب پر ہوسکتی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان اقساط کی وجہ سے قیمت میں بھی کمی بیشی واقع ہوتی ہے۔ ہمارا موضوع ادھار کی دوسری قسم ہے، جسے قسطوں کا کاروبار کہا جاتا ہے۔ قسطوں کا کاروبار اس لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ بیوع اور معاملات میں یہ بیع بہت عام ہے، اور یہ بیع مختلف طریقوں سے کی جاتی ہے۔ جن کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ آئے گا۔ مزید یہ کہ مختلف قسم کی کمپنیاں اور بینک وغیرہ اسی طریقِ بیع کو استعمال کئے ہوئے ہیں۔ اور خریدار طبقہ کی بھی ایک بڑی تعداد اپنی منفعت اور سہولت اسی قسم کی بیع میں محسوس کرتی ہے۔ حتی کہ ایک مصنف لکھتے ہیں: ''وقد صرحت بعض وکالات السیارات أنه قبل عام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(1410هـ) كان البيع بالتقسيط يشكل (10%) من جملة المبيعات، وبعد عام (1410هـ) انعكس الأمر، فصار البيع بالتقسيط يشكل نسبة (90%) من جملة المبيعات"①

یعنی: بعض ڈیلروں نے یہ صراحت کی ہے کہ سنہ 1410ھ سے قبل تمام مبیعات میں قسطوں کا کاروبار 10 فیصد تھا، اور 1410ھ کے بعد معاملہ اس کے برعکس ہے، تمام مبیعات میں 90 فیصد بیع قسطوں پر ہوتی ہے۔

بہرحال ایک بڑی تعداد اس بیع کے ذریعے سے کاروبار کرتی ہے، اسی لئے اس کی ضرورت واہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ذیل میں اس حوالے سے ہم اپنی معروضات پیش کررہے ہیں۔

قسطوں کا کاروبار کیا ہے؟

قسطوں کے کاروبار کی بڑی عمدہ تعریف الشیخ سلیمان الترکی نے کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"هو عقد علي مبيع حال، بثمن مؤجل، يؤدي مفرقا علي اجزاء معلومة، في أوقات معلومة" ②

یعنی: وہ عقدِ بیع جو کسی موجودہ چیز کے بارے میں طے شدہ قیمت جو کہ معین مدت میں مختلف اقساط کی صورت میں ادا کی جائے، قیمت کی معین کردہ وہ اقساط اور اوقاتِ ادائیگی معلوم ہوں۔

واضح رہے کہ قسطوں کے کاروبار کے لئے عربی میں اکثر استعمال بيع التقسيط کے لفظ کا ہوتا ہے اسی طرح بيع النجوم ، بيع الثمن المؤجل کا مفہوم بھی یہی ہے۔

قسطوں کے کاروبار کا حکم

قسطوں کے کاروبار کے حوالے سے اہل علم کا اختلاف ہے، علماء کا ایک گروہ اسے جائز قرار نہیں دیتا۔ اور جمہور اہل علم کے یہاں یہ بیع جائز ہے۔ ذیل میں ہم جانبین کے دلائل اور ان کا مناقشہ اور راجح موقف

① بيع التقسيط نشأته،تاريخه،صوره،حكمه: 26

② بيع التقسيط و أحكامه : 34

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی نشاندہی کیئے دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ اہل علم کے اس اختلاف کا بنیادی سبب قسطوں کی وجہ سے قیمت میں اضافہ ہے۔

مانعین کے دلائل اوران کا تجزیہ

جو اہل علم اس کاروبار کے جواز کے قائل نہیں، کیونکہ ان اقساط کی وجہ سے زیادہ قیمت وصول کی جاتی ہے۔

پہلی دلیل

فرمان باری تعالیٰ: [وَحَرَّمَ الرِّبٰوا] (البقرہ:275) یعنی: اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کر دیا۔

اس آیت کے عموم سے قسطوں کا کاروبار حرام ہے کیونکہ وقت کو قیمت کا عوض مقرر کرنا سود ہے اور یہ ربوی قرض کے مماثل ہے۔ اور سود کو اللہ نے حرام کر دیا۔

جواب

عرض یہ ہے کہ یہ دلیل نا قابل استدلال ہے کیونکہ اہل علم کی عبارات سے یہ واضح ہوجاتا ہے، تقرر قیمت میں وقت کا حصہ شامل ہوتا ہے۔ مثلاً

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فان الأجل يأخذ قسطاً من الثمن۔'' ①

اس حوالے سے مزید اقوال بھی ہیں جنہیں علی محمد ونیس نے ذکر کیا ہے۔ ② لہٰذا وقت کے تعین کو ملحوظ رکھتے ہوئے قیمت کا تعین غلط نہیں اس کا ربوی قرض سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسری دلیل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من باع بيعتين في بيعة فله أوكسهما أو الربا۔'' ③

یعنی: جس نے ایک بیع (چیز فروخت) کے دو بھاؤ لگائے تو اس کیلئے کم ریٹ اور بھاؤ لینا جائز ہے اور اگر

① مجموع الفتاویٰ: 29/499

② دیکھئے: البیع بالثمن المؤجل: 19

③ سنن ابی داؤد: 3461، ابواب الاجارة، باب فيمن باع بيعتين في بيعة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادہ لیا تو سود ہوگا۔

جواب:

مانعینِ بیع التقسیط ، بیع التقسیط کو بھی دو بیع میں ایک بیع قرار دیتے ہوئے ناجائز کہتے ہیں، جیسا کہ صاحب ''القول الفصل فی بیع الاجل''، پاکستان میں سے سید بدیع الدین شاہ الراشدی ، الشیخ عبدالمنان نورپوری رحمہما اللہ اور الشیخ مبشر احمد ربانی صاحب ﷾ نے بیع التقسیط کو ایک بیع میں دو بیع قرار دیا اور اسی لئے ناجائز قرار دیا۔ بہر حال ایک بیع میں دو بیع کی توضیح کے حوالے سے اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔ جیسا کہ صاحب'' البیع الثمن المؤجل'' نے چار مختلف مؤقفات پیش کئے ہیں۔ جنہیں بالاختصار درج کیا جارہا ہے۔

1. امام شافعی اور امام احمد ﷭ نے جو توضیح بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک عقد میں دوسرے عقد کی شرط لگانا مراد ہے۔ مثال کے طور پر: کوئی شخص عقد بیع کرتے وقت کہے کہ میں تمہیں اپنا گھر اتنی قیمت میں بیچتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ تم اپنا فلاں سامان مجھے اتنی قیمت میں بیچ دو۔
2. علامہ خطابی ﷫ کی تفسیر کے مطابق اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ایک بیع جس کی قیمت مقررہ وقت پر ادا کرنی تھی ، مقررہ وقت آنے پر اسی کی مزید اگلی مدت کے لئے قیمت کی زیادتی کے ساتھ بیع کرنا۔ جیسا کہ انہوں نے مثال دی: بیع سلف کرنے والا ایک دینار دے کر ایک قفیز (بحساب صاع حجازی 27 سیر) خریدے اور اس کے لئے ایک مہینہ مقرر کر دیا جائے ، اور جب مدت آجائے وہ جو کا مطالبہ کرے تو جو بیچنے والا شخص کہے کہ میں نے تمہیں ایک قفیز دینا تھا اب یہ مجھے بیچ دو، مزید ایک مہینے کے لئے دو قفیز کے عوض۔ اب یہ دوسری بیع پہلی بیع میں داخل ہو کر ایک بیع میں دو بیع بن گئیں، اس کو کم قیمت کی طرف لوٹایا جائے گا جو کہ اصل ہے۔ اگر وہ دوسری بیع کر لیں گے پہلی مبیع (فروخت شدہ چیز) کے قبضے میں آنے سے قبل تو دونوں سودی ہوں گی۔
3. ابن تیمیہ، ابن القیم ﷭ نے جو اس کی تفسیر کی ہے: اس سے مراد بیع عینہ ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص ایک ہزار روپے جو کہ متعین مدت میں ادا کرنے ہوں، کے عوض سامان خریدے، اور پھر اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیچنے والے کو نقد 800 کا بیچ دے۔

④ ایک مؤقف یہ ہے کہ بیچنے والا سامان کی دو قیمتیں بیان کرے، ایک نقد کی ہو اور دوسری ادھار کی۔ اور ان دونوں میں سے کسی ایک کو فائنل کئے بغیر عقد ہو گیا۔ مثال کے طور پر: بیچنے والا کہے کہ میں نے تمھیں یہ چیز نقد میں پچاس روپے کی اور ادھار میں سو روپے کی بیچی، دونوں نقد یا ادھار میں سے کسی ایک کو متعین کئے بغیر علیحدہ ہو جائیں۔ ①

یہی جمہور اہل علم کا مؤقف ہے جیسا کہ صاحب البيع بالثمن المؤجل نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ، امام شافعی، امام خطابی، امام ترمذی اور ابن سلام رحمہم اللہ وغیرہ کے اقوال نقل کئے ہیں۔ ②

لہذا قسطوں کے کاروبار کا معاملہ اس سے مختلف ہے یہ اس وقت اس کی ضمن میں شامل ہو سکتا ہے کہ جب بیچنے والا کوئی چیز بیچے اور کہے یہ نقد 1000 روپے کی اور قسطوں میں ہر قسط 200 کی اور چھ اقساط ادا کرنا پڑیں گی۔ اس طرح کل قیمت 1200 ہوئی۔ اب ان دونوں میں سے اگر کسی ایک بیع کو متعین کر دیا گیا تو ایک بیع میں دو بیع نہ رہی اور اگر متعین نہ کیا اور قیمت کا معاملہ مجہول رہا تو یہ ایک بیع میں دو بیع کی صورت بن جائے گی اور ایسی بیع ناجائز ہو گی۔

تیسری دلیل

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر: [إذا استقمت - أي قومت السلعة - بنقد ثم بعت بنقد فلا بأس، وإذا استقمت بنقد ثم بعت بنسيئة فتلك دراهم بدراهم] ③

یعنی: جب تو چیز کی قیمت نقد لگائے پھر نقد بیچ دے تو کوئی حرج نہیں اور جب نقد کی قیمت لگائے اور ادھار بیچے تو یہ درھموں کی درھموں سے بیع ہے۔

① دیکھئے: البيع بالثمن المؤجل: 20 تا 22

② دیکھئے: البيع بالثمن المؤجل: 20 تا 22

③ مصنف عبدالرزاق: 8/236

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے آخری الفاظ ((فتلک دراهم بدراهم)) قابل غور ہیں جو بتلا رہے ہیں کہ ان کی مراد کیا ہے ان کی مراد اس سے بیع عینہ ہے، کہ جس میں بیع تو بس حیلے کی حد تک ہوتی ہے بیچنے والے کی چیز بالآخر بیچنے والے کے پاس ہی رہی اور خریدنے والے کو دراصل ضرورت پیسوں کی ہو اس لئے اس نے ادھار خرید کر نقد بیچ دیا ہو۔ فائدہ یہ ہوا کہ فوری پیسے مل گئے بعد میں اضافی اتارتا رہے گا۔ تو یہ دراھم بدراھم ہے اور یہی ان کی مراد ہے، اور ان کے اس قول کا یہی مفہوم ابن القیم رحمہ اللہ نے بھی لیا۔

چوتھی دلیل

سد ذریعہ کے طور پر بھی حرام ہے کیونکہ یہ فضول خرچی کی طرف لے جاتا ہے۔

جواب:

یہ فضول خرچی کی طرف نہیں لے کر جاتا۔ ایک شخص جس کے پاس نقد ادا کرنے کو رقم نہیں وہ فضول کیسے خرچ کرے گا۔ بلکہ یہ تو ضرورت کی اشیاء کو عام لوگوں تک بآسانی پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے، جیسا کہ موٹر سائیکلوں اور رکشوں کی کثرت سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو اکثر قسطوں پر خریدے جارہے ہیں۔

قائلین کے دلائل

پہلی دلیل

فقہی قاعدہ ہے کہ ''المشقة تجلب التيسير''[1] یعنی مشقت کی وجہ سے آسانی کی جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرة:185)

''اللہ تمہارے ساتھ نرمی کا برتاؤ چاہتا ہے سختی کا نہیں چاہتا۔''

فرمان باری تعالیٰ: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (الحج:78)

[1] الاشباه والنظائر : 76

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔''

يُرِيدُ اللّٰهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾ (النساء:28)

''اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے (رسم ورواج کی پابندیوں کو) ہلکا کردے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔''

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ''ان الدین یسر ''[1]

ایک اور فقہی قاعدہ بھی اس باب میں پیش کیا جاسکتا ہے کہ: ''الضرر یزال ''[2] جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے: ''لا ضرر ولا ضرار ''[3]

ان دلائل کو سامنے رکھ کر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ لوگوں کی مصلحتوں اور ان کی آسانی کو ملحوظ رکھا جائے اور انہیں مشقت میں نہ ڈالا جائے جو کہ قسطوں کے کاروبار کے جواز میں ہے نہ کہ عدم جواز میں۔

دوسری دلیل

فرمان باری تعالیٰ: وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ (البقرہ:275)

یعنی: ''اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کر دیا۔''

نیز فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾ (النساء:29)

یعنی: ''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔ درست صورت یہ ہے کہ باہمی رضامندی سے آپس میں لین دین ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ بلاشبہ اللہ تم پر نہایت مہربان ہے۔''

ان دونوں آیات میں کاروبار کو حلال قرار دیا گیا خواہ نقد ہو یا ادھار۔

[1] صحیح البخاری: 39، کتاب الایمان ، باب الدین یسر

[2] الاشباہ والنظائر: 83

[3] سنن ابن ماجة : 2341، کتاب الاحکام ،باب من بنی فی حقه ما یضر بجاره

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تیسری دلیل

فرمان باری تعالیٰ: [يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ] (البقرة: 282)
یعنی: ''اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت کے لیے ادھار کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔''

اس آیت میں ادھار پر معاملات کا جواز موجود ہے، جس کے عموم میں قسطوں کا کاروبار بھی شامل ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اذا تداينتم يعنى اذا تبايعتم بدين، او اشتريتم به، او تعاطيتم او اخذتم به الى اجل مسمى''
یعنی: ''اذا تداينتم'' کا معنی یہ ہے کہ جب تم مقررہ وقت تک ادھار پر کوئی چیز خریدو یا بیچو، یا کسی کو دو یا لو۔

گویا کہ امام طبری رحمہ اللہ نے بھی اس کے عموم میں جو جو چیزیں شامل ہیں، ان کی وضاحت کردی کہ قرض کا لین دین بھی اور ادھار خرید و فروخت بھی۔ قسطوں کا کاروبار بھی ادھار کی ایک قسم ہے۔

چوتھی دلیل

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: [كان على رسول الله صلى الله عليه وسلم ثوبان قطريان غليظان، فكان إذا قعد فعرق، ثقلا عليه، فقدم بزٌّ من الشام لفلان اليهودي، فقلت: لو بعثت إليه، فاشتريت منه ثوبين إلى الميسرة، فأرسل إليه، فقال: قد علمت ما يريد، إنما يريد أن يذهب بمالي أو بدراهمي، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كذب، قد علم أني من أتقاهم لله، وآداهم للأمانة][1]

یعنی: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر دو موٹے قطری کپڑے تھے، جب آپ بیٹھتے اور پسینہ آتا تو وہ آپ پر بوجھل ہو جاتے، شام سے فلاں یہودی کے کپڑے آئے۔ تو میں نے عرض کیا: کاش! آپ اس کے پاس کسی کو بھیجتے اور اس سے دو کپڑے اس وعدے پر خرید لیتے کہ جب گنجائش ہوگی تو قیمت دے دیں گے، آپ نے اس کے پاس ایک آدمی بھیجا، تو اس

[1] جامع :1213، كتاب البيوع، باب ما جاء فى الرخصة فى الشراء الى اجل ، صححه الالبانى رحمه الله ، سنن النسائى: 4628

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نے کہا: جو وہ چاہتے ہیں مجھے معلوم ہے، ان کا ارادہ ہے کہ میرا مال یا میرے دراھم ہڑپ کرلیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ جھوٹا ہے، اسے خوب معلوم ہے کہ میں لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور امانت کو سب سے زیادہ ادا کرنے والا ہوں۔"

اس حدیث سے ادھار پر بیع کرنا جائز ہوا جس کے عموم میں قسطوں کا کاروبار بھی شامل ہے۔

پانچویں دلیل

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں: [جاءتني بريرة فقالت: كاتبت أهلي على تسع أواق، في كل عام أوقية، فأعينيني، فقلت: إن أحب أهلك أن أعدها لهم، ويكون ولاؤك لي فعلت، فذهبت بريرة إلى أهلها، فقالت لهم فأبوا ذلك عليها، فجاءت من عندهم ورسول الله صلى الله عليه وسلم جالس، فقالت: إني قد عرضت ذلك عليهم فأبوا إلا أن يكون الولاء لهم، فسمع النبي صلى الله عليه وسلم، فأخبرت عائشة النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: خذيها واشترطي لهم الولاء، فإنما الولاء لمن أعتق، ففعلت عائشة، ثم قام رسول الله صلى الله عليه وسلم في الناس، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: أما بعد، ما بال رجال يشترطون شروطا ليست في كتاب الله، ما كان من شرط ليس في كتاب الله فهو باطل، وإن كان مائة شرط، قضاء الله أحق، وشرط الله أوثق، وإنما الولاء لمن أعتق] ①

یعنی: "میرے پاس بریرہ آئی اور کہنے لگی کہ میں نے اپنے مالک سے نو اوقیہ چاندی کے عوض اس شرط پر مکاتبت کرلی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی دوں گی اس حوالے سے میری مدد کرو، سیدہ عائشہ نے کہا کہ یہ میں تیرے ان پیسوں کا انتظام کرتی ہوں اور تیری ولاء میرے لئے ہوگی، بریرہ نے جا کر اپنے مالکوں سے کہا، انہوں نے انکار کیا، وہ واپس سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی

①صحيح البخاري: 2060، كتاب البيوع، باب اذا اشترط شروط لا يحل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بتلایا کہ مالکوں نے انکار کر دیا ہے اور ولاء وہ اپنے لئے ہی رکھنا چاہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ بھی موجود تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سارا ماجرہ نبی اکرم ﷺ کو سنا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسے لے لو اور ولاء کی شرط کرلو، اس لئے کہ ولاء تو اسی کے لئے ہے جو آزاد کرے، چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: اما بعد! لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں۔ جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں کوئی ایسی شرط جو کتاب اللہ میں مذکور نہ ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں۔ اللہ کا فیصلہ سب سے سچا اور اللہ کی شرط زیادہ مضبوط ہے،نسبتِ ولاء اسی کی ہے جو آزاد کرے۔''

اس حدیث کی رو سے قسطوں پر غلام کا مکاتبت کر کے رقم چکانا ثابت ہوا۔

چھٹی دلیل

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''أن النبي صلى الله عليه وسلم اشترى طعاما من يهودي إلى أجل، فرهنه درعه''①

یعنی: ''نبی اکرم ﷺ نے ایک یہودی سے ادھار اناج خریدا اور اپنی زرہ گروی رکھ دی۔''

ساتویں دلیل

بیع سلم پر قیاس بھی اس کاروبار کے جواز کا متقاضی ہے، چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة وهم يسلفون في التمر السنة والسنتين والثلاثة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أسلف في شيء ففي كيل معلوم ووزن معلوم إلى أجل معلوم"②

''رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ پھلوں میں ایک سال، دو سال، تین سال کی

①صحيح البخاري : 2200، كتاب البيوع ، باب شراء الطعام الي اجل

②سنن أبي داؤد : كتاب البيوع، باب السلم في وزن معلوم (صحيح)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدت کے لئے بیع سلم کیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص پھلوں میں بیع سلف کرے تو اسے چاہیے کہ متعین پیمانہ، متعین وزن اور متعین مدت کے ساتھ بیع سلف کرے"۔

بیع سلم سے مراد: "قیمت پیشگی ادا کر دینا اور چیز ایک مدت کے بعد حاصل کرنا"

بیع سلم میں عموماً چیز بڑھا کر ادا کی جاتی ہے کیونکہ سلف کا معاملہ کرنے والا قیمت پیشگی ادا کرتا ہے اور سامان ایک مدت کے بعد لیتا ہے، اور عام طور پر ان چیزوں کی قیمت سستی ہوتی ہے اور اس کی ادائیگی بھی زیادہ کی صورت میں ہوتی ہے، بنسبت اس قیمت کے جو بوقتِ عقد مقرر ہو۔

ان دلائل کا خلاصہ

قسطوں کا کاروبار جائز ہے، لیکن درج ذیل شرائط کو ملحوظ رکھا جائے۔

- اقساط متعین ہوں، معلوم ہوں۔
- قیمت متعین ہو اور ادھار یا نقد میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیا گیا ہو اور اس حوالے سے کسی قسم کا کوئی ابہام نہ ہو۔
- ادائیگی کا وقت معلوم ہو۔
- کسی قسط کی تاخیر کی صورت میں جرمانہ یا اضافی رقم لینا ناجائز ہے۔ یہ صورت نہ ہو۔ اگرچہ اس پر پہلے ہی مشتری کو رضامند کر لیا گیا ہو پھر بھی یہ صحیح نہیں ہے۔

قسطوں کے کاروبار میں ناجائز امور

- مشتری کا بائع سے کوئی چیز قسطوں پر خرید کر، بائع ہی کو کم پیسوں میں نقد بیچ دینا ناجائز ہے۔ جس کے ذریعے سے مشتری کو فائدہ یہ ہوا کہ اسے رقم مل گئی، بائع کو فائدہ یہ ہوا کہ بائع کی چیز بائع ہی کے پاس رہی اور قسط وار پیسے اسے ملتے رہیں گے اور اضافی پیسے بھی ملیں گے۔ یہ ایک حیلہ ہے سودی قرض کا جو کہ حرام ہے۔
- بینک سے قسطوں کا لین دین۔ اس کی ایک صورت ہے سودی قرض جو کہ قسطوں کے کاروبار سے مختلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے بلکہ وہ قرض پر منافع ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بینک لوگوں کو قسطوں پر کار وغیرہ بیچتا ہے۔ بینک کے ساتھ کاروبار سے گریز کیا جائے کیونکہ بینک کے لین دین کے معاملات کا مدار سود ہے۔ اگرچہ آپ کی بیع تو سودی نہیں لیکن بینک کا اصل مال سودی ہے جس سے وہ کاروبار کو چلا رہا ہے۔

❁ قسطوں کے کاروبار کی ایک اور صورت جو کہ اسلامی بینکوں میں اجارہ کے نام سے جانی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ مثال کے طور پر کوئی شخص کسی اسلامی بینک سے "اجارہ" پر ایک گاڑی حاصل کرتا ہے اب اس شخص پر لازم ہے کہ وہ ہر مہینے یا سال گاڑی کی اصل قیمت پر مشتمل قسط کے ساتھ ساتھ، گاڑی استعمال کرنے کا کرایہ (رینٹ) بھی متعلقہ lessor یا بینک کو ادا کرے گا۔ اسی طرز پر پاکستان سمیت مختلف ممالک میں کئی اسلامی بینک اجارہ پر مکانات اور گاڑیاں وغیرہ فراہم کر رہے ہیں۔ یہ صورت بھی ناجائز ہے۔ جس کی تفصیل اسی شمارے میں مفصل مضمون میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

❁ تاخیر کی بنیاد پر قسطوں کی رقم میں اضافہ کی شرط کا حکم: جب کوئی کہے کہ میں تمھیں یہ گاڑی دس ہزار روپے میں بیچتا ہوں اس شرط پر کہ اگر طے شدہ مدت میں ادائیگی نہ کی تو ایک مہینہ کی تاخیر کی صورت میں ایک سو روپے اضافی وصول کروں گا اور دو مہینے کی تاخیر کی صورت میں دو سو روپے، اور اسی طرح جیسے جیسے تاخیر ہوتی گئی قیمت بڑھتی رہے گی۔ یہ معاملہ اور بیع حرام ہے، جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ (بعینہ) جاہلیت والا سود ہے۔

فقہ اسلامی اکیڈمی کی قسطوں کے کاروبار کے حوالے سے قرارداد

مجلس مجمع الفقه الاسلامی کے جدہ سعودی عرب میں منعقدہ چھٹے اجلاس جو بمطابق 17 تا 23 شعبان 1410 ہجری موافق 14 تا 20 مارچ منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں قسطوں کے کاروبار کے حوالے سے پیش کردہ مقالہ جات سننے اور ان کا جائزہ لینے کے بعد جو قرارداد طے پائی وہ درج ذیل ہے۔

1. نقد کی بنسبت ادھار (قسطوں) کی بیع پر قیمت بڑھانا جائز ہے جس طرح فروخت کی جانے والی چیز کی نقد قیمت بتانا جائز ہے اسی طرح معینہ مدت کی اقساط میں ادائیگی کی قیمت بتانا بھی جائز ہے۔ البتہ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیع اس وقت صحیح ہو گی جب خریدار اور فروخت کنندہ دونوں یقینی طور پر نقد اور ادھار (میں سے کسی ایک) کا سودا کرنے میں سنجیدہ ہوں ۔ اور اگر یہ سودا نقد و ادھار میں تردد کے ساتھ واقع ہو کہ کسی ایک قیمت پر یقینی اتفاق نہیں ہوا تو یہ شرعا جائز نہیں ہے۔

2 مدت سے مربوط کسی بھی قسم کی بیع میں شرعا یہ جائز نہیں کہ اس معاہدے میں حالیہ قیمت سے قسطوں کے منافع کا الگ سے ذکر کیا جائے جو کہ وقت سے مربوط ہو۔ چاہے فریقین اس منافع کو فیصدی طور پر اتفاق کریں یا اسے مارکیٹ ریٹ سے مربوط کریں۔ ①

3 خریدار اگر قسطوں کی ادائیگی میں طے شدہ وقت سے تاخیر کرے۔ تو ایسی صورت میں اس کی قسطوں کی رقم کو کسی صورت بڑھایا نہ جائے گا نہ ہی کسی سابقہ شرط کی صورت میں یا بغیر شرط کے کیونکہ یہ حرام کردہ سود ہے۔

4 ایسا مقروض جو ادائیگی کر سکتا ہے اس پر ادائیگی میں سستی کرنا حرام ہے لیکن اس کے باوجود ادائیگی میں تاخیر پر اس پر کوئی مالی جرمانہ نہیں لگایا جائے گا۔

5 بائع کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ خریدار کی طرف سے چند اقساط کی تاخیر سے ادائیگی کے سبب دیگر اقساط کی مدت مختصر کر دے (یعنی وہ قسطیں مقررہ وقت سے پہلے وصول کرے) بشرطیکہ قرضدار نے بوقت عقد اس شرط پر اتفاق کیا ہو۔

6 فروخت کنندہ کو معاہدہ کے بعد ملکیت رکھنے کا حق حاصل نہیں البتہ اس کے لئے یہ جائز ہے کہ مشتری پر سامان کے بطور ضمانت گروی رکھنے کی شرط لگا دے تا کہ اس کی تمام اقساط ادا ہو جائیں۔ ②

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

① اس شرط کو مثال سے ایسے سمجھا جائے کہ بائع خریدار سے کہے کہ میں فلاں گاڑی تمہیں نقد قیمت پر دس لاکھ میں بیچوں گا اور اگر قسطوں پر لو گے تو ایک سال کیلئے دس فیصد اوپر لوں گا یا مارکیٹ ویلیو کے مطابق لوں گا۔ اس کی ممانعت کا سبب قیمت کی لاعلمی ہے۔ جو کہ جائز نہیں۔

② قرارداد نمبر: 51(6/2) قسطوں کے کاروبار کے حوالے سے: مجلة المجمع: ع6ج1ص193 اور ع7ج2ص9

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

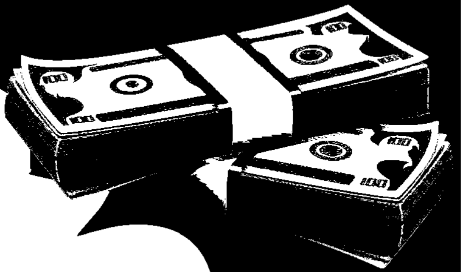

البیان

زر کے مسائل

اسلام کا نظریہ زر اور کاغذی کرنسی کی حقیقت

حافظ ذوالفقار علی (1)

چونکہ لوگوں کے مابین لین دین کے تمام معاملات میں مرکز ومحور زَر ہی ہوتا ہے، اس لئے ہر معاشی نظام میں زر اور اس کے متعلقات کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ زَر کی اس اہمیت کے پیش نظر علمائے اسلام نے بھی اپنی تحریری کاوشوں میں اس موضوع کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسلام کے قرونِ اُولیٰ میں قانونی زر سونے، چاندی کے سکوں (دنانیر ودراہم) کی شکل میں ہوتا تھا مگر دورِ حاضر میں تمام ممالک کے مالیاتی نظام کی اساس کاغذی کرنسی ہے، سونے چاندی کے سکے پوری دنیا میں کہیں استعمال نہیں ہوتے۔ اسلامی نقطہ نظر سے زر کی حقیقت اور مروّجہ کرنسی نوٹوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

---

(1) شیخ الحدیث ابوہریرہ اکیڈمی لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زر کی حقیقت

زَر کو عربی میں نَقْد کہتے ہیں اور مشہور لغت ''المعجم الوسیط ''میں نقد کا معنی یوں لکھا ہے:

"النقد: [في البيع] خلاف النسيئة ويقال: درهم نقد: جيد لا زيف فيه [ج] نقود۔ والعملة من الذهب أو الفضة وغيرهما مما يتعامل به وفن تمييز جيد الكلام من رديئه، وصحيحه من فاسده "۔ ①

''خرید و فروخت میں نقد کا معنی ہوتا ہے: وہ شے جو اُدھار نہ ہو، نیز عمدہ قسم کا درہم جس میں کھوٹ نہ ہو، اس کو ''درہم نقد'' کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع نقود آتی ہے۔ اور نقد اس کرنسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے لین دین ہوتا ہو، خواہ سونے کی بنی ہو یا چاندی کی یا ان دونوں کے علاوہ کسی دوسری چیز سے۔ عمدہ اور ردّی، صحیح اور فاسد کلام کے مابین امتیاز کرنے کے فن کو بھی ''نقد'' کہتے ہیں''۔

فقہی لٹریچر میں نقد کا لفظ تین معانی کے لئے آتا ہے

سونے چاندی کی دھاتیں خواہ وہ ڈلی کی شکل میں ہوں یا ڈھلے ہوئے سکوں کی صورت میں۔ چنانچہ فقہاء کی عبارات میں سونے چاندی کے لئے "النقدان" کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے۔

سونے چاندی کے سکوں کے لئے چاہے وہ عمدہ ہوں یا غیر عمدہ۔ سونے چاندی کے علاوہ کسی دوسری دھات سے بنے ہوئے سکوں کو "فُلُوْس" کہتے ہیں۔ اس معنی کے مطابق فلوس نقد میں شامل نہیں۔

ہر وہ چیز جو بطورِ آلۂ تبادلہ استعمال ہو، چاہے وہ سونے کی ہو یا چاندی، چمڑے، پیتل اور کاغذ وغیرہ کی شکل میں، بشرطیکہ اس کو قبولیتِ عامہ حاصل ہو۔ عصر حاضر میں نقد کا لفظ اس تیسرے معنی کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ ②

جبکہ اقتصادی ماہرین نقد (زر) کی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں

"إن للنقد ثلاث خصائص متى توفرت في مادة مَا، اعتبرت هذه المادة نقدًا

---

① ص944 ② الموسوعة الفقهية:41173

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الأولى: أن يكون وسيطا للتبادل، الثانية: أن يكون مقياسا للقيم، الثالثة: أن يكون مستودعًا للثروة"۔ ①

''زر کی تین خصوصیات ہیں جس مادہ میں بھی وہ پائی جائیں، وہ زر شمار ہوگا:

- ذریعہ مبادلہ ہو
- قیمتوں کا پیمانہ ہو
- دولت محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہو

بلاشبہ اسلام کے ابتدائی ادوار میں مالیاتی لین دین سونے، چاندی کے سکوں کے ذریعے ہی ہوتا تھا اور سونے، چاندی کی زری صلاحیت بھی مسلّمہ ہے، لیکن شریعت نے زر کے لئے سونے، چاندی کے سکوں کی شرط نہیں لگائی بلکہ اس معاملے میں بڑی وسعت رکھی ہے۔ مشہور مؤرخ احمد بن یحییٰ بلاذری کے بقول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اونٹوں کی کھال سے درہم بنانے کا ارادہ کرلیا تھا مگر اس خدشے سے ارادہ ترک کردیا کہ اس طرح تو اونٹ ہی ختم ہوجائیں گے۔ جیسا کہ بلاذری نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

"هممت أن أجعل الدراهم من جلود الإبل، فقيل له إذا لا بعير. فأمسک"۔ ②

''میں نے اونٹوں کے چمڑوں سے درہم بنانے کا ارادہ کیا۔ ان سے کہا گیا: تب تو اونٹ ختم ہوجائیں گے تو اس پر اُنہوں نے اپنا ارادہ ترک کردیا''۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لو أن الناس أجازوا بينهم الجلود حتى تكون لها سكة وعين لكرهتها أن تباع بالذهب والورق نظرة" ③

''اگر لوگ اپنے درمیان چمڑوں کے ذریعے خرید وفروخت کو رائج کردیں یہاں تک کہ وہ چمڑے ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائیں تو میں سونے چاندی کے بدلے ان چمڑوں کو اُدھار فروخت کرنا پسند نہیں کروں گا''۔

یعنی اگر چمڑا بحیثیت زر رائج ہوجائے تو اس پر بھی وہی احکام جاری ہوں گے جو درہم و دینار پر ہوتے

---

① مجلة البحوث الإسلامية: عدد1، ص200 ② فتوح البلدان: ج3، ص578

③ المدونة الكبرى: التأخير في صرف الفلوس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ علامہ ابن نجیم حنفی خراسان کے امیر غطریف بن عطاء کندی کی طرف منسوب "غطارفۃ" نامی دراہم جن میں ملاوٹ زیادہ اور چاندی کم ہوتی تھی، کی بحث میں رقم طراز ہیں:

"وذكر الولوالجي أن الزكاة تجب في الغطارفة إذا كانت مائتين؛ لأنها اليوم من دراهم الناس وإن لم تكن من دراهم النّاس في الزّمن الاول وإنما يعتبر في كل زمان عادة أهل ذلك الزمان". (1)

"ولوالجی نے ذکر کیا ہے کہ غطارفہ جب دوسو ہوں تو ان میں زکوۃ واجب ہوگی، کیونکہ اگرچہ پہلے زمانے میں یہ لوگوں کے درہم نہیں تھے مگر آج کل یہی ہیں۔ ہر دور میں اس زمانے کا رواج معتبر ہوتا ہے"۔

اس سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ شرعی لحاظ سے زر کے انتخاب میں سونے چاندی کی پابندی نہیں ہے، قیمتوں کو جانچنے کے لئے کسی بھی چیز کو معیار بنایا جا سکتا ہے بشرطیکہ اسے معاشرہ میں قبولیت حاصل ہو۔

زر صرف حکومت جاری کر سکتی ہے

اگرچہ شریعت نے زر کے انتخاب میں کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی، لیکن زر جاری کرنے کا اختیار صرف حکومت کو دیا ہے کیونکہ مالیاتی لین دین کا مکمل نظام زر کی اساس پر ہی رواں دواں ہے اور اگر ہر کس و ناکس کو حسبِ منشا زر جاری کرنے کی اجازت دے دی جائے تو اس سے نہایت خطرناک اقتصادی اور معاشی حالات پیدا ہو جائیں گے۔ چنانچہ کویت کے فقہی انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

"ولا يجوز لغير الإمام ضرب النقود لأن في ذلك افتياتا عليه ويحق للإمام تعزير من افتات عليه فيما هو من حقوقه، وسواء كان ما ضربه مخالفًا لضرب السلطان أو موافقا له في الوزن ونسبة الغش وفي الجودة حتى لو كان من الذهب والفضة الخالصين، قال الإمام أحمد في رواية جعفر بن محمد: لا يصلح ضرب الدراهم

---

(1) البحر الرائق: باب زكوة المال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إلا في دار الضرب بإذن السلطان، لأن الناس إن رخص لهم ركبوا العظائم "①

''امام کے علاوہ کسی کو کرنسی بنانے کی اجازت نہیں، کیونکہ یہ اس پر ظلم ہے۔ اور امام کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جو شخص اس کا یہ حق سلب کرے، وہ اسے سزا دے خواہ اس کی بنائی ہوئی کرنسی خالص سونے چاندی کی ہی کیوں نہ ہو۔ امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ درہم صرف حاکم وقت کی اجازت سے ٹکسال میں ہی بنائے جا سکتے ہیں، کیونکہ اگر لوگوں کو اس کی اجازت دے دی جائے تو وہ بڑے مصائب میں مبتلا ہو جائیں گے''۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ويكره أيضا لغير الإمام ضرب الدراهم والدنانير وإن كانت خالصة لأنه من شأن الإمام ولأنه لا يؤمن فيه لغش والافساد "②

''امام کے علاوہ کسی کو درہم اور دینار بنانے کی اجازت نہیں چاہے وہ خالص ہی ہوں، کیونکہ یہ امام کا حق ہے اور اس دوسرے کو اس لئے بھی اجازت نہیں کہ اس میں جعل سازی اور بگاڑ کا اندیشہ ہے''۔

ثابت ہوا کہ اسلامی نقطہ نظر سے حکومتِ وقت کے علاوہ کسی کو کرنسی جاری کرنے کا اختیار نہیں، کیونکہ اس طرح جعلی کرنسی وجود میں آنے کا خدشہ ہے جو موجبِ فساد ہے۔

زر کی قدر مستحکم ہونی چاہئے

اسلامی نظامِ معیشت کا مکمل ڈھانچہ عدل پر قائم ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے ان معاملات کو ممنوع قرار دیا ہے جو عدل کے منافی ہیں، چونکہ تمام مالی معاملات درحقیقت زر ہی کے گرد گھومتے ہیں اور کسی مالی معاہدے کے وقوع اور وقت ادائیگی کے درمیان زر کی قوتِ خرید میں غیر معمولی کمی سے صاحبِ حق کا متاثر ہونا یقینی ہے جو تقاضائے عدل کے خلاف ہے، اسی بنا پر بعض مسلم مفکرین افراطِ زر کو بخس، تطفیف اور ملاوٹ میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلامی حکومت کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ مناسب حد تک

---

① الموسوعة الفقهية: ج41 ص178، 179 ② المجموع: ص611

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنسی کی قدر کو مستحکم رکھے۔ چنانچہ الموسوعة الفقهية میں مرقوم ہے:

"من المصالح العامة للمسلمين التي يجب على الإمام رعايتها المحافظة على استقرار أسعار النقود من الانخفاض، لئلا يحصل بذلك غلاء الأقوات والسلع وينتشر الفقر ولتحصل الطمأنينة للناس بالتمتع بثبات قيم ما حصلوه من النقود بجهدهم وسعيهم واكتسابهم،لئلا تذهب هدرا ويقع الخلل والفساد".①

''مسلمانوں کے مفاداتِ عامہ جن کا تحفظ امام کی ذمہ داری ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ زر کی قیمتوں میں ثبات پیدا کرے تاکہ اس سے خوراک اور اشیاء کی قیمتیں نہ بڑھیں اور غربت میں اضافہ نہ ہو۔ اور لوگ اپنی محنت اور کوشش سے حاصل کئے گئے زر سے فائدہ اُٹھانے کے متعلق مطمئن ہوں تاکہ وہ زر رائیگاں نہ جائے اور خلل اور فساد واقع نہ ہو''۔

مشہور محدث امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والثمن هو المعيار الذي به يعرف تقويم الأموال فيجب أن يكون محدودًا مضبوطًا لا يرتفع ولا ينخفض إذ لو كان الثمن يرتفع وينخفض كالسلع لم يكن لنا ثمن نعتبر به المبيعات بل الجميع سلع وحاجة الناس إلى ثمن يعتبرون به المبيعات حاجة ضرورية عامة وذلك لا يمكن إلا بسعر تعرف به القيمة وذلك لا يكون إلا بثمن تقوم به الأشياء ويستمر على حالة واحدة ولا يقوم هو بغيره إذ يصير سلعة يرتفع وينخفض فتفسد معاملات الناس ويقع الخلف ويشتد الضرر"①

''زر ہی وہ معیار ہے جس کے ذریعے اموال کی قیمتوں کی پہچان ہوتی ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ یہ

---

① ج41/ص197،196 ② اعلام الموقعین:2:156

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متعین اور کنٹرول میں ہو، اس کی مالیت میں اُتار چڑھاؤ نہ ہو، کیونکہ اگر سامانِ تجارت کی طرح زَر میں بھی اُتار چڑھاؤ ہو تو ہمارے پاس اشیاء کی قیمت لگانے کے لئے کوئی ثمن (زَر) نہیں رہے گا بلکہ سب سامان ہی ہوگا، حالانکہ اشیاء کی قیمت لگانے کے لئے لوگ ثمن کے محتاج ہیں ۔اور یہ ایسے نرخ کے ذریعے ممکن ہے جس سے قیمت کی معرفت حاصل ہو اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے جب اشیاء کی قیمت لگانے کے لئے ایک زر ہو اور وہ ایک ہی حالت پر رہے۔اور اس کی قیمت کا معیار کوئی دوسری چیز نہ ہو، کیونکہ اس صورت میں وہ خود سامان (Commodity) بن جائے گا جس کی قیمت بڑھتی اور کم ہوتی ہے، نتیجتاً لوگوں کے معاملات خراب ہو جائیں گے، اختلاف پیدا ہوگا اور شدید ضرر لاحق ہوگا''۔

یعنی کرنسی ایسی ہونی چاہیے جس کی مالیت میں عام اشیاء کی طرح غیر معمولی کمی واقع نہ ہو بلکہ معقول حد تک مستحکم قدر کی حامل ہو ورنہ لوگ ضرر کا شکار ہوں گے۔

زر کی قدر میں استحکام کیسے لایا جائے؟

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کاغذی کرنسی کی قدر میں مسلسل کمی کا رجحان چلا آرہا ہے اور آج کل تو اس کی قدر بہت تیزی سے گر رہی ہے، اس کے برعکس سونے چاندی کی قوتِ خرید خاصی مستحکم ہے، بالخصوص سونے کی قوتِ خرید میں کوئی غیر معمولی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، اگر کسی بحران یا سونے کے مقابلہ میں اشیاء و خدمات کی قلت کی بنا پر ایسا ہوا بھی تو کمی کا یہ سلسلہ مستقل جاری نہیں رہا اور اس کے اسباب دور ہونے کے بعد صورت اس کے برعکس ہوگئی۔ اگر عہدِ رسالت میں سونے کی قوتِ خرید کا اس کی موجودہ قوتِ خرید سے تقابل کیا جائے تو کوئی خاص فرق نظر نہیں آئے گا۔بطورِ نمونہ دو مثالیں ملاحظہ ہوں:

قتل کی دیت سو اونٹ ہے، اگر کسی کے پاس اونٹ نہ ہوں تو وہ ان کی قیمت ادا کردے جو آپ ﷺ کے دور میں آٹھ سو دینار مقرر تھی:

"كانت قيمة الدية على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ثمان مائة دينارٍ"[1]

---

[1] سنن أبي داؤد: كتاب الديات، باب الدية كم هي؟ [صحيح لغيره]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں دیت کی قیمت آٹھ سو دینار تھی''۔

اس کا مطلب ہے کہ عہدِ رسالت میں ایک اونٹ کی قیمت آٹھ دینار تھی۔ جدید تحقیق کے مطابق شرعی دینار کا وزن 4.25 گرام ہے۔① اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک اونٹ کی قیمت 34 گرام سونا بنی، آج بھی اتنے سونے کے عوض ایک اونٹ خریدا جاسکتا ہے۔ اگرچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اونٹ گراں ہونے پر دیت کی قیمت آٹھ سو سے بڑھا کر ہزار دینار کر دی تھی، مگر آج کل ایک سو اونٹ خریدنے کے لئے آٹھ سو دینار یعنی 3400 گرام سونا کافی ہے۔

حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"أَعْطَاهُ النَّبِيُّ ﷺ دِينَارًا يشْترِي بِهِ أُضْحِيَةً أَوْ شَاةً فَاشْترى شَاتَيْنِ فَبَاعَ إِحْدَاهما بِدِينَارٍ فَأَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِينَارٍ".②

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک دینار دیا تا کہ وہ اس سے ایک قربانی یا ایک بکری خریدے۔ اُنہوں نے دو بکریاں خرید لیں، پھر ان میں سے ایک کو ایک دینار میں بیچ دیا اور ایک بکری اور ایک دینار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے''۔

یعنی عہدِ رسالت میں 4.25 گرام سونے کے عوض ایک بکری خریدی جاسکتی تھی، آج بھی سونے کی قوتِ خرید یہی ہے۔

ان دو مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت سے لے کر اب تک سونے کی قدر میں غیر معمولی کمی نہیں ہوئی، اگر کسی دور میں ایسا ہوا بھی تو بعد میں معاملہ اُلٹ ہوگیا۔ البتہ اس عرصہ کے دوران سونے کی نسبت چاندی کی قوتِ خرید میں کافی کمی آئی ہے:

عہدِ نبوی ﷺ میں دس درہم (تقریباً تیس گرام) چاندی سے ایک بکری خریدی جاسکتی تھی، اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں اونٹوں کی زکوٰۃ کے ضمن میں یہ بیان ہوا ہے:

"مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الإِبِلِ صَدَقَةُ الجَذَعَةِ، وَلَيْسَتْ عِنْده جَذَعَةٌ وَ عِنْده حِقَّةٌ،

---

① دیکھیے: الموسوعة الفقهية: 2129 ② سنن أبي داؤد: کتاب البیوع، باب في المضارب یخالف [صحیح]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا".[1]

''جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ میں جذعہ (چار سالہ اونٹ) فرض ہو اور اس کے پاس جذعہ نہ ہو تو اس سے تین سالہ اونٹ قبول کر لیا جائے گا اور وہ ساتھ دو بکریاں اگر آسانی سے میسر ہوں دے گا یا بیس درہم''۔ یعنی ایک بکری کے بدلے دس درہم۔

لیکن آج کل اتنی چاندی میں ایک بکری نہیں خریدی جا سکتی۔ تاہم اس کمی سے اس قسم کے تباہ کن معاشی حالات پیدا نہیں ہوتے رہے جن سے لوگ کاغذی کرنسی کی وجہ سے دوچار ہیں۔ اس لئے ماہرینِ معیشت کی رائے میں کاغذی کرنسی کی قدر میں ہوش ربا تغیر اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مہنگائی کے طوفانوں کا ایک ہی حل ہے کہ مالیاتی لین دین کی بنیاد سونے، چاندی کو بنایا جائے۔ چنانچہ آج کل پوری دنیا میں مختلف حلقوں کی جانب سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ دوبارہ سونے، چاندی کے سکوں کا نظام رائج کیا جائے۔

ابن مقریزی کے نزدیک بھی نرخوں میں بے تحاشہ اضافے کا حل یہی ہے کہ از سرِ نو ''معیاری قاعدہ زر (Gold Specie Standard)'' کا اِجرا کیا جائے۔ چنانچہ کویت کے فقہی انسائیکلوپیڈیا میں ان کی رائے یوں درج ہے:

''نرخوں میں افراتفری اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مہنگائی کی موجوں کا علاج صرف یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے زر کے استعمال کی طرف لوٹا جائے''۔

ان کے دور میں افراطِ زر کا جو بحران پیدا ہوا تھا، ان کی نظر میں اس کا ایک سبب سونے کی جگہ معدنی سکوں سے لین دین تھا جس سے قیمتیں بہت زیادہ بڑھ گئیں۔ چنانچہ وہ اس پر روشنی ڈالنے کے بعد فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری: کتاب الزکوۃ، باب من بلغت عندہ صدقہ بنت مخاض ولیست عندہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق دے دیں جن کے سپرد اس نے اپنے بندوں کے اُمور کر رکھے ہیں یہاں تک کہ وہ لین دین کو سونے کی طرف لے جائیں اور سامان کی قیمتوں اور اُجرتوں کو دینار اور درہم سے وابستہ کر دیں تو اس سے اُمت کا بھلا اور اُمور کی اِصلاح ہوگی''۔ (1)

جبکہ جدید ماہرینِ معیشت کے نزدیک حکومت کا حقیقی پیداوار کو نظر انداز کر کے نوٹ چھاپنا، اشیاء وخدمات کی طلب ورسد کے درمیان عدمِ توازن، اِسراف وتبذیر، تاجروں میں ناجائز منافع خوری کا رجحان اور اشیاء کی پیداواری لاگت میں اضافہ وہ عوامل ہیں جو کرنسی کی قدر میں عدمِ استحکام پیدا کرتے ہیں۔ ان مسائل کو حل کر کے کرنسی کی قدر میں استحکام پیدا کیا جا سکتا ہے۔

یاد رہے کہ سونے، چاندی کے سکے لازمی شرعی تقاضا نہیں، علاوہ ازیں سونے، چاندی کے سکوں کی پابندی ریاست کے لئے غیر ضروری زحمت کا موجب بھی بن سکتی ہے، ممکن ہے ریاست کے پاس سکے بنانے کے لئے سونے چاندی کے وسیع ذخائر موجود نہ ہوں۔ البتہ جب افراطِ زر کا مسئلہ سنگین صورت اختیار کر جائے تو اس وقت اس کا کوئی معقول حل ہونا چاہئے جیسا کہ علما کی فقہی آراء گزر چکی ہیں۔

زَر: اقسام، تاریخ اور احکام

زَر کی دو قسمیں ہیں: ✿ حقیقی ✿ اعتباری

حقیقی زر کا اطلاق سونے، چاندی پر ہوتا ہے۔ سونے چاندی کے علاوہ زر کی باقی تمام اقسام خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہوں ''اعتباری زر'' کہلاتی ہیں۔ سونے چاندی کو حقیقی زر اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی قوتِ خرید فطری ہے، اگر بحیثیتِ زر ان کا رواج ختم بھی ہو جائے تب بھی باعتبارِ جنس ان کی ذاتی مالیت برقرار رہتی ہے۔ جبکہ اگر اعتباری زر کی زری حیثیت ختم ہو جائے تو سونے چاندی کی طرح اس کی افادیت باقی نہیں رہتی۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت کا فلسفہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ زَر ہیں۔

---

(1) الموسوعة الفقهية: 48، 49

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

زر اور کرنسی میں فرق

کرنسی کے مقابلے میں ''زر'' اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے، کیونکہ اس میں کرنسی کے علاوہ دوسری اشیاء بھی شامل ہیں جن کو معاشرے میں آلہ مبادلہ کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس کرنسی کا اطلاق صرف کاغذی زر پر ہوتا ہے۔ اسی طرح کرنسی کو ادائیگیوں کے لئے قانونی طور پر قبول کرنا لازم ہوتا ہے جبکہ عام زر میں یہ پابندی نہیں ہوتی۔ تاہم اس اعتبار سے دونوں ایک ہیں کہ زر کی طرح کرنسی بھی آلہ مبادلہ کی حیثیت سے استعمال ہونے کے علاوہ اشیاء کی قیمتوں کا تعین کرتی اور قابل ذخیرہ ہوتی ہے۔

کرنسی کی تاریخ

سونے، چاندی کے بحیثیت زر استعمال ہونے سے قبل دنیا میں ''زرِ بضاعتی'' یا ''اجناسی زر'' (النقود السلعية) کا نظام رائج تھا۔ اس سسٹم کے تحت ہر خطے کے لوگوں نے اپنے علاقے میں مقبول اور قیمتی شمار ہونے والی اشیاء کو زر کا درجہ دیا۔ بعض علاقوں میں چاول بعض میں چمڑا اور بعض میں چائے زر کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ چنانچہ معروف سعودی عالم جسٹس ڈاکٹر عبداللہ بن سلیمان منیع لکھتے ہیں:

> ''اس نظام میں یہ طے پایا کہ ایسی اشیاء کو زرِ بضاعتی قرار دیا جائے جن میں حسابی وحدت، قیمتوں کی یکسانیت، بحیثیتِ مال جمع کئے جانے کی استعداد اور قوتِ خرید موجود ہو۔ یہ اشیاء نوعیت کے اعتبار سے مختلف تھیں مثلاً ساحلی علاقہ جات میں موتیوں کو بطورِ ثمن (زر) استعمال کیا گیا۔ سرد علاقوں میں پشم کو ثمن ٹھہرایا گیا۔ جبکہ معتدل موسم کے حامل ممالک میں آباد لوگوں کی خوشحال زندگی اور آسودہ حالی کی بنا پر خوبصورت اشیاء (مثلاً قیمتی پتھروں کے نگینے، عمدہ لباس، ہاتھی کے دانت اور مچھلیوں وغیرہ) کو کرنسی قرار دیا گیا۔ جاپان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہاں چاول کو بطورِ کرنسی استعمال کیا گیا جبکہ وسطِ ایشیا میں چائے، وسطی افریقہ میں نمک کے ڈلوں اور شمالی یورپ میں پوستین کو کرنسی قرار دیا گیا''۔ (1)

---

(1) کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقا اور شرعی حیثیت: ص 10

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رومی بادشاہ جولیس سیزر (دورِ حکومت 60 تا 44 ق م) کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی فوج کو تنخواہ نمک کی شکل میں ملتی تھی۔ نمک کو لاطینی میں ''سیل'' کہتے ہیں، اسی سے لفظ Salary نکلا ہے جس کا معنی ''تنخواہ'' ہوتا ہے۔

چونکہ اشیاء ضائع ہونے کا خطرہ بھی ہوتا ہے اور ان کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی بھی آسان نہیں ہوتی، اس لئے یہ نظام مستقل جاری نہ رہ سکا۔ لوگوں نے اس کی جگہ سونے چاندی کا استعمال شروع کر دیا۔ ابتدا میں سونے چاندی کے وزن کا ہی اعتبار ہوتا تھا۔ سکوں کا رواج بعد میں شروع ہوا۔ سکے کب وجود میں آئے؟ اس کے متعلق وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے۔ البتہ قرآنِ مجید سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے دور میں دراہم موجود تھے، کیونکہ ان کے بھائیوں نے اُنہیں دراہم کے عوض بیچا تھا:

{وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَٰهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا۟ فِيهِ مِنَ ٱلزَّٰهِدِينَ} [یوسف:20]

''اُنہوں نے اس کو انتہائی کم قیمت، جو گنتی کے چند درہم تھے، کے عوض فروخت کر دیا۔''

واضح رہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کا دور 1910 تا 1800 ق م ہے۔

اسی طرح کہتے ہیں کہ سونے کا سکہ سب سے پہلے لیڈیا کے بادشاہ کروسس (دورِ حکومت: 560 تا 541 ق م) نے متعارف کرایا۔

عہدِ نبوی ﷺ کی کرنسی

بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت عرب میں لین دین کا ذریعہ درہم و دینار تھے، لیکن گنتی کی بجائے وزن کا اعتبار کیا جاتا۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ درہم و دینار عرب کے مقامی سکے نہ تھے بلکہ ہمسایہ اقوام سے یہاں آتے تھے۔

درہم ساسانی سکہ تھا جو عراق کے راستے عرب پہنچتا اور لوگ اس کی بنیاد پر باہم لین دین کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو برقرار رکھا۔ یہ دراہم چونکہ مختلف وزن کے ہوتے تھے، اس لئے جب نصابِ زکوۃ کے لئے درہم کا وزن مقرر کرنے کی نوبت آئی تو مسلمانوں نے ان میں سے متوسط کو معیار بنایا، چنانچہ اسی کو شرعی درہم سمجھا گیا۔ ایک قول کے مطابق یہ کام عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جبکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے قول کے مطابق بنواُمیہ کے دور میں ہوا۔ جو صورت بھی ہو، تاہم آخر کار جس شرعی درہم پر اجماع ہوا وہ وہی ہے جو عبدالملک بن مروان کے دور میں بنایا گیا۔ لیکن فقہاء اور مؤرخین نے ثابت کیا ہے کہ یہ درہم اپنی اصلی حالت پر نہیں رہا تھا بلکہ مختلف شہروں میں اس کے وزن اور معیار میں کافی تبدیلی آتی رہی ہے۔ جدید تحقیق کی روشنی میں اس درہم کا وزن 2.975 گرام چاندی ہے۔ ①

اسی طرح دینار رومیوں کی کرنسی تھی جو براستہ شام یہاں آئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باقی رکھا حتی کہ خلفائے راشدین اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی رومی دینار کو ہی کرنسی کی حیثیت حاصل رہی۔ جب مسندِ خلافت عبدالملک بن مروان کے پاس آئی تو اُنہوں نے زمانۂ جاہلیت کے دینار کے مطابق ایک دینار جاری کیا جس کو ''شرعی دینار'' کہا جاتا ہے، کیونکہ اس کا وزن اس دینار کے برابر تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا تھا۔ ②

معمولی اشیاء کے لین دین میں سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں یعنی تانبے وغیرہ سے بنے سکے جنہیں فُلُوس کہا جاتا ہے، بھی استعمال ہوتے۔ جیسا کہ حدیث میں دیوالیہ شخص کے متعلق اَلْمُفْلِس کا لفظ آتا ہے۔ شارحِ بخاری حافظ ابن حجر اپنی مایہ ناز تالیف ''فتح الباری'' میں فرماتے ہیں:

''شرعی معنوں میں ''مفلس'' وہ شخص ہے جس کے قرضے اس کے پاس موجود مال سے زیادہ ہوجائیں۔ اسے مفلس اس لئے کہا جاتا ہے کہ پہلے درہم و دینار کا مالک تھا لیکن اب فلوس پر آگیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ شخص صرف معمولی مال (فلوس) کا مالک رہ گیا ہے۔ یا ایسے شخص کو مفلس اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ اس کو فلوس جیسی معمولی چیز میں ہی تصرف کا حق ہوتا ہے، کیونکہ وہ فلوس کے ذریعے معمولی اشیاء کا لین دین ہی کرتے تھے''۔ ③

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں بھی فلوس کا تذکرہ موجود ہے:

"فَأَمَرَهَا أَنْ تَشْتَرِيَ بِهِ فُلُوسًا" ④

''اُنہوں نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اس کے بدلے ''فلوس'' خرید لو''۔

---

① الموسوعة الفقهية: ج 20/ص 249 ② ایضاً ③ 79:5 ④ مسند احمد بن حنبل: مسند الأنصار، حدیث ابی ذر (صحیح)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سونے چاندی کے سکے وجود میں آنے کے بعد بھی بعض علاقوں میں مخصوص اشیاء زر کی حیثیت سے استعمال میں رہیں۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ جب سوڈان گیا تو اس وقت وہاں نمک کے ساتھ ہی لین دین ہوتا تھا، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''سوڈان میں نمک بطور روپیہ کے چلتا ہے اور سونے چاندی کا کام دیتا ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیتے ہیں اور ان کے ذریعے خرید وفروخت ہوتی''۔ ①

پھر مختلف اسباب کی بنا پر آہستہ آہستہ درہم دینار کا رواج ختم ہوتا چلا گیا اور ان کی جگہ کرنسی نوٹوں نے لے لی۔ اب صورت حال یہ ہے کہ پوری دنیا میں کرنسی نوٹوں کا ہی دور دورہ ہے کیونکہ یہ آسان ترین ذریعۂ مبادلہ ہے۔

نوٹ کب ایجاد ہوئے؟

کہا جاتا ہے کہ اہلِ چین نے 650ء سے 800ء کے درمیان کاغذ کے ڈرافٹ بنانے شروع کئے تھے، انہی ڈرافٹ نے آگے چل کر کرنسی نوٹوں کی اشاعت کا تصور دیا۔ اسی لئے کاغذ کی طرح کرنسی نوٹ بھی اہل چین کی ایجاد شمار ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے کرنسی نوٹ 910ء میں چین میں ایجاد ہوئے۔ ②

ابن بطوطہ جو 1324ء سے 1355ء کے درمیان چین کی سیاحت پر گیا تھا، چین کے نوٹوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اہل چین درہم یا دینار کے ذریعہ سے خرید وفروخت نہیں کرتے بلکہ سونے اور چاندی کو پگھلا کر ان کے ڈلے بنا کر رکھ چھوڑتے ہیں اور کاغذ کے ٹکڑوں کے ذریعہ سے خرید وفروخت کرتے ہیں۔ یہ کاغذ کا ٹکڑا اکف دست (ایک بالشت) کے برابر ہوتا ہے اور بادشاہ کے مطبع میں اس پر مہر لگاتے

---

① سفر نامہ ابن بطوطہ: 2/270

② الأوراق النقدية في الاقتصاد الإسلامي: ص 115

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ایسے پچیس کاغذوں کو بالشت کہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ لفظ دینار کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ جب یہ کاغذ کثرت استعمال سے یا کسی اور طرح پھٹ جاتا ہے تو وہ دارالضرب میں لے جاتے ہیں اور اس کے عوض نیا لے آتے ہیں۔ یہ دارالضرب ایک بڑے درجہ کے امیر کی تحویل میں ہے۔جب کوئی شخص بازار میں درہم یا دینار لے کر خرید وفروخت کرنے جاتا ہے تو وہ درہم یا دینار نہیں چلتے،لیکن وہ درہم یا دینار کے عوض یہ کاغذ لے سکتا ہے اور ان کے عوض جو چیز چاہے خرید سکتا ہے''۔

مشہور مؤرخ ابن مقریزی جب بغداد گئے تھے تو اُنہوں نے بھی وہاں چین کے نوٹوں کا مشاہدہ کیا تھا۔[1]

چین کے بعد جاپان دوسرا ملک ہے جہاں چودھویں صدی عیسوی میں کرنسی نوٹ جاری ہوئے۔یورپ میں پہلا باقاعدہ نوٹ 1661ء کو''سٹاک ہام بینک'' آف سویڈن نے جاری کیا۔انگلینڈ نے 1695ء میں کرنسی نوٹ جاری کئے۔ہندوستان میں پہلا نوٹ 5 جنوری1825ء کو''بنک آف کلکتہ'' نے جاری کیا جس کی مالیت دس روپے تھی۔آزادی کے بعد پاکستان میں کرنسی نوٹ یکم اکتوبر 1948ء کو جاری کئے گئے۔

ابتداء میں تو نوٹ کی پشت پر سو فیصد سونا ہوتا تھا،لیکن بعد میں مختلف معاشی وجوہ کے باعث سونے کی مقدار سے زائد نوٹ جاری کئے جانے لگے اور مختلف اَدوار میں یہ تناسب بتدریج کم ہوتا رہا یہاں تک کہ 1971ء سے نوٹ کا سونے سے تعلق بالکل ختم ہو چکا ہے۔

کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت

اب نوٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے،اس بارے میں علماء کی مختلف آرا ہیں:

پہلی رائے یہ ہے کہ نوٹ اصل میں اس بات کا دستاویزی ثبوت ہیں کہ حاملِ نوٹ نے اس نوٹ کے

---

[1] الموسوعة الفقهية 41:176، 178

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاری کنندہ سے اتنا سونا یا چاندی وصول پاتا ہے۔اس کے حق میں سب سے مضبوط دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ نوٹ پر یہ الفاظ تحریر ہوتے ہیں:

''حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا''

اس رائے کے مطابق نوٹوں کے ساتھ سونا چاندی خریدنا جائز نہیں، کیونکہ نوٹ کے ساتھ خریداری کا مطلب حقیقت میں اس سونے یا چاندی کے ساتھ خریداری ہے جو اس نوٹ کی پشت پر ہے اور شرعی اعتبار سے سونے کی سونے یا چاندی کی سونے کے ساتھ بیع میں دونوں طرف سے موقع پر قبضہ شرط ہے جو یہاں مفقود ہے، کیونکہ خریدار نے سونے کے بدلے سونا نہیں دیا بلکہ اس کی رسید دی ہے۔چنانچہ تفسیر ''اضواء البیان'' کے مصنف علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"وأنها سند بفضة وأن المبيع الفضة التي هي سند بها ومن قرأ المكتوب عليها فهم صحة ذلك، وعليه فلا يجوز بيعها بذهب ولا فضة ولو يدًا بيد لعدم المناجزة بسبب غيبة الفضة المدفوع سندها"①

''یہ نوٹ چاندی کی رسید ہیں اور بیچی گئی چیز وہ چاندی ہے جس کی یہ رسید ہیں۔جو ان پر لکھی عبارت پڑھے گا وہ اس رائے کا درست ہونا سمجھ جائے گا۔اس رائے کے مطابق نوٹوں کی سونے چاندی کے بدلے بیع چاہے نقد ہو جائز نہیں، کیونکہ جس چاندی کی رسید دی جاتی ہے وہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے دونوں طرف سے موقع پر قبضہ کی شرط نہیں پائی جاتی''۔

جس طرح اس نقطہ نظر کے مطابق نوٹوں کے بدلے سونا چاندی خریدنا جائز نہیں، اسی طرح نوٹوں کے ساتھ مشارکہ یا بیع سلم درست نہیں، کیونکہ اس نقطہ نظر کے مطابق نوٹ دَین (Debt) کی رسید ہے جبکہ شرعی اعتبار سے شراکت اور سلم میں سرمایہ نقد ہونا ضروری ہے۔علاوہ ازیں یہ رائے اختیار کر کے ایک ملک کی کرنسی کا دوسرے ملک کی کرنسی سے تبادلہ (منی چینجر کا کاروبار) بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ سونے کے بدلے سونے کی اُدھار اور کمی بیشی کے ساتھ بیع ہوگی جو شرعاً درست نہیں۔

---

① أضواء البيان ج1، ص 207

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مگر یہ موقف درست نہیں کیونکہ اب نوٹ قرض کی رسید نہیں رہا جیسا کہ قبل ازیں بیان ہوا ہے بلکہ اب یہ خود قانونی زر بن چکا ہے اور ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ حکومت کوئی بھی چیز بطورِ زر اختیار کر سکتی ہے۔اب نوٹ پر لکھی اس عبارت ''حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا''۔کا مطلب صرف یہ ہے کہ حکومت اس کی ظاہری قیمت کی ذمہ دار ہے۔جسٹس علامہ عمر بن عبدالعزیز المترک فرماتے ہیں:

''نوٹ رسید نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ گم یا تلف ہو جائے تو اس کا مالک جاری کنندہ سے مطالبہ نہیں کر سکتا خواہ اس کے پاس ہزار گواہ ہوں اور اگر یہ حقیقی رسید ہوتا تو اس کو ضرور یہ اختیار ہوتا، کیونکہ قرض مقروض کے ذمے ہوتا ہے، رسید تلف ہونے سے ضائع نہیں ہوتا''۔ (1)

بعض نامور علماء کے نزدیک نوٹ بذاتِ خود سامان (جنس) کی حیثیت رکھتے ہیں۔مشہور مالکی فقیہ علیش مصری کی بھی یہی رائے ہے۔علامہ محمد امین شنقیطی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ومن أفتى بأنها كعروض التجارة العالم المشهور عليش المصري صاحب النوازل، وشرح مختصر خليل، وتبعه في فتواه بذلك كثير من متأخري علماء المالكية" (2)

''جن حضرات نے ان کے سامانِ تجارت ہونے کا فتویٰ دیا ہے، ان میں ''نوازل'' اور ''شرح مختصر خلیل'' کے مصنف مشہور عالم علیش مصری بھی شامل ہیں۔بعد کے اکثر مالکی علماء نے بھی ان کے فتویٰ کی پیروی کی ہے''۔

اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ نوٹ قیمت بننے کی صلاحیت سے عاری ہے، کیونکہ یہ نہ سونا ہے اور نہ چاندی، یہ تو سامان کی مانند ہیں۔اس نظریہ کے مطابق ایک نوٹ کا دو نوٹوں کے ساتھ تبادلہ درست ہے۔اسی طرح اس نظریہ کے مطابق نوٹوں میں زکوٰۃ اسی صورت واجب ہوگی جب ان کو فروخت کر کے نفع کمانا مقصود ہو۔یعنی بذاتِ خود ثمن کی بجائے نوٹ سامانِ تجارت قرار پاسکتا ہے۔مزید برآں اس قول کی بنیاد پر نوٹ سے مضاربہ اور بیع سلم بھی جائز نہیں بنتی، کیونکہ یہ قیمت نہیں، سامان ہے۔چونکہ یہ نظریہ خطرناک نتائج

(1) الربا والمعاملات المصرفية في نظر الشريعة الإسلامية ص 321 (2) أضواء البيان: ج 1 ص 207

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا حامل ہے، اس لئے عصر حاضر کے اہل علم اس کی تائید نہیں کرتے۔

تیسری رائے یہ ہے کہ نوٹ سونے، چاندی کا متبادل ہیں۔ اگر اس کے پیچھے سونا ہو تو سونے اور اگر چاندی ہو تو چاندی کا متبادل ہوگا۔ ڈاکٹر عبداللہ بن سلیمان منیع لکھتے ہیں:

''اس نظریہ کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ قیمت کے اعتبار سے یہ نوٹ اپنی اس اصل کی طرح ہے جس کے یہ بدل ہیں یعنی سونا اور چاندی، کیونکہ ان کا اصل چاندی یا سونا ان کی پشت پر ان کے زرِ ضمانت کے طور پر موجود ہے اور مقاصدِ شرعیہ کا تعلق تو اصل اور حقائق سے ہے نہ کہ الفاظ اور ان کی بناوٹ سے''۔ ①

اس نقطہ نظر کے مطابق نوٹوں کے باہمی لین دین میں سود کے احکام بھی جاری ہوں گے اور جب یہ دو سو درہم چاندی یا بیس دینار سونے کی قیمت کے مساوی ہوں تو سال کے بعد ان پر زکوۃ بھی واجب ہوگی۔ اسی طرح ان کے ذریعے بیع سلم بھی درست ہوگی۔

لیکن یہ رائے بھی کمزور ہے، کیونکہ اس کی بنیاد اس نظریہ پر ہے کہ نوٹ کی پشت پر سونا یا چاندی ہے حالانکہ امر واقع میں ایسا نہیں۔ چنانچہ جسٹس علامہ عبداللہ بن سلیمان منیع اس کی خود تردید کرتے ہیں:

''یہ نظریہ بھی حقیقتِ واقعہ کے مطابق نہ ہونے کی بنا پر قابل التفات نہیں، کیونکہ اس کا دارومدار کرنسی نوٹوں کی اصل پر ہے اور اصل جیسا کہ ہم پہلے ہی واضح کر چکے ہیں کہ وہ تو کرنسی نوٹوں کی پشت پر ہے نہیں۔ بلکہ اکثر ممالک کے نوٹ محض ساکھ کی بنا پر، زبانی ضمانتوں اور حکومتوں کے جاری کردہ ہونے کی بنا پر رائج اور قابل قبول ہیں، ورنہ ان کے پیچھے نہ تو سونا ہے نہ چاندی۔ بلکہ کچھ ایسے ہیں جنہیں پراپرٹی کی ضمانت حاصل ہے اور کچھ کو محض اقتدار کی ضمانت۔ لہٰذا یہ نظریہ خلافِ واقعہ ہونے کی بنا پر بہت کمزور ہے''۔ ②

نوٹ کی شرعی حیثیت کے متعلق چوتھی رائے یہ ہے کہ نوٹ دھاتی سکوں (فلوس) کی طرح اصطلاحی زر ہیں جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے لکھا ہے:

---

① کاغذی کرنسی کی تاریخ ارتقا اور شرعی حیثیت: ص 60 ② أیضاً: ص 61

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

"الرابع ما هو سلعة بالأصل وثمن بالاصطلاح كالفلوس... إلى أن قال إذا علمت هذا فالنوط هو من القسم الرابع سلعة بأصله لأنه قرطاس وثمن بالاصطلاح لأنه يعامل به معاملة الأثمان"①

''مال کی چوتھی قسم وہ ہے جو اصل میں تو مال ہے، لیکن اصطلاحی لحاظ سے زر ہے جیسے دھاتی سکے ہیں... جب یہ معلوم ہو گیا تو، سنو نوٹ کا تعلق چوتھی قسم سے ہے جو حقیقت میں سامان ہے کیونکہ یہ کاغذ ہے اور اصطلاحی طور پر زر ہے، کیونکہ اس سے زر جیسا معاملہ کیا جاتا ہے''۔

لیکن یہ رائے بھی قوی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اہل علم کے ہاں دھاتی سکوں میں زر کی بجائے سامان کا پہلو غالب ہے، یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء نہ تو کمی بیشی کے ساتھ ان کا تبادلہ مکروہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی ان کو شراکت و مضاربت میں رأس المال بنانے کی اجازت دیتے ہیں۔ نیز ان میں زکوۃ بھی اسی صورت واجب قرار دیتے ہیں جب ان کو فروخت کر کے نفع کمانا مقصود ہو۔ جیسا کہ الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

"الأصح عند الشافعية والصحيح عند الحنابلة وهو قول الشيخين من الحنفية وقول عند المالكية: أنها ليست أثمانا ربوية وأنها كالعروض"

''امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف رحمہم اللہ اور مالکی فقہاء کا قول، حنابلہ کا صحیح مسلک اور شافعیوں کا صحیح ترین نقطہ نظر یہی ہے کہ دھاتی سکوں میں ربا نہیں ہے بلکہ یہ سامان کی طرح ہیں''۔②

"ذهب جمهور الفقهاء: أبو حنيفة وأبو يوسف والمالكية على المشهور والشافعية والحنابلة إلى أن المضاربة لا تصح بالفلوس لأن المضاربة عقد غرر جوز للحاجة فاختص بما يروج غالبا وتسهل التجارة به وهو الأثمان".③

''امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، مالکی (مشہور مسلک کے مطابق) شافعی اور حنبلی فقہاء کا خیال ہے کہ

---

① كفل الفقيه الفاهم في أحكام قرطاس الدراهم: ص33

② 205:32 ③ الموسوعة الفقهية: ج/38، ص/46،47

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دھاتی سکوں کے ذریعے مضاربہ درست نہیں کیونکہ مضاربہ عقدِ غرر ہے جو ضرورت کی بنا پر جائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ انہی چیزوں کے ساتھ خاص رہے گا جو اکثر مروّج ہوں اور ان کے ساتھ تجارت آسان ہو اور وہ نقد میں ہیں''۔ یعنی دھاتی سکے زر نہیں۔

"فذهب الشافعية و الحنابلة إلى أن الفلوس كالعروض فلا تجب الزكاة فيها إلا إذا عرضت للتجارة"۔ ①

''شافعی اور حنبلی فقہاء کی رائے میں دھاتی سکے سامان کی طرح ہیں، چنانچہ ان میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی جب یہ تجارت کی غرض سے ہوں''۔

ان فقہاء کے نقطہ نظر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کسی حدیث میں دھاتی سکوں کی زکوٰۃ کا تذکرہ نہیں ملتا حالانکہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ موجود تھے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اگر یہ زر ہوتے تو سونے چاندی کی طرح ان کی زکوٰۃ کا بھی ذکر ہوتا۔ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کہ انہوں نے اپنی لونڈی سے کہا: ''اس کے فلوس خرید لو''۔ سے بھی یہ اشارہ نکلتا ہے کہ صحابہ کے ہاں دھاتی سکے سامان شمار ہوتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فقہائے احناف کے نزدیک دھاتی سکے زر ہیں، اسی لئے وہ ان میں زکوٰۃ بھی واجب قرار دیتے ہیں، لیکن امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک متعاقدین دھاتی سکوں کو متعین کر کے ان کی زری حیثیت ختم کر سکتے ہیں، اس صورت میں یہ سامان کے حکم میں ہوتے ہیں اور ان حضرات کے نزدیک کمی بیشی کے ساتھ ان کا تبادلہ بھی صحیح ہوتا ہے۔

ان شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہاء کی نظر میں دھاتی سکے (فلوس) یا تو زر ہی نہیں یا پھر ناقص زر ہیں، اسی لئے وہ ان سے زر کا وصف ختم کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ جو صورت بھی ہو بہر حال کرنسی نوٹوں کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ نہ تو دھاتی سکوں کی طرح ان میں سامان کا پہلو غالب ہے۔ یہ تو محض کاغذ کے ٹکڑے ہیں، ان کی جو حیثیت بھی ہے، وہ ان کی پشت پر حکومتی ضمانت کی وجہ سے ہی ہے اور نہ ہی

---

① ایضا:205,32

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

متعاقدین کو ان کی زری حیثیت کالعدم کرنے کا اختیار ہے، کیونکہ یہ قانونی زر ہیں۔

اس سلسلہ میں پانچویں اور آخری رائے یہ ہے کہ نوٹ سونے چاندی کی طرح مستقل زر ہے، کیونکہ نوٹوں میں زر کی تمام صفات پائی جاتی ہیں۔ قیمتوں کا پیمانہ اور قابل ذخیرہ بھی ہیں اور لوگ ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں۔ شرعی اعتبار سے یہی زر کی حقیقت ہے جیسا کہ ہم شروع میں امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کر آئے ہیں:

''اگر لوگ اپنے درمیان چمڑوں کے ذریعے خرید وفروخت کو رائج کر دیں یہاں تک کہ وہ چمڑے ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائیں تو میں سونے چاندی کے بدلے ان چمڑوں کو اُدھار فروخت کرنا پسند نہیں کروں گا''۔

اس کا مطلب ہے کہ کسی بھی چیز کو خواہ وہ چمڑا ہی کیوں نہ ہو بطور زر اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اس کی تائید امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ''مجموع الفتاوی'' میں ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

"أما الدرهم والدينار فما يعرف له حد طبعي ولا شرعي بل مرجعه إلى العادة والاصطلاح وذلک لأنه في الأصل لا يتعلق المقصود به بل الغرض أن يكون معيارًا لما يتعاملون به والدراهم والدنانير لا تقصد لنفسها بل هي وسيلة إلى التعامل بها ولهذا كانت أثمانا بخلاف سائر الأموال فإن المقصود الانتفاع بها نفسها فلهذا كانت مقدرة بالأمور الطبعية أو الشرعية والوسيلة المحضة التي لا يتعلق بها غرض لا بمادتها ولا بصورتها يحصل بها المقصود كيف ما كانت" [1]

''اس کا خلاصہ یہ ہے کہ درہم و دینار کی کوئی ذاتی اور شرعی تعریف نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق عرف اور اصطلاح سے ہے، کیونکہ درہم و دینار بذاتِ خود مقصود نہیں ہوتے بلکہ یہ باہمی لین دین کا ذریعہ ہیں۔ اسی لئے یہ قیمت شمار ہوتے ہیں چونکہ باقی اَموال سے فائدہ اُٹھانا مقصود ہوتا ہے، اس لئے

---

[1] 252،251:19

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کی یہ حیثیت نہیں ہے۔ وہ ذریعہ جس کے مادہ اور صورت سے کوئی غرض وابستہ نہ ہو وہ جیسا بھی ہو اس سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے''۔

چونکہ دلائل کے لحاظ سے یہ نقطہ نظر قوی ہے اور اس پر کئے گئے اعتراضات بھی زیادہ وزنی نہیں، اس لئے دور حاضر کے علماء کی اکثریت و بیشتر مفتیانِ کرام کے فتاوی اور اہم فقہی اداروں کی قرار دادیں اسی کے حق میں ہیں۔ جسٹس علامہ عبداللہ بن سلیمان منیع کی بھی یہی رائے ہے۔ (1)

سعودی کبار علماء کی مجلس نے بھی اس کو ترجیح دی ہے۔ (2)

جسٹس علامہ عمر بن عبدالعزیز المترک بھی اسی قول کے حق میں ہیں۔ چنانچہ وہ مذکورہ بالا آراء اور ان کے دلائل کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''کاغذی زر کے متعلق علماء کی آراء اور ہر ایک کے نقطہ نظر کا تنقیدی جائزہ لینے سے ہمیں ان کا قول راجح معلوم ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نوٹ مستقل کرنسی ہے اور سونے چاندی کی طرح ان میں بھی سود کے اَحکام جاری ہوتے ہیں۔ ربا، سود اور تلف کی صورت میں ضمان کے مسائل میں ان پر مکمل طور پر سونے چاندی کے احکام کا اطلاق ہوتا ہے''۔ (3)

دیگر اقوال کی خرابیاں واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دوسرے اقوال یا تو معاملات میں لوگوں کو مشکل میں ڈال دیں گے یا لین دین کا دروازہ ہی بند کر دیں گے حالانکہ اس کے بغیر چارہ نہیں یا پھر سود کا دروازہ چوپٹ کھول دیں گے اور نقدین کی زکوۃ ضائع کرنے کے حیلوں کا دروازہ کھولیں گے''۔ (4)

---

(1) کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء اور شرعی حیثیت: ص 90 (2) مجلة البحوث الإسلامية: ع 1: ص 221

(3) الربا والمعاملات المصرفية في نظر الشريعة الإسلامية ص 339 (4) حوالہ مذکورہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ٹیکس کی شرعی حیثیت

خالد حسین گورایہ
فاضل مدینہ یونیورسٹی

دنیا کے ایک نئے عہد میں داخل ہونے کے ساتھ جہاں دیگر شعبہ ہائے زندگی میں تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں وہیں معیشت ومعاشرت اور حکومتی محصولات میں بھی نت نئی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں، اور زمانے کی رفتار کے ساتھ معاشرہ خود کو اس سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔عہد جدید کے تراشیدہ انہی معاملات میں ایک معاملہ ان ٹیکسوں کا بھی ہے جو حکومت وقت کی طرف سے اپنی رعایا کے معاشی ولین دین کے معاملات پر عائد کیے جاتے ہیں۔ٹیکس اپنی نوعیت کے اعتبار سے مختلف الانواع واقسام ہیں جن میں سیلز ٹیکس، انکم ٹیکس، زمینی ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس، خرید وفروخت کی چیزوں کا ٹیکس، ٹول ٹیکس، وِدھولڈنگ ٹیکس، وغیرہ وغیرہ۔زیر نظر مضمون میں ٹیکس کی جملہ انواع پر تفصیلی بحث تو ممکن نہیں لیکن ٹیکس لگانے کے حوالے سے اس کی شرعی حیثیت سے متعلق تحقیق پیش کی جائے گی اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اوراس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ٹیکس کیا ہے؟

Tax ٹیکس: اصلاً انگریزی زبان کا لفظ ہے بطور اسم مستعمل ہے اردو میں انگریزی سے ماخوذ ہے اور اصلی حالت اور اصلی معنی میں ہی عربی رسم الخط کے ساتھ ہی اردو زبان میں بطور اسم مستعمل ہے①

ٹیکس کیلئے مستعمل مترادفات میں محصول، لگان، جزیہ، مالیہ یا مال گزاری، ڈیوٹی، عربی میں اسے مکس، غلة، ضریبہ، عُشور کے نام سے جانا جاتا ہے۔

الغرض: مالیات یا ٹیکس وہ رقم ہے جو کسی ملک کی حکومت لوگوں کی آمدنی یا پیداوار یا فروخت کے ایک حصے کے طور پر لیتی ہے۔ یہ حکومت کے وسائل کا ایک اہم حصہ ہے اور اس کا مقصد حکومت چلانا اور لوگوں کی فلاح بہبود کے لیے کام کرنا ہے۔

چند اہل علم نے ٹیکس کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"والضرائب من حيث الجملة : هي التزامات مالية تفرضها الدولة على الناس ، لتنفق منها في المصالح العامة ، كالمواصلات ، والصحة ، والتعليم ، ونحو ذلك"۔

''ایسی مالی پابندیاں جو کوئی بھی حکومت اپنی عوام پر لاگو کرتی ہے، تاکہ وہ اس حاصل شدہ رقم کو مصالح عامہ، جیسے مواصلات، صحت، تعلیم وغیرہ پر خرچ کر سکے''۔

ٹیکس کی تاریخ

مولانا فضل الرحمٰن محمد ٹیکس کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کہا جاتا ہے کہ یونان اور روم میں سب سے پہلے استعمال ہونے والی اشیاء پر ٹیکس لگایا گیا۔ درآمدی ڈیوٹی کو اندرون ملک بننے والے مال پر وصول ہونے والی ڈیوٹی پر ترجیح دی جاتی تھی۔ جنگ کے دنوں میں جائداد پر بھی عارضی طور پر ٹیکس عائد کر دیا جاتا۔ پھر اس کا دائرہ کار جائداد کی خرید و فروخت تک وسیع کر دیا گیا۔

روم میں استعمال ہونے والی اشیاء اور درآمدات پر ڈیوٹی کے علاوہ اور بھی بلا واسطہ ٹیکس تھے۔

①

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان میں اصول یہ فرما تھا کہ ہر شخص خراج ادا کرے۔ جولیس سیزر کے زمانے میں پہلی مرتبہ سیلز ٹیکس (Sales Tex) نافذ کیا گیا۔صوبوں کی آمدنی کا زیادہ تر دارومدار شخصی اور زرعی زمینوں پر عائد کردہ ٹیکسوں پر تھا۔آغاز میں یہ نہ دیکھا جاتا کہ زمین آباد ہے یا غیر آباد، جیسا کہ فارس اور مصر میں کیا گیا۔لیکن بعد میں زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ زمیندار سے وصول کرلیا جاتا تھا،جولیس سیزر سے پہلے ٹیکسوں کو اکٹھا کرنے کی ذمہ داری زمینداروں میں سے کسی شخص کے سپرد کردی جاتی ٹیکسوں میں سے کچھ فی صد حصہ اس کو معاوضہ کے طور پر دے دیا جاتا۔لیکن سیزر نے یہ ذمہ داری سرکاری افسروں کو سونپ دی۔قرون وسطیٰ میں بلاواسطہ ٹیکسوں نے لے لی۔جن میں زیادہ تر درآمدی ڈیوٹی اور مارکیٹ فیس ہوتی تھی۔یہاں تک کہ شہروں میں لوگ ٹیکس ادا کرنے کے عادی ہو گئے۔ کھانے پینے کے سامان پر تاجر اور خریدار دونوں نے ٹیکس کا بوجھ اٹھالیا۔جرمنی اور اٹلی میں چند بلاواسطہ ٹیکس عائد کئے گئے۔جو غریبوں کی ذات اور امیروں کے مال پر ہوتے تھے''۔①

کتاب ''انکم ٹیکس کی شرعی حیثیت'' کے فاضل مصنف نے ٹیکس کی تاریخ پر مزید تفصیلی روشنی ڈالی ہے انہی کی کتاب سے اقتباس ملاحظہ ہو:

''سب سے پہلے جس ملک نے عام انکم ٹیکس کے مروجہ نظام کو اپنایا وہ برطانیہ ہے۔نپولین بوناپارٹ کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے برطانوی حکومت نے سنہ 1799ء میں 200 پونڈ سے زیادہ ہونے والی آمدنی پر دس فیصد ٹیکس لگایا۔ 60 پونڈ آمدنی کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔لیکن 60 اور 200 پونڈ کے درمیان پر کم شرح سے ٹیکس وصول کرنا شروع کردیا۔

سنہ 1815ء میں جب لڑائی ختم ہوگئی تو 1842 تک برطانوی باشندوں کو ٹیکس کے بوجھ سے آزاد کردیا گیا۔لیکن وزیر اعظم سر روبرٹ پیل (Sir Robrt Peel) نے بجٹ میں خسارے کو پورا کرنے کے لیے پھر ہنگامی طور پر ہر پونڈ پر سات پنس ٹیکس لگادیا 1880ء تک برطانوی رعایا ٹیکس ادا کرنے کی عادی ہوگئی جس کی وجہ سے ٹیکس ہمہ وقتی معمول بن گیا۔1910ء میں پہلی مرتبہ ٹیکس دہندہ کو جس کی آمدنی 500 پونڈ سے زیادہ نہ ہوتی ہر کے لیے دس پونڈ کی چھوٹ دے دی گئی۔

① انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج 17 ص 1077، 1078 بحوالہ: ''انکم ٹیکس کی شرعی حیثیت'' از فضل الرحمٰن محمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلی جنگ عظیم کے موقع پر سوپر ٹیکس (Super Tax) چھ شلنگ کے حساب سے عائد کیا گیا ①

جرمنی کے صوبہ پروسیا میں 1851ء میں ٹیکس لگانے کی کوشش کی گئی لیکن جب 92-1891ء میں اصلاح کے بعد اسے ازسرنو مرتب کیا گیا تو 1913ء تک جرمنی کے سارے صوبوں میں نافذ ہو گیا۔ ②

فرانس میں ٹیکس لگانے کی کوشش 1870ء میں شروع ہوئی لیکن نفاذ 1914ء میں پہلی جنگ عظیم سے دو ہفتے پہلے ہوا۔ ○

اٹلی میں پہلی بار آمدنی، زمین، عمارت اور منقولہ دولت پر 1864ء میں ٹیکس عائد کر دیا گیا سویڈن میں ٹیکس لگانے کی ابتداء 1892ء میں ہوئی۔

امریکہ میں صحیح طور پر ٹیکس کا نفاذ 1913ء میں دستور کی سولہویں ترمیم کے ذریعے ہوا۔ حالانکہ امریکہ کی باہمی خانہ جنگی کے نقصانات کو پورا کرنے کے لیے ء تک 600 ڈالر سے زائد آمدنی پر چار فیصد اور 10000 (دس ہزار) ڈالر پر 5 فیصد وصول کیا جاتا تھا۔ بعد میں ایک ترمیم کے ذریعہ 5000 (پانچ ہزار) ڈالر سے زائد آمدنی پر 10 فیصد شرح کر دی گئی۔

سنہ 1893ء میں صدر امریکہ گروور کلیولینڈ نے جب دوبارہ ٹیکس لگانے کی کوشش کی تو سپریم کورٹ نے اسے غیر دستوری قرار دے کر ختم کروا دیا۔ لیکن دستور میں ترمیم کے بعد جب ٹیکس کا نفاذ ہوا تو اس وقت زیادہ سے زیادہ شرح 500000 (پانچ لاکھ) سے زیادہ آمدنی پر 6 فیصد رکھی گئی۔ پھر پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے درمیان شرح اس تیزی سے بڑھی کہ جب دوسری جنگ عظیم ختم ہوئی تو اس وقت کم از کم شرح 23 اور زیادہ سے زیادہ 94 فی صد تھی۔ ٹیکس سے محفوظ آمدنی کی حد صرف 500 (پانچ سو) ڈالر رہ گئی تھی۔ ○

انگریز حکومت نے ہندوستان میں پہلی مرتبہ 1860ء میں انکم ٹیکس ایکٹ کے تحت ٹیکس نافذ کیا۔ جسے 1865ء سے 1867ء تک معطل کر دیا گیا۔ 1867ء میں تھوڑی سی ترمیم کے بعد دی لائسنس

① انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ② انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا

③ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا

○ دی ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا، اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ایکٹ آف 1867ء کے نام سے پھر جاری کر دیا گیا۔جس کے تحت دوسوروپے سے زائد آمدنی پر دو فیصد ٹیکس عائد کر دیا گیا۔

1868ء میں اس کا نام سرٹیفکیٹ ایکٹ 1868ء رکھ دیا گیا۔اس ایکٹ کے تحت ٹیکس کی شرح کم کر کے کر

1873ء میں ٹیکس سے مستثنیٰ رقم کو پہلے 750 پھر 1000 (ایک ہزار) کر دیا گیا۔

یکم اپریل 1873ء کو دوسری مرتبہ چار سال کے لیے لوگوں کو عارضی طور پر نجات ملی۔لیکن 1877ء میں لائسنس ٹیکس ایکٹ 1877ء کے تحت ہندوستان کے باسیوں پر ٹیکس پھر مسلط کر دیا گیا۔

1860ء سے 1880ء تک انکم ٹیکس ایکٹ میں 13 ترامیم ہوئیں اور دو مرتبہ معطل ہوا۔لیکن 1886 میں اسے ایسی صورت دی گئی کہ پھر تیس سال نافذ العمل رہا جس کے تحت 500 (پانچ سو) روپے سے کم آمدنی کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا گیا۔سود اور تنخواہوں کی رقم 500 (پانچ سو) سے 2000 (دو ہزار) روپے پر چار (4) پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس لیا جاتا تھا۔دوسری عام آمدنیوں پر جو 2000 (دو ہزار) سے زیادہ ہوتیں ان پر پانچ (5) پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔

1916ء میں نئی ترمیم کے ذریعہ تنخواہوں، بونس، سالانہ وظائف، پنشن اور سرکاری عطیات پر ایک ہزار سے دو ہزار روپے پر 4 پائی فی روپیہ سے ٹیکس کا نیا شیڈول دیا گیا۔اسی طرح دوسری آمدنیوں یعنی دو ہزار سے پانچ ہزار روپے پر 5 پائی۔پانچ ہزار ایک سے دس ہزار روپے پر 6 پائی۔دس ہزار ایک سے پچیس ہزار پر 9 پائی اور پچیس ہزار سے اوپر 12 پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس کا نیا نظام قائم ہوا۔1918ء میں پہلی مرتبہ کل آمدنی اور قابل ٹیکس آمدنی کا تصور دیا گیا۔آل انڈیا کمیٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعہ انکم ٹیکس ایکٹ کو انکم ٹیکس ایکٹ کا نام دیا گیا۔①

الغرض بعد ازاں مسلمانوں نے ایک آزاد مملکت حاصل کر لی لیکن یہ سب حاصل کرنے کے بعد بھی ٹیکسوں اور دیگر شعبہ ہائے مالیات کا نظام وہی رہا جو انگریز سے ورثے میں ملا تھا جو آج بھی اپنی اصل صورت کے ساتھ پورے پاکستان میں رائج ہے۔

ٹیکس کی شرعی حیثیت

ٹیکس میں جو بنیادی شرعی بات ہے وہ یہ کہ مسلمانوں پر شرعی مالی پابندیوں کے علاوہ کوئی پابندی نہیں ہے۔اور شرعی مالی پابندیوں میں سب سے نمایاں زکوۃ ہے۔زکوۃ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اجتماعی تکافل، معاشرتی تعاون، اور محتاجوں، ضرورت مندوں کی مدد اور مصالح عامہ کی ضروت پورا کرنے کیلئے مقرر کیا ہے۔

زکوۃ کے بعد چند دیگر مصارف ہیں جو محصولات کی شکل میں بیت المال میں عہد رسالت میں جمع ہوا کرتے تھے۔جن کی تفصیل قارئین آئندہ سطور میں ان شاء اللہ ملاحظہ کریں گے۔

: شرعی نصوص کا تفصیلاً جائزہ لینے کے بعد یہ بات نمایاں طور پر واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام کسی حکمران کو یہ اجازت مرحمت نہیں کرتا کہ وہ بلاضرورت اپنی رعایا پر شرعی مالی پابندیوں کے علاوہ کوئی پابندی لگائے۔ بلکہ اس نے ایسی پابندیوں کا لگانا حرام قرار دیا ہے بلکہ شریعت نے اسے کبیرہ گناہوں سے شمار کیا ہے اور اس کے لگانے والے کو جنت سے محرومی کی سزا سنائی ہے ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹیکس کو زنا سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔

جھینہ قبیلے کی ایک خاتون پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کی حد نافذ کی اس کے بعد آپ نے فرمایا:

’’لقد تابت توبة لو تابها صاحب مكس لغفر له‘‘②

①انکم ٹیکس کی شرعی حیثیت صفحہ 3 تا 5

②سنن ابی داؤد باب المرأة التي أمر النبي ﷺ برجمها من جهينه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر (ناروا) ٹیکس لینے والا ایسی توبہ کر لیتا تو اسے بھی معاف کر دیا جاتا"۔

زمانہ جاہلیت میں ٹیکس وصول کرنے والے کو الماکس، المکاس یا صاحب المکس کہا جاتا تھا جو زمانہ جاہلیت میں لوگوں سے زبردستی ٹیکس وصول کیا کرتا تھا۔[1]

الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ میں ہے:

«وَأَصْلُ الْمَكْسِ- فِي اللُّغَةِ: النَّقْصُ وَالظُّلْمُ ، وَدَرَاهِمُ كَانَتْ تُؤْخَذُ مِنْ بَائِعِي السِّلَعِ فِي الأَسْوَاقِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، أَوْ دِرْهَمٌ كَانَ يَأْخُذُهُ الْمُصَدِّقُ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنَ الصَّدَقَةِ .

وَيُطْلَقُ الْمَكْسُ - كَذَلِكَ - عَلَى الضَّرِيبَةِ يَأْخُذُهَا الْمَكَّاسُ مِمَّنْ يَدْخُلُ الْبَلَدَ مِنَ التُّجَّارِ .

"مکس سے مراد لغت میں نقص اور ظلم ہے۔ یہ نام ان دراہم پر بولا جاتا تھا جو زمانہ جاہلیت میں بازاروں میں سودا بیچنے والے بیوپاریوں سے وصول کئے جاتے تھے۔ یا اس درہم کو کہا جاتا تھا جو صدقہ کرنے والا صدقہ سے فراغت کے بعد لیا کرتا تھا۔ اور مکس کا اطلاق اس ٹیکس پر بھی ہوتا ہے جو مکّاس ان تاجروں سے لیا کرتا تھا جو ملک میں داخل ہوتے تھے"۔

ناروا ٹیکس لینے والے شخص کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے فرامین ملاحظہ کیجئے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن صاحب المكس في النار"[2]

"بے شک ٹیکس لینے والا جہنمی ہے"۔

ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا:

[1] الفتح الربانی ، ج 5ص 17، کتاب الأموال ص 469

[2] مسند احمد،حدیث رویفع بن ثابت الأنصاری،ج/28صفحہ211

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"لا يدخل الجنة صاحب مكس" ①

"ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔

الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ میں ہے:

"مِنَ الْمُكُوسِ مَا هُوَ مَذْمُومٌ وَمَنْهِيٌّ عَنْهُ وَمِنْها مَا هُوَ غَيْرُ ذَلِكَ. فَالْمُكُوسُ الْمَذْمُومَةُ وَالْمَنهِيُّ عَنها هِيَ غَيْرُ نِصْفِ الْعُشْرِ الَّذِي فَرَضَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى تِجَارَةِ أَهْلِ الذِّمَّةِ ، وَكَذَلِكَ هِيَ غَيْرُ الْعُشْرِ الَّذِي ضَرَبَهُ عَلَى أَمْوَالِ أَهْلِ الْحَرْبِ بِمَحْضَرٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُنْكِرْهُ عَلَيْهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ فَكَانَ إِجْمَاعًا سُكُوتِيًّا .

وَقَدْ وَرَدَتْ فِي الْمُكُوسِ الْمَذْمُومَةِ وَالْمَنهِيِّ عَنها - وَهِيَ غَيْرُ مَا سَبَقَ ذِكْرُهُ - نُصُوصٌ تُحَرِّمُها وَتُغَلِّظُ أَمْرَهَا مِنْها مَا رُوِيَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ" ②

"ٹیکسوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو مذموم ہیں اور شریعت اسلامیہ نے ان سے منع فرمایا ہے، اور ان میں سے کچھ اس کے علاوہ ہیں اور جائز ہیں۔ اور جو مذموم اور منع کردہ ہیں وہ اس نصف العشر کے علاوہ ہیں جو عمر رضی اللہ عنہ نے اہل ذمہ کے مال تجارت پر فرض کئے تھے۔ اسی طرح وہ اس عشر کے علاوہ ہیں جو انہوں نے حربی کفار کے مالوں پر صحابہ کی موجودگی میں فرض کئے تھے۔ اور صحابہ کی اتنی بڑی تعداد موجود ہونے کے باوجود ان میں سے کسی نے ان پر اس کا انکار نہیں کیا لہذا یہ اجماع سکوتی ہوا۔ مذموم اور منع کردہ ٹیکسوں میں (ان کے علاوہ جن کا ذکر اوپر گزرا ہے) ایسی نصوص وارد ہوئی ہیں جو انہیں حرام قرار دیتی ہیں اور اس امر کی شدت وشناعت بیان کرتی ہیں، ان میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

---

① سنن ابی داؤد، باب فی السعایة علی الصدقة ج3 صفحہ93

② الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ، ج38 ص377، 378

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

''صاحبِ مکس جنت میں نہیں جائے گا''۔

حافظ منذری لکھتے ہیں:

"أمّا الآن فإنّهم يأخذون مكساً باسم العشر , ومكساً آخر ليس له اسم , بل شيء يأخذونه حراماً وسحتاً , ويأكلونه في بطونهم ناراً , حجّتهم فيه داحضة عند ربهم , وعليهم غضب ولهم عذاب شديد." ①

''آج کل جو مکس یا مکوس عشر کے نام پر لوگ ٹیکس وصول کر رہے ہیں۔اس کا کوئی نام ہی نہیں بلکہ وہ ناجائز اور حرام ہے۔اس کی وصولی سے وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔اپنے رب کے پاس ان کی حجت نہیں چلے گی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

یہ تو شرعی اعتبار سے مسلمانوں پر کسی بھی قسم کی محصولات کی صورت میں پابندی عائد کرنے کا بنیادی حکم ہے۔لیکن اب چونکہ زمانہ حاضر میں ایسی صورت ہو چلی ہے کہ اسلامی حکومتوں کے جو بنیادی ذرائع آمدنی ہوا کرتے تھے وہ تقریباً ماسوائے چند کے ناپید ہو چکے ہیں۔اور سرکاری اخراجات وضروریات بڑھ چکی ہیں۔ملک کے دفاع کیلئے ،عوام کی فلاح وبہبود تعلیم وترقی کیلئے ایک بہت بڑی رقم درکار ہوتی ہے۔جس کی بنا پر اسلامی حکومتیں مجبور ہوتی ہیں کہ وہ اس طرح کی ڈیوٹیاں لگائیں تاکہ سرکاری اخراجات پورے کئے جاسکیں۔اس حوالے سے اہل علم نے جو فیصلہ شرعی نصوص کی روشنی میں صادر فرمایا ہے وہ قارئین یہاں ملاحظہ کریں:

دیارِ مملکت سعودیہ عربیہ کے ممتاز عالم دین الشیخ ابن جبرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الضرائب التي تفرضها الحكومات كضريبة المبيعات ، وضريبة الأرباح ، وضريبة المصانع ، والضرائب على العمال ونحوهم ، وهي محل : فإن كانت الدولة تجمع الضرائب عوضًا عن الزكاة المفروضة على التجار ونحوهم

---

① :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لزم دفعها ، وإن كانت تجمع ضرائب زائدة عن الزكاة ، ولكن بيت المال بحاجة إلى تمويل للمصالح الضرورية كالمدارس ، والقناطر ، والمساجد ، وخدام الدولة جاز دفعها ، ولم يجز كتمانها .أما إن كانت الدولة تأخذ ضرائب على المواطنين غير الزكاة ، وتعبث بها في إسراف وفساد ، ولهو وسهو وحرام ، ولا تصرفها في مصارفها الشرعية كأهل الزكاة ، فإنه يجوز كتمان المال أو الأرباح حتى لا يدفع لهم مالا حرامًا، فيساعدهم على فعل المحرمات ، فقد قال تعالى : ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾" انتهى.[1]

''وہ ٹیکس جو حکومتیں لگاتی ہیں جیسا کہ سیل ٹیکس، انکم ٹیکس، کمپنی ٹیکس، اور ملازمین وغیرہ پر جو ٹیکس لاگو کرتی ہے۔ یہ مسئلہ محل اجتہاد ہے: اگر حکومت یہ ٹیکس زکاۃ کی صورت میں لوگوں سے جمع کرتی ہے تو اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر ٹیکس زکاۃ کی شرح سے زیادہ وصول کرتی ہے اس بنیاد پر کہ بیت المال کو بنیادی ضروریات پوری کرنے کیلئے رقم درکار ہے۔ جیسے اسکولوں، پلوں، مساجد وغیرہ کی تعمیر اور سرکاری عملے کی بھرتی کی ضرورت ہے تو اس کا ادا کرنا جائز ہے اور اس کا چھپانا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اور اگر حکومت شہریوں سے زکاۃ کے علاوہ ٹیکس لیکر اسے شاہ خرچیوں میں اڑاتی ہے، فضول خرچی، فساد، لہو ولعب میں خرچ کرتی ہے تو یہ حرام ہے، یا پھر وہ زکوٰۃ کو اس کے اصل مصارف پر خرچ نہیں کرتی تو اس کا چھپانا جائز ہے کہ وہ شخص انہیں حرام مال نہ دے کہ وہ محرمات کے ارتکاب میں ان کا معاون بن جائے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"

''نیکی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون کرو اور گناہ اور نافرمانی کے کاموں میں تعاون نہ کرو''۔

حاصل کلام یہ کہ چند استثنائی حالات میں کسی ملک ریاست اور حاکم کیلئے جائز ہے کہ وہ ایک معقول حد تک چند شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی رعایا پر ٹیکس لگا سکتا ہے، لیکن اس میں اس کے

---

[1] الاسلام سؤال و جواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے چند شرائط ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اہل علم کی اس حوالے سے ذکر کردہ شرائط درج ذیل ہیں:

❶ ٹیکس منصفانہ بنیادوں پر لگائے جائیں ۔ یہ نہ ہو کہ ایک گروہ کو مکمل چھوٹ دے دی جائے اور دوسرا چکی میں پستا رہے ۔ بلکہ ٹیکس ہر شخص کی مالی پوزیشن دیکھتے ہوئے محض امیر لوگوں پر لگنے چاہئیں، غریبوں پر ان کا نفاذ جائز نہیں ہے۔ اور نہ یہ جائز ہے کہ اس میں غریب و امیر کو ایک ہی چھڑی سے ہانکا جائے۔

❷ قومی خزانہ خالی ہو۔ اور اگر بیت المال میں دیگر شرعی موارد و محاصل موجود ہوں جن سے ملکی اخراجات پورے کئے جاسکتے ہوں تو اس صورت میں ٹیکس لگانا جائز نہیں ، بصورت دیگر یہ انہی حرام کردہ ٹیکسوں میں شمار ہوں گے جنہیں شریعت نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔

❸ ٹیکس محض استثنائی اور عبوری دور کیلئے لگائے جائیں نہ کہ انہیں مکمل ایک سسٹم کا حصہ بنا دیا جائے جو ہر وقت لاگو رہیں۔ چنانچہ ''الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ'' میں ہے:

"أن من موارد بيت المال :"الضَّرَائِبُ الْمُوَظَّفَةُ عَلَى الرَّعِيَّةِ لِمَصْلَـ ِ ، سَوَاءٌ أَكَانَ ذَلِكَ لِلْجِهَادِ أَمْ لِغَيْرِهِ , وَلَا تُضْرَبُ ... إِلَّا إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي بَيْتِ الْمَالِ مَا يَكْفِي لِذَلِكَ , وَكَانَ لِضَرُورَةٍ , وَإِلَّا كَانَتْ مَوْرِدًا غَيْرَ شَرْعِيٍّ" .[1]

''بیت المال کے موارد میں وہ ٹیکسز بھی ہیں جو حکومت رعایا پر کسی مصلحت کے پیش نظر لاگو کرتی ہے، چاہے وہ جہاد فی سبیل اللہ کیلئے ہوں یا دیگر امور مملکت کی انجام دہی کیلئے۔ یہ اس شرط پر لاگو کئے جاسکتے ہیں کہ قومی خزانے (بیت المال) کی ضروریات ان کے علاوہ پوری نہ ہوسکتی ہوں۔ اور محض ضرورت کے پیش نظر یہ عائد کئے جائیں۔ وگرنہ یہ غیر شرعی محاصل کی صورت اختیار کر جائیں گے''۔

❹ یہ ٹیکس امت کی حقیقی مصلحتوں اور ضروریات پر خرچ کئے جائیں نہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کیا جائے۔ یا پھر مصلحت کے علاوہ کسی حرام کردہ شعبے میں خرچ کئے

---

[1] الموسوعة الفقهية : (247/8)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جائیں جیسا کہ بہت سے ممالک میں قومی مال کا ایک بڑا حصہ فنکاروں، کھلاڑیوں اور اداکاروں پر خرچ کیا جاتا ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو چیز بھی ناحق لی جاتی ہے وہ (ناروا) ٹیکس ہے، جو کہ حرام ہے۔ اور کسی انسان کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کا مال ناحق کھائے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم نے اپنے مسلمان بھائی کے ہاتھ پھل بیچا اور اسے قدرتی آفت نے آن لیا، وہ پھل ضائع ہو گیا تو تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ اپنی قیمت واپس لو تم اپنے ایک بھائی کا مال ناحق کیسے لو گے؟''[1]

لیکن ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کی بات سنے اور ان کی اطاعت کرے، اور اگر وہ اس سے اس کی چیزوں پر مال کا مطالبہ کرتے ہیں تو اسے چاہئے کہ وہ انہیں دے دے، پھر یہ مال جو اس نے دیا ہے اگر حق ہوا تو یہ شخص اس کا اجر روز قیامت اپنے رب سے پالے گا۔ اور اگر اس کا کوئی حق نہ ہوا کہ جو اس سے لیا گیا ہے وہ عدل پر مبنی تھا تو گویا وہ شخص اپنے حق سے عہدہ برآ ہو گیا۔ الغرض ضروری یہ ہے کہ ہم اپنے حکمرانوں کی بات سنیں اور ان کی اطاعت کریں۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''(حاکم کی) سنو اور بات مانو اگرچہ وہ تمہاری پیٹھ پر مارے اور تیرا مال ہتھیا لے''۔[2] اور یہ کسی طرح بھی جائز نہیں کہ اس طرح کے معاملات کو ہم بنیاد بنا کر مسلم حکمرانوں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیں اور اپنی مجالس میں ان پر سب و شتم کے نشتر چلائیں وغیرہ وغیرہ۔ ہمیں چاہئے کہ ہم صبر کریں، ہم جو اپنا حق دنیا میں نہ لے سکے آخرت میں ان شاء اللہ ضرور مل کر رہے گا''[3]

۔۔۔کلا : یہ کہ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت سرکاری مصارف کی بہتات ہے اور عوام کی فلاح و بہبود کیلئے ایک خطیر رقم کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ حکومت کو روڈ، ہسپتال، اسکولز اور دیگر

[1] صحیح مسلم: کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب وضع الجوائح

[2] صحیح مسلم: کتاب الامارۃ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ر الفتن وفی کل حال وتحریم الخروج من الطاعۃ ومفارقۃ الجماعۃ ۔

[3] لقاء الباب المفتوح 12/65

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قومی ضروریات پوری کرنا ہوتی ہیں جسے وہ قومی خزانے سے پورا کرتے ہیں اس رو سے اول تو یہ ہے کہ اسے چاہئے کہ حتی الامکان غیر ضروری ڈیوٹیز لگانے سے گریز کرے اور غریبوں کو زیادہ سے زیادہ ریلیف دے اور اگر ناگزیر حالات میں ٹیکس لگانے کی نوبت آتی بھی ہے تو ان شرائط کو ملحوظ خاطر رکھیں جو سابقہ سطور میں بیان کی گئی ہیں۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ ان وجوہات پر بھی غور کیا جائے جن کی بنا پر اتنی زیادہ مقدار میں ٹیکس لگانے کی نوبت آتی ہے۔ ہماری نظر میں اس کی سب سے کلیدی وجہ غیر اسلامی معاشی سسٹم ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کی صورت میں ہے جس میں ہم جکڑے ہوئے ہیں۔ جب تک اس سسٹم کے چنگل سے ہم نہیں نکلتے اس وقت تک محض شاخیں تراشنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

یہاں یہ ملحوظ خاطر رہے کہ ٹیکس کے تعین کا مقصد و مدعا ارباب حکومت کی شاہ خرچیاں اور آنیاں جانیاں نہ ہوں بلکہ عوامی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ٹیکس لگائے جائیں۔

البتہ اس کے ساتھ ساتھ حکومت کو چاہئے کہ وہ ان شرعی محاصل کی جانب توجہ دے جو کہ شریعت نے نافذ کیے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

- زکاۃ بشمول تمام انواع واقسام
- غنیمت کا
- مدفون خزانے کا
- کان کنی سے نکلنے والے مال چاہے سونا ہو چاندی ہو، یا پھر لوہا ہو کا (جیسا کہ بعض فقہاء کے ہاں اس میں مقرر ہے)
- مالِ فئ
- خراج
- جزیہ
- اہل ذمہ سے لیا جانے والا عشور (یعنی ٹیکس)
- مالِ صلح
- مالِ مرتد، وزندیق اگر وہ مارے جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- لاوارث افراد کا مال مسلم ہو یا کافر۔
- غنیمت میں حاصل کردہ زمین
- بیت المال کی زمینوں کا غلہ، اور اس کا مال انویسٹ کرنے سے حاصل کردہ منافع۔
- ھبات، عطیات، وصیتیں، جو بیت المال کو دے جائیں۔
- سرکاری افسران وملازمین کو دیے گئے گفٹ۔
- لوگوں پر مصلحت کی بنیاد پر لگائے گئے چند معمولی نوعیت کے ضروری ٹیکس۔
- مالیاتی جرمانے، چالان وغیرہ وغیرہ۔

غرض ایسے بے تحاشا وسائل ہیں جن سے خزانے کی کمی پوری کی جاسکتی ہے محض ان پر توجہ کرنے اور اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔سب ملاحظہ کریں گے کہ چند دنوں میں ٹیکسوں کے بوجھ سے امت کو نجات مل جائے گی۔

اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طور پر سب سے مقبول اور سب سے زیادہ کامیاب تصور کئے جانے والے حل کو اشاریہ بندی (Indexation) کہتے ہیں یعنی اشاریہ بندی کے ذریعے افراطِ زر کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسئلے کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔

افراطِ زر کے نتائج اور اشاریہ بندی کی تکنیک کو سمجھنے کے لئے اس عام مثال پر غور کریں

زید نے بکر سے 10000 روپے 1990ء میں اس وعدہ پر قرض لئے کہ یہ رقم 1994ء میں واپس کردی جائے گی۔ 1994ء میں جب یہ رقم واپس کی گئی تو قوت خرید میں کمی کے باعث 10000 روپے کی رقم حقیقتاً 8000 روپے کے برابر آچکی تھی۔ بالفاظِ دیگر چار سال کے عرصے میں افراطِ زر نے جو صورت اختیار کی اس کی وجہ سے 10000 روپے رقم کی حقیقی قیمت میں کمی واقع ہوئی اور اس کے نتیجے میں بکر کو (قوتِ خرید میں کمی کے باعث) 2000 روپے کا خسارہ برداشت کرنا پڑا۔

معاشیات میں اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اشاریہ بندی کا طریقہ کار استعمال کیا جاتا ہے، یعنی ''معاشی تخمینہ لگا کر ایسا توازن بروئے کار لانا جس کی وجہ سے قوتِ خرید میں جو کمی ایک مقررہ مدت کے درمیان واقع ہوئی ہے اس کو دور کیا جائے'' یہ حل اشاریہ بندی کہلاتا ہے۔

مذکورہ بالا تکنیک اشاریہ بندی کی مکمل تعریف نہیں بلکہ اس کی تفہیم کے لئے ایک مثال ہے۔ اشاریہ بندی کی مخصوص تعریف کا ذکر آگے ہوگا جہاں اس کے لئے استعمال میں آنے والے طریقہ ہائے کار کی بھی وضاحت کی جائے گی۔

اشاریہ بندی (Indexation) کیا ہے؟

پال۔ اے سموئل سن (Paul A.Samuelson) کے مطابق

"{Indexation is} a mechanism by which wages, prices and contracts are partially or wholly adjusted to compensate for changes in the general price level".(1)

(1) پال اے سموئل سن، اکنامکس، 1992ء سنگاپور، ص 738

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اشاریہ بندی ایک ایسا طریقہ کار ہے جس کے ذریعے قیمتوں کی عام سطح میں تبدیلیوں کی تلافی کرنے کے لئے تنخواہوں، قیمتوں اور معاہدات میں جزوی یا کلی توازن پیدا کیا جاتا ہے''۔

جبکہ جے ایل ہانسن (J.L. Hansan) کے مطابق:

"A System of relating income especially from investment the retail price index in a time of inflation in order to offset the fall in the value of money". (1)

''ایک ایسا نظام جس میں بالخصوص سرمایہ کاری سے حاصل ہونیوالی آمدن کا افراطِ زر کے وقت قیمتوں کی پرچون سطح سے اس طرح تعلق قائم کرنا تاکہ روپے کی قدر میں کمی کا ازالہ کیا جاسکے''

مندرجہ بالا دونوں اور اسی نوعیت کی دیگر تعریفات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ افراطِ زر کی بنا پر تنخواہوں، قیمتوں اور معاہدات کو جو خطرات لاحق ہوتے رہتے ہیں ان سے پیدا شدہ نقصانات کو دور کرنے کے لئے جو طریقہ کار استعمال کیا جاتا ہے اسے اشاریہ بندی کہتے ہیں۔

کرنسی کی قوتِ خرید میں کمی کے علاج کے لئے ہر حل ''اشاریہ بندی'' نہیں کہلاتا: یہاں یہ امر خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ اشاریہ بندی کے لئے چند مخصوص طریقے استعمال کئے جاتے ہیں۔ افراطِ زر سے قوتِ خرید میں جو کمی واقع ہوتی ہے اس کے علاج کے لئے تجویز کردہ ہر طریقے کو اشاریہ بندی نہیں کہا جاسکتا۔ یہ وضاحت اس لئے بھی ضروری ہے کہ سپریم کورٹ میں حافظ عبدالرحمن مدنی کے بیان کے حوالے سے جو غلط فہمی انجینئر سلیم اللہ اور بعض دوسرے حضرات کو لاحق ہوئی ہے، وہ دراصل اس غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ افراطِ زر کا ہر ممکنہ حل اشاریہ بندی کی طرف جاتا ہے۔ اس بارے میں مضمون کے آخر میں چند گذارشات پیش کی جائیں گی، فی الوقت اس نکتہ کو مدِنظر رکھنا ضروری ہے۔

قرضوں کی اشاریہ بندی .... بنیادی مسئلہ

جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ اشاریہ بندی نے تنخواہوں، امانتوں اور قرضوں سمیت کئی معاملات کو

(1) جے ایل ہانسن، ڈکشنری آف اکنامکس اینڈ کامرس، پانچویں اشاعت، لندن ص255

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اپنے احاطہ میں لے رکھا ہے۔ جہاں تک تنخواہوں وغیرہ کا تعلق ہے، اس ضمن میں ہر سال افراطِ زر کا تخمینہ لگا کر تنخواہوں میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ اسلامی نظامِ پیداوار میں مزدور کی اجرت اور سرمائے کو برتنے کے پیمانے مختلف ہیں۔ یعنی مزدور کو مقررہ تنخواہ دی جاسکتی ہے اور اس میں حسب حال مخصوص اضافہ بھی کیا جاتا ہے جبکہ سرمائے کے لئے متعین، لازمی منافع طے کرنا جائز نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اشاریہ بندی کا مسئلہ تجارتی قرضوں کے حوالے سے زیادہ اہم ہے اور عام طور پر بنکوں کے حوالے سے جب افراطِ زر اور اشاریہ بندی کی بات ہوتی ہے تو اس سے قرضوں کی اشاریہ بندی ہی مراد ہوتی ہے، آئندہ سطور میں اشاریہ بندی کے جواز اور عدمِ جواز کے بارے میں بحث کا اصل محور ''قرضوں کی اشاریہ بندی'' ہی ہے۔

کاغذی کرنسی ...شرعی حیثیت

چونکہ دورِ حاضر میں افراطِ زر کا بڑا مسئلہ براہِ راست کاغذی کرنسی کا پیدا کردہ ہے، اس لئے ضروری ہے کہ کاغذی کرنسی کی اصل حیثیت کا تعین کر لیا جائے۔ جب سے اشاریہ بندی کا معاملہ سامنے آیا ہے، کاغذی کرنسی کی اصل حیثیت کی بحث بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہیں۔ اس ضمن میں متعدد ملکوں کی فقہ اکیڈمیوں نے اپنے اپنے طور پر سیمینار منعقد کروائے اور مسئلے کو سلجھانے کی کوشش کی۔ اس ضمن میں کسی تفصیل میں جائے بغیر سامنے آنے والی ان نمائندہ آراء کا خلاصہ درج ذیل ہے:

کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت کے بارے میں علمائے کرام میں مندرجہ ذیل آراء پائی جاتی ہیں۔ اس ضمن میں سب سے جامع بحث مکہ مکرمہ ہائیکورٹ کے جسٹس ڈاکٹر عبداللہ بن سلیمان المنیع نے عربی زبان میں کی ہے۔ تفصیل کے شائقین اصل کتاب کی طرف رجوع کریں [1] جس کا اردو ترجمہ بھی پاکستان میں کاغذی

[1] ڈاکٹر عبداللہ المنیع نے کرنسی کے بارے میں مستقل ثمن ہونے کا کوئی پانچواں نظریہ قائم نہیں کیا ہے بلکہ چوتھے نظریہ بدل/ قائم مقام کو ہی صحیح تر قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: صفحہ 61)۔ کیونکہ اگر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنسی کی تاریخ ارتقاء اور شرعی حیثیت کے نام سے فضلی سنز لمیٹڈ اردو بازار، کراچی نے شائع کیا ہے۔

کرنسی نوٹ بحیثیت دستاویز

اس نظریے کے مطابق کرنسی نوٹ جاری کنندہ کی طرف سے (ادھار کی) دستاویز ہے اور شرعی احکامات لگاتے وقت اس کے اس کردار کو مدِ نظر رکھا جائے گا۔

2 نظریہ عروض

بعض ماہرین نے یہ رائے پیش کی ہے کہ کرنسی نوٹ عروضِ تجارت میں سے ایک عرض ہے یعنی اس کی حیثیت سامان کی سی ہے۔ چنانچہ سامانِ تجارت کے شرعی احکام اس پر لاگو ہوں گے۔

کرنسی نوٹ کا معدنی سکوں سے الحاق

اس نظریہ کے حاملین کے مطابق کرنسی نوٹ اسلامی قرونِ وسطی کے فلوس سے مشابہت رکھتے ہیں اور

لے کرنسی کو کسی قیمتی شے (Commodity) کی نمائندگی سے نکال کر مستقل حیثیت دے دی جائے تو کرنسی خود مال متقوم (Commodity) بن جائے گی جو تیسرا نظریہ ہی ہے۔ البتہ تعبیر کا فرق صرف اتنا ہوگا کہ اگر کرنسی کی تجارت ہوگی تو وہ سامان تجارت (عروض) ہوگی اور اگر کرنسی ذریعہ تبادلہ (Exchange) ہوگی تو اسے ثمن ہی کہا جائے گا۔

(الف) کرنسی کو اگر مستقل حیثیت دے دی جائے تو اس پر زکوۃ کی بنیاد کا سوال پیدا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس کی زکوۃ کے لئے پھر سونا چاندی یا کسی جنس کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جس کا مطلب یہ ہوا کہ کرنسی انہی اشیاء کی نمائندہ ہے اور وہ اصل ہیں، گویا کرنسی کی کوئی مستقل حیثیت نہ ہوئی۔ شرعی اعتبار سے بھی قیاس، کسی اصل کی فرع ہونے کی بناء پر ہوتا ہے۔

(ب) فقہائے اسلام کے نزدیک کرنسی پر مشروط اضافہ اس وجہ سے بھی سود قرار پاتا ہے کہ کرنسی خود قیمتی شے (commodity) نہیں ہوتی اسی لئے باریک بین اقتصادی ماہرین نے اسے سرمایہ (Capital) تسلیم نہیں کیا جب تک کہ وہ مال متقوم میں تبدیل نہ ہو جائے چنانچہ اسلام نے کرنسی کو مال متقوم بنانے کی تدبیر بتادی ہے جو مضاربت ومشارکت کی شکل ہے چنانچہ اس صورت میں اس پر نفع کی نسبت طے کی جاتی ہے۔ ایسی ہی صورت تجارتی یا صنعتی حصص (Shares) کی خرید وفروخت میں بھی ہوتی ہے جو مال متقوم ہونے کی بنا پر ہی جائز معاملہ ہے اور مرابحہ کی ایک شکل ہے۔ (بقیہ اگلے صفحے پر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فلوس کی قیمتوں میں تغیر وتبدل کے حوالے سے فقہاء کرام کی آراء کرنسی نوٹوں پر بھی لاگو تصور کی جائیں گی۔

نظریہ بدل

اس مؤقف کے حامی ماہرین کے مطابق کرنسی نوٹ اپنے اصل کا عوض یا بدل ہیں اور ان کا اصل سونا، چاندی یا کوئی قیمتی شے (Commodity) ہے۔ یعنی کرنسی اصل کی نمائندہ ہے۔

ثمن حقیقی

اس نظریے کے مطابق سابق تمام نظریات کے برعکس کرنسی نوٹوں کی ثمنیت کسی خارجی شے پر موقوف نہیں بلکہ اب یہ مستقل ثمن حقیقی کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اور ان پر شرعی احکامات بھی اسی لحاظ سے وارد ہوں گے۔

لـــه (ج) کرنسی کو کسی (commodity) سے کاٹ کر بے بنیاد (مستقل) کر دینا جن سپر قوتوں کا کام ہے، سپریم حیثیت کی بنا پر ان کا وہ اقدام دنیا میں تسلیم تو کر لیا گیا ہے لیکن درحقیقت وہ ایک غلطی (Default) ہی ہے کیونکہ شریعت، وقوعہ اور حقیقت میں فرق کرتی ہے۔ مثلاً زنا، قتل اور ڈکیتی وقوعہ تو ہوتے ہیں لیکن حق نہیں ہو سکتے بلکہ باطل حرکتیں ہیں۔ اسی طرح بے بنیاد کرنسی ایک باطل اقدام ہے۔

(د) کرنسی کی ظاہری قدر وقیمت اقتدار کی پشت پناہی کی وجہ سے ہوتی ہے یا دوسرے لفظوں میں کسی قوت کی ضمانت کی بنیاد پر۔ اقتدار کوئی مستقل شے نہیں ہوتی بلکہ بدلتی چھاؤں ہے۔ اسی طرح ضمانت ایک ذمہ داری تو ہے لیکن ضمانت کوئی قیمتی شے نہیں گویا کرنسی صرف ایک زر اعتبار ہے، حقیقی مال متقوم نہیں ہے۔

(ھ) مختلف کرنسیوں کو الگ الگ ثمن قرار دینا بھی درست امر نہیں ہے کیونکہ بین الاقوامی سطح پر ان کا تبادلہ کسی قیمت (Value) کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے مثلاً اگر ڈالر کی کھلی مارکیٹ میں قیمت تبادلہ 60 روپے ہو تو اسے بے حساب یعنی سو یا پانچ سو روپے پاکستانی کے بدلے خرید وفروخت کرنا درست نہیں ہوگا۔ اسی بنا پر ترقی پذیر ملکوں کی کرنسی کی Devaluation ہو جائے تو قرضوں کی ادائیگی کے وقت قرض کی مقدار میں بے محابا اضافہ نہیں ہو سکتا، اس کے بھی ضوابط واصول ہوتے ہیں۔ اس معاملہ میں اصل اہمیت Open Market کی ہوتی ہے Bank Transaction کی نہیں کہ اس میں مالیاتی اداروں کے اپنے مفادات شامل ہوتے ہیں۔ (محدث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنسی نوٹوں کے بارے میں یہ نمائندہ آراء عبداللہ بن سلمان المنیع نے پیش کی ہیں اور ہر رائے کا تنقیدی جائزہ بھی لیا ہے۔ مندرجہ بالا آراء میں سے کسی ایک کو بھی اختیار کرنے کے جو نتائج وعواقب یا شرعی اشکال وارد ہو سکتے ہیں، انہوں نے ان پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ نیز صاحبِ کتاب نے مؤخر الذکر رائے کو علمی غور وخوض کے بعد قبول کر لیا ہے۔ اس ضمن میں اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ، اسلامی ترقیاتی بینک، بین الاقوامی ادارہ برائے اسلامی اقتصادیات اسلام آباد اور اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے منعقد کردہ سیمینارز اور قراردادیں خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ ①

پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت نے سود کے خلاف جو فیصلہ دیا تھا اس میں اس پہلو پر بھی بحث کی گئی تھی کہ فقہاء نے قیمتوں میں ردوبدل کے حوالے سے لین دین کی جو شروط پیش کی ہیں، آیا ان سے اشاریہ بندی کے جواز کا کوئی پہلو برآمد ہوتا ہے کہ نہیں؟ چنانچہ علامہ ابن عابدین، ابنِ قدامہ اور فتاوی عالمگیری کے متعدد حوالہ جات سے اس تاثر کو زائل کیا گیا تھا کہ فقہاء کرام کی بعض تحریریں اشاریہ بندی کا جواز لئے ہوئے ہیں۔ ② یہ تفصیل کا موقع نہیں، اس پہلو کو پیشِ نظر رکھنے کے لئے صرف اشارہ مقصود تھا۔

قرضوں کی اشاریہ بندی کی شرعی حیثیت

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اشاریہ بندی کا اصل تعلق کاغذی کرنسی کی فقہی حیثیت کے تعین کے ساتھ ہے، چنانچہ اس سلسلے میں علماء اور ماہرین معیشت کو دو واضح گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

اول: اس گروہ میں وہ علماء اور دانشور شامل ہیں جو اشاریہ بندی کے قائل ہیں، ان میں رفیق مصری، سلطان ابو علی، ایم اے منان، ضیاء الدین احمد، سلیم چشتی، عمر زبیر، گل محمد، مولانا محمد طاسین اور دیگر کئی علماء شامل ہیں۔ ③

---

① مجموعہ سفارشات سیمینار بابت اشاریہ بندی اور اسلامی معیشت پر اس کے اثرات، اپریل 1987ء

② محمود الرحمن فیصل بنام سیکرٹری منسٹری آف لاء، پی ایل ڈی 1992ء، ص 152 سے آگے

③ محمد طاہر منصوری، فکر ونظر، ج 33 شمارہ 25، اکتوبر/دسمبر 1995ء، ص 67،68، استادِ محترم منصوری صاحب نے تفصیلی حوالہ جات نقل کئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوم: اس گروہ میں وہ علماء/ دانشور شامل ہیں جو اشاریہ بندی کے مخالف ہیں اور متعدد وجوہ کی بنا پر اسے ناجائز بتلاتے ہیں ان میں محمد عمر چھابرا، حامد اللہ کاف، محمد نجات اللہ صدیقی، محمد حسن الزمان، مولانا تقی محمد عثمانی، علی احمد سالوس اور دیگر کئی علماء اور ماہرین معیشت شامل ہیں۔ (1) اسی نقطہ نظر کو مختلف ممالک کی اسلامی فقہ اکیڈمیوں نے بھی اختیار کیا ہے۔ (2) اسلامی معیشت کے عام ماہرین اور اساتذہ کی رائے میں یہی راجح ہے۔ذیل میں ہم ہر دو فریقین کے دلائل کا مختصراً جائزہ لیں گے۔

مجوزین کے دلائل

قرضوں کی اشاریہ بندی کے حامی مندرجہ ذیل دلائل سے استفادہ کرتے ہیں :

کاغذی کرنسی کی شرعی حیثیت کے بارے میں مجوزین کا نقطہء نظر: وہ تمام حضرات جو کاغذی کرنسی کو ثمن حقیقی قرار نہیں دیتے بلکہ دیگر آراء میں سے کسی رائے کے حامی ہیں، وہ کسی حد تک اشاریہ بندی کے حامی ہوسکتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ سب ہی اشاریہ بندی کے حامی ہوں مگر عام طور پر یہ اشاریہ بندی کے حامی اور قائلین انہی آراء کے حامل نظر آتے ہیں۔کیونکہ جب یہ موقف اختیار کیا جاتا ہے کہ کاغذی کرنسی ثمن حقیقی کی حیثیت اختیار کرگئی ہے تو اشاریہ بندی کا دروازہ خود بخود بند ہوجاتا ہے، اس ضمن میں وضاحت پہلے گذر چکی ہے۔

❶ چنانچہ قائلین اشاریہ بندی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب کاغذی کرنسی کی ثمنیت کسی اور چیز پر موقوف ہے تو افراطِ زر کے نتیجے میں وہ دوسری شے بنیاد بن سکتی ہے اور اس کو بنیاد بنا کر قوتِ خرید میں جو کمی واقع ہوئی ہے، اس کے نقصان کی تلافی ممکن ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو یہ رائے درست نہیں، کیونکہ کاغذی کرنسی کے ضمن میں راجح رائے یہی ہے کہ وہ

---

(1) محولہ بالا

(2) مثال کے طور پر دیکھیے: مجموعہ سفارشات سیمینار برائے اشاریہ بندی 1998ء، اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کی قرار دادیں (1994ء/1995ء) اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کی رپورٹ 1980ء، اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے مذکورہ موضوع پر خصوصی سیمینار کی روداد۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثمن حقیقی ہے۔ اس راجح رائے کو قبول کرنے سے یہ سارا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔ بنابریں اگر اس راجح رائے کو نہ لیا جائے بلکہ کسی دوسری رائے مثلاً نظریہ بدل کو قبول کیا جائے (جیسا کہ مولانا مدنی نے اپنے بیان میں کہا ہے) تو بھی اشاریہ بندی ایک لازمی حل کے طور پر سامنے نہیں آتی، بلکہ کسی دوسرے قابلِ قبول اور منصفانہ حل کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔اس لئے کہ بقول مولانا مدنی اشاریہ بندی استحصالی ہتھکنڈوں میں سے ایک ہے اور اس ضمن میں جو طریقہ کار استعمال کیا جاتا ہے وہ نہ صرف غیر معقول بلکہ بہت حد تک ظالمانہ ہے۔

2 اشاریہ بندی کے قائلین کے دیگر جملہ دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی اَحکامات عدل وانصاف کے بارے میں واضح ہیں۔افراطِ زر سے ناانصافی جنم لیتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ظلم کا عنصر نمایاں ہوتا چلا جاتا ہے، چنانچہ ''لاضرر ولاضرار'' کے قاعدے کے تحت اِشاریہ بندی کو قبول کیا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ یہ واضح ہے کہ افراطِ زر سے ناانصافی اور ظلم کا باب کھلتا ہے، مگر کیا یہ ضروری ہے کہ ایک ظلم کو ختم کرنے کے لئے دوسرا ظلم شروع کر دیا جائے۔ اشاریہ بندی کا نظام بذاتِ خود اس حد تک ظالمانہ اور غیر منصفانہ ہے کہ اس کو کسی مثبت حل کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔''لاضرر ولاضرار'' کا قاعدہ بھی یہاں لاگو نہیں ہوتا کیونکہ افراطِ زر سے اگر دائن (قرض دینے والے) کو ضرر لاحق ہوتا ہے تو اشاریہ بندی سے یہ ضرر مدین (قرضدار) کی طرف منتقل ہونے کا خطرہ ہے۔

قائلین اشاریہ بندی کے جملہ دلائل کا خلاصہ یہی ہے اور عام فہم شخص بھی یہ محسوس کرسکتا ہے کہ افراطِ زر سے جو مسائل پیدا ہوتے ہیں ان کی نشاندہی کی حد تک تو یہ نقطہ ٔنظر بالکل درست ہے۔مگر جہاں تک علاج کا تعلق ہے وہاں سے ایک دوسری غلطی کا آغاز ہوجاتا ہے۔

مانعین کے دلائل

اشاریہ بندی کے مخالفین کے دلائل کو نوعیت کے اعتبار سے دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

اول: اشاریہ بندی کے تکنیکی اور اقتصادی نقصانات

ڈاکٹر حسن الزمان نے اشاریہ بندی کی مخالفت میں وفاقی شرعی عدالت میں جو بیان دیا تھا، اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مندرجہ ذیل عقلی دلائل شامل تھے۔[1]

1. کرنسی کی قیمت ایک اضافی اصطلاح ہے، اس سے کرنسی کی اصل یا اندرونی خصوصیات کا اظہار نہیں ہوتا اور نہ ہی کرنسی کی قیمت کا دارومدار ہمیشہ اس کی ذاتی خصوصیات پر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کئی مرتبہ یہ قیمت طلب ورسد کے نظام میں کسی تبدیلی کی بنیاد پر کم یا زیادہ ہوتی ہے۔ اس صورت میں اشاریہ بندی سے اس کا علاج .... جس کا براہِ راست تعلق کرنسی سے ہے........... کسی طور پر درست نہیں، کیونکہ اس صورت میں خرابی کے ذمہ دار عناصر خارجی ہیں۔

اور پھر یہ بھی کہ کرنسی کے نظام میں خرابی یا افراطِ زر کے ذمہ دار عناصر کا ٹھیک طور پر تعین ممکن نہیں۔ اس لئے آنکھیں بند کرکے اشاریہ بندی کو بطورِ حل استعمال کرنا........... جبکہ اس کے استعمال کا محل ہی نہیں........... کسی طور پر مناسب نہیں۔

2. اشاریہ بندی کے پس منظر میں یہ مقصد کارفرما ہے کہ قوتِ خرید میں کمی کے باعث دائن کو جو نقصان مستقبل میں لاحق ہوگا اس کی تلافی کی جائے۔ یہ مستقبل قرض کی ادائیگی کے وقت سے نہیں بلکہ فوری طور پر شروع ہوجاتا ہے۔ اشاریہ بندی کے لئے مستقبل میں قوتِ خرید میں ہونے والی کمی کو مدنظر رکھا جاتا ہے حالانکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ کرنسی کی متوقع قوتِ خرید کو بھی یقینی بنایا جائے۔ یہ ایک ایسی شرط ہے کہ اس پر عمل تقریباً ناممکن ہے اور اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہ دعویٰ کہ اشاریہ بندی میں عدل وانصاف مضمر ہے خود ہی باطل ہوجاتا ہے۔

3. اشاریہ بندی کے لئے جو طریقہ کار عام طور پر متداول ہے وہ بھی ظالمانہ اور غیر منصفانہ ہے۔ اس کے لئے صارف کی ٹوکری کا (Consumer's Basket) طریقہ کار استعمال کیا جاتا ہے، صارف کی اس ٹوکری میں کئی ایسی اشیاء شامل ہیں جن کا عام صارف سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس طرح اشاریہ بندی کا نظام کئی لوگوں کے لئے غیر منصفانہ حمایت کا باعث بھی بن جاتا ہے۔

---

[1] پی ایل ڈی 1994ء، ص 130 نیز حسن الزماں، اشاریہ بندی، ایک اسلامی نقطہ نظر، جریدہ برائے اسلامی معیشت، ج 2، شمارہ 2، ص 49۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

4 بچتوں کے حوالے سے اشاریہ بندی کا طریقہ اور زیادہ مضحکہ خیز تصور پیش کرتا ہے۔ تمام بچت کنندگان کی بچتوں (Consumer's Basket) کے حوالے سے برتا جاتا ہے اور اس طرح بزعم خویش نقصان کی تلافی کی جاتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کتنے بچت کنندگان ایسے ہیں جو (Consumer's Basket) خریدنے کے لئے بچت کرتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ کوئی بھی نہیں! ایک ایسا شخص جو سونا خریدنے کے لئے بچت کر رہا ہے، اس کی بچت کردہ رقم کی قوتِ خرید میں ہونے والی کمی کو پورا کرنے کے لئے (Consumer's Basket) کو معیار بنانا مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسے شخص کے لئے تو منصفانہ قدم یہ ہے کہ (Consumer's Basket) کے بجائے سونے کو معیار بنایا جائے۔ علی ہذا القیاس ہر بچت کنندہ کے اپنے مقاصد ہیں۔ ہر بچت کے پس منظر میں کارفرما مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاریہ بنانا یقیناً ناممکن ہے۔ سو اشاریہ بندی کا یہ نظام فائدہ مند نہیں۔

5 اس پر مستزاد یہ کہ قرض دینے کا عمل افراطِ زر کا باعث نہیں بنتا بلکہ عام طور پر بچتوں کا عمل افراطِ زر کے پس منظر میں کارفرما ہوتا ہے۔ چنانچہ قرض دار سے اشاریہ بندی کی بنا پر زائد رقم لینا بذات خود ایک غیر منصفانہ قدم ہے۔

6 قیمتوں میں تغیر و تبدل ایک لازمی امر ہے۔ خاص کر ایک ایسے معاشرے میں جہاں معاشی تبدیلیاں زیادہ کارفرما ہوں وہاں قیمتوں میں یکسانیت اور وہ بھی ایک طویل مدت کے لئے ناممکن ہے۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں ترقی کے ساتھ ساتھ قیمتوں میں تغیر و تبدل لازمی امر بن جائے وہاں اشاریہ بندی ناقابل عمل بن جاتی ہے۔

7 اشاریہ بندی کے حامی معیشت کی ایسی تصویر پیش کرتے ہیں کہ جہاں افراطِ زر کے عمل کو ہمیشگی اور دوام حاصل رہے۔ جب کہ عقل کا تقاضہ ہے کہ تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے رکھا جائے یعنی تفریطِ زر کے دوران اشاریہ بندی کا کردار کیا ہوگا؟ اس پر تا حال خاموشی ہے۔

8 افراطِ زر کے باعث نقدی کی جملہ خصوصیات متاثر ہوتی ہیں مگر اشاریہ بندی ان میں سے صرف چند ایک کا علاج کرتی ہے اور باقی کو اسی طرح چھوڑ جاتی ہے مثلاً (Store of value) کا علاج تو اشاریہ بندی سے ممکن ہے مگر (Measure of value) کا مسئلہ جوں کا توں برقرار رہتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

9 جیسا کہ زیادہ تر بلاسودی قرضے غیر پیداواری ہوتے ہیں چنانچہ نقصان کی تلافی کے لئے مدین (دَین دار) سے رجوع کرنا غیر منصفانہ ہوگا۔

10 اگر افراطِ زر کی شرح، منافع کی شرح سے زائد ہوجائے گی تو بینک اور دوسرے مالیاتی ادارے قرضوں کے کھاتے قبول کرنے سے احتراز کریں گے۔ نیز ایکویٹی Equity کی بنیاد پر رقوم کی فراہمی میں بھی تعطل پیدا ہوجائے گا۔

11 اشاریہ بندی کے عمل کو اگر عام کردیا گیا تو معاشرے میں ایک ہی کرنسی کی مختلف قیمتیں رائج ہوجائیں گی۔ یعنی کاروباری مقصد کے لئے مختلف قیمت، اشاریہ بندی کے لئے مختلف قیمت، افراطِ زر کے دوران ایک نئی قیمت، غرض یہ کہ بنیادی یونٹ ہونے کے ناطے کرنسی کی جو اہمیت ہے وہ ختم ہوکر رہ جائے گی۔

یہ تو اشاریہ بندی کے وہ نقصانات تھے جو اقتصادی اور عقلی نقطہ ءنظر سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ شرعی نقطہ ءنظر سے سب سے اہم اعتراض اس حوالے سے یہ ہے کہ اشاریہ بندی کا عمل سود سے مماثلت رکھتا ہے۔ یعنی اس میں ربا الفضل کا عنصر پایا جاتا ہے۔

دوم: اشاریہ بندی اور ربا الفضل

اشاریہ بندی پر سب سے زیادہ سنگین اعتراض شرعی نقطہ ءنظر سے یہ ہے کہ اس میں ربا الفضل کا پہلو پایا جاتا ہے۔ اس بنا پر علماء کرام کی اکثریت نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر طاہر منصوری اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"کیونکہ یہ شریعت کا غیر متنازع فیہ اصول ہے کہ قابلِ مبادلہ شے اس کی مثل کی صورت میں واپسی کی جائیگی، یہ مثلیت جنس کے ساتھ ساتھ وزن و مقدار میں برابری کی شکل میں ہوگی۔ کاغذی نوٹ بھی، جو تمام علماء کرام کے متفقہ فیصلہ کی رو سے درہم و دینار کے مشابہ ہیں، اس اصول کے تابع ہوں گے اور ان کا مبادلہ چاہے صرف کی صورت میں ہو یا قرض کی صورت میں، مقدار میں برابری کی بنیاد پر ہوگا، مقدار کی اس مثلیت سے ذرا بھی انحراف ربا الفضل کے زمرے میں آئے گا" (1)

---

(1) محمد طاہر منصوری، فکرونظر، ج33، شمارہ2، اکتوبر/دسمبر 1995ء، ص68۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرزِ استدلال بالکل واضح اور صحیح ہے۔ کیونکہ حدیث عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ اس باب میں اصل ہے اور اگر اشاریہ بندی پر اس کا انطباق کیا جائے تو نتیجہ ربا الفضل کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا۔ ربا الفضل اور اشاریہ بندی کے باہمی رشتے کے بارے میں محققین نے سیرِ حاصل بحثیں کی ہیں جن کا احاطہ یہاں ممکن نہیں ۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات اصل مباحث کو دیکھ سکتے ہیں ۔ اشاریہ بندی میں ربا الفضل سے مشابہت کا جو پہلو ہے اس کے پیشِ نظر اسلامی نظریاتی کونسل (1) اور وفاقی شرعی عدالت نے بھی قرضوں کی اشاریہ بندی کو خلافِ شرع قرار دیا ہے۔ نیز یہ سلسلہ اب کسی حد تک اجماعی شکل اختیار کرتا چلا جارہا ہے۔اسلامی ترقیاتی بینک جدہ اور انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف اکنامکس اسلام آباد کے زیر اہتمام اشاریہ بندی کے موضوع پر منعقد سیمینار ۱۹۸۷ء نے قرار دیا تھا کہ:

''ربا اور قرض کی احادیث میں مذکورہ یکسانیت اور مساوات سے وزن، پیمائش اور مقدار کی مساوات مراد ہیں، مالیت کی برابری مراد نہیں۔ یہ بات متعلقہ احادیث سے بھی ظاہر ہے جن میں اموالِ ربویہ کے لین دین میں ان کی قدر کو مدنظر رکھا جاتا۔ اس نکتہ پر امت کا اجماع ہے (2) اور اس پر اسی طرح عمل ہوتا چلا جارہا ہے۔'' (3)

چنانچہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ربا الفضل کے پہلو کی بنا پر اشاریہ بندی ناجائز ہے۔

---

(1) اسلامی نظریاتی کونسل نے، افراطِ زر کی وجہ سے جو اقتصادی مشکلات پیدا ہوتی ہیں، ان کا ایک حل مزدور کی تنخواہ کم از کم ایک تولہ سونا کے برابر کرنے کی سفارش کی ہے، اسی طرح عام لین دین میں بھی کرنسی کے اتار چڑھاؤ کا علاج اسے سونے سے وابستہ کردینا تجویز کیا ہے۔ ملاحظہ ہو انگریزی رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل 54 مطبوعہ 1996 (محدث)

(2) مجمع فقہ اسلامی جدہ کے جس اجتماع کی قرارداد کی بنیاد پر اشاریہ بندی کے خلاف اجماع کی بات کی جارہی ہے۔ اس اجتماع کے بارے میں اس حد تک تو بات درست ہے کہ اس اجتماع میں اشاریہ بندی کے حل کو مسترد کردیا گیا تھا تاہم اس اجتماع کی قرارداد صرف اکثریتی تھی اتفاقی نہیں تھی کیونکہ اسی اجتماع کے شرکاء میں سے ہی ڈاکٹر سلیمان الاشقر، ڈاکٹر عجیل نشمی وغیرہ اس قرارداد کے حق میں نہ تھے، لہٰذا قرارداد کو اکثریتی کہنا ہی زیادہ مناسب ہے، اجماع کا دعویٰ کرنا درست نہیں۔ ملاحظہ ہو مجلہ الفقہ الاسلامی.......... (محدث)

(3) مجموعہ سفارشات سیمینار بابت اشاریہ بندی، اور اسلامی معیشت پر اس کے اثرات، اپریل 1987ء۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوم: غرر اور جہالت

شرعی نقطہ ٔنگاہ سے اشاریہ بندی پر دوسرا اہم اعتراض یہ ہے کہ اس میں غرر اور جہالت کا عنصر نمایاں ہے اور معلوم ہے کہ ایسے تمام عقود باطل ہیں جن میں غرر اور جہالت کا عنصر موجود ہو۔ اشاریہ بندی میں ایک عوض کو مستقبل کے حوالے سے مجہول چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس بنا پر غرر اور جہالت لازم آتے ہیں۔

ممکنہ حل

اشاریہ بندی سے قطع نظر ماہرین نے افراطِ زر کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل طریقے وضع کرنے کی کوشش کی ہے۔

فہیم خان کا پیش کردہ حل

افراطِ زر کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے فہیم خان نے گولڈ اکاؤنٹ کا نظریہ متعارف کرایا ہے۔ [1]
اس سلسلے میں وہ بینکوں میں رقوم جمع کروانے اور بینکوں سے قرض لینے کے عمل میں تفریق کرتے ہیں۔ جہاں تک رقوم جمع کروانے کا تعلق ہے اس سلسلے میں فہیم خان کہتے ہیں کہ جب بینک رقم لے، اس وقت سونے کی مروجہ قیمت کے مطابق اسے تبدیل کر لے اور مودِع (Creditor) جب اپنی رقم نکلوائے تو اس سونے کی قیمت کے حساب سے رقم نکلوائے، مثلاً زید نے 1990ء میں بینک میں اتنی رقم جمع کروائی کہ اس سے 100 گرام سونا خریدا جا سکتا تھا۔ اب 1995ء میں زید جب یہ رقم نکلوانا چاہتا ہے تو اسے اتنی رقم واپس کی جائیگی کہ اس سے 100 گرام سونا خریدا جا سکے، قطع نظر اس حقیقت سے کہ ظاہری طور پر یہ رقم جمع شدہ رقم سے زیادہ ہے یا کم۔
جہاں تک بینکوں سے قرض لینے کا تعلق ہے، اس ضمن میں فہیم خان قرضوں کو دو گروپوں میں تقسیم کرتے ہیں، یعنی:

---

[1] محمد فہیم خان، قرضوں کی اشاریہ بندی، اسلامی نقطہ ٔنظر سے چند نظری مباحث (انگریزی) پیش کردہ برائے سیمینار بابت اشاریہ بندی (1987ء) ص 25۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

● تجارتی قرضے ● گھریلو قرضے

تجارتی قرضوں کے ضمن میں وہ یہ حل پیش کرتے ہیں کہ اس سارے نظام کو شراکت کی بنیاد پر حل کیا جائے۔البتہ گھریلو قرضوں کے لئے بینکوں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ ایسے قرضے قرضِ حسنہ کی صورت میں جاری کئے جائیں اور اگر بینک اس کے لئے آمادہ نہ ہوں تو اس ضمن میں گولڈ اکاؤنٹ والا طریقہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

جائزہ: فہیم خان کی یہ تجویز اپنی نوعیت کے اعتبار سے کوئی نئی تجویز نہیں۔اشاریہ بندی کے وسیع تر مفہوم کے قائلین اسے بھی اشاریہ بندی قرار دیتے ہیں۔البتہ اشاریہ بندی کو چند مخصوص طریقہ کار تک محدود سمجھنے والے اسے اشاریہ بندی سے ہٹ کر ایک علیحدہ تصور قرار دیتے ہیں،اول الذکر صورت میں اس پر وہ تمام اعتراضات وارد ہوتے ہیں جو اشاریہ بندی پر ہوتے ہیں۔

مگر مؤخر الذکر نظریے کو اپنایا جائے تو اس ضمن میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ مودِع (Creditor) بینک میں نقد رقم جمع کراتا ہے اور واپسی کے وقت وہ سونے کو معیار بنا کر واپسی لیتا ہے۔یہاں گفتگو ایک مرتبہ پھر کاغذی کرنسی کی شرعی حیثیت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔راجح رائے کے مطابق کاغذی کرنسی بذاتِ خود ثمن حقیقی ہے۔چنانچہ اس کی قیمت کا تعین سونے یا کسی دوسری شے کے حوالے سے کرنا کسی طور پر درست نہیں۔

❷ شیخ محمود احمد کا پیش کردہ حل ①

شیخ محمود احمد نے اس ضمن میں متبادل قرض کی رائے پیش کی کہ اگر ایک شخص بینک سے ۱۰ ہزار روپے کی رقم قرض کے طور پر لیتا ہے تو بینک کو اس کے جواب میں ایک ہزار روپے قرض دے۔مدین Debtor (جو خود دائن Creditor بھی ہے)اور بینک (جو خود Debtor بھی ہے)دونوں مقررہ مدت تک اپنی اپنی رقوم سے کاروبار کریں اور پھر ایک دوسرے کو اصل زر واپس کردیں۔اس دوران جو منافع کمائیں وہ دونوں کی ملکیت ہوگا۔اس بارے میں شیخ محمود احمد نے ایک خاکہ اسلامی نظریاتی کونسل کو

① محمود احمد شیخ،سود کی متبادل اساس،ادارہ ثقافتِ اسلامی،لاہور،1991ء،ص83

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی پیش کیا تھا جو (سود سے مشابہت کی بنا پر) مشکوک قرار دے کر مسترد کر دیا گیا تھا۔

اِسی حل کی بنیادی سکیم ہی متعدد شرعی اصولوں سے متصادم ہے حدیث نبوی ﷺ میں قرض کی رقم سے منفعت اٹھانے کی جو ممانعت آئی ہے وہ اور قاعدہ کلیہ بمعنی ''کل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا'' کے تحت اس پر جو اعتراضات لازم آتے ہیں وہ بہت واضح ہیں اور شیخ محمود احمد ان کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکے۔

3 اسلامی نظریاتی کونسل کا پیش کردہ حل

اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی مجموعی سفارشات میں برائے اسلامی نظامِ معیشت میں قرار دیا کہ:

''لہٰذا اگر ڈالر کو معیار قرار دینے میں کوئی عملی سہولت ہے تو اس کا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ جن صنعت کاروں کو بیرونی مشینری درآمد کرنے لے لئے قرض دیا جا رہا ہے، انہیں پاکستانی روپے کی بجائے ڈالر میں قرض دے... بلکہ اگر ڈالر میں قرض دینے کے بعد انہی سے اس وقت کی شرح سے پاکستانی روپے کے عوض میں وہ ڈالر خرید لئے جائیں تب بھی ادائیگی ڈالر کے حساب ہی سے واجب ہوگی'' ①

الفاظ پر غور فرمائیں۔ حیلہ ساز ذہنوں کی حیلہ سازی یہاں بھی بالکل واضح ہے اور یہ حل کسی بھی تبصرے سے مبرا ہے۔ کاغذی نوٹ کو ثمن حقیقی تسلیم کرتے ہوئے بھی ڈالر کو معیار مان لینا غلط نہیں۔ لیکن اگر یہی حل سونے کے حوالے سے پیش کیا جائے تو اشاریہ بندی کے حامی ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے۔ شیخ محمود احمد نے بجا لکھا تھا کہ:

> ''شرعی حیلے تو کئے جاتے ہیں، پہلے بھی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں اور (اسلامی نظریاتی کونسل کی) رپورٹ میں بھی متعدد نئے حیلے بیان کر دیئے گئے ہیں، ان کی مدد سے تو اسلامی نظام قائم نہیں ہوسکتا..........'' ②

اس کے علاوہ بھی افراطِ زر کے مسئلے سے نپٹنے کے لئے کئی حل پیش کئے گئے ہیں۔ مثلاً منور اقبال کا فکسڈ

---

① پی ایل ڈی، 1992ء ص 131۔

② محمود احمد شیخ، سود کی متبادل اَساس، لاہور 1991ء، ص 27۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ویلیو یونٹس (Fixed Value Units) پر مشتمل مجوزہ حل جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے فہیم خان کے گولڈا کاؤنٹس سے مختلف نہیں۔ ① نیز اس مضمون میں ان تمام تفصیلات کا احاطہ مقصود نہیں۔

سپریم کورٹ میں حافظ عبدالرحمن مدنی صاحب کا بیان اور اس سے پیدا شدہ غلط فہمی

سپریم کورٹ (شریعت اپلیٹ بنچ) میں حافظ عبدالرحمن مدنی صاحب نے بطور معاون جو بیان دیا تھا، اس کے متعلق بعض اخبارات کے رپوٹروں نے بے احتیاطی کی بنا پر غلط سلط رپورٹنگ کی جس کی بنا پر بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ حافظ صاحب چونکہ افراطِ زر کی واقعاتی صورت تسلیم کر رہے ہیں، اس لئے ان کا موقف اشاریہ بندی (indexation) کی حمایت میں ہے۔ جہاں تک اس تاثر کا تعلق ہے اسی کی تردید ''محدث'' (اگست 99ء) میں واضح طور پر کردی گئی۔ علاوہ ازیں مدنی صاحب کے داخل کردہ تحریری بیان کا مطالعہ بھی اسی سلسلے کی صورتِ حال کو واضح کرتا ہے۔ میں یہاں صرف یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اخبارات کے رپوٹرز کی غلط فہمی سے قطع نظر کہ ان کا مبلغ علم معروف ہے، بعض اہلِ علم کو جو غلط فہمی ہوئی ہے، اس کا حقیقی سبب کیا ہے؟

اس حوالے سے سب سے اہم بات یہ ہے کہ حافظ عبدالرحمن مدنی صاحب نے کاغذی کرنسی کی شرعی حیثیت کے ضمن میں جو موقف اختیار کیا ہے کہ کاغذی کرنسی ثمن حقیقی نہیں بلکہ کاغذی کرنسی کی (Commodity) کا قائم مقام/ بدل ہے اور یہ واضح ہے کہ یہ رائے اس رائے سے مختلف ہے جو مولانا گوہر الرحمن، انجینئر سلیم اللہ یا دیگر حضرات نے اختیار کی ہے یا جسے راقم الحروف نے گزشتہ سطور میں راجح رائے قرار دیا ہے۔ بہر کیف حافظ صاحب نے مقام/ بدل مقام کے موقف کو راجح تر قرار دے کر گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ اب ہمارے ہاں ماحول یہ بن گیا ہے کہ ان تمام حضرات کو جو کاغذی کرنسی کو ثمنِ حقیقی قرار نہیں دیتے بلکہ دیگر آراء میں سے کسی رائے کے حامل ہیں، انہیں اشاریہ بندی کا حامی سمجھ لیا جاتا ہے۔

اس بات کو اگر دوسرے زاویہ سے لیا جائے تو صورتحال یوں بنتی ہے کہ کاغذی کرنسی کو ثمنِ حقیقی قرار دینے والے حضرات...... کم از کم پاکستان کی حد تک...... افراطِ زر کے مسئلے کو بطورِ مسئلہ حل کرنے میں کوئی

---

① منور اقبال، مقالہ پیش کردہ برائے سیمینار بابت اشاریہ بندی اور اسلامی معیشت (1987ء) ص 32۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلچسپی نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو کاغذی کرنسی کے ساتھ ناگزیر ہے اور اس کا ہر ممکنہ حل اشاریہ بندی کی طرف لے جاتا ہے۔ چنانچہ اس غلط فہمی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی فکر نے حافظ صاحب کو بھی اشاریہ بندی کا حامی قرار دیا ہے۔ حالانکہ کاغذی کرنسی کو ثمنِ حقیقی تسلیم نہ کرنے اور اشاریہ بندی کے درمیان کوئی لازمی تعلق نہیں کہ ایک کا انکار دوسرے کے اقرار کو لازم کردے۔

یہاں اسی حقیقت کا اظہار بھی مقصود ہے کہ اشاریہ بندی کے غلط مفہوم کی وجہ سے یہ لازمی تعلق قائم کرنے والا ذہن پیدا ہوا ہے۔ افراطِ زر کرنسی کو لاحق ہونے والی بیماری ہے اور اس کا ہر علاج اشاریہ بندی کے زمرے میں نہیں آتا۔ اگر ایسا ہوتا تو کم از کم فہیم خان اور منور اقبال جیسے ماہرین معیشت یہ غلطی نہ کرتے کہ دونوں حضرات نے اشاریہ بندی کے عمل کو مسترد کر کے جو متبادل حل پیش کئے ہیں وہ اگر کلی طور پر نہیں تو اصولی طور پر ضرور مدنی صاحب کے پیش کردہ حل سے مماثلت رکھتے ہیں۔ یہ حضرات خوب سمجھتے ہیں کہ اشاریہ بندی کا دائرہ کار کہاں تک وسیع ہے اور اس کی حدود کہاں ختم ہوجاتی ہے۔

اس ساری بحث کا مقصد یہ نہیں کہ حافظ عبدالرحمن مدنی صاحب نے جو موقف اختیار کیا ہے اس کی صحت کو ثابت کیا جائے۔ حافظ صاحب کے موقف سے اختلاف ممکن ہے مگر ان کے موقف کی صحیح روح کو سمجھنے کے بعد ہی یہ اختلاف فائدہ مند ہے بصورتِ دیگر خلطِ مبحث ہوجائے گا۔

خلاصہ

اس ساری بحث کو سمیٹا جائے تو مندرجہ ذیل امور ہمارے سامنے آتے ہیں۔

1۔ افراطِ زر کا مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اس کا قباحتوں سے پاک شرعی حل تلاش کرنا ہوگا۔

2۔ اس مسئلے سے نپٹنے کے لئے اب تک جو طریقے سامنے آئے ہیں وہ ناقابلِ عمل ہیں، کیونکہ:

(الف) وہ حضرات جو کاغذی کرنسی کو ثمنِ حقیقی قرار دیتے ہیں، ان کی طرف سے تو اس مسئلے کا کوئی حل پیش ہی نہیں کیا گیا۔

(ب) وہ حضرات جو نظریہ بدل کے قائل ہیں اس کا حل تھیوری سے آگے نہیں بڑھ سکا ہے اور موجودہ نظام میں اس کا آگے بڑھنا ممکن دکھائی نہیں دیتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ج) باقی رہ گیا اشاریہ بندی کے ذریعہ اس کا حل، اس میں جو مفاسد ہیں وہ بالکل واضح ہیں۔

چنانچہ تمام تر سنگینی کے باوجود یہ مسئلہ بدستور اپنی جگہ قائم ہے۔ راقم کی ناقص رائے یہ ہے کہ اسلامائزیشن کے عمل (خواہ معیشت کے حوالے سے ہو یا سیاست کے حوالے سے) کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے جب تک ہم بحیثیتِ امہ مثبت قدم نہیں اٹھاتے، مسائل کا حل ممکن نہیں۔ اس وقت ہمارا طریقہ کار پیوندکاری (Grafting) کا رجحان لئے ہوئے ہے۔ سرمایہ دارانہ معیشت کے شجر خبیثہ میں کیسی ہی پاک اور مبارک قلم کی پیوندکاری کیوں نہ کی جائے، مثبت نتائج کی توقع رکھنا عبث ہے۔ کیونکہ اس نظام کا بنیادی استعارہ............ استحصال ہے اور رہے گا!!

(بشکریہ ماہنامہ "محدث")

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے بھی افسوسناک امر یہ ہے کہ ہم حل وہاں سے تلاش کرتے ہیں جہاں سے مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ اور جہاں سے حل ملنا ہے اس سے پہلوتہی اختیار کرتے ہیں۔

حل کہاں سے ملے گا؟

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝﴾ [النساء:59]

اگر کسی چیز پر اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

ہم بحیثیت ایک مسلمان کے یہ بات دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ شریعتِ اسلامیہ نے ہر مسئلے کا حل تجویز کیا ہے۔ ضرورت صرف اسے اپنانے کی ہے۔

قرض نادھندگی کے مسائل کے لئے بھی اسلام نے بہت بہترین حل پیش کیے ہیں اور حفاظتی تدابیر بتائی ہیں۔

قرض کے اسباب:

لوگوں کے قرض لینے کی چند بڑی وجوہات درج ذیل ہیں:

- تجارتی قرضے
- جرمانے اور مالیاتی سزاؤں کی ادائیگی کیلئے لئے جانے والے قرضے
- بنیادی انسانی ضروریات پورا کرنے کیلئے قرضے
- پرتعیش زندگی گذارنے کیلئے قرضے

لوگ قرضے واپس کیوں نہیں کرتے؟

وہ اسباب جن کی وجہ سے قرض خواہ کا پیسہ پھنس جاتا ہے۔ ادائیگی میں دشواریاں پیش آتی ہیں اسلام نے ان اسباب پر نظر رکھنے اور ہر سبب سے ایک مخصوص طریقے سے نپٹنے کے طریقے بتلائے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرض کی عدم ادائیگی کے اسباب

① دیوالیہ ہوجانا۔تنگ دستی:

وہ شخص جس کی قرض ادا نہ کرسکنے کی وجہ دیوالیہ ہوجانا یا کسی بھی قدرتی آفت یا بے اختیار سبب کے باعث تنگ دست ہوجانا جس کے بعد اس کیلئے قرض ادا کرنا ممکن نہیں ہوتا کیونکہ اس کے پاس ادائیگی کے لئے رقم ہی نہیں ہوتی۔

② مقروض کی بدنیتی کے باعث جان بوجھ کر ٹال مٹول سے کام لینا:

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مطل الغني ظلم "۔[1] ترجمہ:"مالدار کا ادائیگی قرض میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے"۔

③ مقروض کی موت:

اگر کسی انسان کی موت واقع ہوجائے تو اس کا اپنے مال سے تعلق ختم ہوجاتا ہے اور وہ اس کے ورثہ کے قبضے میں چلا جاتا ہے اور ان پر واجب ہے کے مال کی تقسیم سے پہلے اس (میت) کے تمام واجبات ادا کردیں۔

لیکن اگر میت نے کوئی مال نہ چھوڑا ہو تو ان پر اس (میت) کے واجبات ادا کرنا لازم نہیں ہیں جس کے سبب قرض کی ادائیگی پھنس جاتی ہے۔

④ مقروض کا قرض سے مکر جانا:

اگر کوئی قرض لے کر مکر جائے کہ میں نے تو کوئی قرض نہیں لیا تو یہ بھی ایک بڑا سبب ہے جس سے قرض کی واپسی میں مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں۔

⑤ روپے کی قدر گر جانا یا روپے کی مندی یا کرنسی کالعدم کردیا جانا:

اگر کسی ملک کی کرنسی ماند پڑ جائے یا اس کی قدر میں کمی واقع ہوجائے تو اس سے بھی قرض کی واپسی میں دشواری ہوجاتی ہے۔کہ آیا اب قرض کی ادائیگی کس صورت میں کی جائے؟

---

[1] صحیح البخاري: کتاب الإستقراض، باب مطل الغني ظلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ قرض کی ادائیگی کو کیسے محفوظ بنایا جاسکتا ہے؟

شریعت کی جانب سے ادائیگی قرض کو یقینی بنانے کیلئے اختیار کئے جانے والے وسائل:

اسلام نے قرض کی واپسی کو محفوظ اور ممکن بنانے کے لئے چند ایسے رہنما ضابطے متعین کئے ہیں جن سے نہ صرف دیا گیا قرض محفوظ ہوجاتا ہے بلکہ اس کی واپسی بھی بہت آسان ہوجاتی ہے۔ یہ وسائل قرض دینے سے پہلے اختیار کرنے ضروری ہیں۔

مقروض کے قرض لینے سے مکر جانے کا حل

جو لوگ قرض لیکر مکر جاتے ہیں شریعت نے اس حوالے سے چند رہنما ضابطے متعین کئے ہیں جن کے اختیار کرنے سے مقروض کبھی بھی مکر نہیں سکتا۔

① قرض کے معاہدہ کو تحریر کیا جائے

قرض کے معاہدہ کو تحریر کرنا مشروع عمل ہے جس کا اللہ تعالی نے حکم بھی دیا ہے

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ} [البقرة:282]

اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت کے لیے ادھار کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

قرض کے معاہدہ کو لکھنے میں بہت سی حکمتیں اور فوائد پنہاں ہیں:

❁ مال محفوظ ہوجاتا ہے اب کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ میں نے قرض نہیں لیا۔

❁ تنازعات اور اختلافات ختم ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ بعض دفعہ مکرنے والا پورے قرض سے نہیں مکرتا بلکہ فریقین میں اختلاف ہوجاتا ہے کہ کتنی رقم دی گئی تھی۔ اور اس کی واپسی کا کیا طریقہ کار طے تھا۔ جس سے فریقین میں ناختم ہونے والے جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں۔ اگر قرض کا معاہدہ لکھا ہوگا تو ظاہر ہے اس میں قرض کی رقم، اس کی مدت، ادائیگی کا طریقہ کار، اور وقت ضرور تحریر ہوگا جس سے نزاع ختم ہوجائے گا۔

❁ فاسد و باطل معاملہ سے بچاؤ ممکن ہوجائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

✿ شکوک شبہات سے بچا جا سکتا ہے۔

کیا تھوڑے قرضے کو بھی لکھا جائے؟

ہمارے معاشرے میں ایک بہت بڑی خرابی در آئی ہے کہ لوگ کم قرض کو لکھتے ہی نہیں کہتے ہیں کہ بھائی چند سو ہی تو ہیں لکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ یا پھر اس وجہ سے بھی نہیں لکھتے کہ جس کو قرض دے رہے ہیں وہ بڑا نیک یا قریبی رشتہ دار ہے دینے والے کو اس پر اندھا اعتماد ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہی اعتماد بعد میں بداعتمادی میں بدل جاتا ہے۔سیکڑوں لوگ اس وجہ سے رو رہے ہیں کہ انہوں نے کسی شخص کو محض اعتماد کی بنا پر قرض دیا اور کوئی لکھت پڑھت نہیں کی۔مگر اگر شرعی اصولوں کو دیکھا جائے تو قرض کے لکھنے کے جو احکامات ہیں یہ سب سے پہلے صحابہ کرام پر نازل ہوئے اور قرآن کریم کے سب سے پہلے مخاطب وہی تھے۔اور یہ لکھنے کا حکم سب سے پہلے انہی صحابہ کو دیا گیا تھا۔تو کیا کوئی شخص صحابہ کے اعتماد اور امانت میں شک کر سکتا ہے؟ (حاشا وکلا) لیکن اس کے باوجود بھی لکھنے کا کہا گیا کیونکہ شیطان ابن آدم کے وجود میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ہم نے جب شرعی اصول کو چھوڑ کر اعتمادوں کی فضا میں بسیرا کیا تو وہاں سے ہمارے اعتمادوں کو ٹھیس پہنچنے لگی۔اور نتیجہ یہ نکلا کہ خاندان بچھڑ گئے ، رشتہ داریاں ختم ہوگئیں ، دوستیاں دشمنیوں میں بدل گئیں ،جس کا سبب یہی اندھا اعتماد تھا۔

اور یہ ضروری نہیں کہ لکھی صرف بڑی رقم جائے بلکہ قرآن مجید نے تو حکم دیا کہ:

{وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا} [البقرة:282]

’’اور قرض کو جس کی مدت مقرر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو لکھنے میں کاہلی نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت انصاف والی ہے اور گواہی کو بھی درست رکھنے والی ہے شک وشبہ سے بھی زیادہ بچانے والی ہے‘‘۔

② قرض کے لین دین میں گواہ بنانا

شواہد اور گواہ بنانا بھی مستحب عمل ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

{وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى} [البقرة:282]

ترجمہ: اور اپنے میں سے دو مرد گواہ رکھ لو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہوں میں پسند کر لو تا کہ ایک کی بھول چوک کو دوسری یاد دلا دے۔

گواہ بنانے کی حکمت جیسا کہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے کہا: ''اس لئے کہ یہ جھگڑے کے امکان کو دور کرتا ہے اور انکار سے بھی بچاتا ہے''۔

قرضوں کو دیوالیہ اور تنگ دستی کے مسائل سے محفوظ کرنے کا شرعی طریقہ

① رھن (گروی) رکھی جائے

اگر کسی قرض دینے والے کو خدشہ ہو کہ فلاں کو قرض دے رہا ہوں اس کا دیوالیہ ہو گیا تو میں کیا کروں گا؟۔ اس کے لئے شریعت نے حل بتایا کہ قرض دیتے وقت اس شخص سے کوئی چیز گروی رکھوا لو۔

رھن سے بھی قرض دینے والے کو اطمینان ہوتا ہے کہ اگر اس کا مال واپس نہ ملا تو اس کا نقصان اس گروی سے پورا ہو جائے گا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے

{وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ} [البقرة:283]

ترجمہ: اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو رہن قبضہ میں رکھ لیا کرو۔

اور حدیث میں آتا ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ایک مدت مقرر کر کے اناج خریدا اور لوہے کی ایک زرہ اس کے پاس گروی رکھی''۔ ①

② ضمانت (کفالت) لینا

گروی کے علاوہ ضمانت اور کفالت کا طریقہ بھی قرض کو محفوظ بناتا ہے۔ لہذا قرض دینے والا قرض دیتے وقت کسی کی ضمانت سے قرض دے۔

---

① صحيح البخاري: كتاب الرهن، باب الرهن في الحضر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالی نے ضمانت کو بھی مشروع قرار دیا ہے فرمان باری تعالی ہے کہ:

{وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ} [یوسف:72]

جواب دیا کہ شاہی پیمانہ گم ہے جو اسے لے آئے اسے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ ملے گا۔اس وعدے کا میں ضامن ہوں۔

ضمانت میں یہ حکمت ہے کہ قرض دینے والے کے لئے امید ہے کہ اسے اس کا دیا ہوا مال واپس مل جائے گا۔

مقروض کی بدنیتی اور ٹال مٹول سے قرضوں کو کیسے محفوظ کیا جاسکتا ہے؟

اس حوالے سے پہلی اقسام میں ذکر کردہ ضابطوں کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔قرض کو لکھا جائے، اس پر گواہ بنائے جائیں اور ممکن ہو تو گروی اور ضمانت بھی لی جائے تاکہ ٹال مٹول کی صورت میں نقصان کی تلافی کی جاسکے، نیز اس کے علاوہ بھی شریعت نے چند سزائیں متعین فرمائی ہیں جن سے نقصان بآسانی پورا کیا جاسکتا ہے۔

ٹال مٹول کرنے والے مقروض سے قرض کی واپسی کیلئے کئے جانے والے قانونی اقدامات

① اسے فاسق قرار دیا جانا اور گواہی مسترد کرنا

② عزت ووقار کو مجروح کرنا

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:"مال دار کا ٹال مٹول کرنا اس کی عزت اور سزا کو حلال کر دیتا ہے"۔

اہل علم نے عزت کے حلال ہونے میں جو توجیہات بیان فرمائی ہیں وہ یہ ہیں:

اس سے سخت زبان استعمال کی جائے۔لوگوں میں اس کے بارے میں بطور شکوہ ذکر کیا جانا کہ یہ شخص پیسہ لیکر استطاعت کے باوجود واپس نہیں کر رہا۔اس کے ساتھ سخت کلامی کی جائے۔اس کی ملامت اور مذمت کی جائے اور لوگوں میں اس کے ظلم کو بطور شکایت ذکر کیا جائے۔

نیز عصر حاضر میں ایسے نادہندہ افراد کے ناموں کو بلیک لسٹ اور پبلک کیا جانا چاہئے اور تمام اداروں کو جو قرض کے معاملات کرتے ہیں مطلع کیا جائے۔اور ممکن ہو سکے تو اخبارات میں بھی ایسے افراد کی نشاندہی کی جاسکتی ہے جو ہٹ دھرمی اور ناانصافی کی وجہ سے استطاعت ہوتے ہوئے بھی ادائیگی نہیں کر رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

③ قید میں ڈالنا اور سزا دینا

امام بیہقی نے امام سفیان سے نقل کیا ہے کہ دولت مند شخص کا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا اس کی سزا حلال کر دیتا ہے اور سفیان نے فرمایا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قید میں بند کر دیا جائے۔[1]

امام عبداللہ بن مبارک، امام علی الطنافسی، حافظ ابن حجر، امام شعبی، قاضی شریح رحمہم اللہ ودیگر نے بھی اس کی یہی سزا تجویز کی ہے۔

④ سفر پر پابندی لگادی جائے

اگر مقروض کے سفر کے باعث قرض خواہ کی حق تلفی کا اندیشہ ہو تو قرض خواہ اس کو سفر سے رکوانے کا حق رکھتا ہے۔

⑤ رہن رکھی ہوئی چیز کو فروخت کر دیا جائے

⑥ حاکم وقت ٹال مٹول کرنے والے مقروض کے مال سے جبراً وصولی کر سکتا ہے۔

⑦ حاکم وقت قرض کی ادائیگی کیلئے مقروض کی پراپرٹی فروخت کر سکتا ہے۔

⑧ اگر مقروض کے پاس ایسی پراپرٹی ہے جسے فروخت نہیں کیا جاسکتا تو حاکم وقت اسے کرائے پر دے کر اس کرایہ سے قرض خواہ کو ادائیگی کر سکتا ہے۔

⑨ اگر قرضہ خرید وفروخت کی شکل میں ہے کہ مقروض نے قرض خواہ سے کوئی چیز ادھار خریدی اور اب ادائیگی نہیں کر رہا تو قرض خواہ معاہدہ منسوخ کر کے اپنی چیز واپس لے سکتا ہے۔

⑩ اگر قرض نہ ادا کرنے کی وجہ سے معاملہ کورٹ میں چلا گیا تو بعض فقہاء نے یہ قرار دیا ہے کہ وہ تمام خرچہ جو کیس پر قرض خواہ کی جانب سے ہوگا (وکالت، ودیگر اخراجات) یہ سب مقروض شخص کو ادائیگی کا پابند کیا جائے گا۔

⑪ ٹال مٹول کرنے والے کو اگر کوئی چیز قسطوں میں بیچی گئی ہے تو اس سے یہ شرط لگانا جائز ہے کہ اگر ٹال

---

[1] فتح الباري: ج 5، ص 62

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مٹول کیا تو تمام قسطیں یک مشت ادا کرنی پڑیں گی۔

⑫ ٹال مٹول کرنے والے نادہندہ افراد کو کوئی ادارہ قرض فراہم نہ کرے۔

تنگ دستی کی وجہ سے جو ادائیگی نہ کرسکے اس کا کیا حل کیا جائے؟

اگر کوئی شخص مفلس ہو گیا ہے۔ اور وہ چاہتے ہوئے بھی ادائیگی نہیں کر پا رہا تو شریعت ہمیں تعلیم دیتی ہے کہ:

❶ اس کے ساتھ نرمی کی جائے اور اسے کچھ مہلت دے دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ} [البقرۃ:280]

ترجمہ: ''اور اگر مقروض تنگ دست ہے تو اسے اس کی آسودہ حالی تک مہلت دینا چاہیے''۔

❷ نیکی اور خیر خواہی کے جذبہ کے تحت تمام قرض یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دینا چاہیے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

{وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ} [البقرۃ:280]

ترجمہ ''اور اگر (رأس المال بھی) چھوڑ ہی دو تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ اگر تم یہ بات سمجھ سکو''۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''ایک تاجر لوگوں کو قرض دیتا تھا جب کسی کو تنگ دست پاتا تو اپنے نوجوانوں سے کہتا کہ اس کو معاف کر دو شاید کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی معاف کر دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی معاف کر دیا''۔ ①

لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مقروض کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے بلکہ اس کی مشکل کا حل بھی تلاش کرنا چاہیے تا کہ وہ بھی معاشرے کے استحکام میں کوئی کردار ادا کر سکے، اور اس کے ضعف کا سبب نہ بنے۔

تنگ دست مقروض کی مشکلات کا حل

① تنگ دست کی امداد کی جائے

مقروض اور محتاج کو غارمین کے حصہ کی زکوۃ میں سے بھی امداد کی جا سکتی ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

{إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ}

---

① صحیح البخاري: کتاب القراض

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ”صدقات تو دراصل فقیروں مسکینوں اوران کارندوں کے لئے ہیں جوان (کی وصولی) پر مقرر ہیں۔ نیز تالیف قلب غلام آزاد کرانے قرضداروں کے قرض اتارنے کے لئے“۔[التوبة:60]

② بیع یا معاہدہ کو ختم کیا جائے اور دی ہوئی چیز واپس لے لی جائے

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”جس شخص نے اپنا مال کسی آدمی کے پاس بعینہ پالیا، جو مفلس ہوگیا، تو وہ اس مال کا زیادہ مستحق ہے“۔ ①

③ قاضی یا حاکم مقروض مفلس کو جبرا کمانے کا حکم دے

جیسا کہ اللہ تعالی کا حکم ہے: {وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ} [الجمعة:10]

اور فرمان رسول ﷺ ہے: ”تم میں سے کوئی شخص رسی لے اور لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر اٹھا کر اس کو بیچے اور اللہ تعالی اس کی عزت کو محفوظ رکھے، تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے اور وہ اسے دیں یا نہ دیں“۔ ②

④ اپنے مال کے استعمال سے روک دیا جائے

جس شخص کے ذمہ واجب الادا قرضہ ہو اسلامی عدالت خود ہی یا قرض خواہوں کے مطالبے پر مقروض کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دیتی ہے۔

جسے فقہ اسلامی میں (الحجر) کہا جاتا ہے۔

امام حاکم اور امام دارقطنی نے سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ: ”بلا شبہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنے مال میں تصرف سے روک دیا تھا اور ان کے ذمے قرض کی (ادائیگی) کے لیے اس کو فروخت کر دیا تھا“ ③۔

---

① صحيح البخاري: باب في الإستقراض وأداء الديون، باب إذا وجد ماله عند مفلس

② صحيح البخاري: كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده

③ مستدرك علي الصحيحين: كتاب البيوع۔ امام حاکم نے اس کو صحیحین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قرضوں کے مسائل حل کرنے اور ان کی وصولی ممکن بنانے کیلئے چند اہم سفارشات

1. صرف بنیادی ضروریات یا تجارت کیلئے قرض دیا جائے۔ پر تعیش اشیاء کی خریداری کیلئے قرضے نہ دئے جائیں۔
2. قرض دینے سے پہلے قرض لینے والے شخص کی مالی پوزیشن کا جائزہ لے لینا چاہئے کہ یہ ادا کر بھی پائے گا یا نہیں۔
3. قرضوں کی واپسی کیلئے قرآن وسنت کی روشنی میں قانون سازی کی جائے۔
4. ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے بیت المال کے نظام کو فعال کیا جائے تاکہ ضرورت مندوں کی ضرورتیں وہاں سے پوری کی جائیں اور انہیں قرض لینے کی نوبت ہی نہ آئے۔
5. قرض لینے والے قرضہ انتہائی مجبوری کی حالت میں لیں۔ اس لئے کہ نبی ﷺ ہر نماز میں قرض سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز میں دعا کیا کرتے تھے اور کہتے تھے: "اللهم إني أعوذ بك من المأثم والمغرم"۔ اے اللہ! یقیناً میں گناہ اور قرض سے آپ کی پناہ طلب کرتا ہوں"۔
6. قرض دینے سے پہلے تمام شرعی اور قانونی ضابطے پورے کر لئے جائیں۔ جن میں قرض کے معاہدہ کا لکھنا، قرض پر گواہ بنانا، بطور گروی کوئی چیز رکھنا، ضامن متعین کرنا، اور مقروض کی مالی پوزیشن کو مدنظر رکھتے ہوئے قرضہ دیا جانا چاہئے۔
7. جان بوجھ کر ٹال مٹول کرنے والے قرض نادہندگان کو بلیک لسٹ کیا جانا چاہئے اور کوئی ادارہ بعدازاں انہیں قرض فراہم نہ کرے۔
8. عوام میں شعور وآگہی کیلئے قرض سے متعلق خوف وڈر کی شرعی آیات واحادیث کی تعلیم دی جانی چاہئے۔ کہ جس میں مقروض کی نماز جنازہ نہ پڑھانا، موت کے بعد انسان کی مغفرت کا ادائیگی قرض تک روک لیا جانا، وغیرہ شامل ہیں۔
9. مالیاتی ادارے اور بینک جو ہاؤس فائنانسنگ اور لیزنگ پر گاڑیاں دینے کیلئے قرضے دیتے ہیں انہیں کم بلکہ ختم کیا جانا چاہئے اور صرف بغیر چھت کے رہنے والوں کو بقدر ضرورت قرض دیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑩ مقروض کو بطور قرض لی ہوئی رقم سے زیادہ کی ادائیگی کا پابند نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ سود ہے اور سود کی حرمت قطعی اور اٹل ہے۔ محض نام بدلنے سے حقائق نہیں بدل جاتے۔

؎ خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے ترا حسن کرشمہ ساز کرے

موجودہ مالیاتی ادارے اور بینک مقروض پر تعزیری طور پر نقد جرمانہ لگاتے ہیں جسے وہ فقراء و مساکین میں تقسیم کرنے کا کہتے ہیں۔ اور خود نہیں لیتے کہتے ہیں خود لے لیا تو یہ سود بن جائے گا۔ انہیں علم ہونا چاہئے کہ جہاں سود لینا حرام وہاں دینا بھی حرام ہے اور کسی فرد کو سود دینے کا پابند نہیں کیا جا سکتا۔

⑪ اسلامی شریعت نے قرض کی واپسی کے لیے جو متعدد اخلاقی اور قانونی اقدامات کئے ہیں ان پر عمل درآمد کیا جانا چاہئے جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

① عدم ادائیگی اور تاخیر کا ظلم ہونا ② ٹال مٹول کرنے والے مقروض کا فاسق قرار پانا اور اس کی گواہی مسترد ہونا ③ عزت کا مباح ہونا ④ قید میں ڈالنا ⑤ سفر پر پابندی عائد کرنا ⑥ اپنے مال کے استعمال سے محرومی ⑦ رہن شدہ چیز کی فروختگی ⑧ قرض خواہ کا مفلس کے ہاں اپنے موجود مال کا زیادہ حق دار ہونا ⑨ مقروض میت کی وصیت پر عمل قرض کی ادائیگی کے بعد ہونا ⑩ تقسیم وراثت کا ادائیگی قرض کے بعد ہونا ⑪ ضامن کا تقرر ⑫ حوالہ دینے کی بنا پر ذمہ داری قبول کرنے والے کا ادائیگی کا پابند ہونا۔

⑫ بینک یا مالیاتی ادارے نے اگر قسطوں پر چیز بیچی ہے تو وہ معاہدہ میں یہ شرط طے کر سکتے ہیں کہ اگر بلاوجہ مقروض نے قسطیں ادا نہ کیں، یا ٹال مٹول کیا تو اسے تمام اقساط یک مشت ادا کرنی پڑیں گیں۔

⑬ قرض لینے والا اگر حقیقت میں مفلس اور تنگ دست ہو گیا ہو تو اسے مہلت دینی چاہئے۔ ہو سکے تو اسے کچھ یا تمام قرض معاف کر دینا چاہئے۔

⑭ عوام الناس کی بالعموم اور قرض لینے والے کے رشتہ داروں کی بالخصوص یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مقروض کی اعانت کریں اور یہ اعانت زکوٰۃ و صدقات میں سے بھی ہو سکتی ہے۔ اس کی قرض ادائیگی میں مدد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریں۔

15 نادار شخص کے قرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں اسلامی ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ایسے افراد کی مدد کرے اور ان کا قرضہ اپنے ذمہ لے۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہا اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بلا شبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کسی ایسی میت کو لایا جاتا، جس پر قرض ہوتا، تو آپ ﷺ فرماتے: ''کیا اس نے اپنے قرض ادا کرنے کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟'' پھر اگر آپ ﷺ کو بتلایا جاتا، کہ اتنا مال چھوڑا ہے، کہ اس سے قرض ادا ہو سکتا ہے، تو آپ ﷺ اس کی نماز (جنازہ) پڑھاتے، وگرنہ مسلمانوں سے فرماتے: ''اپنے ساتھی کی نماز (جنازہ) پڑھ لو''۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں ایمان والوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہوں۔ اس لیے (اب) جو بھی اہل ایمان میں سے وفات پا جائے اور اس کے ذمہ قرض ہو، تو اس کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے۔ اور جو کوئی مال چھوڑے، تو وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے''۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے عراق میں عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو لکھا کہ ''تم دیکھو، کہ ہر وہ شخص جس نے بیوقوفی کے کاموں یا اسراف سے خرچ کرنے کے لیے قرض نہ لیا ہو، اس کی طرف سے قرض ادا کردو۔''

16 بیت المال سے مقروض کی اعانت کیلئے تین شرائط کا ملحوظ رکھا جانا ضروری ہے۔

1 قرض لینے کا معقول اور جائز سبب کا ہونا۔

2 ادائیگی قرض کے لیے مقروض کی تاحدِ استطاعت کوشش۔

3 بیت المال میں مال کی موجودگی۔

یہ قرض نادہندگی کے چند اہم مسائل ان کا حل اور نظام قرض کی بہتری کیلئے چند اہم سفارشات تھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نظام معیشت کو شرعی خطوط پر استوار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ انہ ولی التوفیق

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البیان

بیمہ پالیسی

انشورنس اور تکافل میزانِ شریعت میں

عثمان صفدر

تمام تعریفات اللہ رب العالمین کے لئے ہیں جس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا، ہمیں بیشمار نعمتوں سے نوازا، پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کو پیدا کر کے تنہا نہیں چھوڑا، بلکہ ان کے رزق کی ضمانت لی، ان کے لئے رزق کو پہلے سے لکھ دیا، حصول رزق کے اسباب مہیا کئے، اور پوری کائنات کو انسانوں کی خدمت کے لئے مسخر کر دیا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ} [ابراھیم:32،34]

ترجمہ: ''اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے مینہ برسایا۔ پھر اس سے تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے۔ اور کشتیوں (اور جہازوں) کو تمہارے زیر فرمان کیا تاکہ دریا (اور سمندر) میں اسکے حکم سے چلیں۔ اور نہروں کو بھی تمہارے زیر فرمان کیا۔ اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام میں لگا دیا کہ دونوں (دن رات) ایک دستور پر چل رہے ہیں۔ اور رات اور دن کو بھی تمہاری خاطر کام میں لگا دیا۔ اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تم کو عنایت کیا۔ اور اگر اللہ کے احسان گننے لگو تو شمار نہ کر سکو۔ (مگر لوگ نعمتوں کا شکر نہیں کرتے) کچھ شک نہیں کہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

اور اللہ تعالی کی حکمت کا یہ تقاضہ تھا کہ انسان مختلف آزمائشوں، مصائب، خطرات اور پریشانیوں میں مبتلا ہو، اسی لئے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

{وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ} [البقرۃ:155]

ترجمہ: ''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو''۔

اسی لئے شریعت اسلامی میں اللہ تعالی نے بچاؤ کے اسباب بیان فرمائے ہیں، تحفظ اور امن وامان کے راستے ذکر کئے ہیں، کلام الٰہی کی تلاوت کرنے والا جانتا ہے کہ کس طرح رب العالمین نے انسانوں کی امن وامان اور عدل وانصاف کی طرف رہنمائی فرمائی ہے، اور اسی طرح رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جان ومال کے تحفظ اور معاشرہ میں امن وامان قائم کرنے کے اسباب ووسائل بیان فرمائے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جان ومال کا تحفظ ان پانچ بنیادی ضروریات میں سے ہے جس کے تحفظ کے لئے شریعت اسلامی کا نزول ہوا ہے۔ اور امن وامان ایسی نعمت ہے جسے اللہ تعالی نے قریش مکہ پر کی جانے والی بڑی نعمتوں میں سے ایک قرار دیا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

{أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ﴾ [العنکبوت:67]

ترجمہ: ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو مقام امن بنایا ہے اور لوگ اس کے گرد ونواح سے اچک لئے جاتے ہیں کیا یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں''۔

اسی طرح فرمایا:

﴿لِإِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ إِيْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِيْٓ أَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝﴾ [قریش 1 تا 4]

ترجمہ: ''قریش کے مانوس کرنے کے سبب۔ یعنی ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔ لوگوں کو چاہئے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں۔ جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا''۔

یقیناً امن وامان اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ خوش حال تھا بدن کے لحاظ سے تندرست تھا اور اس کے پاس اس دن کے لئے روزی موجود تھی تو گویا کہ اس کے لئے دنیا سمیٹ دی گئی''۔ [1]

شریعت اسلامی میں امن وامان کو شرک سے پاک ایمان اور عمل صالح کے ساتھ مشروط قرار دیا گیا ہے، یعنی ایمان اور عمل صالح ہی معاشرہ میں امن وامان اور جان ومال کے تحفظ کی ضمانت (insurance) ہیں نہ کہ غیر اسلامی اقتصادی ومعاشرتی پالیسیاں۔ اللہ تعالی کا قرآن مجید میں واضح فرمان ہے:

﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝﴾ [الانعام:82]

ترجمہ: ''جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا ان کے لئے امن (اور جمعیت خاطر) ہے۔ اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ

---

[1] سنن الترمذی: کتاب الزھد، باب في التوکل علی اللہ، ح 2268، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○} [النور:55]

ترجمہ: ''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا وہ میری عبادت کریں گے (اور) میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں''۔

عہد نبوت سے لے کر تقریباً نو سو سال تک عالمی تجارت پر اسلامی اصول تجارت کا رنگ غالب رہا، اور چونکہ اسلامی معیشت کے قواعد وضوابط خالق کائنات کے مقرر کردہ تھے اس لئے وہ حقیقت پر مبنی معیشت تھی جس میں حیلہ بہانے نہیں تھے، جس کی بنیادوں میں اخلاق اور ایک دوسرے سے تعاون کا جذبہ تھا نہ کہ لوٹ کھسوٹ اور زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی حرص، اسی لئے اس دور میں مصنوعی کساد بازاری، بیروزگاری کا شائبہ تک نہ تھا، مال چند ہاتھوں کی زینت نہیں تھا، غریب اور مالدار میں زیادہ حد بندی نہیں تھی، جان ومال کے تحفظ کی ضمانت نہیں دینی پڑتی تھی۔ لیکن مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات سے دوری اور مغربیت پرستی نے عالمی تجارت سے اسلامی روح کو ختم کردیا اور پوری عالمی تجارت چند صیہونیت زدہ ذہنوں کے ہاتھوں یرغمال ہوگئی جنہوں نے پوری دنیا میں سود اور دھوکہ بازی کا بازار گرم کرکے امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر بنانے کی پوری کوشش کی اور سود کی صورت میں حاصل ہونے والے بے پناہ منافع کو اپنے اسلام مخالف مذموم مقاصد میں استعمال کیا۔ اسی وجہ سے تجارتی میدان میں ایسے مسائل پیدا ہونا شروع ہوئے جن کا ذکر قدیم فقہاء کی کتابوں میں نہیں ملتا ہے، انہی مسائل میں سے ایک مسئلہ ''انشورنس'' یعنی بیمہ پالیسی کا بھی ہے۔

انشورنس کے معاملہ میں بنیادی تصور یہ کارفرما ہے کہ ایک شخص کسی معاشرہ میں رہ کر تجارت کرنا چاہے، کوئی کام کرنا چاہے لیکن اسے اپنی جان ومال کے تحفظ کے حوالہ سے خطرات لاحق ہوں یا تجارت میں خسارہ کا اندیشہ ہو تو کوئی دوسرا شخص آکر اسے جان ومال کے تحفظ، اور تجارت میں خسارہ نہ ہونے کی ضمانت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دے، اور کسی قسم کے نقصان کی صورت میں ایک مخصوص رقم ادا کرے، اور اس ضمانت دینے کے بدلہ معاوضہ طلب کرے۔

جیسا کہ ذکر ہوا کہ انشورنس جدید مسائل میں سے ہے اس لئے متقدمین کی کتابوں میں اس مسئلہ کا حکم مذکور نہیں، غالباً سب سے پہلے جس عالمِ دین نے اسے اس کی ابتدائی شکل میں تحریر کیا ہے وہ علامہ ابن عابدین ہیں جنھوں نے اپنی کتاب ''حاشیہ ردالمختار'' میں ایک مسئلہ ذکر کیا جو کہ انشورنس سے مطابقت رکھتا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے دور میں تاجر ایک معاہدہ کرتے تھے جسے ''سوکرہ'' کہا جاتا تھا، وہ یہ ہے کہ جب مسلمان تاجر دیارِ کفر سے دیارِ اسلام کی طرف واپس ہوتے تو ایک کافر سے کشتی کرائے پر لیتے اسے کرایہ ادا کرتے اور مزید رقم بھی دیتے اور اس سے یہ معاہدہ کرتے کہ اگر راستہ میں ان کا مال غرق ہوگیا یا ضائع ہوگیا، یا چوری ہوگیا تو وہ انہیں ان کے مال کے بقدر قیمت ادا کرے گا، اس کافر کا ایک وکیل دیارِ اسلام میں ہوتا تھا جو نقصان کی صورت میں مسلمانوں کو رقم کی ادائیگی کرتا تھا۔ اس معاہدہ کے بارے میں علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ معاہدہ جائز نہیں، کیونکہ اس میں ایسی چیز اپنے لئے لازم کرلی گئی ہے جس کا وہ ذمہ دار نہیں ہے''۔ (1)

بالکل یہی معاملہ انشورنس کا بھی ہے، پہلے ہم انشورنس کی تعریف سمجھ لیں تاکہ اس کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

انشورنس

اس کی کئی اقسام ہیں لیکن جو قسم معروف ہے اور انشورنس کمپنیوں کے ذریعہ جو انشورنس کیا جاتا ہے اسے تجارتی بیمہ پالیسی (commercial insurance) کہتے ہیں، اس کی تعریف کچھ یوں کی جاتی ہے:

> ''ایسا معاہدہ (agreement) جو لین دین (تجارتی) پر مشتمل ہو، اس میں ایک طرف صارف (costumer) ہے جو کہ اقساط (installment) ادا کرتا ہے اور دوسری طرف کوئی ایک شخص یا کوئی کمپنی ہوسکتی ہے، اس معاہدہ میں یہ طے کیا جائے کہ صارف ایک مقررہ مدت تک کچھ خاص رقم قسط کی صورت میں یا ایک ہی دفعہ میں اس کمپنی کو ادا کرے گا، اس کے

---

(1) حاشیۃ ردالمختار 249/3

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بدلہ میں کمپنی اس صارف کو اسی مقررہ مدت میں کچھ خاص چیزوں کے بارے میں ضمانت (insurance) دیتی ہے (مثلاً اس کی زندگی، یا گاڑی، یا کاروبار وغیرہ) کہ اگر اس میں صارف کو کسی قسم کا نقصان اٹھانا پڑا تو یہ کمپنی اس نقصان کی ادائیگی کرے گی، اور ادائیگی کی رقم پہلے سے طے کر لی جاتی ہے، قسطیں ادا نہ کر سکنے کی صورت میں معاہدہ ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح مقررہ مدت میں کسی قسم کا حادثہ (جو معاہدہ میں طے شدہ ہو) نہ ہونے کی صورت میں مدت ختم ہونے کے بعد مکمل رقم یا کچھ رقم کمپنی رکھ لیتی ہے"۔

یہ انشورنس کی بنیادی تعریف ہے، تمام تجارتی انشورنس کمپنیوں میں کم وبیش یہی صورت ہوتی ہے، البتہ معاہدہ کی دیگر شرائط (conditions Terms) میں فرق ہو سکتا ہے۔

کچھ معاہدوں میں مدت طے نہیں کی جاتی، بلکہ انشورنس کمپنیاں مدت طے کرنے کے بجائے حادثہ کا وقت طے کر لیتی ہیں، یعنی اگر زندگی کی انشورنس ہے تو صارف کی موت تک یہ معاہدہ چلتا رہتا ہے، اگر گاڑی کی انشورنس ہے تو اس گاڑی کے حادثہ ہو جانے تک، اسی طرح کاروبار وغیرہ میں۔

اب اس تعریف کو نکات (points) کی صورت میں رکھتے ہیں:

1. یہ معاہدہ تجارتی (Commercial) ہے تعاونی (Cooperational) نہیں ہے۔
2. یہ معاہدہ دونوں طرف سے ہے، صارف قسط جمع کراتا ہے، اور کمپنی اس کا نقصان ادا کرتی ہے۔
3. مدت طے نہ ہونے کی صورت میں اس معاہدہ میں احتمال آ جاتا ہے کہ نہ جانے یہ معاہدہ کب مکمل ہو۔

کمرشل انشورنس کا حکم

کمرشل انشورنس چاہے کوئی سی بھی ہو یعنی third,goods insurance,life insurance party insurance وہ حرام ہے، اس کی حرمت کا فتوی سعودی عرب کی علماء کمیٹی اور اسی طرح مجمع الفقهی الاسلامی (Islamic Fiqh Academy) نے بھی دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انشورنس کے حرام ہونے کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے چند اہم اسباب درج ذیل ہیں:

1 پہلا سبب "دھوکہ (غرر)"

اس میں دھوکہ اور لاعلمی ہے، جسے عربی میں "غرر" کہتے ہیں، اور اس قسم کے معاہدہ سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (1)

اس میں دھوکہ اس طرح ہے کہ:

* جس نقصان کی ادئیگی طے کی گئی ہے اس کا ہونے یا نہ ہونے میں احتمال ہے، وہ نقصان یا حادثہ ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا۔
* اس میں دھوکہ اس وقت زیادہ ہو جاتا ہے جب ایک مدت مقرر کرنے کے بجائے اس معاہدہ کی تکمیل حادثہ ہو جانے تک رکھی جائے۔
* اور یہ دھوکہ اس وقت مزید بڑھ جاتا ہے جب ایک مدت مقرر کر لی جائے کہ اس مدت تک صارف اقساط ادا کرتا رہے گا، اگر اس مدت کے اندر حادثہ ہو گیا تو کمپنی اس کا نقصان پورا کرے گی، اگر نہیں ہوا اور مدت ختم ہو گئی تو صارف کی ادا کردہ رقم کمپنی اس کو واپس نہیں کرتی، جیسا کہ اکثر goods insurance میں ہوتا ہے۔
* اسی طرح اس معاہدہ میں صارف کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کتنی رقم ادا کرے گا؟ کب تک ادا کرے گا؟ اگر یہ معلوم ہو بھی جائے تب بھی نقصان کا ہمیں علم نہیں ہے کہ وہ ہو گا بھی کہ نہیں؟۔

2 دوسرا سبب "جوا"

اس میں جوا (Gambling) ہے۔ جوا کی تعریف علماء یوں کرتے ہیں کہ "ایسا معاہدہ جس میں دو یا دو سے زائد شریک ہوں، ایک کو نفع ہو باقی نقصان میں رہیں اور کسی کے علم میں نہ ہو کہ کون نقصان میں رہے گا اور کون نفع میں" اگر جوا کھیل کے میدان میں ہو تو اسے قمار کہتے ہیں، اگر تجارت میں ہو تو اسے "میسر"

---

(1) صحیح مسلم: کتاب البیوع، باب بطلان بیع الغرر والبیع الذی فیہ غرر، حدیث نمبر 1513

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں۔ اور جوا بالاتفاق حرام ہے، اس سے اللہ تعالی نے اور نبی ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ۝﴾ [المائدة:91]

ترجمہ: "اے ایمان والو! شراب اور جُوا اور بت اور پاسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں۔ سو ان سے بچتے رہنا تا کہ نجات پاؤ"۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: "بیشک اللہ تعالی نے شراب اور جوا کو حرام قرار دیا ہے"۔ [1]

اس معاہدہ میں جوا اس طرح ہے کہ:

- ❖ اس معاہدہ کے دو شریک ہیں، دونوں میں سے ایک کو نفع ہوگا دوسرے کو نقصان۔
- ❖ صارف کو نفع اس طرح ہوگا کہ اگر معاہدہ ہوتے ہی صارف کا نقصان ہوگیا تو اس نے کمپنی کو اتنی رقم ادا نہیں کی ہوگی جتنی اس کو حاصل ہوگی، اور اس میں کمپنی کو نقصان ہے۔
- ❖ کمپنی کو فائدہ اس طرح ہوگا کہ اگر مدت پوری ہوجائے اور حادثہ نہ ہو تو صارف کی ادا کی گئی ساری رقم کمپنی کو مل جائے گی جبکہ صارف کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ اور یہی معاملہ جوئے میں ہوتا ہے کہ دو طرف سے رقم لگائی جاتی ہے ایک کو نفع ہوتا ہے اور دوسرے کو نقصان ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر اس معاہدہ کو بغور دیکھا جائے تو یہ انشورنس کے بجائے ایک طرح کی شرط (Bet) ہے، کمپنی شرط لگاتی ہے کہ صارف کا نقصان نہیں ہوگا اور اگر نقصان ہوا تو کمپنی شرط ہارنے کی وجہ سے رقم ادا کرتی ہے، اور صارف کے اس معاہدہ میں کردار سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس نے اپنے نقصان کے ہونے کی شرط لگائی تھی اور شرط ہارنے کی صورت میں وہ اپنی رقم سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

3 تیسرا سبب "سود"

اس میں سود شامل ہے، بلکہ یہ سارا معاہدہ سود (interest) پر مشتمل ہے۔ سود کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں: (1) قرض کا سود۔ (2) تجارت کا سود۔

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي: كتاب الشهادات، باب ما جاء في ذم الملاهي من المعازف والمعاذير.. [صحيح لغيره]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(1) قرض کا سود یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو ادھار دے کر زیادہ طلب کرے۔

(2) تجارت کا سود: اس کی پھر دو اقسام ہیں:

❶ زیادتی کا سود (ربا الفضل) ❷ ادھار کا سود (ربا النسیئه)

❶ زیادتی کا سود یہ ہے کہ وہ مخصوص اجناس جنہیں شرعی اصطلاح میں ''سودی اجناس'' کہتے ہیں میں سے ایک ہی جنس کا تبادلہ کرتے وقت اضافہ کر دینا، جیسے مثال کے طور پر:

پانچ تولہ سونا (سکہ کی صورت میں) = چار تولہ سونے کا سیٹ۔

❷ ادھار کا سود: سودی اجناس کا آپس میں تبادلہ کرتے وقت ادھار کر لینا، جیسے مثال کے طور پر:

ایک من گندم = ایک من چاول ایک مہینہ بعد۔

انشورنس میں تینوں اقسام کا سود موجود ہے وہ اس طرح کہ:

جو پیسہ کمپنی کو ادا کرتا ہے وہ یا تو کمپنی پر قرض ہے یا پھر کمپنی صارف سے پیسوں کے بدلہ پیسہ کا تبادلہ کر رہی ہے جو کہ فوراً ادا نہیں کیا جائے گا بلکہ بعد میں طے شدہ موقع پر اس پیسہ کی ادائیگی ہو گی۔

❖ اگر وہ پیسہ قرض ہے تو اس کے بدلہ زیادہ طلب کرنا سود ہے۔

❖ اگر وہ تجارت ہے تو اس میں پیسوں کا تبادلہ ہے، اور ایک ہی جنس کا تبادلہ کرتے وقت اضافہ کرنا بھی سود ہے، اسی طرح اس تبادلہ میں جو ایک عرصہ کے بعد ادائیگی کی جاتی ہے وہ ادھار کا سود ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ کہ: انشورنس کا معاملہ سود پر مبنی ہے، صارف پیسہ ادا کرتا ہے اور اس کے بدلہ اسے پیسہ ہی ملتا ہے، اور یہ پیسہ اسے یا تو زیادہ ملتا ہے (حادثہ یا خسارہ کی صورت میں) یا کم ملتا ہے (حادثہ یا خسارہ نہ ہونے کی صورت میں) اور اگر جتنا ادا کیا ہے اتنا ہی ملے تو بھی وہ ایک مدت کے بعد ہے، تو اگر پیسوں کا تبادلہ (exchange) ہو تو اس میں بالکل برابر برابر ہونا چاہیئے، کمی یا زیادتی نہیں ہونی چاہیئے؛ کیونکہ کمی یا زیادتی ہی سود کہلاتی ہے، اور ادھار بھی نہیں ہونا چاہیئے، کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

''سونے کو سونے کے بدلہ، چاندی کو چاندی کے بدلہ جب بیچو تو نقد ہو ادھار نہ ہو اور برابر برابر ہو، کمی یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادتی نہ ہو"۔ [1]

اور پیسہ کا حکم وہی ہے جو سونے کا حکم ہے، کیونکہ پیسہ سونے کا متبادل ہے۔

ان تمام دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انشونس ایک قطعی غیر شرعی معاملہ ہے اور اس کی بنیاد سود، جوا، اور دھوکہ پر رکھی گئی ہے لہذا یہ معاہدہ کرنا حرام ہے۔

انشورنس کے حوالہ سے چند شبہات اوران کاازالہ

انشورنس کو حلال اور جائز کہنے والے افراد چند کمزور دلائل کا سہارا لیتے ہیں جو کہ شبہات سے زیادہ کا درجہ نہیں رکھتے ہم ان شبہات میں سے نسبتاً چند اہم شبہات کا جائزہ لیتے ہیں:

1 انشورنس کا معاہدہ، مضاربہ کی طرح ہے، انشورنس کمپنی، صارف کے پیسوں کو کاروبار میں لگاتی ہے، اور جب صارف کو کوئی حادثہ یا نقصان ہوتا ہے تو اس کاروبار سے ہونے والے منافع سے اس کا نقصان پورا کیا جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مضاربہ ایک اسلامی معاہدہ ہے اور انشورنس اور مضاربہ میں کسی قسم کی مماثلت نہیں، بلکہ دونوں معاملوں میں کئی فرق ہیں، مثلاً:

❖ مضاربہ میں مال دینے والے شخص کا مال بدستور اس کی ملکیت میں رہتا ہے جبکہ انشورنس میں قسطیں ادا کرنے والے کا مال اس کی ملکیت سے نکل کر کمپنی کی ملکیت میں چلا جاتا ہے اور اس مال پر صارف کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

❖ مضاربہ میں جو منافع ہوتا ہے وہ مال دینے والے اور کام کرنے والے دونوں کے درمیان تقسیم ہوتا ہے، جبکہ انشورنس میں مال کے ذریعہ جو منافع ہوتا ہے وہ صرف کمپنی کا ہوتا ہے، اور صارف کو اس میں سے اسی وقت مخصوص ادائیگی کی جاتی ہے جب اس کو کسی قسم کا نقصان پہنچے، اور اگر نقصان نہ ہو تو اسے کسی قسم کا منافع ادا نہیں کیا جاتا۔

2 انشورنس جدید دور کا مسئلہ ہے اور شریعت کا قاعدہ ہے کہ تجارتی معاملات میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح

---

[1] صحیح مسلم: کتاب المساقاۃ، باب الربا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں جائز ہیں، لہٰذا شریعت کے اس قانون کے تحت انشورنس کا معاملہ بھی جائز ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت کا یقیناً یہی قاعدہ ہے کہ تجارتی معاملات میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں لیکن مکمل قاعدہ یہ ہے کہ وہ اس وقت تک مباح ہیں جب تک ان کی تحریم ثابت نہ ہوجائے، اگر شریعت کے کسی قاعدہ کے تحت وہ حرام ہوں تو انہیں حرام ہی کہا جائے گا، اور انشورنس کی حرمت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سود پر مبنی ہے۔

3 انشورنس کا نظام شریعت میں ''عاقلہ'' کے نظام کی طرح ہے۔

عاقلہ کا نظام یہ ہے کہ جب کسی شخص سے قتل خطا واقع ہوجائے، یعنی غلطی سے کسی شخص کو قتل کر بیٹھے تو اس کی دیت اس پر واجب ہوجاتی ہے، اگر وہ شخص تنہا اس دیت کو ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کے والد کی طرف سے جو رشتہ دار ہیں جنہیں عربی میں عاقلہ کہا جاتا ہے جیسے دادا، چاچا، بھائی وغیرہ وہ اس دیت کی ادائیگی میں اس کے شریک بنتے ہیں۔

نظام عاقلہ کسی بھی جہت سے انشورنس سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ نظام عاقلہ قطعی طور پر تعاون پر مبنی نظام ہے جس میں کسی قسم کے عوض اور بدل کا مطالبہ نہیں کیا جاتا، جبکہ انشورنس کے نظام میں انشورنس کمپنی اگر صارف کے نقصان کو پورا کرتی ہے، تو اس کے عوض کا بھی مطالبہ کرتی ہے اور بغیر عوض اور پیسہ کے کوئی کمپنی کسی شخص کا انشورنس نہیں کرتی۔

4 انشورنس کا معاملہ Provident Fund کی طرح ہے، جس طرح ایک کمپنی اپنے ورکرز کی تنخواہوں میں سے ایک مخصوص حصہ نکال کر اس فنڈ میں جمع کرتی ہے اور ریٹائرمنٹ پر انہیں مزید پیسے شامل کر کے ادا کرتی ہے، اسی طرح انشورنس کمپنی اپنے صارف سے ماہانہ قسط لے کر جمع کرتی ہے اور حادثہ یا نقصان کے وقت اسے مزید پیسے شامل کر کے ادا کرتی ہے، اگر پروڈنٹ فنڈ لینا جائز ہے تو انشورنس بھی حلال ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انشورنس اور Provident Fund میں کئی بنیادی فرق ہیں، جیسے:

❖ پروڈنٹ فنڈ کمپنی کی طرف سے اپنے ملازمین کے لئے ایک قسم کا تعاون ہے، جو وہ اپنے ملازمین کی خدمات کے صلہ میں ادا کرتی ہے اور اس کے بدلہ کسی قسم کے عوض کا مطالبہ نہیں کرتی، لہٰذا اس میں کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے نفع یا نقصان میں رہنے کا اندیشہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں سود آتا ہے، جبکہ انشورنس مکمل طور پر ایک تجارتی معاہدہ ہے جس میں انشورنس کمپنی اپنی انشورنس کے بدلے معاوضہ کا مطالبہ کرتی ہے اسی وجہ سے اس میں جوا اور سود دونوں ہی شامل ہیں۔

❖ پروویڈنٹ فنڈ میں ملازم کو رقم ملنا حتمی اور یقینی ہے، چاہے وہ ریٹائرمنٹ کی صورت میں ملازم کو ملے یا موت کی صورت میں اس کے ورثاء کو ملے، جبکہ انشورنس میں رقم کا حصول یقینی نہیں ہوتا، اگر نقصان ہوگیا تو رقم مل جائے گی ورنہ صارف خالی ہاتھ رہے گا۔

❖ پروویڈنٹ فنڈ میں رقم پہلے سے طے نہیں ہوتی، بلکہ جتنی رقم ملازم کی جمع ہو چکی ہوتی ہے اس میں کمپنی ایک خاص تناسب سے اپنا حصہ ڈال کر ملازم کو ادائیگی کر دیتی ہے، جبکہ انشورنس میں رقم پہلے سے طے کر لی جاتی ہے چاہے اس کے بقدر صارف نے رقم جمع کرائی ہو یا نہیں۔

ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ انشورنس اور پروویڈنٹ فنڈ میں کسی قسم کی مماثلت نہیں۔

5 ایک اہم ترین شبہ جسے شیخ عبداللہ بن احمد بن منیع نے ذکر کیا ہے جو کہ سعودی عرب کی علماء کمیٹی کے ممبر ہیں اور انشورنس کے جواز کے قائل ہیں، اور خود بھی ایک انشورنس کمپنی کے شرعی ایڈوائزر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ انشورنس کمپنی اور صارف کا تعلق قرض لینے اور دینے والے کا نہیں ہے اور نہ ہی اس معاملہ میں پیسوں کا تبادلہ ہے، بلکہ دراصل انشورنس کمپنی اپنے صارف کو پیسوں کے بدلہ امن کی ضمانت فروخت کرتی ہے، یعنی اگر گاڑی کی انشورنس ہے تو گاڑی کے حادثہ سے امن میں رہنے کی ضمانت، اسی طرح کسی اور سامان کا انشورنس ہو تو اس کا کسی نقصان یا حادثہ سے امن میں رہنے کی ضمانت۔ ان کا کہنا ہے کہ اگرچہ ضمانت ایک معنوی چیز ہے مادی نہیں لیکن معنوی چیزیں بھی فروخت ہوتی ہیں اور ان کی مارکیٹ ویلیو ہوتی ہے جیسے کسی کمپنی کا نام، اس کا لوگو، کسی کتاب کی طباعت کے حقوق وغیرہ فروخت کیئے جاتے ہیں حالانکہ یہ سب معنوی اشیاء ہیں مادی نہیں ہیں۔

اس ضمانت کی وجہ سے صارف مطمئن رہتا ہے کہ میری چیز کو نقصان نہیں ہوگا، اگر ہوا تو بھی اطمینان ہے کہ انشورنس کمپنی اس نقصان کو پورا کرے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ:

❖ ضمانت پر اجرت طلب کرنا یا اسے الگ سے بیچنا حرام ہے۔لیکن اگر بالفرض والمحال اسے جائز بھی مان لیا جائے کہ ضمانت ایک معنوی چیز ہونے کے باوجود اسے فروخت کیا جاسکتا ہے تب بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انشورنس کمپنی واقعی ضمانت ہی فروخت کرتی ہے؟۔حقیقت یہ ہے کہ انشورنس کے معاہدہ میں کمپنی حادثہ سے امن کی ضمانت نہیں دیتی کہ صارف کی چیز کو حادثہ یا نقصان نہیں ہوگا، بلکہ حادثہ کی صورت میں تلافی کی ضمانت دیتی ہے یعنی اس بات کی ضمانت دیتی ہے کہ اگر صارف کی انشورنس کردہ چیز کو نقصان ہوا تو کمپنی اس کے لئے مخصوص رقم ادا کرے گی، اور اگر نقصان نہ ہوا تو صارف خالی ہاتھ ہی رہے گا اور کمپنی اس کی ادا کردہ رقم اسے نہیں لوٹائے گی، لہذا اس میں پیسوں کا ہی تبادلہ ہے اور یہ صورت بالکل شرط (Bet) لگانے کی طرح ہے۔

❖ شریعت کا اصول ہے کہ کوئی چیز فروخت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیچنے والے کی ملکیت ہو اور اس کے پاس موجود ہو، یا پھر اگر وہ چیز اس کی ملکیت میں نہ ہو تو بیچنے والا کم از کم اس کے حصول کی طاقت رکھتا ہو تا کہ اسے حاصل کر کے خریدار کے سپرد کر سکے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''جو چیز تمہارے پاس نہیں اسے مت بیچو''۔ [1]

اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ انشورنس کمپنی پیسوں کے بدلے چیز کی ضمانت فروخت کرتی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انشورنس کمپنی والے کیسے کسی چیز کی ضمانت فروخت کر سکتے ہیں جبکہ وہ اس ضمانت کے مالک ہی نہیں ہیں، نہ ہی اس کے حصول کی استطاعت رکھتے ہیں نہ کوشش کرتے ہیں؟، کسی چیز کے درست رہنے کی ضمانت تو اس چیز کو بنانے والی کمپنی ہی دیتی ہے، یا پھر حکومت جو کہ معاشرہ میں امن قائم رکھنے کی ذمہ دار ہے وہ ہی ضمانت دے سکتی ہے، انشورنس کمپنی والے تو اپنے دفتر میں بیٹھ کر رقوم کا لین دین کرتے ہیں، وہ اپنی انشورنس کردہ کسی چیز کی حفاظت کا نہ تو انتظام کرتے ہیں نہ ہی معاشرہ میں قیام امن کے لئے کوئی جدوجہد؟؟

❖ اگر ہم یہ بات بھی تسلیم کر لیں کہ انشورنس کمپنی اشیاء کی ضمانت ہی فرخت کرتی ہے اور وہ اس ضمانت کی

[1] سنن الترمذی: کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراھیۃ بیع مالیس عندک (یہ حدیث صحیح ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مالک بھی ہے تو پھر ایک اور سوال ذہن میں آتا ہے کہ نقصان یا حادثہ کی صورت میں کمپنی جو رقم ادا کرتی ہے اس کی کیا حیثیت ہے؟ کیا صارف نے ضمانت کے ساتھ اس رقم کو بھی خرید لیا ہے یا پھر ضمانت دینے کے باوجود نقصان ہونے کی وجہ سے انشورنس کمپنی بطور عوض کے ادا کرتی ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ صارف نے اس رقم کو خریدا نہیں ہے بلکہ کمپنی صارف کا نقصان ہونے کی وجہ سے ادا کرتی ہے تو پھر وہ رقم اتنی ہی ہونی چاہیئے جتنا نقصان ہوا ہے، پہلے سے ہی طے شدہ رقم کیوں ادا کی جاتی ہے؟ اور اگر ہم یہ کہیں کہ صارف نے ضمانت کے ساتھ ساتھ وہ رقم بھی خریدی ہے تو بات وہیں آجاتی ہے کہ اس میں رقوم کا تبادلہ ہے جس میں اضافہ کرنا سود کے زمرے میں آتا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ الگ ہے کہ اگر صارف نے وہ رقم بھی خریدی ہے تو ہر صارف کو اس کی ادائیگی کیوں نہیں کی جاتی، صرف نقصان ہوجانے پر ہی کیوں ادائیگی کی جاتی ہے؟۔

ان تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انشورنس میں ضمانت نہیں فروخت کی جاتی بلکہ رقوم کا تبادلہ ہوتا ہے، جس میں ایک فریق نفع میں اور دوسرا نقصان میں رہتا ہے۔

تکافل

اللہ تعالی کی توفیق سے تین چار دہائیاں قبل سے عالم اسلام میں بیداری کی ایک لہر پیدا ہوئی ہے اور مسلمانوں نے اپنے معاملات پر نظر ثانی شروع کی ہے، اس بیداری کے نتیجہ میں جہاں مسلمانوں نے اور میدانوں میں پیش قدمی کی ہے وہیں میدان تجارت میں بھی اسلامی اصول تجارت کو دوبارہ زندہ کرنے کی قابل قدر اور قابل تعریف کاوشیں ہوئی ہیں، اور ان کوششوں میں بحمد اللہ مزید اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے، اس تحریک کے نتیجہ میں جہاں بینکنگ کے میدان میں بعض علما اور تجار حضرات کی کوششوں سے اسلامی بینکنگ کا آغاز ہوا ہے جس میں ابھی مزید بہت بہتری اور تبدیلی واصلاح کی گنجائش ہے، وہیں انشورنس کے حرام ہونے کے باوجود معاشرہ میں اس کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے اس کا اسلامی متبادل تلاش کرنے کی کوشش کی گئی اور جو بالآخر "تکافل" یا Cooperating Insurance یا Islamic Insurance کے نام سے ہمارے سامنے آئی۔ اس کاوش کو کئی علماء نے سراہا اور اسے جائز بھی قرار دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان علماء کے نزدیک تکافل یا اسلامی انشورنس کہ تعاون پر مبنی ہے، اس میں صارف سے کسی قسم کا عوض نہیں لیا جاتا، چونکہ یہ معاملہ تعاون پر مبنی ہے لہذا اس میں اگر سود یا جوا کی شکل ہو بھی تو تکافل حرام نہیں ہے، کیونکہ شریعت اسلامی کا یہ اصول ہے کہ تعاون میں وہ چیزیں بھی حلال ہوجاتی ہیں جو تجارت میں حرام تھیں ہمثال کے طور پر تجارت میں یہ صورت حرام ہے کہ ایک شخص ایک لاکھ روپے دے کر دو لاکھ وصول کرے، یہ سود ہے، لیکن تعاون میں جائز ہے جیسے کوئی شخص کسی سے دو لاکھ ادھار لے لے اور بعد میں کہے کہ میں مجبور ہوں میں ایک لاکھ روپے تک ہی دینے کی استطاعت رکھتا ہوں اور ادھار دینے والا اس سے ایک لاکھ روپیہ لے لے اور ایک لاکھ چھوڑ دے، تو گویا مجبور شخص نے ایک لاکھ دے کر دو لاکھ وصول کیئے لیکن چونکہ یہ تعاون کی صورت تھی لہذا یہ جائز ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ کیا تکافل یا اسلامی انشورنس واقعی تعاون پر مبنی ہیں یا نہیں؟۔ کیونکہ تکافل میں واضح طور پر سود اور جوا کی وہ صورتیں جو عام انشورنس میں تھیں موجود ہیں۔ اگر تکافل واقعی تعاون پر مبنی ہے تو اس میں موجود حرام معاملات کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے ورنہ تکافل میں اور کمرشل انشورنس میں کوئی فرق نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تکافل کے اس بنیادی تصور اور صورت کو جو تکافل کمپنیوں اور اسلامی انشورنس کرنے والے اداروں میں رائج ہے بغور دیکھا جائے تو واضح طور پر اس میں عوض و معاوضہ، اور لین دین نظر آتا ہے جو تعاون کی روح کے منافی ہے اور تکافل کو تعاون سے نکال کر تجارتی معاہدے کی شکل دے دیتا ہے جسے زبردستی اسلامی لبادہ پہنا کر حلال کرلیا گیا ہے۔

تکافل کی تعریف

تکافل عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے ایک دوسرے کا خیال رکھنا، ایک دوسرے کی کفالت کرنا۔

موجودہ تکافل کا بنیادی نظریہ کچھ اس طرح ہے کہ چند افراد مل کر رقم جمع کرتے ہیں جسے کسی کاروبار میں انویسٹ کیا جاتا ہے، تمام افراد اس رقم میں شریک ہوتے ہیں اور شرکت کا تناسب جمع کرائی گئی رقم کو دیکھ کر طے کیا جاتا ہے، یعنی اگر جمع کی گئی رقم ایک لاکھ ہے تو دس ہزار جمع کرانے والا دس فیصد کا حصہ دار ہوگا، جمع کی گئی رقم ایک وقف کی شکل اختیار کرلیتی ہے، اس میں جو منافع ہوتا ہے اس میں بھی سب شریک ہوتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اس رقم کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی شریک کا کوئی نقصان ہو جائے تو اسے اس رقم میں سے پورا کیا جاتا ہے یعنی شریک اپنی رقم اسی شرط پر جمع کراتا ہے کہ اگر اس کا کسی خاص چیز (یعنی جس کی انشورنس کرا رہا ہے) کو نقصان ہوا تو اس کا نقصان پورا کیا جائے گا چاہے اس کے برابر اس نے رقم جمع کرائی ہو یا نہیں، ہر شریک ایک خاص مدت تک، ماہانہ بنیادوں پر رقم جمع کراتا رہتا ہے، جب وہ مدت ختم ہو جاتی ہے اور شریک کو کوئی نقصان نہیں ہوتا تو اسے اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی رقم منافع سمیت واپس لے لے اور چاہے تو مدت میں اضافہ کر لے۔

تکافل کمپنیوں میں تکافل کے حوالہ سے دو طرح کے نظام موجود ہیں

1. مضاربہ۔
2. وکالہ۔

- ان دونوں طرح کے نظام میں ایک وقف پول بنایا جاتا ہے جو کسی کی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ اپنا ایک الگ قانونی وجود رکھتا ہے جس میں کمپنی کے شیئر ہولڈرز کے ادا کردہ سرمایہ کا ایک حصہ ڈالا جاتا ہے اور ایک حصہ کاروبار میں انویسٹ کیا جاتا ہے، کمپنی کی پالیسی خریدنے والوں کا سرمایہ وقف پول میں جاتا ہے یا بالفاظ دیگر پالیسی ہولڈر کمپنی کے وقف پول کو ایک مخصوص رقم سالانہ یا ششماہی یا سہ ماہی بنیادوں پر تبرع (ہدیہ، صدقہ) کرتا ہے، اس وقف پول کی رقم میں سے بھی کچھ رقم کاروبار میں انویسٹ کی جاتی ہے۔
- اس کاروبار سے حاصل ہونے والے منافع میں سے شیئر ہولڈرز کا حصہ الگ کر کے کچھ منافع دوبارہ وقف پول میں ڈال دیا جاتا ہے اور کچھ منافع ان پالیسی ہولڈرز کو جنہوں نے فیملی تکافل (لائف انشورنس) کرایا ہوا ان کے لئے الگ کر لیا جاتا ہے۔
- مضاربہ ماڈل اور وکالہ ماڈل میں فرق صرف یہ ہے کہ مضاربہ میں تکافل کمپنی خود بھی انویسٹمنٹ کرتی ہے اور منافع میں حصہ دار بنتی ہے، جبکہ وکالہ ماڈل میں تکافل کمپنی وقف پول کا انتظام وانصرام سنبھالنے کے لئے پالیسی ہولڈرز سے فیس وصول کرتی ہے جسے وکالہ فیس کہا جاتا ہے، اگرچہ مضاربہ ماڈل میں بھی تکافل کمپنی کچھ فیس وصول کرتی ہے لیکن وہ وکالہ فیس میں وصول کی جانی والی فیس سے کافی کم ہوتی ہے۔
- لیکن ایک بات ان دونوں ماڈل میں مشترک ہے، وہ یہ کہ تکافل کرانے والا شخص اس بات کی شرط لگاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ تکافل فنڈ میں رقم جمع کروا کر جس چیز کا وہ انشورنس کرا رہا ہے اس میں نقصان ہونے پر اس کی تلافی ضرور کی جائے گی، اور یہی شرط تعاون کے منافی ہے۔ اس کی وضاحت آگے ہوگی۔

تکافل میں اور عام انشورنس میں کچھ فرق ضرور ہیں جیسے

- تکافل میں انشورنس کرانے والے کی حیثیت صارف کی نہیں ہوتی بلکہ وہ مجموعی رقم میں شریک بن جاتا ہے۔
- جمع شدہ رقم پر جو منافع آتا ہے وہ تمام شرکاء میں شراکت کے تناسب سے تقسیم ہوتا ہے، جبکہ انشورنس کمپنیاں اس منافع کو صرف اپنے پاس رکھتی ہیں صارف کو نہیں دیتیں۔
- تکافل میں مدت پوری ہونے کے بعد رقم واپس مل سکتی ہے، جبکہ انشورنس میں مکمل رقم واپس نہیں ہوتی۔

اس کے باوجود بھی یہ کہنا درست نہیں کہ تکافل میں جوا اور سود موجود نہیں ہے، بلکہ تکافل میں سود اور جوا دونوں موجود ہیں، اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ:

- تکافل میں پالیسی ہولڈر قسطیں ادا کرتا ہے، اگر اسے ابتداء میں ہی نقصان ہوگیا تو تکافل کمپنی کی طرف سے اس کا عوض ادا کیا جائے گا جو یقیناً اس کی ادا کردہ قسطوں سے زیادہ ہوگا، تو یہی چیز سود ہے کہ پیسوں کے تبادلہ کے دوران ایک طرف سے زائد ادائیگی کرنا، یہ ربا الفضل یعنی زیادتی کا سود ہے۔
- تکافل میں رقوم جمع کرانے والے تمام افراد شرکاء ہیں، اگر ان شرکاء میں سے کسی ایک کو حادثہ پیش آجاتا ہے تو اسے تکافل کمپنی کی طرف سے ادائیگی کی جاتی ہے جبکہ جس شریک کو حادثہ پیش نہ آئے اسے اس کی رقم ہی واپس ملتی ہے تو یہ اس کے لئے ایک طرح کا نقصان ہے، تو بعض شرکاء نفع میں رہے بعض کو اصل رقم ہی واپس ملی لہذا یہ بالکل واضح جوا ہے۔

تکافل کو جائز کہنے والے افراد کے پاس اس کو جائز کہنے کی ایک ہی دلیل باقی رہ جاتی ہے کہ یہ معاملہ تعاون پر مبنی ہے، تمام شرکاء ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، ہر شریک جو قسط دیتا ہے وہ اپنے دیگر شرکاء کے ساتھ تعاون کی نیت سے ہی ادا کرتا ہے، لہذا اس میں اگر کچھ معاملات حرام بھی ہیں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اب ذرا اس پہلو کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا تکافل واقعی تعاون پر مبنی ہے؟ جواب یہ ہے کہ بالکل نہیں۔ تکافل مکمل طور پر ایک تجارتی معاہدہ ہے اس میں تعاون کی کوئی شکل نہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

◆ شریعت اسلامی کا یہ اصول ہے کہ جو شخص بھی تعاون کی نیت سے کوئی ادائیگی کرتا ہے جسے ہم صدقہ یا خیرات یا کوئی اور نام دے دیں، تعاون کی صورت میں ادائیگی کے بعد وہ مال اس کی ملکیت سے نکل جاتا ہے، وہ اس مال کا مالک نہیں رہتا، چہ جائے کہ وہ اس مال کو اپنا مال سمجھ کر اس کی واپسی کا مطالبہ کرے یا اس پر نفع طلب کرے، اور اس کو شریعت میں بہت برا عمل قرار دیا گیا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''اپنے دیئے گئے ہدیہ میں لوٹنے والا (یعنی اس کو واپس طلب کرنے والا) ایسے ہے جیسے ایک کتا ہو جو قے کرے اور پھر اس کو چاٹ لے۔''(1)

جبکہ تکافل میں یہ صورت واضح ہے کہ مدت پوری ہونے کے بعد اور کسی قسم کا نقصان نہ ہونے کی صورت میں تکافل میں اشتراک کرنے والا شخص اپنا مال واپس لے سکتا ہے، اس شرط کے ہوتے ہوئے تکافل کو تعاون کہنا کسی صورت صحیح نہیں۔

◆ تعاون ہمیشہ بغیر کسی عوض کے کیا جاتا ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص کسی کو ہدیہ دے اور اس کے بدلہ کوئی مطالبہ کرے، اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ لین دین ہو جائے گا اور اس کا حکم تعاون کا نہیں رہے گا بلکہ وہ تجارت کے حکم میں آئے گا، امام کاسانی رحمہ اللہ بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں: ''اگر وہ ہدیہ دیتے وقت عوض (بدلہ) کی شرط لگا دے یعنی وہ یوں کہے کہ: میں تمہیں یہ چیز تحفہ میں دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھے وہ کپڑا دو گے''، تو ایسے معاہدہ کی نوعیت میں اختلاف ہے، ہمارے تینوں اصحاب (امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ) یہی کہتے ہیں کہ یہ معاہدہ ہے تو ہدیہ کا لیکن اس کا حکم تجارت کا ہوگا، اور کبھی وہ اس طرح بھی کہتے ہیں کہ یہ معاہدہ ابتداء میں تو ہدیہ ہے لیکن آخر میں آ کر یہ تجارت میں بدل گیا ہے''۔(2)

تکافل کے نظام میں بھی عوض کی شرط موجود ہے، جب کوئی شخص تکافل میں اشتراک کرتا ہے تو معاہدہ میں یہ شرط موجود ہوتی ہے کہ اس رقم کے بدلہ میں اس کی کسی مخصوص چیز میں نقصان ہونے پر تلافی کی

---

(1) صحیح البخاری: کتاب الهبة و فضلها و التعریض علیها، باب هبة الرجل لأمراته و المرأة لزوجها

(2) بدائع الصنائع 132/6

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رقم ادا کی جائے گی، عوض ادا کرنے کی یہ شرط تکافل کے معاہدہ کو تجارتی معاہدہ میں بدل دیتی ہے۔

◆ تکافل میں اور کمرشل انشورنس میں کوئی فرق نہیں، دونوں معاہدوں میں بنیادی طور پر پانچ شروط ہوتی ہیں:

1. انشورنس کرانے والا کون ہے، اور انشورنس دینے والا کون۔
2. کس چیز کی انشورنس کی جارہی ہے۔
3. ماہانہ کتنی قسط ادا کی جائیگی۔
4. نقصان کی صورت میں کتنی ادائیگی کی جائیگی۔
5. معاہدہ مکمل ہوتے ہی دونوں فریق پر اسے پورا کرنا لازم ہوگا، جو معاہدہ ختم کرے گا یا اس کی شروط پوری نہیں کرے گا دوسرا فریق اس کی رقم کا حقدار ہوگا۔

ان شروط سے یہ واضح ہورہا ہے کہ تکافل اور کمرشل انشورنس دونوں معاہدے ایک ہی خطوط پر استوار کئے گئے ہیں بس ناموں کے ساتھ ساتھ چند چیزوں کا فرق ہے۔

◆ عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ تکافل میں شریک شخص جو قسطیں ادا کررہا ہے وہ تعاون کے طور پر ادا کررہا ہے۔ دین اسلام میں تعاون کرنے والے پر کسی قسم کی زبردستی نہیں ہوتی، تعاون کرنے والا چاہے تو زیادہ ادا کرے چاہے کم، چاہے تو منع کردے، تو ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ شریک شخص اگر قسطیں روک دے، یا کم ادا کرے تو کیا اس کا تکافل کمپنی سے معاہدہ برقرار رہے گا؟ کیا نقصان کی صورت میں تکافل کمپنی اس کے نقصان کی ادائیگی کرے گی؟ یقیناً اس کا جواب نہیں میں ہوگا، یہیں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تکافل کا معاملہ تعاون پر مبنی نہیں ہے بلکہ کلی طور پر ایک تجارتی معاہدہ ہے۔

گزشتہ تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تکافل ایک غیر شرعی تجارتی معاہدہ ہے جسے تعاون کا لبادہ پہنا کر اس میں موجود غیر شرعی اور حرام معاملات کو جائز کہنا، حرام کو حلال کہنے کے مترادف ہے، اور اس کی قرآن وحدیث میں بڑی سخت وعیدیں وارد ہیں۔

ایک ضروری وضاحت

تکافل کو جائز کہنے والے افراد کی طرف سے یہ بات بڑی شدومد کے ساتھ کہی جاتی ہے کہ تکافل کو اکثر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علماء نے جائز قرار دیا ہے، خاص طور پر مالی معاملات میں انتہائی محتاط علماء کمیٹی یعنی سعودی عرب کی کبار علماء کمیٹی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مال ومنافع کی حرص میں آکر علماء اور عوام دونوں کے سامنے غلط بیانی کی گئی ہے، علماء کے سامنے تکافل کی جو صورت بیان کی گئی وہ موجودہ تکافل سے قطعی مماثلت نہیں رکھتی، اور صرف نام ایک جیسا رکھ کر عوام کو بیوقوف بنایا جارہا ہے، اس دھوکہ دہی سے خبردار کرتے ہوئے سعودی عرب کی اسی علماء کمیٹی نے اپنے حالیہ فتوی میں موجودہ تکافل کی صورت کو حرام قرار دیا ہے، مکمل فتوی کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''حمد وثناء کے بعد: بیشک علماء کمیٹی پہلے کمرشل انشورنس کی حرمت کا فتوی جاری کرچکی ہے کیونکہ اس میں دھوکہ ہے، جوا ہے، اور لوگوں کے اموال کو باطل طریقہ سے ہڑپ کیا جاتا ہے، اور یہ ایسے معاملات ہیں جنہیں شریعت نے حرام قرار دیا ہے اور ان سے سختی سے منع کیا ہے، اور اسی طرح علماء کمیٹی نے تعاون پر مبنی انشورنس (تکافل) کے جواز کا فتوی بھی دیا تھا جس کی صورت یوں (بیان کی گئی) ہے کہ نیک ومالدار افراد صدقہ خیرات جمع کریں جس سے محتاج ومجبور افراد کی مدد کی جائے، اور رقم جمع کرانے والوں کو اس رقم سے کچھ بھی واپس نہیں ملے گا، نہ اصل مال نہ ہی منافع اور نہ ہی کوئی اور بدل، کیونکہ تعاون کرتے ہوئے مال جمع کرانے والے کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ہے نہ کہ کسی قسم کا دنیاوی فائدہ، اور یہ تعاون اللہ تعالی کے اس فرمان میں مذکور ہے:

{وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ}[المائدہ:2]

ترجمہ: ''اور تم نیکی کے کاموں اور تقوی پر تعاون کرو، اور گناہ کے کاموں اور ظلم وزیادتی پر تعاون نہ کرو''۔

اسی طرح نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''اللہ تعالی اس وقت تک اپنے بندہ کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے'' اور یہ معاملہ بالکل واضح ہے اس میں کسی قسم کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الجھن نہیں۔

البتہ گزشتہ کچھ عرصہ سے بعض اداروں اور کمپنیوں کی طرف سے لوگوں کے سامنے معاملات کو خلط ملط کرنے اور حقائق کو پلٹنے کا سلسلہ جاری ہے، ان اداروں نے تجارتی انشورنس کو تعاونی انشورنس (تکافل) کا نام دیا ہوا ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اور خود کو سہارا دینے کے لئے اس کے جواز کو علماء کمیٹی کی طرف منسوب کرتے ہیں جبکہ علماء کمیٹی اس سے مکمل طور پر بری ہے، اور کمیٹی نے پہلے ہی تجارتی انشورنس اور تعاونی انشورنس کے درمیان فرق کو واضح کر دیا ہے، لہذا نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی، اسی لئے علماء کمیٹی نے حقائق کو ظاہر کرنے اور عوام کو اس دھوکہ سے خبردار کرنے کے لئے یہ فتوی جاری کیا ہے"۔ [1]

اس فتوی میں علماء کمیٹی نے واضح طور پر تحریر کیا ہے کہ جس تعاون پر مبنی انشورنس کے جواز کا فتوی جاری کیا گیا تھا وہ ایسا تعاونی انشورنس نظام ہے جس میں اشتراک کرنے والا شخص کسی قسم کے عوض کا مطالبہ نہ کرے، اور یہی تعاون کی روح ہے، جبکہ تکافل میں اشتراک کرنے والا ہر شخص جب تکافل کمپنی سے معاہدہ کرتا ہے تو اس میں یہ طے ہوتا ہے کہ اس کی طرف سے ادا کی جانے والی رقم کے بدلہ میں کمپنی اس کے ہونے والے ممکنہ نقصان کی تلافی کرے گی۔

قارئین کرام! اس تمام بحث کے مطالعہ کے بعد آپ یقیناً سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح حقائق کو مسخ کر کے اور بھرپور دھوکہ دہی کے ساتھ مسلمان عوام کو حرام کی طرف مائل کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے اور حق کو سمجھنے اور اس کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

انشورنس کا صحیح اسلامی متبادل

اللہ تعالی کبھی بھی اپنے بندوں کے لئے تنگی نہیں چاہتا بلکہ آسانیاں فراہم کرتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

{ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ } [البقرہ:185]

ترجمہ: "اللہ تعالی تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے تنگی کرنا نہیں چاہتا"۔

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تجارتی معاملات جنہیں شریعت نے حرام قرار دیا ہے حلال تجارتی

---

[1] فتاوی اللجنۃ الدائمۃ:15، البیوع: فتویٰ نمبر 19406

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاملات کی نسبت بہت کم ہیں، اسی طرح کھانے پینے کی اشیاء جنہیں حرام قرار دیا گیا ہے وہ حلال کردہ اشیاء سے بہت کم ہیں، پھر شریعت کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی چیز کو حرام کیا جاتا ہے تو اس کا متبادل بھی ضرور دیا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالی نے سود کو حرام کیا تو تجارت کو حلال کردیا، شراب حرام کی تو اور بہت سے مشروبات پینے کے لئے مہیا کردیئے، زنا حرام کیا تو نکاح جائز کردیا اور اس کی رغبت دلائی غرض یہ کہ ہر حرام کے بدلہ میں ایک متبادل ضرور دیا ہے۔

موجودہ معاشرتی حالات میں انشورنس یقیناً بہت اہمیت کا حامل ہے، کاروبار کے لئے نامناسب حالات کی وجہ سے ہونے والے خسارہ کے علاوہ بدامنی کی وجہ سے عام آدمی کو جو نقصانات ہورہے ہیں ان کی تلافی ہونی چاہئے کیونکہ شریعت میں پانچ چیزوں کی حفاظت پر خصوصی توجہ دی گئی ہے، دین عقل، جان، مال اور عزت، اور حقیقی اسلامی حکومت ان چیزوں کے تحفظ کو اپنا فرض سمجھتی ہے، لیکن زوال کا شکار امت مسلمہ میں ایسی حکومت ایک خواب بن چکی ہے، اب ضرورت اس بات کی ہے کہ انفرادی طور پر ایسے نقصانات کی روک تھام اور تلافی کی کوشش کی جائے، انشورنس اسی کوشش کا ایک مظہر ہے لیکن مال و دولت کے حریص افراد کے ہاتھوں یہ نظام بھی مجبور و مظلوم افراد کی مدد کی بجائے ایک تجارت بن کر رہ گیا، اسی طرح تکافل کا نظام بھی جو ابتدائی طور پر خالصتاً تعاون پر مبنی تھا اب تجارت میں ڈھل چکا ہے۔

گزشتہ چند صفحات میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ انشورنس غیر شرعی معاملہ ہے تو شریعت مطہرہ میں یقیناً اس کا متبادل موجود ہوگا، ضرورت یہ ہے کہ اسے تلاش کیا جائے اور اسے قابلِ عمل بنایا جائے، انشورنس کا حقیقی متبادل جو تکافل اور انشورنس کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے اور اس میں کوئی حرام معاملہ بھی نہیں ہے اور جس کی طرف سعودی عرب کی علماء کمیٹی نے بھی اشارہ کیا ہے وہ ہے "وقف"۔

وقف کی تعریف

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هو تحبيس الأصل وتسبيل المنفعة"۔ یعنی اصل مال کو روک لینا اور اس کے منافع کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنا۔

وقف کی اصل ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں ملتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمین وقف کرنے کا مشورہ دیا تھا، اور اسی حدیث میں ہمیں وقف کے احکام ومسائل کا صحیح علم ہوتا ہے، حدیث یہ ہے کہ: ''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر سے حصہ میں کچھ زمین ملی تو عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس زمین کے بارے میں مشورہ کے لئے گئے اور کہنے لگے: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے خیبر سے کچھ زمین ملی ہے اور اس سے بہتر مال مجھے آج تک نہیں ملا، تو آپ مجھے اس بارے میں کوئی مشورہ دیں'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو (یوں کرو کہ) اس کے اصل کو روک لو اور اس کے منافع کو اللہ تعالی کے راستہ میں صدقہ کر دو'' تو عمر رضی اللہ عنہ نے یوں ہی کیا کہ اسے صدقہ کر دیا، اس شرط پر کہ نہ تو اسے بیچا جائے گا، نہ ہدیہ کیا جائے گا نہ وراثت میں تقسیم ہوگا اور اس زمین کو فقراء مساکین قریبی رشتہ داروں، گردن آزاد کرانے میں، جہاد میں، مسافر اور مہمان کے لئے صدقہ کر دیا، اور یہ بھی کہ جو اس کی دیکھ بھال کرے گا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لیتا رہے لیکن اس سے زیادہ مال جمع کرنے کی کوشش نہ کرے۔''[1]

اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ:

- ایسی چیز وقف کی جائے گی جو ہمیشہ باقی رہے، جیسے زمین وغیرہ، اسی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک روپیہ کو وقف کرنا درست نہیں، لیکن راجح قول یہ ہے کہ روپیہ کو وقف کرنا درست ہے اس شرط پر کہ اس روپیہ سے ایسا کاروبار کیا جائے یا ایسی جگہ لگایا جائے جہاں سے اس کا منافع آتا رہے۔
- وقف کو بیچنا یا واپس لینا جائز نہیں کیونکہ وقف ایک طرح کا صدقہ ہے۔
- وقف کرنے والا اگر چاہے تو وقف کی جہتیں معین کر سکتا ہے یعنی وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اسکا منافع صرف مساکین کے لئے، یا صرف جہاد کے لئے ہے وغیرہ۔
- وقف کی دیکھ بھال کرنے والا اس میں سے اپنی اجرت لے سکتا ہے۔

ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وقف، انشورنس کا صحیح متبادل ہے، اور اگر تاریخ اسلامی پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں بے شمار ایسے اوقاف نظر آئیں گے جو خصوصاً مصیبت زدہ افراد کے

---

[1] سنن ابن ماجه: كتاب الصدقات، باب من وقف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ تعاون کے لئے بنائے گئے تھے۔

انشورنس کے متبادل کے طور پر وقف کو استعمال کرنے کے لئے اس کا بنیادی ڈھانچہ کچھ یوں بنایا جاسکتا ہے کہ:

- چند مخیر حضرات مل کر کچھ رقم وقف کریں۔
- اس وقف شدہ رقم کو کسی حلال کاروبار میں لگادیا جائے اور اس کا منافع جمع کیا جاتا رہے۔
- اس وقف کے منافع کو چند مخصوص مصائب کے لئے خاص کردیا جائے، مثلاً اس طرح کہ یہ وقف صرف ان افراد کے لئے ہے جن کی گاڑی کو حادثہ پیش آجائے، یا ان افراد کے لئے جو کینسر میں مبتلا ہوں اور علاج کی طاقت نہ رکھتے ہوں، یا ان افراد کے لئے جو بیروزگار ہوں اور مالی مشکلات کا شکار ہوں، یا بیواؤں کے لئے، یا یتیموں کے لئے، غرض یہ کہ کسی بھی مصیبت یا مصائب اور حالات کے شکار افراد کو خاص کیا جاسکتا ہے۔
- وقف میں رقم دینے والے مخیر حضرات میں سے اگر کوئی اس مصیبت کا شکار ہوتا ہے تو اس کے لئے بھی وقف سے حصہ نکالا جائے گا۔ البتہ اس کے لیے پہلے سے رقم نہ طے کی جائے گی نہ ہی وقف پر اس کے پورے نقصان کی ادائیگی لازم ہوگی۔
- وقف کی دیکھ بھال کرنے والے افراد یا کمپنی کو اس وقف کی دیکھ بھال کی اجرت یا خرچہ اسی وقف کے منافع سے ادا کیا جائے گا۔
- وقف میں حصہ ڈالنے والے مخیر حضرات میں سے کوئی بھی وقف کی اصل رقم اور نہ ہی اس کے منافع کا مطالبہ کرے گا، کیونکہ یہ وقف خالصتاً اللہ تعالی کی رضا کے حصول اور مستحقین کی امداد کے لئے قائم کیا جائے گا۔

یہ صرف ایک ابتدائی خاکہ ہے جسے عملی تصویر پہنانے میں یقیناً بہت محنت درکار ہے لیکن اگر اس طرح کہ چند اوقاف بنالئے جائیں اور انہیں چند مخصوص مصائب میں گرفتار افراد کے تعاون کے لئے خاص کردیا جائے تو اس کا معاشرہ پر بہت اچھا اثر پڑے گا، اس وقف کی رقم کو کاروبار میں لگانے سے نئی ملازمتیں ملیں گی، اور اس کے منافع سے کئی مستحقین کے ساتھ تعاون بھی ہوگا اور چونکہ یہ ایک اجتماعی عمل ہوگا جو کہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ کیا جائے گا اسی لئے اس کے نتائج بھی بہت بہتر اور دوررس نکلیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقیقت یہ ہے کہ عالم اسلام میں آج بھی ایسے اوقاف موجود ہیں جن کی جہتیں متعین ہیں، کوئی وقف خالصتاً بیواؤں کے لئے ہے، کوئی یتیموں کے لئے ہے، کوئی وقف قرض لینے والوں کے لئے خاص ہے اور انہیں بغیر سود کے قرض مہیا کرتا ہے، کسی وقف کے تحت ایک ہسپتال ہے جس میں مریضوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے، ایک بہترین وقف کی زندہ مثال وقف الملک عبدالعزیز ہے جو کہ ایک (72) بہتر منزلہ عمارت ہے اور بیت اللہ کے بالکل سامنے ہے یہ ایک ہوٹل ہے جس کا نام ابراج زمزم (زمزم ٹاور) ہے اس کی ساری آمدنی کو مسجد الحرام کے اخراجات کے لئے وقف کیا گیا ہے۔

اگر ان اوقاف کی جہتوں میں کچھ توسیع کر لی جائے اور ان میں وہ چیزیں بھی شامل کر دی جائیں جن کا انشورنس کرایا جاتا ہے تو یہ یقیناً سودی انشورنس اور تکافل کے نظام سے ایک بہت بہتر نظام اور بالاتفاق جائز معاملہ ہوگا۔ دشواری صرف اس بات کی ہے کہ تعاون میں بھی تجارت ڈھونڈنے اور دین سے دنیا حاصل کرنے والے افراد کو یقیناً یہ کاوش پسند نہیں آئے گی اور وہ اسے پیسوں کا ضیاع اور کاروباری گھاٹا تسلیم کریں گے۔

دنیا کی نظر میں یقیناً صدقہ کرنے والے کو اس کے صدقہ میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، لیکن "دنیا فانی ہے" کے فلسفہ پر یقین رکھنے والے اور اخروی زندگی پر ایمان لانے والے کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمیں حاصل ہی وہ ہوتا ہے جو ہم اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: جب آدم کا بیٹا مرتا ہے تو اس کے سارے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین اعمال کے، صدقہ جاریہ، ایسا علم جو نفع پہنچائے، وہ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے"۔ (1)

وقف صدقہ جاریہ کی بہترین عملی تصویر ہے، وقف کرنے والے یا وقف میں حصہ ڈالنے والے جب تک زندہ ہیں وہ کسی حادثہ کا شکار ہونے کی صورت میں اپنے وقف سے مستفید ہو سکتے ہیں، اور ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی یہ وقف ان کے لئے اجر و ثواب کا باعث بنا رہے گا۔

واللہ أعلم وصلی اللہ علي نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

---

(1) جامع الترمذی: کتاب الأحکام، باب في الوقف۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

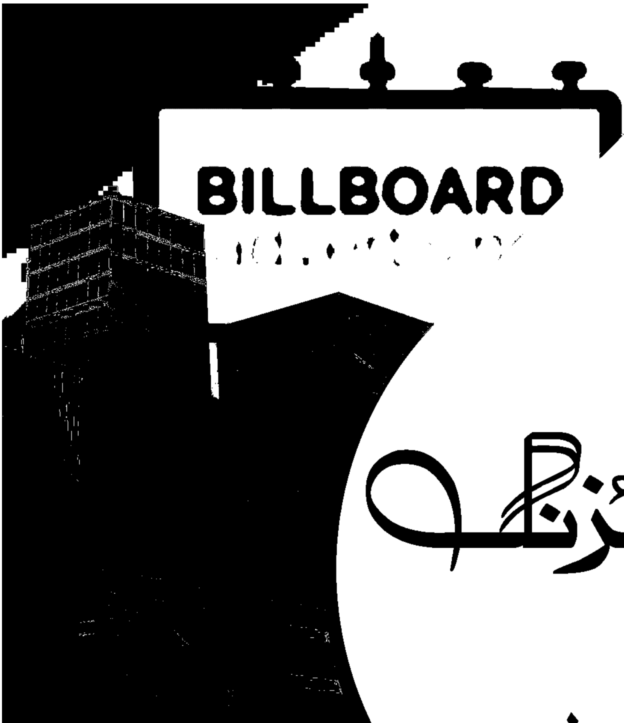

البیان

متفرق مسائل

ایڈورٹائزنگ کے شرعی اصول وضوابط

از

خالد حسین گورایہ
فاضل مدینہ یونیورسٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مقدار تک خریدنے پر کوئی خاص تحفہ دینے کا وعدہ، بسکٹ یا پتی کا پیک خریدنے پر ایک کپ فری، اور اسی طرز کی مختلف اسکیمیں شامل ہیں۔

ایڈورٹائزنگ کے ذرائع

گزشتہ ادوار میں ایڈورٹائزنگ کے ذرائع:

1. منادی کرانا: قدیم دور میں یہ طریقہ رائج تھا کہ کسی نے اپنی پروڈکٹ کو بیچنا ہوتا تو وہ بازار میں اس کا اعلان کرتا۔ بادشاہوں اور امراء کا بھی یہی طرز وطریقہ ہوتا کہ کوئی اہم پیغام عوام الناس کو دینا ہوتا تو منادی کرنے والے کو بھیجتے وہ بازار میں چکر لگاتا جب لوگ اس کے گرد جمع ہوجاتے تو بادشاہ کا پیغام پہنچادیتا۔ بازاروں کے ساتھ دیگر پبلک مقامات اور خاص تہواروں پر منادی کرنے کا طریقہ بھی عام ہوتا تھا۔
2. دلال: زمانہ قدیم میں دلال متعین ہوتے تھے جو بازاروں میں سامان کی ترویج اور اس کی فروخت کیلئے آوازیں لگاتے اور گاہکوں کو گھیر کر لاتے تھے۔
3. ملمع سازی اور چیز کو خوبصورت کر کے خریدار کے سامنے پیش کرنا: تاکہ گاہک چیز خریدنے میں دلچسپی لے۔ زمانہ قدیم کی اس صورت کو بھی ایڈورٹائزنگ کی ایک ابتدائی صورت شمار کیا جاتا ہے۔

موجودہ دور میں ایڈورٹائزنگ کے ذرائع

سابقہ دور میں رائج طریقہ ہائے ترویج بضاعہ کے ساتھ موجودہ دور میں ایڈورٹائزنگ کا بنیادی ذریعہ میڈیا ہے۔ جس کی درج ذیل اقسام ہیں۔

1. الیکٹرانک میڈیا: جس میں ٹیلی ویژن، ریڈیو، سینما وغیرہ شامل ہیں۔
2. سوشل میڈیا: انٹرنیٹ اور اس پر قائم سوشل ویب سائٹس وغیرہ
2. پرنٹ میڈیا: رسائل وجرائد ومجلّات وغیرہ
4. آؤٹ ڈور میڈیا: جس میں مرکزی شاہراہوں اور پبلک مقامات پر لگائے جانے والے سائن بورڈز، پینافلیکس، ہورڈنگز، بل بورڈز اور نیون سائنز شامل ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گزشتہ چند دہائیوں سے مؤخر الذکر دونوں صورتوں نے ایڈورٹائزنگ کے شعبے میں بے پناہ ترقی کی ہے جس کی بنیادی وجہ ان کے ریٹ کی کمی ہے۔لیکن یہ دونوں صورتیں اول الذکر صورتوں سے اثرات کے حساب سے نسبتاً کم ہیں۔

ایڈورٹائزنگ (کاروباری تشہیر) کا شرعی حکم

ایڈورٹائزنگ کاروبار کی ترویج کا ایک اہم ترین حصہ ہے، اور عصر حاضر میں یہ شعبہ ایک منافع بخش کاروبار کی صورت اختیار کر چکا ہے، اس کا تعلق چونکہ تجارت اور معاملات سے ہے اس لئے نوعیت کے اعتبار سے اس کے مسائل بیع وشراء (خرید وفروخت) کے ضمن میں آتے ہیں۔معاملات کے ضمن میں آنے سے اس کا بنیادی طور پر حکم جواز اور مباح کا ہے جب تک کہ کسی خاص دلیل کی رو سے اس کی حرمت واضح نہ ہوجائے۔فرمانِ باری تعالی ہے:

{وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ} [الأنعام:119]

’’حالانکہ جو چیزیں اس نے تمہارے لئے حرام ٹھہرادی ہیں وہ ایک ایک کر کے بیان کردی ہیں‘‘۔

نیز فرمایا:

{قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ} [الأعراف:32]

ترجمہ:’’ آپ ان سے پوچھئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت اور کھانے کی پاکیزہ چیزیں پیدا کی ہیں انہیں کس نے حرام کردیا؟‘‘۔

اور شریعت کا بنیادی اصول ہے کہ "الأصل في الأشياء الإباحة" چیزوں میں اصل جواز ہے۔

ایک قاعدہ ہے کہ: " الأصل فی المعاملات الإباحة و لا تحريم إلا بنص "۔معاملات میں اصل اباحت اور جواز ہے،اور حرمت کیلئے نص (دلیل) کی ضرورت ہے۔

کاروباری تشہیر کا معاملہ بھی ایسا ہے کہ اسلام کو اس پر کوئی اعتراض نہیں،شریعت کے مجموعی دلائل چند ضوابط وقواعد،حدود وقیود کے تحت اس معاملے کو جائز قرار دیتے ہیں۔لیکن اگر یہ معاملہ اپنی شرعی حدود وقیود سے نکل جائے تو وہ شرعی رو سے ناجائز ہوجاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذیل میں ان دلائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن سے کاروباری تشہیر کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

قرآن کریم سے دلائل

فرمان باری تعالیٰ ہے: {وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا} [البقرۃ:275]

''اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام''۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مذکورہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بیع عمومی طور پر جائز اور مباح ہے اس پر اور اس کی دیگر صورتوں اور تفصیلات پر حرمت کا حکم لگانے کیلئے دلیل کی ضرورت ہے''①

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ آیت بیع کے جواز کی بنیادی دلیل ہے، اہل علم کی مذکورہ آیت کی بابت متعدد آراء ہیں جن میں سب سے صحیح تر رائے یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے جس میں چند تخصیصات بھی داخل ہوتی ہیں، اس آیت میں ''بیع'' کا لفظ عام ہے، جس میں ہر قسم کی بیع شامل ہے، لیکن شریعت مطہرہ نے چند بیوع کو حرام قرار دیا ہے اور ان سے منع کیا ہے۔لہذا یہ آیت عمومی طور پر ہر معاملے کی اباحت اور جواز پر دلالت کرتی ہے اور جس مسئلہ میں منع کی دلیل آگئی وہ صورت اس سے خاص ہو جائے گی''۔②

کاروباری تشہیر پر جب نظر ڈالیں تو اس کی صورت بھی بیع سے قدرے مختلف نہیں بلکہ عصر حاضر میں تو یہ ایک بہت بڑا منافع بخش کاروبار ہے۔

سنت نبویہ ﷺ سے بھی کاروبار کی تشہیر کے اخلاقی ضابطے میں رہتے ہوئے جواز کے دلائل ملتے ہیں۔

سنت نبویہ ﷺ سے دلائل

❖ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلے کی ایک ڈھیری کے پاس سے

---

① الجامع لأحکام القرآن 306/2 ② فتح الباری شرح صحیح البخاری 357/4

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

گزرے تو اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا، آپ نے اس میں نمی محسوس کی تو فرمایا: اے غلہ کے مالک یہ کیا ہے؟ غلہ فروخت کرنے والے نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بارش کی وجہ سے گیلا ہوگیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے اس بھیگے ہوئے مال کو اوپر کیوں نہیں رکھ دیا تا کہ لوگ دیکھ سکیں، پھر فرمایا جس نے دھوکہ کیا وہ ہم سے نہیں''۔ ①

مذکورہ بالا روایت سے دو چیزیں واضح ہوئیں:

اول: پروڈکٹ کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کا جواز۔

دوم: چیز کو پیش کرتے وقت دھوکہ اور فریب سے کام لینے کی ممانعت۔

لہٰذا ایڈورٹائزنگ کے وقت اگر کوئی شخص پروڈکٹ میں کمزوری یا کمی پائے تو اسے نمایاں کر کے بیان کردے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ مندرجہ بالا روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''یہ حدیث حسن صحیح ہے اہل علم کا اس پر عمل ہے ان کے نزدیک خرید وفروخت میں دھوکہ فریب حرام ہے''۔

❖ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ قحط سالی اور گرانی کے وقت ایک دفعہ شام سے لوگوں کی ضروریات کی چیزیں جو آٹا وغیرہ لیکر وارد ہوئے، تو انہوں نے اُحجار الزیت نامی جگہ پر پڑاؤ ڈالا اور پھر طبل بجانا شروع کردیا تا کہ لوگوں کو ان کی آمد کا علم ہوجائے، چنانچہ لوگ ماسوائے گیارہ یا بارہ افراد کے ان کے طبل کی آواز سن کر اس طرف نکل کھڑے ہوئے، دحیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ اس وقت جمعہ کی نماز میں تھے طبل کی آواز سن کر نکل کھڑے ہوئے''۔ ②

مجاہد اور مقاتل کا بیان ہے کہ: ''آپ ﷺ خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ دحیہ کلبی سامان تجارت لیکر مدینہ میں آن وارد ہوئے، اس پر ان کے اہل خانہ نے دف بجانا شروع کردیا جس کی آواز سن کر لوگ جمعہ کا خطبہ چھوڑ کر ان کی طرف روانہ ہوگئے''۔ ③

---

① صحیح المسلم: کتاب الایمان، باب من غش فلیس منا۔

② الجامع لأحکام القرآن للقرطبي 9/ 352

③ الجامع لأحکام القرآن للقرطبي، 353/9 التحریر والتنویر لابن عاشور 228/11

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ایک روایت میں ہے کہ: ''ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور کہنے لگا کہ دحیہ کلبی سامان تجارت لیکر آئے ہیں، دحیہ کے گھر والوں کا یہ معمول ہوا کرتا تھا کہ جب وہ تشریف لاتے تو وہ دف بجا کر ان کا استقبال کرتے، یہ سن کر لوگ نکل پڑے''۔ (1)

مذکورہ بالا مختلف روایات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ زمانہ نبوی ﷺ میں لوگ تجارتی مال کی آمد کا اعلان اور تشہیر مختلف طریقوں سے کیا کرتے تھے تاکہ لوگ جمع ہوکر اپنی ضرورت کی چیز خرید لیں، ان ذرائع میں طبل یا دف کا بجایا جانا وغیرہ شامل تھا۔ یہ طریقے زمانہ نبوی ﷺ میں تجارتی اعلانات اور پروڈکٹ کی فروخت کیلئے استعمال ہوتے تھے اور آپ ﷺ نے ان میں شرعی قباحت نہ پاتے ہوئے لوگوں کو اس سے منع نہیں کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ اپنی پروڈکٹ کی تشہیر شرعی حدود وقیود میں کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

❖ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اپنا تجارتی سامان بیچنے کیلئے اسے بازاروں میں سجاتے، لوگوں کو اس کے خریدنے پر راغب کرنے کیلئے خود یا اپنے ملازموں اور غلاموں سے آوازیں لگواتے، لہٰذا ان کا اپنے مال کو یوں پیش کرنا اور اس پر منادی کرنا اس کی تشہیر کی ابتدائی صورت تھی جسے ہم ایڈورٹائزنگ کی ابتدائی شکل سمجھ سکتے ہیں۔ اور چونکہ آپ ﷺ نے اس کا انکار نہیں کیا یہ اس امر کے جواز کی بڑی قوی دلیل ہے۔

عقلی دلیل: شریعتِ اسلامیہ کا سنہری اصول ہے کہ وہ مشقت، تکلیف وتنگی کے ازالے کیلئے آئی ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

{وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ} [الحج:78]

''اور اس نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی''۔

دورِ حاضر میں ایڈورٹائزنگ ایک بنیادی ضرورت بن چکی ہے مختلف قسم کی کمپنیوں کا وجود میں آنا، انواع واقسام کی پروڈکٹس میں آئے روز اضافہ ہونا اس امر کا متقاضی ہے کہ ان پروڈکٹس سے صارفین کو

---

(1) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ،353/9، التحرير والتنوير لابن عاشور 228/11

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مطلع کیا جائے۔لہٰذا ان کمپنیوں کیلئے ضروری ہو چکا ہے کہ وہ اپنی پروڈکٹس کی خصوصیات کے بارے میں لوگوں کو مطلع کریں اور اگر تاجروں کو اس عمل سے روک دیا گیا تو وہ لوگ تنگی اور تکلیف میں مبتلا ہوں گے، ان کی برانڈز کارخانوں اور گوداموں میں گل سڑ جائیں گی جس سے انہیں بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جوکہ شرعی مقاصد کے خلاف ہے۔اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ کاروبار کی تشہیر ایک جائز عمل ہے لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ جن ذرائع سے اس ایڈورٹائزنگ کو نشر کیا جاتا ہے وہ شریعتِ مطہرہ کے اصولوں اور ضابطوں کے عین مطابق ہوں اور اس کے معیار پر پورے اتریں۔ان ضابطوں میں چند اہم ترین کا تذکرہ ہم آئندہ سطور میں کرتے ہیں۔

ایڈورٹائزنگ کے شرعی اصول اور ضابطے

سابقہ بحث سے واضح ہوا کہ شریعت مطہرہ میں کاروبار کی تشہیر کرنا اپنی پراڈکٹ اور برانڈ سے متعلق لوگوں کو آگاہی دینا اور گاہکوں کو اس کی خصوصیات سے آگاہ کرنا جائز اور مشروع ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کیلئے اختیار کیا جانے والا طریقہ اور ذریعہ بھی جائز اور مشروع ہونا چاہیے۔شرع مطہر میں چند ایسے ضابطے اور اصول متعین کئے گئے ہیں جن کا خیال کرنے سے ایک مسلمان تاجر ایڈورٹائزنگ کے معاملات میں غیر شرعی چیزوں سے بچ سکتا ہے۔

پہلا ضابطہ: سچائی اختیار کرنا اور جھوٹ اور مبالغہ آرائی سے پرہیز کرنا

شریعت اسلامیہ کا ایک مسلمان سے تقاضا ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات، اقوال وافعال میں سچائی اختیار کرے۔دیگر معاملات کی طرح تجارتی معاملات میں اس پر بالخصوص توجہ دلائی گئی اور سچائی پر اجرِ عظیم کی نوید بھی سنائی گئی چنانچہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا''۔[1]

---

[1] سنن الترمذی: كتاب البيوع، باب ماجاء في التجار، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے،لیکن شیخ البانی رحمہ اللہ اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔الغرض مفہوماً یہ روایت صحیح ہے جس کی تائید شریعت کے دیگر بیشمار دلائل سے ہوتی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاجر کو تجارت میں بھی اور اس طرح اپنے مال کی ایڈورٹائزنگ میں بھی سچائی اختیار کرنی چاہیے۔

اسماعیل بن عبید بن رفاعہ اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ: ''وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ عیدگاہ کی طرف نکلے تو دیکھا کہ لوگ خرید وفروخت کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اے تاجروں کی جماعت! وہ سب رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اپنی گردنیں اٹھالیں اور آپ کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''تاجر قیامت کے دن نافرمان اٹھائے جائیں گے البتہ جو اللہ سے ڈرے نیکی کرے اور سچ بولے''۔ (1)

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیچنے والے اور خریدنے والے کو اختیار ہے (بیع فسخ کرنے کا) جب تک کہ دونوں جدا نہ ہوں (اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ قَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا) کہا اگر دونوں سچ بولیں اور صاف صاف بیان کریں تو ان دونوں کی بیع میں برکت ہوگی اور اگر دونوں نے چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان دونوں کی بیع کی برکت ختم کردی جائے گی''۔ (2)

سچائی ایک ایسی صفت ہے جس سے رزق میں برکت اور بڑھوتری ملتی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو انسان اپنا مال لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ فروخت کی جانے والی چیز کے تمام عیوب خفیہ اور ظاہری گاہک کے سامنے بیان کردے، کوئی چیز چھپائے نہیں اور اگر چھپایا تو وہ ظالم، خائن اور دھوکے باز ٹھہرے گا۔ ملاوٹ، خیانت اور دھوکہ دہی حرام عمل ہے۔ ایسا کرنے والا فرد معاملے میں خیر خواہی سے کنارہ کشی اختیار کر رہا ہے۔ اور نصیحت وخیر خواہی ایک ضروری اور لازم امر ہے۔ اس کی واضح دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے اور اپنا ہاتھ اس ڈھیر میں داخل کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کو کچھ تری محسوس ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے غلے کے مالک یہ تری کیسی ہے؟ یعنی ڈھیر کے اندر یہ تری

---

(1) سنن الترمذی: کتاب البیوع، باب ماجاء في التجار، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ سنن ابن ماجہ: کتاب التجارات، باب التوقی فی التجارۃ شیخ البانی رحمہ اللہ اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(2) صحیح البخاری: کتاب البیوع، باب إذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا۔ صحیح المسلم: کتاب البیوع، باب الصدق في البیع والبیان.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہاں سے پہنچی اور تم نے غلہ کو تر کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تک بارش کا پانی پہنچ گیا تھا (جس کی وجہ سے غلہ کا کچھ حصہ تر ہو گیا ہے میں نے قصداً تر نہیں کیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم نے غلہ کو اوپر کی جانب کیوں نہیں رکھا تا کہ لوگ اس کو دیکھ لیتے اور کسی فریب میں مبتلا نہ ہوتے) یاد رکھو جو شخص فریب دے وہ مجھ سے نہیں (یعنی میرے طریقہ پر نہیں ہے)''۔ ①

جہاں عیوب کو چھپانے سے شریعت نے منع فرمایا وہاں اپنے مسلمان بھائی سے خیر خواہی کرنے، نصیحت کرنے اور اچھا مشورہ دینے کا بھی حکم دیا۔ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھوں گا، زکوٰۃ ادا کروں گا، اور ہر مسلمان کے حق میں خیر خواہی کروں گا''۔ ②

اس کے بعد سیدنا جریر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل یہ ہوا کرتا تھا کہ وہ اپنی چیز کی کمزوریاں کھول کر رکھ دیتے، پھر کہتے کہ اگر لینی ہے تو لے لو ورنہ چھوڑ دو، ان سے کہا گیا کہ اگر تم نے اس طرح کیا تو تمہاری چیز فروخت ہی نہیں ہوگی! فرمانے لگے "إنا بایعنا رسول اللہ علی النصح لکل مسلم" ''ہم نے رسول اللہ ﷺ سے ہر مسلمان کے حق میں خیر خواہی کرنے کی بیعت کی ہے''۔ ③

بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ شریعتِ اسلامیہ نے تو یہاں تک تعلیم دی کہ اگر فروخت کنندہ اور خریدار کے علاوہ کوئی تیسرا شخص بھی اس عیب کو دیکھ لے تو اس پر بھی ضروری ہے کہ لوگوں کو اس سے آگاہ کرے۔ یزید ابن ابی مالک فرماتے ہیں کہ: ''ہمیں ابو سباع نے بیان کیا کہ میں نے واثلہ بن اسقع کے گھر سے ایک اونٹنی خریدی، جب میں خرید کر جانے لگا تو دیکھا کہ واثلہ رضی اللہ عنہ اپنا کپڑا گھسیٹتے ہوئے آ رہے ہیں آتے ہی کہنے لگے: اے عبد اللہ! کیا تم نے اونٹنی خریدی ہے؟ میں نے کہا ہاں، کہنے لگے کیا اس بیچنے والے نے اس میں جو عیب ہے تمہیں بتایا ہے؟ میں نے کہا اس میں کون سا عیب ہے؟ کہنے لگے کہ ہاں موٹی تازی ہے صحت مند ہے! پھر فرمایا کیا تم اس پر سفر کرنے کا ارادہ رکھتے ہو یا ذبح کرنے کیلئے لی ہے؟ میں نے کہا کہ: نہیں بلکہ میں نے حج کے ارادے سے لی ہے کہ اس پر سوار ہو کر حج کیلئے جاؤں گا، کہنے لگے:

---

① صحیح المسلم: کتاب الإیمان، باب من غش فلیس منا

② صحیح المسلم: کتاب الإیمان، باب بیان أن الدین النصیحة ③ إحیاء علوم الدین للغزالي: 69/2

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس اونٹنی کی ایڑی میں نقب ہے، کہتے ہیں: یہ بات سن کر وہ فروخت کرنے والا کہنے لگا: اللہ تمہاری اصلاح کرے تم تو میرا سودا خراب کر رہے ہو۔اس پر واثلہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"لا يحل لأحد يبيع شيئا إلا يبين ما فيه و لا يحل لمن يعلم ذلك إلا يبينه"①

''کسی کیلئے یہ حلال نہیں کہ جب وہ چیز بیچے، اس میں موجود عیب واضح طور پر بیان نہ کر دے، اور اس شخص کیلئے بھی جائز نہیں کہ جو اس عیب کو جانتا ہو وہ اسے بیان نہ کرے''۔

فقہاء نے بھی اس مسئلے پر تفصیلی بحث کی ہے کہ اگر کوئی بائع کسی شخص کو بغیر عیب کی نشاندہی کئے اپنی چیز فروخت کر دیتا ہے، اور خریدار کو اس عیب کا بعد میں علم ہوتا ہے تو یہ بیع تو صحیح ہوگی لیکن خریدار کو اختیار ہے وہ چاہے تو وہ چیز اس عیب کے ساتھ بخوشی قبول کرے یا پھر تاجر کو دوبارہ واپس لوٹا دے اور بیع فسخ کر کے اپنی قیمت واپس لے لے۔اس ضمن میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ''ایک شخص نے غلام خریدا اسے کام میں لگایا پھر اس میں عیب دیکھا تو واپس کر دیا، اس پر فروخت کنندہ کہنے لگا کہ ''اس نے میرے غلام کو کام میں لگا کر فائدہ اٹھایا ہے اس کی اجرت؟'' اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " الغلة بالضمان " کہ نفع و فائدہ ضمانت کے ساتھ مربوط ہے (جو ضامن کو ملے گا)۔②

مندرجہ بالا دلائل سے نمایاں ہوا کہ ایڈورٹائزنگ کرنے والے کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ سچائی کا دامن نہ چھوڑے کہ کہیں ان معاملات میں نہ پڑ جائے جن سے شریعت اسلامیہ نے منع فرمایا ہے، مگر المیہ یہ ہے کہ آج کے دور میں ایڈورٹائزنگ میں محض سچ کو چھپایا یا غلط بیانی سے کام نہیں لیا جاتا بلکہ اس سے بڑھ کر مبالغہ آرائی کی انتہا کر دی جاتی ہے۔ایک شیمپو بیچنے والی کمپنی شیمپو کی اتنی توصیفات بیان کرتی ہے کہ جیسے اس میں ہر مرض کا علاج ہے لیکن استعمال کے بعد اس کے کوئی خاطر خواہ نتائج نہیں نکلتے بلکہ الٹا

---

① مسند امام احمد: حديث واثلة بن الأسقع من الشاميين رضي الله عنه۔ امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔② سنن الترمذی: كتاب البيوع، باب في من اشترى عبدا فاستعمله ثم وجد به عيبا، امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔امام البانی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نقصانات اور منفی پہلو بھی سامنے آتے ہیں۔جس سے خریدار کے جذبات مجروح ہوتے ہیں، بداعتمادی کا سلسلہ چل نکلتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بھروسے کی فضا ناپید ہوجاتی ہے، جوکہ کاروبار کی ترقی، برکت اور کامیابی کیلئے انتہائی ضروری ہے۔اکثر اوقات ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں کہ ایک شخص اپنی تمام جمع پونجی لگا کر چیز خریدتا ہے لیکن پھر بھی وہ کوس ہی رہا ہوتا ہے کہ میرے ساتھ فراڈ ہوگیا، میں لٹ گیا لیکن کیا کیا جائے یہاں آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے!

؎ شکوہ کریں تو کس سے شکایت کریں تو کیا۔۔۔۔۔۔۔۔

؎ حرفِ دروغ، غالب شہر خدا ہوا

شہروں میں ذکر حرفِ صداقت کریں تو کیا

دوسرا ضابطہ حرام کردہ چیزوں کی ایڈورٹائزنگ نہ کی جائے

ایڈورٹائزنگ کمپنیاں اور متعلقہ تمام ادارے اس کی پاسداری کریں حرام چیز کا نہ ایڈ تیار کیا جائے، نہ اس کی تشہیر کے لئے جگہ دی جائے اور نہ ہی اسے نشر کیا جائے۔جس چیز کا استعمال گناہ ہے یقیناً اس کی ترغیب دینا بھی گناہ ہے اور اگر ایسا ہوا تو تمام لوگ جرم میں برابر کے شریک ہوں گے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

{وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ} [المائدة:2]

”نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ ظلم زیادتی میں مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے“۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام کردیتے ہیں تو اس کی قیمت سے فائدہ اٹھانا بھی حرام فرمادیتے ہیں“۔ [1]

---

[1] سنن دارقطني: کتاب البیوع، إن اللہ تعالی إذا حرم شیئا حرم ثمنه.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عصر حاضر میں حرام شدہ چیزوں کی ایڈورٹائزمنٹ کی چند صورتیں:

- ایسے اشتہارات تیار کرنا جن میں سگریٹ نوشی اور شراب ومنشیات کی ترویج شامل ہو یہ حرام ہے۔
- ایسے بینکوں کے ایڈ تیار کرنا یا تشہیر کرنا جو سودی لین دین کرتے ہیں۔
- موسیقی ،فلم ،ٹی وی اور اسٹیج ڈراموں ودیگر ایسے پروگراموں کی تشہیر کرنا جن میں فحاشی بے حیائی ،اور اخلاقی استحصال شامل ہوتا ہے۔
- فحش سائٹوں پر اپنے ایڈ دینا۔
- جوا، بدکاری وفحاشی کی ایڈورٹائزنگ اور مارکیٹنگ کرنا وغیرہ۔

تیسرا ضابطہ تشہیر کسی ایسے مواد پر مشتمل نہ ہو جو شہوانیت اور جنسی جذبات کو ابھارے

شریعتِ اسلامیہ حیا وشرم ،عفت وعفاف اور حسن اخلاق کو اختیار کرنے کا حکم دیتی ہے۔

غیر محرم سے خلوت اور اختلاط ،نمائشِ بدن ، اور ایسے کام بجالانا جس سے لوگوں کے شہوانی اور جنسی جذبات ابھریں اس سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس طرح کی تشہیر اور اعمال میں معاشرے کی تباہی ،اخلاق کی تباہی اور فحاشی کو پروموٹ کرنے کا عندیہ موجود ہے اس لئے شریعت اسلامیہ نے ایسے اعمال سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ لیکن اگر آج کی ایڈورٹائزنگ پر نظر ڈالی جائے تو وہ چاہے آڈیو کی صورت میں ہو یا ویڈیو یا پرنٹ کی صورت میں ان کا اخلاقی گراف اتنا گر چکا ہے کہ الحفیظ والامان !عورت کو ایک مہرہ بنا کر استعمال کیا جاتا ہے، اسے پروڈکٹ متعارف کرنے کے لئے ایک آلے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اس کی تکریم وعزت کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔

مگر شریعت مطہرہ نے انسان کی تکریم کی ہے اسے عفت وحیا کا درس دیا ہے فرمان باری تعالیٰ ہے:

{ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا } [الاسراء:70]

’’یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی''۔

ہمارے معاشرے کا گراف کس حد تک گر چکا ہے اس کا اگر مشاہدہ کرنا ہو تو وہ سائن بورڈز، ٹی وی اشتہارات اور ہوڈنگز سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ کیسے جنسی جذبات کو ہوا دی جارہی ہے۔ فجور و فحاشی اور بے حیائی انتہا کو پہنچ چکی ہے، ملبوسات کا اشتہار ہو، شیمپو کا اشتہار ہو، صابن یا صرف ہو، کھانے پینے کی اشیاء سب پر نیم برہنہ عورتیں براجمان ہوتی ہیں۔ جس سے عیاں ہوتا ہے عورت کو نیم برہنہ کئے بغیر کوئی پروڈکٹ فروخت ہو ہی نہیں سکتی! اس طرح کی حیا باختہ تشہیر محض پروڈکٹ پر منفی اثرات نہیں ڈالتی بلکہ معاشرے سے عفت وعصمت حیا و پاکدامنی کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ عورت ایک آلہ ترویج بضاعت بن چکی ہے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

{إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ} [النور:19]

ترجمہ: ''جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے''۔

اسلام نے تو عورت کی آواز تک کو حساس قرار دیا ہے کہ جس سے برائی کے طالب لوگوں کی امیدیں وابستہ ہو جاتی ہیں اس لئے فرمایا:

{يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا} [الأحزاب:32]

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو''۔

اور پردے اور حیا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

{يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا} [الأحزاب:59]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکایا کریں۔ اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے"۔

چوتھا ضابطہ: اپنی پروڈکٹ کی ترویج کیلئے دیگر برانڈز کی مذمت نہ کی جائے

اسلام نے جن اخلاقِ فاضلہ کی تعلیم دی ہے اس میں نمایاں اخلاق یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنے دوسرے بھائی کیلئے ہمیشہ مثبت اور اچھی سوچ رکھنی چاہئے، ایثار اور قربانی کے جذبہ سے سرشار رہنا چاہئے اس کے ساتھ ساتھ باہمی تعلق ومحبت کو فروغ دینے کی تعلیم دی ہے فرمان باری تعالی ہے:

{وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ} [الحشر:9]

"اور (ان کے لئے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب اور بامراد ہے"۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کوئی بھی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔ (1)

ہاں منافست اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے سے شریعت نے منع نہیں کیا لیکن یہ ضابطہ مقرر کردیا

(1) صحیح البخاری: کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه. صحیح المسلم: کتاب الإیمان، باب الدلیل أن من خصال الإیمان أن یحب لأخیه المسلم ما یحب لنفسه من الخیر.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اس منافست اور رسہ کشی میں کسی دوسرے مسلمان بھائی کی ساکھ مجروح نہیں ہونی چاہئے اور نہ اس کو کسی قسم کا نقصان پہنچنا چاہئے۔ تاکہ معاشرے میں الفت ومحبت کی فضا پروان چڑھے اور بغض وحسد کی فضا معدوم ہو۔ لیکن دور حاضر میں بالعموم تب تک اپنی پروڈکٹ کو کامیاب تصور نہیں کیا جاتا جب تک دوسروں کی پروڈکٹ کے نقائص بیان نہ کردئے جائیں تقابل کے بغیر اپنی تشہیر کو نامکمل سمجھا جاتا ہے دوسرے کو خراب کہہ کر خود کو صحیح ثابت کرنے کا طریقہ بہت رواج پاچکا ہے۔ جبکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"لا ضرر ولا ضرار" (1) ''نہ کسی کو نقصان دو نہ تمہیں نقصان دیا جائے''۔

اس لئے ایک مسلمان اور مومن تاجر کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی پروڈکٹ کی ایڈورٹائزنگ کرے لیکن دوسرے مسلمان بھائیوں کی تنقیص کئے بغیر اور ان کی چیزوں سے مقارنہ کئے بغیر ورنہ کہیں اس حدیث کی ضمن میں نہ آجائے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: '' تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے''۔ (2)

ہمارے معاشرہ میں عموماً جو اشتہارات نظر سے گذرتے ہیں اس میں اس طرح کے القابات جلی حروف میں ہوتے ہیں ''اس میں جو مزہ ہے وہ کسی اور میں کہاں'' بے شمار طریقوں سے تقابل پیش کیا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سنہری تعلیمات اسلامی طرز تشہیر کا اصول ہے جبکہ مغربی ایڈورٹائزمنٹ میں تو نہ صرف کہ اس قسم کی تنقیص وتجریح کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے بلکہ تقابلی اشتہارات کو سب سے زیادہ کامیاب تصور کیا جاتا ہے۔

پانچواں ضابطہ: ایسے اشتہارات سے پرہیز کرنا جو اسلامی عقائد ونظریات سے متصادم ہوں

عقیدہ مسلمان کی زندگی کا سب سے اہم ترین سرمایہ ہے، اس کے بغیر ایمان اور اسلام کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے، لہٰذا کسی بھی ایسی پروڈکٹ کی تشہیر نہ کی جائے جس سے مسلمان کے اخلاق اور اس کا عقیدہ متاثر ہو۔ اس میں سب سے بنیادی چیز غیر اللہ کے عرس واعیاد کیلئے اپنا پلیٹ فارم مہیا کرنا، بروشر

---

(1) سنن ابن ماجه: كتاب الأحكام، باب من بنى في حقه مايضر بجاره. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(2) صحيح البخاری: كتاب البيوع، باب لا يبيع على بيع أخيه.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شائع کرنا، یا ایسے حیا باختہ مشاعروں کی تشہیر کرنا جس میں تمام اخلاقی واعتقادی حدوں کو پامال کردیا جاتا ہے، یا ایسے پروگراموں یا جرائد میں اشتہار دینا جن میں علم نجوم سے متعلق یا غیبی معاملات سے متعلق بحث کی جاتی ہو۔

چھٹا ضابطہ اعلانات میں فضول خرچی نہ کی جائے

آج کے دور میں کمپنیاں ایڈورٹائزنگ پر اتنی خطیر رقم خرچ کرتی ہیں کہ جس کا اثر قیمت کی گرانی پر منتج ہوتا ہے۔ یہ فعل فضول خرچی کے ضمن میں آتا ہے اور فضول خرچی اسلام میں قطعاً جائز نہیں فرمان باری تعالیٰ ہے: {وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ} [الأنعام:141]

ترجمہ: اور بے جا خرچ نہ کرو۔ کیونکہ اللہ اسراف (فضول خرچ) والوں کو پسند نہیں کرتا۔

نیز فرمایا:

{وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ○ إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا○} [الإسراء:27،26]

ترجمہ: ''اور فضول خرچی نہ کرو۔ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے''۔

کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ بھائی اس میں فضول خرچی کہاں ہے بلکہ تاجر تو جو خرچ کرتا ہے اس کا منافع اسے مل جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاجر کی ایڈورٹائزنگ کی مکمل قیمت گاہک کو ادا کرنی پڑتی ہے، جس سے کساد بازاری کی فضا عام ہوتی ہے اور غریب لوگوں کیلئے خریداری مشکل سے مشکل تر ہو جاتی ہے۔ اور معاشرے پر اس کے انتہائی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں جبکہ مومن کو تو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ لوگوں کیلئے بھلائی کے پہلو پر سوچے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب وہ شخص ہے جو لوگوں کو زیادہ نفع اور فائدہ پہنچائے، اور اعمال میں سب سے پسندیدہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جس میں ایک بندہ اپنے مسلم بھائی کو کوئی خوشخبری دے، یا اس سے کوئی تکلیف دور کرے، یا اس کا قرض ادا کردے، یا اس کی بھوک مٹادے، اور میں ایک مسلمان بھائی کی ضرورت کو پورا کروں یہ مجھے مسجد میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ایک مہینے کے اعتکاف کرنے سے زیادہ پسند ہے، اور جس نے اپنے غصے پر قابو پالیا، اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو چھپائے گا، جس نے غصہ کو پیا اگرچہ وہ اس کو نافذ کرنے پر قادر تھا، اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کے دل کو رضا سے بھر دے گا اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے چلا تا کہ اسے ثابت قدم کردے، اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت ثابت قدم رکھے گا جس دن بہت سے قدم ڈگمگائیں گے، اور بد اخلاقی مسلمان کے عمل کو ایسے تباہ کردیتی ہے جیسا کہ سرکہ شہد کو"۔

قیمتوں کی گرانی سے معاشرے کے متوسط اور نچلے طبقے پر بوجھ بڑھ جاتا ہے۔ اور چیزیں ان کی قوت خرید سے باہر ہوجاتی ہیں۔ جس سے معاشرہ میں عدم توازن کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

ساتواں ضابطہ صارفین کے جذبات کو اپیل کرنے سے گریز کیا جائے

شریعتِ اسلامیہ میں تجارت کے حوالے سے یہ ضابطہ دیا گیا ہے کہ وہ فریقین کی باہمی رضامندی پر مبنی ہونی چاہئے۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے: "اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ" رضا کیلئے ضروری ہے کہ انسان مکمل طور پر فکری وجسمانی لحاظ سے آزاد ہو اسے کسی چیز کے سودے پر حسی یا معنوی طور پر مجبور نہ کیا جائے۔ اکراہ اور مجبوری عمومی طور پر دو طرح سے ہوتی ہے۔ ایک تو کسی انسان کو جسمانی طور پر کسی دباؤ کے تحت کوئی چیز خریدنے پر مجبور کیا جائے۔ یہ صورت تو موجودہ تجارت میں تقریبا نہ ہونے کے برابر ہے لیکن دوسری قسم یہ کہ انسان کو مسمرائز (Mesmerize) اور ہپناٹائز (Hypnotize) کرکے کوئی چیز خریدنے پر مجبور کیا جائے۔ یعنی ہمیں ترغیب اور اکراہ میں فرق کرنا چاہئے محمد مبشر نذیر صاحب رقمطراز ہیں:

"ہمارے معاشرے میں پراڈکٹس کے فوائد بتلا کران کو خریدنے کی ترغیب پیدا کرنے کا کام بھی کیا جاتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ زیادہ زور اس بات پر ہے کہ لوگ اپنی عقل ودانش کے تحت تجزیہ کرکے نہیں بلکہ اپنے جذبات کے ہاتھوں ان پروڈکٹس کو خریدنے پر مجبور ہوجائیں۔ اس مقصد کے لئے ہر برانڈ کو کسی مخصوص جذبے مثلاً دوستی، عشق ومحبت، مامتا، اپنائیت، ذہنی سکون،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقابلے، پزل گیمز، پروڈکٹ کے خصوصیات سے متعلق سوالات وغیرہ، یا کسی جملے کو مکمل کرنا، یا املائی غلطیوں کو درست کرنا وغیرہ وغیرہ پھر جوابات وصولی کے بعد کامیاب امیدوار کا نام بذریعہ قرعہ اندازی اعلان کیا جاتا ہے۔اس مسئلے کو اگر شرعی نوعیت سے دیکھا جائے تو اس کی دو صورتیں بنتی ہیں۔

1 کمپنی مقابلے میں شرکت کیلئے کسی چیز کے خریدنے کا پابند نہ کرے۔بغیر کسی شرط کے وہ کوپن تقسیم کئے جائیں کہ کوئی بھی شخص اس میں حصہ لے سکتا ہے۔

2 کمپنی یا مقابلے کا انعقاد کرنے والی شخصیت اپنی پروڈکٹس میں سے کسی چیز کے خریدنے کو لازم قرار دے۔اس کا ایک طریقہ تو یہ ہوسکتا ہے کہ کمپنی کہے کہ ہم اس مقابلے میں حصہ لینے کا کوپن صرف اسی شخص کو دیں گے جو ہماری فلاں چیز خریدے گا۔یا پھر وہ ایسے نہ کہیں بلکہ ایسا کریں جیسا کہ بہت سے ادارے کرتے ہیں کہ کوپن بیچے جانے والی چیز کے اندر ہی ہوتے ہیں جسے نکال کر فل کر کے بھیجا جاتا ہے۔بالعموم اس طرح کے مقابلے پرنٹ میڈیا یا اخبارات ورسائل میں بکثرت دیکھے جاسکتے ہیں۔

دوسری قسم: ایسا انعامی مقابلہ جس میں مقابلہ میں شریک افراد کو کچھ بھی نہ کرنا پڑے۔ان کی کسی قسم کی صلاحیت صرف نہ ہو۔

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مقابلہ منعقد کرنے والی جہات لوگوں میں خاص نمبرز پر مبنی کوپنز تقسیم کرتی ہیں اگر وہ قرعہ اندازی میں شامل ہونا چاہتے ہیں پھر ایک تاریخ کا اعلان کر دیا جاتا ہے کہ فلاں تاریخ کو قرعہ اندازی ہوگی اور بذریعہ قرعہ اندازی اتنے افراد کو جن کا نمبر نکلا انعامات دیئے جائیں گے۔اس قسم کے مقابلوں کی آسانی اور جاذبیت کے باعث اکثر کمپنیاں اس قسم کے ہی مقابلے کراتی ہیں اور لوگوں کو بھی یہی آسان لگتے ہیں کہ بغیر کسی ذہنی وجسمانی مشقت کے ٹوکن حاصل کر کے اگر کوئی انعام نکل آیا تو وارے نیارے ہوجائیں گے۔

اس قسم کی بھی ذیلی دو صورتیں بنتی ہیں۔

1 مقابلے میں شرکت کیلئے کمپنی کی کسی پروڈکٹ خریدنے کی شرط نہ ہو۔

2 مقابلے میں شرکت کیلئے پروڈکٹ خریدنے کی شرط لگائی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسائل مذکورہ بالا کا شرعی نوعیت سے جائزہ

اہل علم نے مقابلوں کو عمومی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلی قسم: ایسے مقابلے جو معاوضہ (انعام) کے ساتھ بھی جائز ہیں اور بغیر معاوضے کے بھی۔

مقابلوں کے حوالے سے اسلام کا جو عمومی نقطہ نظر ہے یہ تین چیزوں اونٹوں کی دوڑ، تیر اندازی، گھڑ دوڑ میں مقابلوں کے اجراء کو فقہاء نے اجماعا جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ اس مقابلے کی انعامی رقم کسی تیسرے فریق کی طرف سے ہو نہ کہ مقابلے میں شریک فریقوں کی جانب سے۔ ①

نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے: "لا سبق الا في خف، أو نصل، أو حافر"۔ ②

''مسابقت کے ساتھ مال لینا حلال نہیں مگر اونٹ، یا گھوڑے دوڑانے میں اور تیر اندازی میں''۔

اہل علم نے مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ مقرر کیا کہ حدیث میں مذکور تینوں چیزوں میں مقابلے منعقد کرانا جائز ہیں بلکہ مطلب شرعی ہیں۔

دوسری قسم: ایسے انعامی مقابلے جو واجبات کی ادائیگی سے غافل کردیں، یا ان میں حرام چیز کی آمیزش ہوجائے ایسے مقابلے بالکل ناجائز ہیں۔

اہل علم کا اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ ہر وہ چیز جو انسان کو واجب کی ادائیگی سے مشغول کردے، غافل کردے، یا کھیل تماشے اور غفلت میں ڈال دے یا ہر وہ چیز جس میں حرام کی آمیزش ہوجائے اس میں مقابلے کا انعقاد کرنا ناجائز ہے۔ ③

اس طرح کے مقابلے سورہ مائدہ میں فرمان باری تعالیٰ کی روشنی میں حرام وناجائز قرار پائیں گے۔

---

① اس اجماع کیلئے ملاحظہ کیجئے: مختصر الطحاوي لمحمد بن حسن ص 304، مختصر إختلاف الفقهاء للجصاص، 515/3 التمهيد لابن عبد البر 88/14، مراتب الاجماع 183، شرح صحيح مسلم 14/13،

② ابو داؤد: كتاب الجهاد، باب في السبق، الترمذي: كتاب الجهاد، باب ماجاء في الرهان والسبق. النسائي: كتاب الخيل، باب السبق. ابن ماجه: كتاب الجهاد، باب السبق والرهان.

③ دیکھئے: مجموع الفتاوی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ج32 ص 250 اور كتاب الفروسية لابن القيم ص178

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (90) إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ [المائدۃ:90،91]

ترجمہ: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرا دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تمہیں باز رکھے۔ سو اب بھی باز آ جاؤ۔

تیسری قسم: انعامی مقابلوں کی تیسری قسم ایسے مقابلے جن میں کوئی معاوضہ یا انعام مقرر نہیں ہوتا۔ اس قسم کے مقابلوں پر بھی اہل علم کا اجماع ہے کہ کوئی بھی ایسا مقابلہ جس پر معاوضہ وانعام نہ رکھا گیا ہو، اور اس میں نفع ہو نقصان کا اندیشہ نہ ہو، یا نقصان غالب نہ ہو تو ایسے مقابلے منعقد کرنا جائز ہے۔ (1)

جیسے دوڑ کا مقابلہ، کشتی رانی، سوئمنگ وغیرہ کے مقابلے ہیں۔ (2)

مقابلوں کی مندرجہ بالا انواع واقسام کے ذکر کے بعد ایک اختلافی صورت بچتی ہے اور وہ یہ کہ ان انعامی مقابلوں کے انعقاد کا کیا حکم ہے جن میں نص وارد نہیں ہے اور نہ ہی اس نص میں مذکور مفہوم کا اس پر اطلاق ہوتا ہے، اور وہ معاوضہ اور انعام کی بنیاد پر منعقد کرائے جاتے ہیں؟ کیا شرعی نقطہ نگاہ سے ایسے مقابلے منعقد کرائے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ جیسا کہ آج کل کے تجارتی انعامی مقابلے ہیں اس مسئلہ میں فقہاء واہل علم کی دو آراء سامنے آتی ہیں:

پہلی رائے: حنفیہ، (3) مالکیہ (4) شافعیہ (5) حنابلہ (6) اور امام ابن حزم ظاہری (7) کا موقف ہے کہ ایسے

---

(1): اس اتفاق کا ذکر امام نووی نے شرح صحیح مسلم 13 / 14۔ ابن قدامہ نے المغنی 13 / 407، اور امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری 6 / 72 میں کیا ہے۔ (2) دیکھئے: مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ رحمہ اللہ ج 32 ص 227، الفروسیۃ لابن القیم ص 171

(3) بدائع الصنائع :206/6، حاشیة ابن عابدين :.403،402/6 (4) الذخيره للقرافي :466/3 القوانين الفقهية: ص105

(5): روضة الطالبين 351/10 (6) المغني :407/13 منتهى الإرادات :497/1 (7) المحلى :354/7

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انعامی مقابلوں کا انعقاد جائز نہیں۔

دوسرا قول:

بعض مالکیہ ① کی رائے ہے کہ اس طرح کے مقابلوں میں انعام متعین کرنا اور مقابلے منعقد کرانا جائز ہے لیکن بشرطیکہ یہ انعام کوئی تیسرا فریق مقرر کرے نہ کہ مقابلے میں شریک فریق۔

فریق اول کے دلائل: پہلی دلیل: فرمان رسول ﷺ ہے کہ:

"لا سبق إلا في خف، أو نصل، او حافر"۔ ②

''مسابقت کے ساتھ مال لینا حلال نہیں مگر اونٹ، یا گھوڑے دوڑانے میں اور تیر اندازی میں''۔

وجہ استدلال: آپ ﷺ نے انعامی مقابلوں کے انعقاد کو تین چیزوں میں محصور کر دیا ہے۔ اونٹ، گھوڑے، اور تیر اندازی، اگر دیگر معاملات میں یہ چیز جائز ہوتی تو ان تینوں کے استثناء کی ضرورت نہ تھی کہ تمام مباح چیزوں میں بغیر عوض مقابلے ویسے ہی جائز ہیں۔ ہاں اگر کوئی ایسی چیز جو اس حدیث کے مفہوم میں شامل ہو تو اس کے جواز کی اہل علم نے گنجائش نکالی ہے البتہ اس کے علاوہ کسی میں عوض اور انعام مقرر کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ نہ تو وہ اس حدیث کی نص میں داخل ہے اور نہ ہی اس کے مفہوم میں پھر یہ کیونکر جائز ہو سکتے ہیں۔

دوسری دلیل: اس طرح کے مقابلوں میں انعامات اور عوض کی ادائیگی کو جائز قرار دینے سے اعتراض شرعی جنم لیتا ہے اور وہ یہ کہ لوگ اس کام کو بحیثیت پیشہ اختیار کر لیں گے۔ بالخصوص اس کام کی سہولت وآسانی کو دیکھتے ہوئے بہت سے لوگ اس میدان میں کود پڑیں گے اور لوگوں کی رغبت اس کام میں بڑھ جائے گی۔ ③

لہٰذا اس کام میں پڑنے سے بہت سی دینی ودنیاوی مصلحتوں کے ضیاع کا خدشہ ہے۔ اس لئے اسے

---

① مواهب الجليل: 3/393 حاشية العدوي على مختصر الخليل 3/156

② ابوداؤد: كتاب الجهاد، باب في السبق، الترمذي: كتاب الجهاد، باب ماجاء في الرهان والسبق. النسائي: كتاب الخيل، باب السبق. ابن ماجه: كتاب الجهاد، باب السبق والرهان. ③ الفروسية لابن القيم ص 182

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

فریق ثانی کے دلائل: اس رائے کے حامل اہل علم کا کہنا ہے کہ شارع نے ایسے مقابلوں میں انعامات اور معاوضہ لگانے سے منع فرمایا ہے جس میں معاوضہ فریقین میں سے کوئی ایک ادا کرے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا تو یہ صورت قمار ومیسر کی صورت ہو جائے گی۔ کیونکہ قمار کی تعریف یہ ہے کہ: ہر وہ معاملہ جس میں انسان داخل ہو اور پھر یا تو نفع میں رہے یا نقصان میں''۔ اور انعامی رقم اگر فریقین میں سے کسی کی طرف سے ہوگی تو ان میں سے ایک نفع میں رہے گا اور ایک نقصان میں۔ اس علّت کی بنا پر شریعت نے یہ معاملہ حرام قرار دیا ہے اور اس سے منع فرمادیا لیکن اگر یہ انعام کسی تیسرے فریق کی طرف سے ہوگا اس علّت کے زائل ہونے سے یہ معاملہ جائز ہو جائے گا کیونکہ یہ معاملہ حرام کردہ جوے کی صورت سے نکل جائے گا۔[1]

ترجیح: مندرجہ بالا بحث اور فریقین کے دلائل سے جو بات صحیح ترین معلوم ہوتی ہے وہ جمہور اہل علم کی رائے ہے کہ اس طرح کے مقابلوں میں انعامات اور عوض مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمان: " لا سبق الا في خف، أو نصل، أو حافر "۔[2]

''مسابقت کے ساتھ مال لینا حلال نہیں مگر اونٹ، یا گھوڑے دوڑانے میں اور تیر اندازی میں''۔ اس مسئلے کی قطعی دلیل ہے۔

آپ کا یہ فرمانا: " لا سبق " یہ لفظ سیاق نفی میں نکرہ وارد ہوا ہے اور عربی قاعدہ کے مطابق عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ ہاں جہاں چند معاملات میں اہل علم نے اسے جائز قرار دیا ہے وہ اس لئے کہ ان چیزوں کا تعلق جہاد اور جنگی تیاری سے ہے اور یہ چیزیں جنگی تیاری میں ممد ومعاون ثابت ہوتی ہیں اس لئے اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی کھیل ہیں ان میں انعامات مقرر کرنا جائز نہیں چاہے ان کی صورت میسر اور قمار سے ملتی ہو یا نہیں کیونکہ حدیث اپنے باب میں قطعی دلیل ہے۔

یہ جمہور اہل علم کی رائے ہے اور قریب تر اجماع ہے تمام مسالک ومشارب مذاہب فقہیہ اس پر متفق ہیں۔

---

[1] دیکھئے: الفروسیۃ 182 [2] ابوداود: كتاب الجهاد، باب في السبق، الترمذي: كتاب الجهاد، باب ماجاء في الرهان والسبق. النسائي: كتاب الخيل، باب السبق. ابن ماجه: كتاب الجهاد، باب السبق والرهان.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

✿ اور سروس اور سہولت مہیا کرنے کی صورت میں بھی۔

فقہاء اور مارکیٹنگ کمپنیوں کی گفٹ کی اصطلاح میں یہی بنیادی فرق ہے۔ کیونکہ فقہاء کی اصطلاح میں ہدیہ میں سروسز داخل نہیں ہوتیں جبکہ مارکیٹنگ کی اصطلاح میں سروسز ہدیہ میں شامل ہوتی ہیں۔ جیسا کہ بہت سے پیٹرول پمپوں اور گاڑی شوروموں والے آئل فری میں چینج کر دیتے ہیں چیز خراب ہونے کی صورت میں ریپئر مفت میں کی جاتی ہے۔ چیز کو واپس لے لینا۔ اور بہت سی فریج اور الیکٹرانک سامان بنانے والی کمپنیاں سامان کے خراب ہونے کی صورت میں ٹھیک کرنے کا ذمہ لیتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ فقہاء کے ہاں سروس وخدمات کو ہدیہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ فقہی اصطلاح میں ہدیہ کی تعریف: "تمليك عين من غير عوض لغير حاجة المعطى "[1] کسی بھی شخص کو اس کی ضرورت کے بغیر کسی عین یعنی چیز کا بغیر معاوضے کے مالک بنا دینا۔ یا اس کی ملکیت میں دے دینا ہدیہ کہلاتا ہے۔ اور سروس چونکہ عین (چیز) نہیں بلکہ منفعت ہے لہٰذا اسے فقہاء کے ہاں ہدیہ میں شمار نہیں کیا گیا۔ سروسز ائمہ ثلاثہ کے ہاں ہبہ منافع میں جبکہ احناف کے ہاں عاریہ میں یا اباحت منافع میں شمار ہوتی ہیں۔

مارکیٹنگ کی اصطلاح میں ہدیہ ہر وہ چیز ہے جو تاجر حضرات اپنے صارفین کو سامان اور خدمات کی صورت میں بلا معاوضہ فراہم کرتے ہیں۔

گفٹ کو اگر مارکیٹنگ کی اصطلاح سے دیکھا جائے تو انہیں بحیثیت مجموعی تین اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلی قسم: یادگاری گفٹ۔ یہ وہ گفٹ ہیں جو کمپنیاں اپنے ورکرز کو یا صارفین کو خاص مواقع پر فراہم کرتی ہیں، جیسے سال کے اختتام پر کلینڈر دیتی ہیں، یا قومی دن پر شیلڈ وغیرہ دی جاتی ہے۔

دوسری قسم: کاروبار کو فروغ دینے کیلئے دیے جانے والے گفٹ۔

کمپنیوں کی جانب سے دیے جانے والے اس طرح کے گفٹ دو طرح کے ہوتے ہیں۔

✿ ہر خریدار کو گفٹ دیا جائے۔ ✿ گفٹ چند شرائط سے مشروط ہو، مثلاً اگر کوئی اتنے کی خریداری کرے گا تو اسے ہدیہ دیا جائے گا۔

تیسری قسم: ایڈورٹائزنگ تحفے بطور نمونہ۔ Advertising gifts samples

---

[1] دیکھئے: بدائع الصنائع: 116/6 الانصاف :134/7 المحلی : 124/9 فتح الجواد:625/1 :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان تحائف سے مراد وہ تحائف ہیں جو کمپنیاں، سپر مارکیٹس، شاپنگ مالز صارفین میں سیمپل کی غرض سے تقسیم کرتے ہیں یا اس غرض سے تقسیم کرتے ہیں کہ ان کی پروڈکٹس کو فروغ ملے۔ لوگ اس کا تجربہ کریں استعمال کریں۔ پھر خریدیں۔ (1)

مارکیٹنگ میں دیے جانے والے تحائف کی جملہ صورتوں کا شرعی جائزہ

تحفہ تحائف کو اگر باعتبار اصل دیکھا جائے تو شریعت میں یہ نہ صرف جائز بلکہ احسان و اکرام پر مبنی عمل ہے شریعت نے ہدیہ دینے کی ترغیب بھی دی اور اسے محبت والفت کے فروغ کا باعث بتایا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: تهادوا تحابوا۔ (2) ہدیہ دیا کرو محبت بڑھے گی۔ بلکہ ہدیہ کو رد کرنے کی بھی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "لا تردوا الهدية" (3) ''تحفہ واپس نہ کیا کرو''۔

جہاں تک مارکیٹنگ کیلئے دیے جانے والے تحفوں کا تعلق ہے تو ان کی مذکورہ بالا اقسام کی رو سے جو شرعی صورتیں اور حکم بنتا ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

یادگاری گفٹ کا شرعی حکم: شرعی نقطہ نگاہ سے یادگاری گفٹ میں کوئی قباحت نہیں بلکہ معاملات کے باب میں اس اصول "الأصل في المعاملات الحل" کو سامنے رکھتے ہوئے اہل علم نے اس کے جائز ہونے کا فیصلہ دیا ہے۔ نیز شریعت کے تحفے کے حوالے سے عمومی دلائل بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ لیکن اس حوالے سے یہ شرط متعین کی ہے کہ یہ گفٹ ایسا نہ ہو جو بذاتِ خود حرام ہو یا اسے صرف حرام کام میں ہی استعمال کیا جا سکتا ہو۔ یا اس کا غالب استعمال حرام میں ہی ہوتا ہو، تو اس قسم کا تحفہ نہ دینا جائز ہوگا نہ لینا،

---

(1) معجم مصطلحات الاقتصاد والمال وادارة الاعمال ص 486، الأنشطة الترويجية للشركات السعودية ص 45،48

(2) أدب المفرد للبخاري: باب قبول الهدية، اس روایت کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخيص الحبير (3/69-70) میں حسن قرار دیا ہے۔

(3) مسند أحمد، 1/404، علامہ ھیثمی نے مجمع الزوائد میں فرمایا ''رجاله رجال الصحيح'' شیخ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغليل میں اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسے سودی بینکوں کے گفٹ، سگریٹ، شراب، وغیرہ

کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

{وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ} [المائدۃ:2]

ترجمہ: ''نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ ظلم زیادتی میں مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے''۔

کاروبار کے فروغ کے لئے دیے جانے والے گفٹ

یہ گفٹ یا تو سامان کی صورت میں ہوتے ہیں یا سروس اور سہولت کی صورت میں۔

ایڈورٹائزنگ میں رائج اس قسم کے تحفوں کا جائزہ لینے کے بعد اہل علم نے اس کی درجِ ذیل چند اہم صورتیں ذکر کی ہیں ان میں سے ہر صورت کا شرعی حکم کے ساتھ اجمالا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

پہلی صورت: تحفے کا کسی چیز یا سامان کی شکل میں ہونا۔

ایسا گفٹ جس کا خریداری سے پہلے وعدہ کیا گیا ہو، اس کی صورت کچھ یوں ہے کہ کوئی دکاندار یا کوئی فرم اور کمپنی یہ کہتی ہے کہ جو ہماری یہ پروڈکٹ خریدے گا اس کو یہ چیز گفٹ کی جائے گی۔ اس کے لئے عموما کمپنیاں اور دکاندار دو طریقے استعمال کرتے ہیں ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہر خریدار کو گفٹ دیا جاتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ خریداری کی مقدار کا تعین کر دیا جاتا ہے کہ جو شخص فلاں شاپنگ سینٹر سے اتنی رقم کی خریداری کرے گا اسے یہ گفٹ دیا جائے گا یا فلاں شخص اتنی کوانٹیٹی میں چیز خریدے گا تو اسے یہ گفٹ ملے گا۔

اس معاملے کو فقہاء نے ''وعد بالھبة'' سے تعبیر کیا ہے کیونکہ یہاں پہلے دکاندار وعدہ کر رہا ہے کہ اگر کسی نے خریدا تو اسے یہ چیز دوں گا، اور اگر پہلے سے وعدہ نہیں کیا بلکہ، خریدنے کے بعد کچھ گفٹ دے دیا تو اسے ''وعد بالھبة'' نہیں بلکہ ہبہ کہا جائے گا۔ اہل علم اس صورت کے جائزہ کے بعد یہ فیصلہ دیا ہے کہ خریداروں کو اس طرح کے تحفے دینا جائز ہیں اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ کیونکہ معاملات میں اصل جواز ہے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یہاں اہل علم نے یہ تنبیہ بھی کی ہے کہ اگر کوئی شخص دکان یا کمپنی سے کوئی چیز خرید لیتا ہے اسے گفٹ بھی دے دیا جاتا ہے لیکن بالفرض خریدار کو چیز پسند نہ آئی اور وہ معاہدہ ختم کر کے چیز واپس کرنا چاہتا ہے تو اس صورت میں دکاندار کیلئے خریدار کو وہ دیا گیا گفٹ واپس لینا جائز نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"العائد في هبته كالكلب يقيء ثم يعود في قيئه" (1)

''جو شخص ہدیہ دینے کے بعد واپس مانگتا ہے اس کی مثال اس کتے کی سی ہے جو قئی کر کے اسے دوبارہ چاٹ لے''۔

دوسری صورت: تحفہ کسی سہولت یا سروس وغیرہ کی صورت میں ہو

اس قسم کی سروسز کو بھی اہل علم نے جائز قرار دیا ہے۔ سعودی عرب کی ممتاز علمی شخصیت علامہ صالح عثیمین رحمہ اللہ سے سوال پوچھا گیا کہ: ''ہماری ایک ٹائر پنکچر اور گاڑیوں کی سروس کی دکان ہے ہم نے چند کارڈ پرنٹ کرائے ہیں جن پر یہ لکھا ہے کہ آئل چینج اور گاڑی کی سروس کے اس طرح کے چار کارڈ جمع کرنے پر ایک گاڑی کی دھلائی اور سروس فری ہے۔ تو کیا ہمارے اس کام میں کوئی شرعی قباحت ہے؟ نیز مقابلوں کے حوالے سے آپ کوئی شرعی قاعدہ بھی بیان فرمادیں''

شیخ رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا: ''اگر اس آفر کی وجہ سے قیمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے اس حوالے سے شرعی قاعدہ یہ ہے کہ: ہر وہ عقد جس میں انسان سالم (بچ جائے) ہو یا غانم (کوئی چیز پالے) ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر وہ یا تو غانم ہو یا غارم (کوئی چیز ہار جائے) تو یہ جائز نہیں ہے۔'' (2)

ایڈورٹائزنگ تحفے بطور نمونہ۔ Advertising gifts samples کا شرعی حکم

ان تحائف سے مراد وہ تحائف ہیں جو کمپنیاں، دوکانوں کے مالکان سپر مارکیٹس، شاپنگ مالز صارفین

---

(1) صحيح البخاري: كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب هبة الرجل لإمراته والمرأة لزوجها.

(2) اللقاء الشهري مع فضيلة الشيخ محمد صالح العثيمين: اللقاء الأول، السؤال 20 ص 50، 51

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سیمپل کی غرض سے یا اس غرض سے تقسیم کرتے ہیں کہ ان کی پروڈکٹس کو فروغ ملے۔لوگ اس کا تجربہ کریں استعمال کریں، پھر خریدیں۔

اس قسم کے گفٹ دینے کا مقصد دو طرح کا ہوتا ہے

اول: لوگوں کو نئی پراڈکٹ سے متعارف کرایا جائے، انہیں اس کے استعمال کا طریقہ بتایا جائے، اور معلوم کیا جائے کہ کیا یہ پراڈکٹ، جس ضرورت کیلئے تیار کی گئی ہے وہ ضرورت پوری بھی کرتی ہے یا نہیں؟

دوم: دوسرا مقصد اس کا یہ ہوتا ہے کہ اسے ایک نمونے کے طور پر لوگوں کو دیا جائے کہ اگر وہ ایسی چیز بنوانا چاہتے ہیں تو کیسی بنوائیں اس قسم کے نمونے عموماً ان چیزوں کے بارے میں دئے جاتے ہیں جنہیں آرڈر پر تیار کرایا جاتا ہے۔

شرعی رو سے اس قسم کے تحفوں میں کوئی قباحت نہیں البتہ گفٹ دینے والا اس کو واپس نہیں لے سکتا جیسا کہ اوپر حدیث گذر چکی کہ جو تحفہ دے کر واپس لیتا ہے اس کی مثال کتے کی ہے جو الٹی کر کے چاٹتا ہے۔

مسئلہ: گفٹ کے حوالے سے ایک صورت مارکیٹ میں یہ بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض لوگ تحفہ میں نقدی بھی دیتے ہیں کہ بعض کمپنیاں یا دوکاندار اپنی پراڈکٹ میں سونے یا چاندی کے سکے، یا ٹکڑے، یا روپے ڈال دیتے ہیں تا کہ لوگوں کو خریداری کیلئے ابھارا جا سکے۔

اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کوئی کمپنی یا تاجر یہ اعلان کرے کہ ہر پیکٹ میں پچاس روپے یا سو روپے کے نوٹ ہیں جو ہر خریدار کیلئے گفٹ ہیں۔

فقہاء نے اس طرح کے گفٹ سے مشابہ مسئلہ کتب فقہ میں ذکر کیا ہے جسے فقہاء نے ''مد عجوة ودرھم ''ایک پاؤ عجوہ اور درہم۔کا نام دیا ہے۔

مذکورہ مسئلے کی شرعی نوعیت اور حکم: ایڈورٹائزنگ کے انعامات کی اس صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

اور یہ اختلاف اسی مذکورہ بالا مسئلہ ''مد عجوة ودرھم" کے مسئلہ میں اختلاف پر مبنی ہے۔

شافعیہ حنابلہ ابن حزم اور عصرِ حاضر کے محققین علماء نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔اور یہی صحیح تر رائے ہے۔جس کی وجوہات اور دلائل درجِ ذیل ہیں۔

❁ سیدنا فضالہ بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے خیبر کے سال ایک ہار بارہ دینار میں خریدا جو سونے کا تھا اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نگینے جڑے ہوئے تھے پھر جب میں نے انہیں الگ الگ کیا (یعنی نگینوں کو سونے سے نکال ڈالا) تو وہ سونا بارہ دینار سے زائد قیمت کا نکلا میں نے اس کا ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" لا تباع حتی تفصل " ایسا ہار اس وقت تک فروخت نہ کیا جائے تاوقتیکہ سونا اور نگینہ الگ الگ نہ کرلئے جائیں"۔ (1)

آپ ﷺ نے سونے کے ہار کو دیناروں کے بدلے بیچنے سے منع کیا یہاں تک کہ اس میں موجود نگینے الگ الگ نہ کردئے جائیں، اس سے معلوم ہوا کہ سودی جنس کو اس کے مثل جنس کے ساتھ اس وقت بیچنا منع ہے جب اس کی جنس کے ساتھ کوئی اور جنس بھی موجود ہو۔

- وہ احادیث جن میں سونے کو سونے سے، یا کوئی بھی دوسری سودی جنس کو اسی جنس کے ساتھ بیچنے سے منع کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر بیچی جائے تو برابر برابر ہو اور نقد ہو ادھار نہ ہو۔

جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: "تم لوگ سونے کو سونے کے عوض فروخت کرو وزن کرکے برابر برابر اور چاندی کو چاندی کے عوض وزن کرکے برابر برابر پس جس کسی نے زیادہ دیا تو وہ سود ہوگیا"۔ (2)

لہٰذا مذکورہ روایات کی روشنی میں اس قسم کے گفٹ دینا جن میں اشیاء کے اندر نقدی رکھی گئی ہو جائز نہیں۔ کیونکہ اس میں سود شامل ہوتا ہے۔

دوسری صورت یہ کہ: بعض چیزوں میں نقدی رکھی جائے نہ کہ تمام چیزوں میں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ بہت سی کمپنیاں یہ آفر کرتی ہیں کہ اس کی اس خاص پروڈیکٹ کے چند پیسز میں کچھ رقم، یا سونے یا چاندی کے سکے رکھے گئے ہیں جسے خوش نصیب لوگ جیت سکتے ہیں۔ اس طرح کے انعامات عموماً بچوں کیلئے تیار کی گئی ٹافیوں یا چاکلیٹس وغیرہ میں ملتے ہیں کہ چیز کے ساتھ دس روپے، پانچ روپے کے نوٹ بھی ڈال دئے جاتے ہیں۔

اس قسم کے گفٹ دینا شرعاً حرام ہیں۔ کیونکہ اس میں جوا اور دھوکہ شامل ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ خریدار وہ چیز خریدے ہی اس نیت سے کہ اس میں سے نقدی نکلے گی، یا سونے کا سکہ نکلے گا۔ اگر نکل گیا تو وہ غانم

---

(1) صحیح مسلم: کتاب المساقاة، باب بیع القلادة فیها خرز وذهب

(2) صحیح مسلم: کتاب المساقاة، باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(جیت) ہے اور اگر نہ نکلا تو غارم (نقصان) ہوگا۔

اس صورت میں بالعموم لوگوں کو یہ مغالطہ ہوتا ہے کہ یہ جوا کیسے ہوسکتا ہے جس شخص نے چیز خریدی اگر اس کا انعام نہیں بھی نکلتا تو چیز تو وہ استعمال کرے گا ہی! اس نے چیز کے پیسے دیئے تھے جو اس نے استعمال کرلی۔ لہٰذا اس نے جو قیمت دی ہے وہ چیز کی دی ہے نہ کہ انعام کی۔ لہٰذا یہاں نفع، نقصان کا اور جوے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لیکن حقیقت اس سے مختلف ہے بلکہ اس معاملے میں بہت سے شرعی اعتراضات وارد ہوتے ہیں جس وجہ سے یہ معاملہ جائز نہیں رہتا۔

❁ اس طرح کی چیزیں خریدنے والوں کا بنیادی مقصد چیز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصد اس نقدی کا حصول ہے جو اس سامان میں رکھی گئی ہے۔ لہٰذا اس سے لوگ بلاضرورت چیز خریدیں گے، اور اگر اس میں سے انعام نہ نکلا تو غارم (نقصان میں) ہوں گے۔

اور اگر تمام جزئیات سے یہ جوا نہیں تو اس کے بہت سے پہلو ہیں جو اسے اس طرف لے جاتے ہیں۔

اول: اس میں جوے کی مشابہت موجود ہے اگرچہ وہ جزوی ہی کیوں نہ ہو۔ ان تحفوں کی جوے سے بہت گہری مشابہت ہے۔ اس لئے امام احمد رحمہ اللہ سے بیع مرابحہ کے بارے میں منقول ہے فرماتے ہیں: ’’اگر فروخت کنندہ یہ کہے کہ میرا سرمایہ اس میں سو روپے ہے میں تجھے اس طرح بیچوں گا کہ ہر دس پر ایک درہم منافع وصول کروں گا، فرماتے ہیں یہ بیع صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بیع ایسے ہی ہے جیسے کوئی دراہم کے بدلے دراہم فروخت کرے‘‘۔ [1]

یہاں امام احمد رحمہ اللہ نے ایک روایت میں مرابحہ کی اس صورت کو اس لئے ناجائز قرار دیا کیونکہ اس میں سود سے مشابہت پائی جاتی ہے۔

دوم: یہ صورت جوے میں ملوث ہونے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ لہٰذا اصولی قاعدہ ’’سد الذرائع‘‘ کے تحت اس صورت کو ناجائز قرار دیا جائے گا۔

---

[1] الإنصاف: 4/438

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

سوم: اس صورت میں غرر (دھوکہ) واضح شکل میں موجود ہے، خریدار کو یہ پتہ نہیں کہ معاہدہ کس پر مکمل ہوگا صرف سامان پر یا نقد ہدیہ پر۔؟

اسی خدشے کے تحت بیع الحصاۃ (2)، بیع الملامسہ (3)، اور بیع المنابذہ (4) سے احادیثِ صریحہ میں منع فرمایا گیا ہے۔ مذکورہ بالا گفٹ کی صورت بھی ان صورتوں سے ملتی جلتی ہے۔

چہارم: اس کے جائز قرار دینے سے لوگوں کو بہت سی ایسی چیزیں خریدنے پر ابھارا جاتا ہے جن کی انہیں ضرورت نہیں ہوتی، ان کا مقصد محض اس سے تحفہ نکالنا ہوتا ہے اور بلا ضرورت چیزیں خریدنا اسراف اور فضول خرچی میں شمار ہوتا ہے جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

❀❀❀

---

(2) بیع حصاۃ کی صورت یہ ہے کہ خریدار دوکاندار سے کہے کہ جب میں تیری اس چیز یعنی مبیع پر کنکری ماردوں تو سمجھ لینا کہ بیع واجب ہوگئی یا دوکاندار خریدار سے کہے کہ میں نے اپنی چیزوں میں سے وہ چیز تمہیں بیچی جس پر تمہاری پھینکی ہوئی کنکری آ کر گرے یا میں نے یہ زمین وہاں تک تمہارے ہاتھ فروخت کی جہاں تک تمہاری پھینکی ہوئی کنکری جا کر گرے بیع کا یہ طریقہ ایام جاہلیت میں رائج تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(3) ملامست کا طریقہ یہ تھا کہ ایک شخص کوئی چیز مثلاً کپڑا خریدنے جاتا تو کپڑے کو ہاتھ لگا دیتا کپڑے کو ہاتھ لگاتے ہی بیع ہو جاتی تھی نہ تو آپس میں قولی ایجاب وقبول ہوتا تھا۔

(4) منابذت کی صورت یہ ہوتی تھی کہ دونوں صاحب معاملہ نے جہاں آپس میں ایک دوسرے کی طرف کپڑا پھینکا بس بیع ہوگئی مبیع کو دیکھنے بھالنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ یہ بھی ایام جاہلیت میں رائج بیع کا ایک طریقہ تھا لہذا اس کی ممانعت بھی فرمائی گئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تجارت میں ہر چیز واضح ہونی چاہیے، مال میں کوئی نقص ہے تو خریدنے والے پر اس نقص کو واضح کر دینا چاہیے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

"فإن صدقا وبينا بورك لهما في بيعهما ، وإن كتما وكذبا محقت بركة بيعهما"۔ ①

''اگر تجارت کرنے والے راست باز ہوں، (مال کے عیوب کو واضح) کرنے والے ہوں تو ان کے کاروبار میں برکت ہے اور اگر جھوٹے عیوب کو چھپانے والے ہوں تو ان کے کاروبار سے برکت ختم ہو جاتی ہے''۔

قرآن مجید میں قوم شعیب کی تباہی کے جو اسباب ذکر کیے گئے ہیں اس میں ایک سبب ان کا تجارتی امور یعنی ناپ تول میں ڈنڈی مارنا تھا۔

اسی سلسلے سے منسلک ایک تجارتی معاملہ ذخیرہ اندوزی ہے۔ جس کے حوالے سے قارئین ایک مفصل بحث ملاحظہ فرمائیں گے۔

الغرض آج ضرورت اس امر کی ہے کہ جو بھی تجارت کے شعبہ سے وابستہ ہے یا ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اس شعبہ سے متعلق بنیادی ضروری دینی معلومات سے آگاہ ہو، تا کہ اسے علم رہے کہ بیع وشراء کے کون کونسے امور شرعی ہیں اور غیر شرعی ہیں۔

اس لیے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ فرماتے تھے:

"لايبع في سوقنا إلا من تفقه في الدين"۔ ②

''ہمارے بازار میں صرف وہی خرید و فروخت کرے جسے دینی احکام کی سمجھ بوجھ ہو''۔

تیرھویں صدی ہجری کے مالکی فقیہ محمد بن احمد الرہونی رحمہ اللہ (م 1230ھ) نے اپنے شیخ ابو محمد رحمہ اللہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مراکش میں محتسب (حکومت کی طرف سے مقرر کردہ نگران) کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بازاروں میں گشت کرتے دیکھا، جو ہر دکان کے پاس ٹھہرتا اور دکان دار سے اس کے سامان سے متعلق لازمی احکام کے بارہ میں پوچھتا اور یہ دریافت کرتا کہ ان میں سود کب شامل ہوتا ہے اور وہ اس سے کیسے محفوظ رہتا ہے؟ اگر وہ صحیح جواب دیتا تو اس کو دکان میں رہنے دیتا اور اگر اسے علم نہ ہوتا تو اسے دکان سے نکال دیتا اور کہتا تیرے لیے مسلمانوں کے بازار میں بیٹھنا ممکن نہیں تو لوگوں کو سود اور ناجائز مال کھلائے گا۔①

اس قصے سے معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت نے بازاروں میں نگران مقرر کیے ہوتے تھے جو بازاروں کی دیکھ بھال کرتے کہ کہیں غیر شرعی اصولوں پر لین دین کا معاملہ تو نہیں ہو رہا ہے۔

بلکہ ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں جو لوگ لین دین کے معاملے میں شرعی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے تھے ان کے خلاف مکمل تادیبی کارروائی ہوتی تھی جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے:

''رأيت الذين يشترون الطعام مجازفة يضربون على عهد رسول الله ﷺ أن يبيعوه حتى يؤوه إلى رحالهم''۔②

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اندازے سے غلہ کی خریداری کرنے والوں کی پٹائی ہوتی دیکھی یہاں تک کہ وہ اس کو اُٹھا کر اپنے ٹھکانوں (دکانوں) میں منتقل کریں پھر اسے فروخت کریں''۔

ذخیرہ اندوزی کیا ہے

ذخیرہ اندوزی کی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ان سب کا لب لباب یہ ہے کہ ''ضرورت کی چیز کو بازار میں لانے سے روک لینا اور قیمتوں میں بے تحاشہ اضافے کا انتظار کرنا اور پھر مہنگی داموں پر اسے فروخت کرنا ذخیرہ اندوزی کہلاتا ہے''۔

عربی زبان میں اسے ''احتکار'' کہتے ہیں۔

①أوضح المسالك بحواله بحوث فقهية في قضايا اقتصادية معاصرة 145/1

② صحيح البخاري: كتاب البيوع، باب ما يذكر في بيع الطعام والحكرة

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذخیرہ اندوزی سے منع فرمایا ہے:

" أن النبي صلى الله عليه و سلم نهى أن يحتكر الطعام"۔ ①

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے کی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی سے منع فرمایا"۔

شریعت اسلامیہ میں ذخیرہ اندوزی کرنے والے کے لیے سخت قسم کی وعید آئی ہے، اور اسلام نے ذخیرہ اندوزی سے منع کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الجالب مرزوق، و المحتكر ملعون"۔ ②

" تاجر کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ کرنے والا ملعون ہے"۔

اسی طرح سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں میں گراں فروشی کی تو اللہ تعالی کا حق ہے کہ اسے قیامت کے دن بہت بڑی آگ میں ڈال دے"۔ ③

"من احتكر على المسلمين طعامهم لم يمت حتى يضر به الله بالجذام أو الإفلاس"۔ ④

"جس شخص نے مسلمانوں کی کھانے پینے کی چیز ذخیرہ اندوزی کی، وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اللہ تعالی اسے کنگال نہ کردے یا کوڑھ کا مرض لاحق نہ کردے"۔

ان نصوص سے یہ واضح ہوا کہ ذخیرہ اندوزی میں خیر نہیں ہے۔ جبکہ اسلام نے ہمدردی بھائی چارگی کا درس دیا ہے ایک دوسرے کے مصائب میں کام آنے کی تلقین کی ہے بلکہ جو کسی مسلمان بھائی کی پریشانی کو دور کرے گا اللہ پاک قیامت کے دن کی پریشانیوں سے اسے محفوظ رکھے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

① معجم طبراني، حديث نمبر:7776

② سنن ابن ماجه: باب الحكرة والجلب، حديث نمبر:2153

③ سنن كبرى للبيهقي، حديث نمبر: 10855

④ سنن ابن ماجه ، حديث نمبر:2155، شيخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"و لأن أمشي مع أخ في حاجة أحب إلي من أن أعتكف في هذا المسجد ، (يعني مسجد المدينة) شهرا------------ و من مشى مع أخيه في حاجة حتى تتهيأ له أثبت الله قدمه يوم تزول الأقدام"۔①

''میرا کسی بھائی کے کام کے لیے اس کے ساتھ جانا مسجد (نبوی) میں ایک مہینہ اعتکاف کرنے سے بہتر ہے------ اور جو کوئی اپنے بھائی کے ساتھ اس کے کام کے لیے جاتا ہے یہاں تک کہ وہ کام ہو جاتا ہے، اللہ پاک اس کے قدموں کو قدموں کے ڈگمگائے جانے والے دن ثابت قدم رکھے گا''۔

تو ذخیرہ اندوزی کرنے والا اپنے مفاد کو مقدم رکھتے ہوئے دوسروں کو مصیبت میں دھکیل رہا ہے درحقیقت شریعت اسلامیہ نے حلال ذرائع کے راستوں کو آسان کیا ہے تاکہ لوگوں کے درمیان محبت کی فضا قائم رہے اور دنیاوی زندگی کامیاب اور صاف ستھری ہو جسے کوئی بھی سبب مکدر یا خراب نہ کر سکے۔

ان بلند مقاصد کے حصول کے لیے اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے:

وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرہ:275)

''حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا''۔

اور لوگوں کے اموال کو ناجائز طریقے سے کھانے کو بھی حرام قرار دیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (النساء:29)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ''۔

اور یتیم کے مال کو ہڑپنے سے بھی منع کیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (النساء:10)

---

①سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانی ،حدیث نمبر:906،ج/1،ص/574۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''بے شک جولوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے''۔

دھوکہ دہی سے بھی منع کیا ہے:

" من غشنا فليس منا"۔①

''جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

اور اسی طرح ذخیرہ اندوزی سے بھی روکا ہے کیونکہ اس میں اللہ کے بندوں کے لیے تنگی ہے اور ان کا نقصان ہے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے:

" لايحتكر إلاخاطئ"۔②

''ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہے''۔

اور آپ ﷺ کا ایک اور مقام پر فرمان ہے:

"من احتكر طعاما أربعين ليلة فقد برئ من الله تعالى وبرئ الله تعالىٰ منه"۔③

''جس نے چالیس راتوں تک کھانے کو ذخیرہ کیا، وہ اللہ تعالیٰ سے بری اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے''۔

جبکہ ذخیرہ اندوزی موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کا ایک اہم حصہ اور بہت سے تجارتی مراکز کی یہ علامت بن چکی ہے،اس نظام (ذخیرہ اندوزی) میں ظلم وستم حق تلفی وگراں فروشی کی وجہ سے ہلاکت تباہی و بربادی ہے جس سے تجارت وصناعت کی آزادی چھن جاتی ہے اور عام لوگوں پر کسب ومعاش کے اسباب منقطع ہوجاتے ہیں۔

---

①صحیح مسلم:کتاب الإیمان،باب قول النبي صلى الله عليه وسلم من غشنافلیس منا،حدیث نمبر:101

②صحیح مسلم،کتاب البیوع،باب تحریم الاحتکارفی الأقوات،حدیث نمبر:1605

③مسنداحمد،حدیث نمبر:4880

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"أصل الاحتكار من الحُكرَة بمعنى:الحبس والظلم أوالجمع والإمساك"[1]

''ذخیرہ اندوزی کا لفظ عربی زبان میں 'حکرہ' سے ماخوذ ہے،جس کے معنی روکنے،ظلم کرنے اور جمع کرنے کے ہیں''۔

اشیائے خوردونوش میں ذخیرہ اندوزی کی تعریف یوں کی گئی ہے:

" واحتكار الطعام: اشتراؤه وحبسه ليقلّ فيغلو"۔[2]

''اشیائے خوردونوش کوخرید کرذخیرہ کرلینااوراس کوروک لینا تا کہ اس کی قلت ہواور قیمت میں اضافہ ہو''۔

اصطلاحی تعریف

اس کی اصطلاحی تعریف علمائے کرام نے اپنے اپنے اسلوب میں ذکر کی ہے،جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:''اشیائے خوردونوش کوخرید کراسے ذخیرہ کرنا تا کہ لوگوں کے لیےاس کا حصول مشکل ہوجائے اوراپنی تجارت کی خاطراس وقت فروخت کرنا جب بازار میں اس کی قلت ہواور قیمت میں بےتحاشہ اضافہ ہوجائے''۔

اس تعریف سے یہ سمجھ آیا کہ ان چیزوں کوذخیرہ کرنا جس کی لوگوں کوضرورت ہو چاہے اس تعلق کھانے پینے کی چیزوں سے ہو یا کوئی اورضروریات زندگی سے ہو۔

وہ اشیاء جو باہر سے منگوائی جاتی ہوں یاوہ اسی ملک میں بنائی جاتی ہوں انہیں بھی اگرگرانی کے پیش نظرذخیرہ کرتا ہے کہ قیمت بڑھےتو پھر بازار میں لایا جائے یہ بھی ذخیرہ اندوزی میں شمار ہوگا۔

اسلام میں ذخیرہ اندوزی کاحکم

علمائے کرام کے درمیان اس میں اختلاف ہے،ایک قول حرمت کاہےاوردوسرا کراہت ہے۔

جوحرمت کے قائل ہیں ان کےدلائل حسب ذیل ہیں:

[1] النهاية في غريب الحديث والأثر،418/1

[2] لسان العرب،لابن منظور،267/3

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❶ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (الحج:25)

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور وہ روکتے ہیں اللہ کے راستے سے اور حرمت والی مسجد سے وہ جو ہم نے بنایا اسے لوگوں کے لیے برابر (چاہے) مقیم ہو اس میں اور (یا) باہر سے آنے والے ہو اور جو ارادہ کرے اس میں کج روی کا ظلم کے ساتھ (تو) ہم مزہ چکھائیں گے اسے دردناک عذاب سے''۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر[1] میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سنن ابی داود کی اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

"احتكار الطعام فى الحرم إلحاد فيه".[2]

''حرم (مکی) میں ذخیرہ اندوزی الحاد ہے''۔

❷ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" لا يحتكر إلا خاطئ".[3]

''ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہے''۔

❸ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" الجالب مرزوق، والمحتكر ملعون".[4]

'' تاجر کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ کرنے والا ملعون ہے''۔

❹ ایک اور حدیث میں ہے:

---

[1] تفسیر قرطبی، 35/12

[2] سنن ابی داود:کتاب المناسک،باب تحریم حرم مکة،حدیث نمبر:2020۔

[3] صحیح مسلم:کتاب البیوع،باب تحریم الاحتکار فی الأقوات،حدیث نمبر:1605

[4] سنن ابن ماجه،حدیث نمبر:2153، باب الحکرة والجلب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"من احتكر حكرة يريد أن يغلي بها على المسلمين فهو خاطئ وقد برئت منه ذمة الله ".①

''جو ذخیرہ اندوزی کرے کہ وہ مسلمانوں کو گرانی میں مبتلا کرے تو وہ گنہگار ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے بری ہے''۔

امام شوکانی رحمہ اللہ ان تمام احادیث کو اپنی کتاب ''نیل الاوطار'' میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''اس باب کی تمام احادیث ذخیرہ اندوزی کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں''۔②

جو علمائے کرام اس کی کراہت کے قائل ہیں ان میں علمائے شافعیہ ہیں۔

اس مسئلہ میں راجح قول یہی ہے کہ یہ ذخیرہ اندوزی حرام ہے اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

❶ اس سلسلے میں وارد تمام احادیث پایہ صحت کو پہنچتی ہیں، اور جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے اس کی زجر و توبیخ کی جائے گی۔

❷ ذخیرہ اندوزی شرعی قواعد و ضوابط سے بھی متصادم ہے۔

کن چیزوں میں ذخیرہ اندوزی ہو سکتی ہے؟

❶ جو لوگ اپنی یا گھریلو ضروریات کے لیے خوراک وغیرہ جمع کرتے ہیں یہ چیز ذخیرہ اندوزی کے زمرے میں نہیں آتی۔

❷ ہنگامی حالات میں قلت خوراک کے پیش نظر اگر حکومت حفظِ ماتقدم کے طور پر خوراک جمع کرتی ہے کہ قحط سالی میں کام آئے گی یہ بھی ذخیرہ اندوزی میں شامل نہیں، کیونکہ اس میں مفاد عامہ کو مقدم رکھا جاتا ہے۔

❸ جو اپنی کھیتی کی پیداوار کو اپنے پاس جمع کر کے رکھتا ہے تاکہ بوقت ضرورت اسے استعمال کر سکے۔

❹ ارزانی کے دور میں اپنی ضرورت کے لیے خوراک کو ذخیرہ کرتا ہے۔

① مسند احمد، 265/14، حدیث نمبر: 8617۔

② نیل الاوطار، 244/10۔ مطبوعہ دار ابن الجوزی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ذخیرہ اندوزی کی مروجہ صورتیں

پاکستان میں تقریباً ہر چیز میں ذخیرہ اندوزی ہوتی ہے، خصوصاً جب پٹرولیم مصنوعات میں حکومت کی جانب سے قیمتوں میں کمی بیشی کا اعلان ہونے لگتا ہے تو پمپ مالکان پٹرول کی ترسیل روک کر مصنوعی بحران کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔

خاص مواقع پر سبزی منڈی سے سبزیاں (خاص کر رمضان کی آمد سے کچھ دن پیشتر) فروٹ وغیرہ بازار سے غائب ہو جاتا ہے، انہیں جمع (STOCK) کر لیا جاتا ہے کہ بعد میں انہیں مہنگا کر کے بیچیں گے۔

اسی طرح ضروریات زندگی سے متعلق اشیا میں یہی کیفیت ہوتی ہے کہ قیمت کے نشیب و فراز کے وقت انہیں بازار سے غائب کر دیا جاتا ہے کہ جب اس کی طلب میں اضافہ ہو گا تو اپنی مرضی کے نرخ پر مہنگا کر کے فروخت کیا جائے گا۔

ذخیرہ اندوزی پر قابو پانا اصل میں حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے، لیکن اگر ہم عوام اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کریں کہ ان مواقع پر جلد بازی سے بچتے ہوئے صبر کر کے کچھ دن تک خریداری کے عمل سے رک جائیں تو سبزی و فروٹ کے تاجر مجبوراً اپنے مال کے گلنے سڑنے کے خدشے سے بہت جلد بازار میں لے آئیں گے تو اس طرح اس ''عفریت'' کو قابو میں کیا جا سکتا ہے۔

اسلام کے قانونِ تجارت نے ذخیرہ اندوزی کی تمام ممکنہ صورتوں کو بھی مردود قرار دیا ہے، دورِ حاضر میں سرمایہ دار بسا اوقات کسی جنس کو ممکن طور پر مارکیٹ سے خریدتے ہیں، یا پھر وہ جنس صرف ان کے کارخانے اور مل میں بنتی ہے، اسے ذخیرہ کر لیتے ہیں، پھر بعد ازاں اپنی مرضی سے رسد و طلب میں عدمِ توازن قائم کر کے من مانی قیمتیں وصول کرتے ہیں، کچھ عرصہ قبل پاکستان میں آٹے اور چینی کا بحران اس کی واضح مثالیں ہیں کہ حکمرانوں اور چند سرمایہ داروں کی ملی بھگت سے غریب ایک ایک لقمے کو ترس گئے تھے۔

ذخیرہ اندوزی کی درج ذیل مہذب صورتیں رائج ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسی شراکت میں پیداوار/ کاروبار کے اکثر حصص حصہ دار ہی خریدتے ہیں، لہٰذا وہ کسی شے یا خدمت کی پیداواری حد اور قیمت اپنی مرضی سے معین کرتے ہیں اور یوں خریداروں کا استحصال کرتے ہیں۔

(2) اوماج

یہ ایک ایسا استحصالی طریقہ ہے جس میں چند کمپنیاں مل کر ایک وحدت (Uonit) قائم کرتی ہیں، جس سے اشیاء کی پیداوار اور قیمتوں پر ان کی اجارہ داری قائم ہو جاتی ہے، وہ اپنی مرضی سے اشیاء کی پیداوار کو بڑھاتے اور گھٹاتے ہیں، مارکیٹ میں ضرورت کے باوجود صرف قیمتیں بڑھانے کے لیے اسے گوداموں میں جمع کر دیا جاتا ہے اور قیمتیں چڑھ جانے کے بعد بیچا جاتا ہے۔

(3) وحدتِ قیمت

سرمایہ دارانہ نظام کی "برکات" میں سے یہ بھی ہے کہ چند مل مالکان یا کارخانہ دار مل کر کسی شے کی بازار میں ایک قیمت طے کر لیتے ہیں، چوں کہ وہ شے ان کے علاوہ کوئی اور نہیں بناتا، تو اس متعین قیمت سے کم پر کہیں اور سے دستیاب نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے گاہک ان کی من مانی قیمت پر خریداری کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، یوں اس طرح سرمایہ دار عوام کا استحصال کر کے اپنے نفع کا زیادہ سے زیادہ حصول ممکن بنا لیتے ہیں۔

ذخیرہ اندوزی کے تحریم کی حکمت اور معاشرے پر اس کے برے اثرات

ذخیرہ اندوزی اپنی تمام تر صورتوں کے ساتھ سیاسی اجتماعی اقتصادی طور پر معاشرے میں پھیل چکی ہے اور اسی وجہ سے روئے زمین پر فسادات رونما ہو رہے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ'' (الروم:41)

''خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہو گیا، اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا، تاکہ وہ انھیں اس کا کچھ مزہ چکھائے جو انھوں نے کیا ہے، تاکہ وہ باز آجائیں''۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صفات رذیلہ سے بچنے کا حکم دیا ہے جس کی وجہ سے زمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں فساد رونما ہوتے ہیں۔

دوسری وجہ اس کی تحریم کی یہ ہے کہ ذخیرہ اندوزی سے لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ پڑتا ہے اور شریعت کی مخالفت کی وجہ سے عامۃ الناس کے مصالح رک جاتے ہیں۔

اور یہ لوگوں کے اموال باطل طریقوں سے ہڑپنے کی صورتوں میں سے ایک شکل ہے، اور یہ ذخیرہ اندوزی مال سے برکت کے ختم ہو جانے اور معاشی زندگی کی تنگی کا سبب ہے۔

اس کی تحریم کی حکمت یہ ہے کہ لوگوں سے ضرر کو دور کیا جائے اس لیے اگر کوئی شخص لوگوں کی ضرورت اور حاجت کے وقت ذخیرہ اندوزی کرتا ہے تو اس کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنا مال بازار میں لائے اور اسے فروخت کرے کیونکہ لوگوں کو اس کی طلب ہے۔

ذخیرہ اندوزی کی روک تھام کے لیے کیسے اقدامات ہونے چاہئیں؟

1. سب سے پہلے حاکمِ وقت کی اصلاح ہو، پھر تجارت کے پیشے سے منسلک افراد کی اصلاح ہو۔
2. تقویٰ، ایمان کی بنیاد پر تجار کی ایمانی اخلاقی تربیت ہو، انہیں قناعت وللٰہیت کا درس دیا جائے تاکہ ہوس، طمع، بخل اور حرص سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔

یہ بری صفات انسان کی بربادی کا باعث بنتی ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے:

" إياكم والشح فإنما هلك من كان قبلكم بالشح".[1]

”بخیلی سے بچو پہلے لوگ بخل کی وجہ سے ہلاک ہوئے“۔

3. تاجروں کو اپنے تجارتی امور کی شرعی اعتبار سے مکمل معرفت ہو، حلال امور کی معرفت اور اسے اختیار کرنا، حرام امور سے آگاہی اور اس سے اجتناب کرنا۔
4. بازاروں کی نگرانی کے لیے مؤثر حکومتی نگرانی ہو، اور جو لوگ شرعی اور حکومت کے وضع کردہ قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو قرار واقعی سزا دے کر دوسروں کے لیے بھی نشانۂ عبرت

---

[1] سنن ابی داود: کتاب الزکاۃ، باب فی الشح، حدیث نمبر: 1698۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بنایا جائے۔

ذخیرہ اندوزی کے حوالے سے سلف کے مزید اقوال ملاحظہ فرمائیں جس میں اس فعل پر سخت نکیر وارد ہے۔

❶ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"من احتكرطعاما أربعين يوما قسا قلبه".[1]

''جس نے چالیس دن تک ذخیرہ اندوزی کی وہ سنگ دل ہوگیا''۔

❷ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ذخیرہ اندوزی سے منع کیا کرتے تھے[2]۔

❸ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ذخیرہ کیا ہوا مال دیکھا تو اسے جلوادیا[3]۔

ان دلائل سے واضح ہوا کہ ذخیرہ اندوزی شرعاً اخلاقاً نہایت برا فعل ہے، اس سے معاشرہ اقتصادی طور پر بدحال ہوجاتا ہے، اس میں اللہ کی مخلوق پر ظلم ہے جس کی شریعت نے سختی کے ساتھ مذمت کی ہے، اس کے برعکس شریعت نے رحم دلی بھائی چارگی کو فروغ دیا ہے اور ہر اس سبب کی بیخ کنی کی ہے جو اخوت ومودت کے قصرِ رفیع کو زمین بوس کرتا ہو۔

واللہ الموفق وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العظیم

---

[1] احیاء علوم الدین 370/2

[2] مؤطا امام مالک حدیث نمبر:2400

[3] معالم القربہ فی طلب الحسبہ، صفحہ نمبر:74۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان گناہوں اور غلطیوں سے مبرا نہیں، اور دین اسلام نے معاشرہ کو فساد سے بچانے اور انسان کی اصلاح کے لیے غلطیوں پر سزاؤں کے پہلو کو سامنے رکھا ہے۔ سزائیں اپنے اندر مختلف نوعیتوں کے ساتھ ساتھ اپنے اندر زجر و جبر کی اجتماعیت رکھتی ہیں تا کہ مزید اس طرح کی غلطیاں انسان بھی خود نہ د اے اور دوسروں کے لیے نشان عبرت بن کر دوسروں کو بھی ان غلطیوں سے محفوظ رکھے۔

سزائیں کبھی تو انسان کے لیے جسمانی اذیت بن کر سامنے آتی ہیں اور کبھی نفسیاتی۔ انہی سزاؤں میں سے ایک سزا انسان کے مال و دولت سے تعلق رکھتی ہیں چونکہ محبتِ مال امور فطرت میں سے ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (آل عمران:14)

ترجمہ: "مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے مزین کردی گئی ہے، جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان دار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانا تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے"۔

حبِّ مال میں گرفتار انسان اچھے اور برے کے فرق کو ختم کر کے اپنے شب و روز اسی کے حصول کے لیے فنا کر دیتا ہے۔ چنانچہ یہ غلطیاں معاشرہ کی خرابی کا سبب نہ بنیں۔ اس لیے انسان کو اس کے مال کے کچھ حصے سے محروم کرنے کا حکم صادر کرنا شرعی نقطۂ نگاہ سے تفصیل طلب مسئلہ ہے۔

اس موضوع (مالی جرمانہ یا تعزیر بالمال) کو سمجھنے کے لیے پہلے کچھ بنیادی باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

مال کی تعریف

مال سے عمومی مراد ہر وہ چیز ہے جس کا انسان مالک بن سکتا ہے جب کہ حقیقت میں اس سے مراد سونا اور چاندی ہے۔① اور آج کے دور میں سونے اور چاندی کے ساتھ ساتھ اس کا متبادل کرنسی بھی ہے۔

التعزیر کا معنی

"هو التأديب على ذنوب لم تشرع فيها الحدود"۔②

"کسی غلطی پر سزا دینا جس پر شرعاً کوئی حد (سزا) مقرر نہ ہو"۔

①لسان العرب(550/3)

②الاحكام السلطانيه للماوردي(ص236)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وضاحت:

کسی غلطی پر بطور سزا مالی جرمانہ مقرر کرنا۔ یہ حق حاکم ولی الامر یا اس کے نائبین کا ہے جو غلطی پر مالی جرمانہ لے اور بیت المال کے سپرد کردے، جو بعد از توبہ قابل واپسی ہو، بصورت دیگر یہ مال مصارف عامہ کا حق ہے۔ (1)

مقصد تعزیر (جرمانہ)

عمومی طور پر سزاؤں کے باب میں شرعی حکمت مجرم کی اصلاح اور اس کے عمل کا کفارہ ہے تاکہ آئندہ اس قسم کی غلطیوں سے اجتناب کرے۔

کیونکہ چوری کی حد ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَنۡ تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِ ظُلۡمِهٖ وَاَصۡلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوۡبُ عَلَيۡهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ (المائدہ:39) ترجمہ: "جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرلے تو اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ اس کی طرف لوٹتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مہربانی کرنے والا ہے"۔

اور دوسرا سبب حدود و تعزیرات کے مشاہدہ سے عبرت و اصلاح معاشرہ ہے۔

وَلۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآٮِٕفَةٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۔(النور:2) "ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔" اپنی اصلاح کرے اور "وَلَـكُمۡ فِى الۡقِصَاصِ حَيٰوةٌ" (البقرہ:179)

" اور اے عقل والو ! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے"۔ "اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰٓى)(النازعات:26)" اس میں بڑی عبرت ہے ہر اس شخص کے لئے جو ڈرے۔"

نفس مسئلہ پر بحث سے پہلے مالی جرمانہ اور اس مشابہ دیگر امور میں فرق ملحوظ رکھیں۔

مالی جرمانہ اور ٹیکس میں فرق

مالی جرمانہ: غلطی پر تنبیہ اور عبرت کے لیے نافذ کیا جاتا ہے، جبکہ ٹیکس میں غلطی اور سزا کا عنصر شامل نہیں ہوتا۔ جیسے خریداری کرنے پر (Sale Tax) ادا کرنا، اور ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی پر جرمانہ ادا کرنا

---

(1) حاشية ابن عابدين(61/4)الفتاوىٰ البزازية (457/2)بتصرف يسير

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دو مختلف چیزیں ہیں، ہمارا موضوع مالی جرمانہ کے حوالے سے شرعی حکم کا بیان ہے۔

مالی جرمانہ اور کاروباری معاملات میں فرق

مذکورہ بالا فرق سے مالی جرمانہ کی کیفیت واضح ہے جب کہ دوسری جانب کچھ کاروباری معاملات عموماً جرمانہ سے مشابہت رکھتے ہیں لیکن درحقیقت ان کا جرمانہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ کاروباری لین دین ہے جو صحیح بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی، مثلاً بیعانہ ادا کرنا (Token mony)، سودا کینسل کرنے کی صورت میں فروخت کنندہ بیعانہ ضبط کرلیتا ہے یہ کاروباری معاملہ ہے جرمانہ نہیں ہے، جس کا اس مضمون سے تعلق نہیں ہے۔

مالی جرمانہ کے حوالے سے علماء کی آراء

پہلی رائے:

اس مسئلہ میں اہل علم -قدیماً وحدیثاً- کے مابین اختلاف رہا ہے۔ جمہور علماء (مسالک اربعہ)[1] مالی جرمانہ کو قطعی ناجائز قرار دیتے ہیں۔

دلائل:

1. قرآن مجید میں ایسی آیات جو مالِ مسلم کا صورتوں کے علاوہ ضبط کرنے کی اجازت نہیں دیتی، اور مالی جرمانہ کے طور پر کسی کا مال لیناوہ حق نہیں ہے کہ جس کی شریعت نے اجازت دی ہو۔

فرمان باری تعالیٰ ہے وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ -(البقرۃ:188)

[1] مذهب الحنفية: عدا ابي يوسف ،فتح القديرلابن الهمام(345/5)

المالكية: حاشية الصاوى على الشرح الصغير(504-505/4)

الشافعية: معالم السنن للخطابي(860/2)

الحنابلة: المغنى لابن قدامة(149/9)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:"اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا کرلیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو"۔

نیز فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ ۔(النساء:29)

ترجمہ"اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ، مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے ہو خرید وفروخت"۔

❷ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر دوارانِ خطبہ ارشاد فرمایا:"إن دماءكم وأموالكم حرام عليكم"[1]

ترجمہ:"تمہاری جان ومال ایک دوسرے پر حرام ہے"۔لہذا بغیر حق کے کسی کا مال یا جان لینا ۔[2]

❸ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔"لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفسه"[3]

ترجمہ:"مسلمان کا مال صرف اس کی خوشی ورضامندی سے ہی حلال (قابل اخذ) ہے"۔لہذا احلتِ مال کی ایک ہی شکل ہے جو رضامندی سے ہو۔

ان دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے علماء کی اکثریت بطور جرمانہ مالی سزا کو ناحق سمجھتے ہیں۔

دوسری رائے:

دوسری جانب کچھ اہل علم (مسالک اربعہ میں سے) ہیں، جو مالی جرمانہ کے جواز کے قائل ہیں[4]

[1] رواہ البخاری

[2] نیل الأوطار:(2/264)

[3] رواہ الدارقطني

[4] عند بعض العلماء من المذاهب الاربعة:وهو قول أبي يوسف من الحنفية وأحد قولي الأحناف:تبيين الحقائق للزيلعي (208/3)والبحرالرائق لابن نجيم(45/5)

وقول عندالمالكية:تبصرة الحكام لابن فرحون(291/2،294)

وقول للشافعية:معالم القربة فى طلب الحسبة للقرشي(530/5)ورواية عندالحنابلة:الطرق الحكمية لابن القيم:(ص224/227)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلائل: اس مسئلہ میں ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الطرق الحکمیہ'' میں تفصیل سے بحث کرتے ہوئے اس معاملہ کے جواز پر (20) بیس کے قریب دلائل ذکر کیے ہیں جن میں اکثر ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیے ہیں۔

چند اہم دلائل

❶ نبی ﷺ کا فرمان بیان زکوٰۃ کے بارے میں ''في كل إبل سائمة في كل أربعين بنت لبون لا تفرق إبل عن حسا فمن أعطاها مؤتجرًا فله أجرها ومن منعها فإنا آخذوها منه وشطر إبله عزمة من عزمات ربنا جل وعز لا يحل لآل محمد منها شيء''[1]

ترجمہ: ''نبی ﷺ نے اونٹوں کی زکوٰۃ کا نصاب بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص بیان کردہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو ہم (بطور حاکم) اس سے یہ زکوٰۃ لیں گے، اور (مزید) اس کا آدھا مال بھی بطور سزا''۔

حدیث سے استدلال واضح ہے کہ نبی ﷺ نے بطور سزا اس شخص کے آدھے اونٹوں کو ضبط کرنے کا فیصلہ مقرر کیا، جو کہ درحقیقت مالی جرمانہ ہی کی ایک قسم ہے۔

مخالفین نے اس روایت پر کلام کرتے ہوئے منسوخ ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے[2]۔ مزید اسی نوعیت کے دلائل بھی ہیں۔

❷ جیسے شریعت نے قاتل کو مقتول کی وراثت سے محروم رکھا ہے۔[3] جس مال کا قاتل حق دار تھا اس جرم کی سزا میں اس مال سے محروم ہو گیا جو کہ مالی جرمانہ کی ہی ایک شکل ہے۔

❸ نماز عید سے پہلے قربانی کرنے والے شخص کو آپ ﷺ نے دوبارہ قربانی کا حکم دیا جو کہ ایک قسم کا

[1] رواہ احمد (5،3/2) وابوداؤد (1080) والنسائی (2444) وغیرہم۔

[2] تلخیص الحبیر لابن حجر (2/161) وفتح الباری (13/300) جبکہ ان اعتراضات کا مفصل جواب ابن القیم نے (تھذیب السنن (4/318) اور قاضی شوکانی نے (نیل الاوطار (4/180) میں دیا ہے۔

[3] رواہ البخاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مالی جرمانہ ہی ہے۔

مزید اس قسم کے دلائل ہیں جنھیں ابن تیمیہ اور ابن القیم نے اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے ذکر کیا ہے۔ تفصیل کے خواہشمند ان دونوں اماموں کی کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

راجح موقف

طرفین کی دلائل کی روشنی میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ مالی جرمانہ کی اجازت اگر دی جاتی ہے تو اس کے تعین کی اجازت صرف اور صرف حاکم کی ذمہ داری ہے اور وہ بھی چند امور میں جن کا تعلق مصالح مرسلہ سے ہو۔

اس ترجیح کی تائید میں نبی ﷺ کا یہ فرمان:

(أمرت أن أقاتل الناس) حدیث کے مفہوم سے یہ بات واضح ہے کہ غلطی، مال وجان کی حفاظت میں نقص پیدا کرتی ہے اور بقدر غلطی مال وجان میں سزا دینا حق بجانب ہوگا۔

اس صورت میں جمع بین الاُدلۃ بھی ہے۔ اور دلائل کی روشنی میں یہ حق حاکم کے لیے ہی ثابت ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نفس مسئلہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے معاشرے میں مالی جرمانہ کی جو صورتیں رائج ہیں ان کی نوعیت اور حکم کو واضح کرنا اس مضمون کا مقصود ہے۔

ان صورتوں کو حکم کے اعتبار سے تین قسموں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

أ۔ پہلی قسم: مال کو تلف کرنے کی سزا

اس صورت میں سزا کی شکل مال کے اتلاف کے ذریعہ سے ہے جیسے: مشرکین کے بتوں (جن کی عبادت کی جاتی ہے) کو توڑنا، آلات لھو ولعب کو توڑنا، شراب اور اس کے متعلقہ چیزوں کو ضائع کرنا، کتب الحاد وزندقہ کو جلانا، اخلاق باختہ تصویریں اور فلمیں یا مارکیٹ سے خراب اور ایکسپائر شدہ سامان کو ضبط کرنا۔

یہ صورت جائز ہے کیونکہ یہ چیزیں خود باعث فساد وگناہ ہیں لہذا ان اشیاء کو تلف کیے بغیر جرم کی بیخ کنی ناممکن ہے۔ اس سلسلہ میں نبی ﷺ سے آثار منقول ہیں جس میں سے فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ کے گرد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نصب بتوں کو گرانا، جس پردہ پر نقش ونگار سے مزین تصویریں تھیں اسے بھی تبدیل کرنے کا حکم دیا①

ب۔دوسری قسم: مالی جرمانے کی وہ سزا جو شرعاً جائز نہیں۔

اس قسم میں ایسے جرمانہ کا ذکر ہے جو سزا کے ساتھ ساتھ دوسرے پہلو سے اس میں ممانعت موجود ہوتی ہے۔لہذا اس طریقے سے مالی جرمانہ ناجائز ہے۔اس قسم کو سمجھنے کے لیے بنیادی قاعدہ یہ ہے کہ ایسا لین دین جس کی بنیاد سودی طریقہ کار پر ہو اور اس میں مالی جرمانہ کا عنصر بھی شامل ہو یا ایسا کام جو اپنی بنیاد کے اعتبار سے درست ہے لیکن اس کی شرائط میں ایسے مالی جرمانہ کا ذکر ہے جو سود یا حرام پر منتج ہوتا ہے۔تو یہ جرمانہ سود کی وجہ سے ناجائز ہے۔

جس کی مثال آج کے معاشرے میں رائج جرمانہ کا وہ ہے جو مقررہ وقت پر مالی قسط کی عدم ادائیگی پر بطور جرمانہ مال ہی ادا کرنا ہوتا ہے۔

خصوصاً قسطوں کی بنیاد پر جو لین دین ہوتا ہے تو عام طور اس طرح کے معاملات میں کئی شرائط ہیں، ایک شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ وقت مقررۃ پر قسط کی عدم ادائیگی کی صورت میں بطور جرمانہ مزید رقم کی ادائیگی کا مطالبہ درج ہوتا ہے، جو بظاہر جرمانہ، جبکہ درحقیقت سود ہی کی ایک شکل ہے۔②

اسکول میں لیٹ فیس سسٹم، بلنگز میں دیر سے ادائیگی پر زیادہ رقم ادا کرنا، اسی قبیل سے ہے کیونکہ ان تمام جرمانوں کی شکل میں واضح سود کا عنصر شامل ہے تو سود کی حرمت کی وجہ سے یہ صورت بھی سود ہی کے حکم میں ہے۔

اس حکم میں یہ صورت بھی شامل ہوتی ہے جس میں مال بطور گارنٹی رکھا جاتا ہے اور کام نہ ہونے کی صورت میں بطور سزا مال ضبط ہوجاتا ہے، جیسے کہیں کام کے لیے مفت خدمات دی جارہی ہوں لیکن بطور ضمانت کچھ مال رکھوانا پڑتا ہے جو ضمانت شمار ہوتا ہے، بصورت دیگر مال ضبط ہوجاتا ہے۔راقم کے ناقص علم کے مطابق جرمانہ کی یہ صورت بھی جائز نہیں ہے③۔نبی ﷺ کے اس فرمان کے تحت "لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ

---

①(ماخوذ من كلام ابن تيميه رحمه الله،مجموع الفتاوى(113/28)

②انظر قرارالمجمع الفقهي رقم:(133۔14/8)في دورته الرابعة عشر۔

③انظرالفتوىٰ في مثل هذه المسألة:فتاوىٰ الدائمة للإفتاء،فتوىٰ رقم(5405)و(11617)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ"۔

ترجمہ: ''مسلمان کا مال صرف اس کی خوشی ورضامندی سے ہی حلال (قابل اخذ) ہے''۔

ج۔ تیسری صورت: وہ صورت جو اہل علم کے مابین مختلف فیہ ہے۔

مالی جرمانہ کی یہ صورت حکم کے اعتبار سے بین العلماء مختلف فیہ ہے، جیسا کہ ابتداء میں اس حوالے سے ذکر کیا ہے، یہ صورتیں عموماً ایسی چیزوں پر مشتمل ہیں جو جرمانہ (تعزیر) ہونے کے اعتبار سے درست ہیں لیکن دوسرے پہلو سے ان میں اختلاف ہے۔

[illegible]: وہ مالی جرمانہ جو حکومت کی طرف سے کسی غلطی یا جرم پر بطور سزا مقرر کیا جائے مثلاً ٹریفک قوانین میں چالان خالص مالی جرمانہ ہے۔ یہ صورت عصر حاضر کے محققین اہل علم کے نزدیک جائز ہے[1]۔ نبی ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں ''أمرت أن أقاتل الناس، حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله، فإذا فعلوا ذلك عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحق الإسلام، وحسابهم على الله عز وجل" محل استشهاد "عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحق الإسلام"۔

مفہوم حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے ادائیگی شہادت کے بعد حکومت مال وجان کے تحفظ کے ذمہ دار ہے اور حقوق کو پامال کرنے کی صورت میں ان چیزوں کی حفاظت کی ذمہ داری (بقدر غلطی) ختم ہو جائے گی۔

مزید اس ضمن میں کورٹ اور عدالتوں میں بطور ضمانت جو رقم رکھوائی جاتی ہے جو کہ قابل ضبط بھی ہے۔ چونکہ حاکم وقت کی طرف سے یہ معاملہ قانوناً ہے لہذا ہمارا ادا کرنا مجبوری ہے،

ناجائز صورتوں کا بیان: اگر یہی جرمانہ حکومت کے علاوہ کوئی ادارہ یا افراد مقرر کرتے ہیں تو جرمانہ کی یہ شکل بھی درست نہ ہوگی، جیسے آج کل کے دور میں اسکول وغیرہ میں کسی غلطی کی سزا مالی جرمانہ مقرر ہوتا ہے۔ چھٹی کرنے کی صورت میں یا دیر سے حاضر ہونے کی صورت میں کچھ Fine مقرر ہوتا ہے. اس قسم کی

---

[1] انظر موقع علماء الأزهر (azahera.net)، وفتوىٰ الشيخ صالح المنجد في موقعه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورت راقم کے نزدیک درست نہیں ہے۔اس صورت میں سزا کے تعین کا حق ادارہ کو حاصل ہوتا ہے لیکن کسی کا مال اس طریقے سے حاصل کرنے کا جواز صرف حاکم اور اس کے نائبین کے لیے ہے ①

لہذا (لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ"۔ترجمہ:"مسلمان کا مال صرف اس کی خوشی ورضامندی سے ہی حلال (قابل اخذ) ہے) کے تحت درست نہیں ہے۔

اس مسئلہ سے مشابہ ایک مسئلہ، پرائیویٹ اداروں میں چھٹی کرنے پر تنخواہ کاٹنے کا وہ سسٹم جس میں ادارہ کی طرف سے مہیا کردہ چھٹیوں کے بھی پیسے کاٹے جاتے ہیں جب ملازم ان چھٹیوں سے پہلے متصل چھٹیاں کرے تو ادارہ کی طرف سے مقرر کردہ چھٹیوں کے پیسے بھی کاٹے جاتے ہیں جوکہ ادارہ کی طرف سے من باب الاحسان ایسا کرنا بہتر نہیں ہے لیکن ادا کرنے والا شروع میں کیے گئے ایگریمنٹ کی صورت میں پابند ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام:

①۔دلائل کی روشنی میں مالی جرمانہ کا حق حاکم یا اس کے نائبین کو ہے ایک عام انسان چاہے وہ کسی فرد یا ادارہ کی شکل میں ہو کے لیے مالی جرمانہ لینا جائز نہیں ہے۔

②۔مالی جرمانہ ادا کرنے کے اعتبار سے ہم (بحیثیت قوم،محکوم،تابع) پابند ہیں،اور مطالبہ کرنے والے کی حیثیت کی طرف التفات کرنے کے بعد اس کی ادائیگی سے گریز کرنے سے زندگی گزارنا دشوار ہوجائے گا،دوسری جانب اگر طالبِ جرمانہ ظالم ہے یا اس طریقہ کار سے ہم متفق نہ ہوتو بھی ادا کرنا چاہیے اور اس کا حساب لینے والا احکم الحاکمین ہے۔البتہ اس قسم کے تادیبی معاملات میں حاکم وقت کی بات کو ماننا ہی نظام دنیا کے لیے عافیت ہے۔

③مالی جرمانہ کیا قرض کی نوعیت رکھتا ہے؟ کہ اس کا ادا کرنا لازمی ہے۔اور جو احکامِ قرض ہیں وہی اس جرمانہ کے احکام ہیں اس بات کا تعلق جرمانہ کا مطالبہ کرنے والے اور ادائیگی کرنے والے کے مابین طے

---

①انظر فتاویٰ ابن تیمیة والطرق الحکمیة کا مر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانے والے معاملات سے ہے۔

④ اللہ تعالیٰ کا یہ دین تا قیامت ہے۔ ہر جگہ اور ہر زمانے کے اعتبار سے احکامات صرف اور صرف اللہ کی طرف سے نازل کردہ شریعت میں ہی موجود ہے، جو ہر شخص کی طبیعت کے مطابق اس کے لیے احکامات بیان کرتی ہے۔ کسی شخص کے لیے جسمانی سزا سے زیادہ مالی جرمانہ زجر وردع کا کام دیتا ہے اور شریعت میں اس کے لیے بھی رہنمائی موجود ہے۔ یہی ہمارے پر حکمت دین کی خوبی ہے جس پر انسان جتنا غور کرے اتنا ہی اسے قلبی نصیب ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاریخ گواہ ہے جب بھی معاشرے میں نظمِ معیشت بگڑتا ہے اور دولت چند افراد کے ہاتھوں میں سمٹ آتی ہے، اس معاشرے کے لئے سب سے اہم مسئلہ یہ ہو جاتا ہے کہ زندگی کی ضروریات کیسے میسر آئیں، روٹی کہاں سے کھائیں اور تن ڈھانپنے کو کپڑا کہاں سے لائیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ایک بدترین اور سنگین جرم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سمیٹ سمیٹ کر رکھتے تھے، پس دولت سمیٹنے کا مزا چکھو"۔

اسلام یہ چاہتا ہے کہ سرمایہ معاشرے میں یوں گردش کرے جیسے خون رگوں میں گردش کرتا ہے، وہ نظام جس میں چند افراد بے زمام اور بے مہار ہو کر کھیل کھیلتے ہوں اور معاشرے کا خون چوستے ہوں اسلام اسے باطل نظام قرار دیتا ہے، وہ ہمیں خبردار کرتا ہے کہ:

{كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ} [الحشر:7]

ترجمہ: "ایسا نہ ہو کہ دولت صرف سرمایا داروں ہی میں گردش کرتی رہے"۔

اکتناز کی بدترین صورت سود کا کاروبار ہے جس نے ساری اجتماعی معیشت کی باگ ڈور چند خودغرض سرمایہ داروں کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے بجا کہا تھا:

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جُوا ہے
سُود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبُّر، یہ سیاست
پیتے ہیں لہُو، دیتے ہیں تعلیمِ مساوات

ذخیرہ اندوزی حرام ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"المحتكر ملعون"① ترجمہ: "احتکار کرنے والے پر اللہ کی پھٹکار ہے"۔

شریعت کی بولی میں احتکار سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص بعض اجناس کو بہت بڑی مقدار میں اس لئے خریدے کہ بازار میں وہ اجناس کمیاب یا نایاب ہو جائیں اور لوگ مجبوراً اسی کی طرف رجوع کریں۔ وہ من مانی قیمت ٹھہرائے، لوگوں کو وہی نرخ قبول کرنا پڑے۔

---

① المستدرك على الصحيحين للحاكم حدیث نمبر :2164۔ سنن ابن ماجہ: كتاب التجارات، باب الحكرة و الجلب۔ یہ حدیث مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ موضوع ہے۔ لیکن احتکار سے متعلق صحیح مسلم میں معمر بن عبداللہ العدوی کے طریق سے روایت مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "لا يحتكر إلا خاطئ۔ دیکھئے: صحیح مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم الإحتكار في الأقوات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے شخص پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو''۔

اصول معاشیات قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن مجید نے نظم معیشت کو متوازن کرنے کیلئے چند اصول انسان کو بخشے ،قرآن مجید اس بات پر زور دیتا ہے کہ:

{هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا} [البقرة:29]

''وہی ہے جس نے تمہارے لئے یہ سب کچھ پیدا کیا جو روئے زمین پر ہے''۔

اور سورہ حم سجدہ میں فرمایا:

{وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ○} [فصلت:10]

''چار معین مدتوں میں روئے زمین پر مختلف غذاؤں کو پیدا کیا، تمام ضرورت مندوں کا ان غذاؤں پر برابر حق ہے''۔

اور سورۃ النحل میں فرمایا:

{وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ۚ أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ○} [النحل:71]

''اور اللہ نے تم کو رزق میں ایک دوسرے پر برتری عطا کی ہے، پھر جن کو برتری عطا کی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے زیر دستوں کو نہیں لوٹاتے ہیں کہ وہ اس میں برابر کے شریک ہو جائیں۔ پھر کیا یہ اللہ کی نعمتوں کے صریحاً منکر نہیں ہو رہے ہیں؟''

ان آیتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید اس بات پر زور دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے رزق کی تمام انواع واقسام پیدا کی ہیں، وہی ہر فرد کی کفالت کرنے والا ہے اور اللہ کی مخلوق کو اس کی پیدا کی ہوئی غذاؤں پر برابر کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

{أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ○ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ○} [الواقعة:63،64]

''یہ جو تم کھیتی باڑی کرتے ہو کیا تم نے اس پر نظر ڈالی ہے؟ کیا تم انہیں اگاتے ہو یا ان کے اگانے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

والے ہم ہیں؟''

یہ ہوائیں کون چلاتا ہے؟ کون ہے جو مینہ برساتا ہے؟ یہ کس نے دھوپ پیدا کی ہے؟ جس کی کرنوں سے تمہاری فصل پکتی ہے، اگر یہ سب کچھ ہم ہی نے پیدا کیا ہے تو اسے ہماری خاطر معاشرے پر خرچ کرنے سے دریغ کیوں کرتے ہو؟

گردش دولت کا نظام

دولت کو گردش میں لانے کے لئے اور معاشرے کے تمام افراد میں پھیلانے کے لئے اسلام نے یہ ترغیب دی کہ:

﴿أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ﴾ [البقرة:267]

''اور جو کچھ تم نے کمایا ہے اور جو کچھ زمین سے ہم نے تمہارے لئے نکالا اس کا بہترین حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور ردی چیزیں چھانٹ چھانٹ کر اللہ کی راہ میں نہ دیا کرو''۔

زکوٰۃ وعشر

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی اور زکوٰۃ کو واجب ٹھہرایا اور مالداروں سے اڑھائی فیصد جبراً وصول کرنے کا حکم دیا اور یہ اسلام میں کروڑوں کی رقم صرف مساکین کے لئے روزگار فراہم کرنے کے لئے وقف کردی جاتی ہے۔

قانون وراثت

دولت کو گردش میں لانے کے لئے حکم دیا کہ ہر شخص کی وفات پر اس کے مال اور اس کی زمین کو اس کے قریب اور دور کے رشتہ داروں میں بانٹ دیا جائے۔ جائیداد کے حصے بخرے کردیئے جائیں تاکہ دولت مرکوز نہ ہو، اولاد اکبر کی جانشینی کا قانون Law of Primogeniture اور مشترکہ خاندان کا طریقہ Joint Family System اسلام نے اسی لئے ناجائز قرار دیا کہ اس سے دولت مرکوز ہو جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس مقصد کے پیش نظر کہ نظامِ معیشت غیر متوازن نہ ہو، حکم ہوا:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ} [النساء:29]

ترجمہ: ''اے ایمان والو ایک دوسرے کے اموال ناجائز طریقوں سے نہ کھایا کرو''۔

ہر وہ بات جس سے نظمِ معیشت بگڑ جانے کا خدشہ تھا اور اس کے غیر متوازن ہونے کا امکان تھا، ناجائز قرار دی گئی، سودخوری، رشوت ستانی، ذخیرہ اندوزی، سٹہ (speculation) اور تجارتی قمار بازی کو حرام ٹھہرادیا گیا۔

یوں اسلام زکوٰۃ عشر اور قانون وراثت کو نافذ کر کے اور سودخوری، ذخیرہ اندوزی اور تجارتی قمار بازی کو حرام ٹھہرا کر ایک متوازن نظامِ معیشت قائم کرتا ہے۔

یہ سمجھنا صریحاً غلط ہے کہ زکوٰۃ اور عشر ادا کر دینے کے بعد معاشرہ کا کوئی حق باقی نہیں رہتا، ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ:

"إن في المال حقا سوی الزكاة" (1) ''یقیناً مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی معاشرہ کا حق ہے''۔

قرآن مجید ہر قانون کی ارتقائی کڑیوں کو محفوظ کرتا ہے تاکہ جب بھی کسی معاشرے میں اسلامی قوانین کو نافذ کیا جائے، وہ انہی ارتقائی منزلوں سے گذرا کریں۔ جیسے شراب کی حرمت کا قانون جن مرحلوں سے گزرا، قرآن مجید نے ان تمام مرحلوں کو محفوظ کیا، حرمت شراب کا پہلا مرحلا یہ تھا:

{لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ} [النساء:43]

''نماز کے قریب مت جاؤ جب تم نشے کی حالت میں ہو''۔

اور حرمت شراب کی آخری ارتقائی منزل کا ذکر اس آیت میں کیا:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ} [المائدۃ:90]

''اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے شیطانی عمل کی نجاست ہے تم اس سے دور ہٹ جاؤ''۔

---

(1) سنن الترمذی: کتاب الزکاۃ، باب ماجاء أن فی المال حقا سوی الزکاۃ، یہ روایت ضعیف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اسلام کے نظامِ معیشت کی آخری ارتقائی منزل قرآن نے یوں بیان کی:

{وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ} [البقرة:219]

''یہ لوگ جن کے پاس سرمایہ ہے رسول اللہ ﷺ سے آکر پوچھتے ہیں کہ ہمیں کس حد تک خرچ کرنا ہوگا۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہاری ضرورت سے جو کچھ زیادہ ہے، وہ تمہیں معاشرے پر خرچ کردینا چاہیے''۔

حکیم الامّت اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت کی طرف اشارہ کیا تھا:

؎ جو حرفِ قل العفو میں پوشیدہ ہے اب تک
اِس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

یہ جو بات میں کہہ رہا ہوں مصر کے بہت سے عالموں نے بھی یہ بات کہی ہے۔ میں دانستہ طور پر ایک ثقہ عالم کا حوالہ اور کسی تجدد پسند کا حوالہ نہیں دیتا کہ آپ کے نزدیک ان کی ثقاہت محل نظر ہو۔ میری مراد مولانا محمود حسن رحمہ اللہ سے ہے۔ إیضاح الأدلة میں {هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا} [البقرة:29] کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جملہ اشیاء بہ دلیل فرمان واجب الاذعان {خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا} تمام بنی آدم کی مملوک معلوم ہوتی ہیں، یعنی غرض الٰہی تمام اشیاء کی پیدائش سے رفع حوائج جملہ ناس (انسان) ہے اور کوئی شے فی حدِّ ذاتہ کسی کی مملوک خاص نہیں، بلکہ ہر شے اصل خلقت میں جملہ ناس میں مشترک ہے اور من وجہ سب کی مملوک ہے۔ ہاں بوجہ رفع نزاع وحصولِ انتفاع قبضہ کو علّت ملک مقرر کیا گیا اور جب تک کسی شے پر ایک شخص کا قبضہ تامہ مستقلہ باقی رہے، اس وقت تک کوئی اور اس میں دست درازی نہیں کر سکتا۔

ہاں خود مالک وقابض کو چاہیے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے بلکہ اس کو اوروں کے حوالے کردے کیونکہ باعتبار اصل اوروں کے حقوق اس کے ساتھ متعلق ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مال کثیر حاجت سے بالکل زائد جمع رکھنا بہتر نہ ہو، اگر زکوٰۃ بھی ادا کردی جائے اور انبیاء علیہم السلام اور صلحاء رحمہم اللہ اس سے نہایت مجتنب رہے۔ چنانچہ احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے بلکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وتابعین ﷭ نے حاجت سے زائد رکھنے کو حرام ہی فرما دیا۔ ①

قُلِ الْعَفْوَ کا مفہوم سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ والی حدیث وضاحت سے متعین کرتی ہے۔

"أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من كان معه فضل من ظهر، فليعد به على من لا ظهر له، ومن كان له فضل من زاد، فليعد به على من لا زاد له" قال: "فذكر من أصناف المال ما ذكر، حتى رأينا أنه لا حق لأحد منا في فضل " ②

"سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس فالتو سواری ہو وہ اسے لوٹا دے، جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس ضرورت سے زائد غذا ہے وہ ان لوگوں کے حوالے کر دے، جن کے پاس غذا نہیں ہے"۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک ایک جنس اور مال کی ایک ایک قسم کا جدا جدا ذکر کیا حتیٰ کہ ہماری یہ رائے ہو گئی کہ فالتو مال پر ہمارا کوئی حق نہیں رہا۔"

یہ "رأينا" جو یہاں ہے اس کے یہ معنی نہ خیال کیجئے کہ "ہم نے یہ خیال کیا"۔ یہ میں عربی کے طالب علموں سے کہہ رہا ہوں۔ فقہ کی بولی میں ہم "رأينا" اس وقت کہتے ہیں جب ہم کوئی فتویٰ دے رہے ہوں اور اپنی علمی رائے کا اظہار کر رہے ہوں پس یہ جو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حتى رأينا أنه لا حق لأحد منا في فضل " تو اس کا معنی یہ ہوا کہ "حتیٰ کہ ہماری فقہی رائے یہ ہو گئی کہ فالتو مال پر ہمارا کوئی حق نہیں"۔

کیا اسلامی حکومت جبراً چھین سکتی ہے؟

اس بارے میں ایک سوال بہت اہم ہے جو ہمارے سامنے آتا ہے، اگر دولت چند افراد کے ہاتھوں میں یوں سمٹ آئی ہو کہ خدشہ ہو کہ یہ اصول معاشیات جو ہم نے بیان کئے ہیں، ان کو تدریجی اور ارتقائی طور پر نافذ کرنے سے پہلے ہی یہ معاشرہ دم توڑ دے گا، اور کیفیت یہ ہو کہ:

---

① إيضاح الأدلة: ص 268 ② صحیح مسلم: كتاب اللقطة، باب استحباب المؤاساة بفضول المال المحلى [282/4]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود'' کہ جب تک عراق سے تریاق لایا جائے گا اتنی دیر میں مریض مرجائے گا، تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے جو ایک عظیم انقلابی مفکر ہیں، "المحلّی" کی چھٹی جلد میں بہت فاضلانہ بحث اس پر کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ کتاب وسنت کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر نظم معیشت یکسر غیر متوازن ہو گیا ہو اور خدشہ ہو کہ تدریجی اور ارتقائی طور پر اصول معاشیات کے نفاذ سے پہلے ہی معاشرہ دم توڑ دے گا، تو اسلامی حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سرمایہ داروں سے پیسہ اور غلہ جبراً وصول کرے۔

اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ دیکھو قرآن مجید بار بار کہتا ہے کہ سرمایہ داروں کی دولت میں مساکین کا ''حق'' ہے قرآن مجید لفظ ''حق'' بار بار استعمال کرتا ہے:{وَفِيٓ أَمۡوَٰلِهِمۡ حَقّٞ لِّلسَّآئِلِ وَٱلۡمَحۡرُومِ} [الذاریات: 19] اور سورہ اسراء میں ہے: {وَءَاتِ ذَا ٱلۡقُرۡبَىٰ حَقَّهُۥ وَٱلۡمِسۡكِينَ} [الاسراء:26] وہ فرماتے ہیں کہ اس میں احسان کا کوئی سوال نہیں اور جن کی طرف مال لوٹایا جا رہا ہے، وہ سرمایہ داروں کے رہین منت نہیں۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ ''المحلّی'' کی چھٹی جلد میں یوں رقم طراز ہیں:

> ''اگر ارباب ثروت ایسے عادلانہ معاشی نظام کو قبول نہ کریں، تو اسلامی اسٹیٹ کا فرض ہے کہ اسلام کے اجتماعی معاشی نظام کے مطابق ارباب ثروت کو قانوناً مجبور کرے اور اگر ملی خزانے کا میزانیہ کافی نہ ہو تو محروم المعیشت انسانوں کو سنبھالا دینے کیلئے صنعت کاروں اور جاگیرداروں سے پیسہ اور غلہ جبراً حاصل کر کے حق معیشت کی مساوات بروئے کار لائے، خواہ اہل دولت مالیانہ اور سرکاری واجبات ادا کر چکے ہوں۔ [1]

سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور تین سو جلیل قدر صحابہ رضوان اللہ علیہم نے باوثوق ذرائع سے بیان کیا ہے کہ ایک سال غلّہ کا قحط ہوا سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہم سب کو حکم دیا کہ ہم سب اپنا غلہ اسٹاک کرنے کے مرکزوں میں اکٹھا کریں، پھر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ان مراکز میں سے خود ہر ایک فرد کو

---

[1] المحلی: 6/156 ایضاً: 6/158

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مساوی طور پر خوراک دیتے رہے۔

اس کے بعد امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فهذا إجماع مقطوع به من الصحابة لا مخالف لهم منهم"

''اس پر صحابہ کرام کا قطعی اجماع ہے، ان میں سے کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا ہے''۔

یحیٰ ابن آدم رحمہ اللہ جو ایک جلیل القدر محدث تھے، نے زراعت کے موضوع پر اپنی کتاب ''الخراج'' میں لکھا ہے:

عن عبد الله ابن أبي بكر قال جاء بلال بن الحارث المزني رضي الله عنه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستقطعه أرضاً فأقطعها له طويلة عريضة فلما ولي عمر رضي الله عنه قال له يا بلال إنك استقطعت رسول الله صلى الله عليه وسلم أرضاً طويلة عريضة فقطعها لك وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يمنع شيئاً يسأله وأنت لا تطيق ما في يديك فقال: أجل! فقال فانظر ما قويت عليه منها فأمسكه وما لم تطق وما لم تقو عليه فادفعه إلينا نقسمه بين المسلمين فقال: لا أفعل والله أقطعنيه رسول الله ﷺ فقال عمر: والله لتفعلن، فأخذ منه ما عجز عن عمارته، فقسمه بين المسلمين". ①

''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزند سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ جو رسول اکرم ﷺ کے محبوب صحابی اور کفار مکہ کی سازشوں کی اطلاع دینے والے فداکار مسلمان، جنگ مکہ سے لے کر طائف کے لوگوں تک رسول ﷺ کے دوش بدوش لڑنے والے تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ بن حارث المزنی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے زمین کا ٹکڑا مانگا۔ آپ ﷺ نے ایک لمبا چوڑا رقبہ عطا فرما دیا، جب سیدنا عمر رضی اللہ خلیفہ ہوئے تو بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: بلال رضی اللہ عنہ! تم نے رسول اللہ ﷺ سے زمین کا ایک لمبا چوڑا قطعہ

① کتاب الخراج: ص 93، کنز العمال 191/2، سنن البیہقی: 6/138-149 علامہ البانی رحمہ اللہ ارواء الغلیل میں فرماتے ہیں: ''یہ حدیث بحیثیت مجموعی طرق سے ثابت ہے''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مانگا تھا اور آپ ﷺ نے عطا فرما دیا اور آپ ﷺ کا تو یہ عالم تھا کہ مانگنے والے کی کسی بات کو ردنہ کرتے تھے۔ بلال رضی اللہ عنہ! زمین کی جو مقدار تم نے حاصل کی ہے وہ تمہاری بساط اور قوت کاشت سے زیادہ نہیں ہے؟'' بلال رضی اللہ عنہ: ہاں یہ ٹھیک ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دیکھو تم جتنی زمین آباد کر سکتے ہو اسے اپنے پاس رہنے دو اور جو تمہاری قوت کاشت سے زیادہ ہے، وہ ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم اسے مسلمانوں میں بانٹ دیں۔ بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ہرگز واپس نہیں کروں گا۔ اللہ کی قسم یہ قطعہ زمین تو خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے بخشا تھا۔ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ عمر بن الخطاب نے فرمایا: اللہ کی قسم تم کو ایسا کرنا پڑے گا۔ پس زمین کا وہ حصہ جسے آباد کرنے سے بلال رضی اللہ عنہ قاصر رہے تھے سیدنا عمر رضی اللہ نے اسے چھین لیا اور مسلمانوں میں اسے بانٹ دیا۔''

''میں یہ کہتا ہوں کہ اگر محمد ﷺ کی بخشی ہوئی زمین ملی مفاد کی خاطر چھینی جا سکتی ہے تو وہ جاگیریں جو مسلمانوں پر گولیاں برسانے کے صلے میں دی گئی تھیں، وہ جاگیریں جو مسلمانوں کا لہو بہانے میں عطا کی گئی تھیں، وہ جاگیریں جو ملک وملت کے ساتھ غداری کے صلے میں بخشی گئی تھیں، کیوں نہیں چھینی جا سکتیں؟ میں یہ واضح طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں غریب اور مزدور کی حمایت کا حق ادا نہیں کیا گیا۔ میں مجمع الزوائد میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد پڑھ رہا تھا اور سر دُھن رہا تھا۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "خير الكاسب العامل إذا نصح"[1] ''کسب معاش کرنے والوں میں سب سے بہتر اور معزز مزدور ہے، جب وہ اخلاص کے ساتھ کام کرتا ہے''۔

آپ ﷺ نے مزدور کو معاشرے کا معزز ترین فرد قرار دیا ہے۔

ہمیں یہ اعتراف کرنا چاہئے کہ ہم نے اس معاشرے میں مزدور کی توہین و تذلیل کی ہے اس کا دامن، اس کا گریبان ہماری دست درازیوں سے گلہ مند ہے۔ اس ملک میں عین اس وقت جب کہ مزدور پٹ رہا تھا اور زخموں سے کراہ رہا تھا، ہم نے اس کے زخموں پر نمک چھڑکا، ہم نے اس سے کہا اور ٹھوکے

---

[1] مجمع الزوائد: 4/61، مسند أحمد: 2/334

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دے دے کر کہا کہ دیکھو یہ ٹھیک ہے تم کہتے ہو سرمایہ دار پر تمہارے حقوق ہیں، مگر یہ ہرگز نہ بھولنا کہ تم پر بھی سرمایہ دار کے حقوق ہیں۔

ہم نے اس سے یہ بات عین اس وقت کہی جب کہ وہ سسکیاں لے لے کر دم توڑ رہا تھا۔

ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد

ہر بات کا ایک محل ہوتا ہے، میں ایک موٹی سی مثال دیتا ہوں، دو بھائیوں کی آپس میں لڑائی ہو جائے، آپ دیکھیں کہ ایک موٹا مسٹنڈا ہے اور دوسرا جو کمزور اور نحیف و نزار ہے، مجروح ہے، پٹ رہا ہے اور نزع کی حالت میں پنڈلی پر پنڈلی پٹک رہا ہے، اگر اس وقت کوئی آ کر اس دم توڑنے والے کو یہ کہے کہ یہ ٹھیک ہے گو تم مر رہے ہو اور دم توڑ رہے ہو، مگر تم یہ نہ بھولنا کہ اس ہٹے کٹے بھائی کے بھی تم پر حقوق ہیں، یہ بات اس ملک میں کہی گئی۔

عین اس وقت جب کہ غریب اور مزدور کے پیٹ میں بُھوک سے قراقر اٹھ رہا تھا، ہم نے اس سے یہ کہا کہ دیکھو تمہاری زندگی کا مقصد پیٹ نہیں، دل ہے۔ وہ بھوکا تھا، وہ دل کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا تھا، عین اس وقت جب کہ وہ بُھوک سے پیچ و تاب کھا رہا تھا ہم اللہ سبحانہ وتعالی کی محبت کے گیت اس کو سنانے لگے، وہ بُھوک سے نڈھال تھا، وہ محبت کے گیتوں سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا تھا، وہ ہم سے روٹی مانگتا رہا، ہم اسے محبت کے گیت سناتے رہے، نتیجہ کیا ہوا؟ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سرخ جھنڈیاں لے کر چوراہوں میں ناچنے لگا، وہ مذہب سے برگشتہ ہوا، وہ علماء سے برگشتہ ہوا حتی کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالی سے برگشتہ ہوا، وہ سرخ جھنڈیاں لے کر چوراہوں میں ناچ رہا تھا، ہاں وہ غیروں سے اپنی وابستگی کا اعلان کر رہا تھا، میں نے جو اسے دیکھا، تو میرے ذہن کو کوئی جھٹکا نہ لگا، اس لئے کہ میرے آقا ﷺ نے یہ کہا تھا کہ: "کاد الفقر أن یکون کفرا"[1] "مفلسی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے"۔

دیکھئے معاشی مسائل کا حل واضح اور متعین پیش کیجئے۔ مزدور اس ملک میں صدیوں سے مامتا سے محروم ہے، اس کے زخموں پر نمک مت چھڑکیں، اس کو مامتا بخشیں، اس سے جھگڑا نہ کریں، اگر آپ یہ چاہتے ہیں

---

[1] مشکاۃ المصابیح: باب السلام، الفصل الاول تحقیق علامہ ناصر الدین البانی، شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ شعب الإیمان للبیهقی: باب في الحث علی ترك الغل والحسد۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اس ملک میں سوشلزم نہ آئے ، تو اس کا یہ علاج تو نہ تھا۔ منبر ومحراب سے غلط آوازیں اٹھتی رہیں ، آپ یقین کیجئے کہ اگر مزدور اور غریب کے معاشی مسائل کا واضح اور متعین حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش نہ کیا گیا اور اگر مزدور کا غم کھانے میں ہم سوشلسٹوں سے آگے نہ نکل گئے (جیسا کہ رسول اقدس ﷺ کی تعلیمات کا تقاضہ ہے) تو یہ عارضی بند جو سوشلزم کے امنڈتے ہوئے سیلاب پر باندھا گیا ہے ، ٹوٹ جائے گا اور اس کی موجیں جو ابھی تک پایاب ہیں ، ہمارے سروں سے گذر جائیں گی۔

کیپٹلزم ، سوشلزم اور اسلام

اسلام ہمارے تمام دکھوں کا مداوا ہے ، وہ ہر درد کا درماں ہے ، وہی اعتدال کی راہ ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ اس میں چند افراد جو بددیانتی ، رشوت ستانی اور ذخیرہ اندوزی سے دولت سمیٹ لیتے ہیں ، وہ تمام معاشرے کے اوپر مسلط ہوجاتے ہیں اور ذہنی قابلیت رکھنے والے محنت کرنے والے ، کاروبار کو کاوش سے چلانے والے سب ان چند سرمایہ داروں کے سامنے ہیچ ہوجاتے ہیں۔ اس نظام میں فرد (individual) بے زمام ، بے مہار ہوتا ہے ، وہ پورے معاشرے کا خون چوستا ہے۔

سوشلزم کیا ہے ؟ یہ اسی سرمایہ دارانہ نظام کا ردعمل ہے۔ سوشلسٹوں نے یہ سمجھا کہ یہ فرد (individual) ہی تمام فساد کی جڑ ہے ، اس کی تقریر پر پابندی لگادو ، اس کی تحریر پر قدغن لگادو ، اس کی رائے پر قدغن لگادو ، اس کی اقتصادی آزادی اس سے چھین لو ، اور تمام ذرائع پیداوار (means of production) کو قومی ملکیت میں دے دیا جائے۔ ''نیشنلائزیشن آف پروڈکشن'' یہ ترکیب بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہے ، لیکن ایک طالب علم کے ذہن میں فوراً یہ سوال ابھرتا ہے کہ قومی ملکیت میں دے دینے سے کیا مراد ہے ؟ کیا قوم کا ہر فرد اس پر قبضہ واختیار رکھتا ہے ؟ یہ تو ناقابل عمل ہے۔

تحقیق کی جائے ، تو معلوم ہوتا ہے کہ سوشلسٹ حکمران پارٹی کے چند مخصوص افراد کے تصرف واختیار میں تمام ملک کے ذرائع پیداوار دے دئے جاتے ہیں ، پس ملک کے وہی چند افراد جن کے ہاتھوں میں فوجی ، سیاسی اور قانونی طاقت سمٹی ہوئی ہے ، ملک کے تمام ذرائع پیداوار بھی انہی کے قبضہ واختیار میں چلے جاتے ہیں ، یوں ملک کی تمام طاقتیں چند ہاتھ سمیٹ لیتے ہیں ، تمام معاشی ، سیاسی اور فوجی قوتوں کا یہ ارتکاز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سرمایہ دارانہ نظام کی انتہائی بھیانک صورت ہے، جو ایک خطرناک آمریت کو جنم دیتی ہے۔

بھائیو اور بزرگو! مقصد تو یہ تھا کہ ڈی سنٹرالائزیشن ہو، دولت اور قوت بکھرے۔ کیپٹلزم کا جو رد عمل ہوا، اس میں تو پھر تمام قوتیں سمٹ کر چند ہاتھوں میں آگئیں اور ایسا شدید ارتکاز ہوا کہ اس نے انتہائی بھیانک آمریت کو جنم دیا۔ یہ دونوں افراط و تفریط کی راہیں ہیں۔ یہ دونوں نظام انسان کے ذہن کی پیداور ہیں، وہ انسان جو جذبات کا بندہ اور خواہشات کا پجاری ہے، اسلام شخصی ملکیت اور قومی ملکیت میں ایک حسین امتزاج پیدا کرتا ہے، وہ فرد کے حقوق و اختیارات اور حکومت کے حقوق و اختیارات میں ایک توازن قائم کرتا ہے۔

شخصی ملکیت

بعض ہمارے بھائی جو اشتراکی نظام سے متاثر ہیں، یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام بھی انفرادی ملکیت کو ناجائز قرار دیتا ہے اور حضور ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو یہ صنعتی، معاشی، انتظامی وسائل میسر ہوتے، جو اس دور کی حکومتوں کو حاصل ہیں، تو انفرادی ملکیت کو ختم کرنے کے لئے انہیں کوئی تامل نہ ہوتا۔ اس بات کے لئے ان کے پاس کوئی سند یا دلیل نہیں ہے۔ اس بحث میں بھی کچھ دھڑا بندی کی بات پیدا ہو چلی ہے۔ کوئی پیغمبر اس روئے زمین پر ایسا نہیں گذرا، جس نے انسان کو کسی اقتصادی آزادی سے محروم کیا ہو، کوئی صحیفہ آسمانی ایسا نہیں، جس میں انسان کو اس کی شخصی آزادی سے محروم کیا ہو، پھر وہ سید الاولین و سید الآخرین، وہ سرورِ دنیا و دین ﷺ جن کی بعثت کا ایک اہم مقصد یہ بیان کیا گیا ہے: ﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ [الاعراف:157]

یعنی وہ جو انسانوں کو بے جا بندھنوں اور غلامیوں سے آزاد کرانے کے لئے آیا تھا، یہ کیوں کر ممکن تھا کہ انسان کو اس کی اقتصادی آزادی سے محروم کر دیتا اور تمام معاشرے کے افراد کو ریاست کا بے دست و پا غلام بنا دیتا۔ اسلام انفرادی آزادی کو شخصی ارتقاء کے لئے ناگزیر سمجھتا ہے، وہ فرد کی آزادی پر اس وقت قدغن لگاتا ہے، جب مفادِ عامہ کو اس سے دھچکا لگے اور معاشرے کے اجتماعی حقوق کو صدمہ پہنچے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذرائع پیداوار کو قومی ملکیت میں لینا

قرآن وحدیث میں کسی صنعت، تجارت یا ذریعہ پیداوار کو قومی ملکیت میں لینے کے خلاف ایک حرف بھی میری نظر سے نہیں گذرا۔ اگر مفاد عامہ اور ملی مصلحتوں کے پیش نظر اسلامی حکومت کسی صنعت یا تجارت یا ذریعہ پیداوار کو قومی ملکیت میں لینا چاہے، تو وہ ایسا کرنے کی مجاز ہے۔ اگر کوئی صنعت یا تجارت چند افراد کے ہاتھوں میں ہو اور اس کی شخصی ملکیت اجتماعی مفاد کے لئے نقصان دہ ہو تو حکومت ان افراد کو معاوضہ دے کر وہ کاروبار اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے لیکن اسلام اس بات کو ایک اُصول کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرتا کہ دولت کی پیداوار کے تمام ذرائع حکومت میں یوں چلے جائیں کہ ملک بھر کی تمام صنعتوں اور تجارت کی منڈیوں پر وہ تنہا قابض ہو اور حکومت تمام اراضی کی واحد مالک ہو۔

پس اسلام شخصی اور اجتماعی ملکیت میں ایک توازن قائم کرتا ہے۔

دونوں نظام باطل ہیں

سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت یہ دونوں باطل ہیں علامہ اقبال رحمہ اللہ نے بجا کہا تھا۔

ہر دو را جاں ناصبور و ناشکیب
ہر دو یزداں ناشناس آدم فریب

دونوں کی روحیں روحانی سکون سے ناآشنا، دونوں اللہ سے غافل، دونوں اللہ سے جاہل، دونوں اپنے ذاتی اغراض کے لئے ہر فریب، دھاندلی بددیانتی، لوٹ کھسوٹ، مار دھاڑ اور قتل وغارت کو روا رکھنے والے اور اپنی ادنٰی سی خواہش کے لئے ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے والے:

غرق دیدم ہر دو را در آب و گل ہر دورا تن روشن و تاریک دل

فرماتے ہیں: ”میں نے سرمایہ دارانہ نظام کو بھی دیکھا اور اشتراکی نظام کو بھی جانچا، دونوں مادیت میں ڈوبے ہوئے، دونوں کا منتہائے نظریہ جہانِ آب وگل، دونوں بدن سنوارنے میں لگے ہیں، دونوں کے دلوں پر ظلمت کا سناٹا چھایا ہوا ہے“۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور اشتراکیت یکجا ہو سکتے ہیں؟

ایک اور سوال ہمارے بعض بھائیوں نے اٹھایا ہے، ہمارے جو بھائی اشتراکیت سے متاثر ہیں، کہتے ہیں: اسلام اور اشتراکیت کو یکجا کر دو، بات لمبی اور بحث طلب ہے۔لیکن وقت کی قلت کے پیش نظر بات سمیٹتا ہوں۔کارل مارکس کا "داس کیپٹل" جو کیموزم کی بنیادی کتاب ہے، اگر اس کی پہلی جلد کے ابتدائی صفحات ہی آپ پڑھ ڈالیں، تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اشتراکیت کا فلسفہ ءزندگی "جدلّیاتی مادیّت" کی بنیادوں پر استوار ہوتا ہے، میں اس فلسفہ کی تشریح اس وقت نہیں کرسکتا، صرف اتنا کہتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو فلسفہ کی ابجد ہوز سے بھی واقف ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ جدلّیاتی مادیّت کے نظریے میں اللہ، رسول، وحی وتنزیل، حیات بعدالممات، روح، ملائکہ اور دوسرے مابعدالطبیعاتی (Metaphysical Realities) حقائق کے تصور کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

کارل مارکس کا فلسفہ زندگی جدلیاتی مادیت پر مبنی ہے، اس کے فلسفہ تاریخ کی اساس بھی جدلّیاتی مادیت ہی پر ہے، اس کا اقتصادی نظام بھی قطعی طور پر (Dialectical materialism) کی بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کارل مارکس کے اقتصادی نظام میں حلال وحرام میں کوئی حد فاصل نہیں کھینچی گئی۔

پس آپ یقین کیجئے کہ اگر اس ملک میں سوشلزم آتا ہے تو ہماری اخلاقی اور روحانی قدروں کا برباد ہونا یقینی امر ہے، اگر سوشلزم اس ملک میں آتا ہے تو ہماری اخلاقی وروحانی قدروں کا یقیناً وہی حال ہوگا جو سمرقند وبخارا میں ہوا، جو مشرق وسطی میں ہوا، ہم اس سے مختلف نتائج کی توقع اس ملک میں نہیں رکھتے ہیں۔جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اسلام اور اشتراکیت کو یکجا کر دو تو یا تو دونوں کے مفہوم سے ناواقف ہے یا وہ لوگوں کی آنکھوں میں قصداً اور ارادتاً دھول جھونک رہا ہے، وہ فلسفہ زندگی جس کی بنیادوں پر ایک نظام قائم ہوتا ہے، آپ اس فلسفہ زندگی کو اس نظام سے کاٹ کر الگ نہیں پھینک سکتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روٹی ہماری زندگی کا مقصد نہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے ہمیں نہایت متوازن اقتصادی اور سیاسی نظام بخشا ہے، لیکن مسلمان کی زندگی کا مقصد محض روٹی نہیں، میں نے یہ کہا تھا کہ جس وقت مزدور بھوکا ہو، وہ اللہ کی محبت اور عبادت کے گیتوں سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا، اس کا پیٹ بھرنے کے بعد ہم اسے کہیں گے کہ دیکھو روٹی تمہاری زندگی کا مقصد تو نہیں ہے، مسلمان کی زندگی کا مقصد اللہ کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت حاصل کرنا اور اس کی صفات سے خود کو متصف کرنا ہے اور اپنی تمام صلاحیتوں کو اللہ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کھپا دینا ہے، مسلمان کی رُوح ہر آن اور ہر لحظہ نغمہ سرا ہے۔"إلهي أنت مقصودي و رضاك مطلوبي" انسان کی زندگی کا مقصد اس روئے زمین پر اللہ کی خلافت کا قائم کرنا ہے اور یہ معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی نظام جو اسلام نے ہمیں بخشا ہے، ان مقاصد کے حصول کے لئے محض وسائل اور ذرائع ہیں۔ میں علامہ صاحب رحمہ اللہ کے خط کا اقتباس آپ کو سناتا ہوں جو اخبار زمیندار میں 24 جون 1923ء کے شمارے میں چھپا تھا، میں اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کی تائید و تصدیق اور تشریح و توضیح کے لئے حکیم الامت کی شہادت بس کرتی ہے۔

علامہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں مسلمان ہوں، میرا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ دلائل اور براہین پر مبنی ہے۔انسانی جماعتوں کے اقتصادی امراض کا بہترین علاج قرآن نے تجویز کیا ہے، سرمایہ داری کی قوت جب اعتدال سے تجاوز کرجائے، تو دنیا کے لئے ایک قسم کی لعنت ہے، لیکن دنیا کو اس کے مضر اثرات سے نجات دلانے کا طریقہ یہ نہیں کہ معاشی نظام سے اس قوت کو خارج کردیا جائے، جیسا کہ بالشویک تجویز کرتے ہیں۔قرآن حکیم نے اس قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھنے کے لئے قانون میراث اور زکوٰۃ وغیرہ تجویز کیا ہے، مغربی سرمایہ داری اور رُوسی دونوں افراط و تفریط کا نتیجہ ہیں اعتدال کی راہ وہی ہے جو قرآن نے ہم کو بتائی ہے شریعتِ حقہ اسلامیہ کا مقصود یہ ہے کہ سرمایہ داری کی بنا پر ایک جماعت دوسری جماعت کو مغلوب نہ کرسکے اور اس کے حصول کے لئے میرے عقیدے کی رو سے وہی راہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آسان اور قابلِ عمل ہے، جس کا انکشاف شارع علیہ السلام نے کیا ہے۔

اسلام سرمایہ داری قوت کو معاشی نظام سے خارج نہیں کرتا، بلکہ فطرت انسانی پر ایک عمیق نظر ڈالتے ہوئے اسے برقرار رکھتا ہے اور ہمارے لئے ایک ایسا معاشی نظام تجویز کرتا ہے، جس پر عمل پیرا ہونے سے یہ قوت کبھی اپنے مناسب حدود سے تجاوز نہیں کر سکتی۔

مجھے افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کے اقتصادی پہلو کا مطالعہ نہیں کیا، ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ اس خاص اعتبار سے اسلام کتنی بڑی نعمت ہے فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا میں اسی نعمت کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ کسی قوم کے افراد صحیح معنوں میں ایک دوسرے کے اخوان نہیں ہو سکتے، جب تک وہ ہر پہلو سے ایک دوسرے کے ساتھ مساوات نہ رکھتے ہوں اور اس مساوات کا حصول بغیر ایک ایسے سوشل نظام کے ممکن نہیں، جس کا مقصود سرمایہ کی قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھ کر مذکورہ بالا مساوات کی تخلیق اور تولید ہو اور مجھے یقین ہے کہ خود رُوسی قوم بھی اپنے موجودہ نظام کے ناقص تجربے سے معلوم کر کے ایسے نظام کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو جائے گی، جس کے اصول اساسی یا تو خالص اسلامی ہوں گے یا ان سے ملتے جلتے ہوں گے۔

موجودہ صورت میں رُوسیوں کا اقتصادی نصب العین خواہ کیسا ہی محمود کیوں نہ ہو، ان کے طریق عمل سے کسی مسلمان کو ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ ہندوستان اور دیگر ممالک کے مسلمان جو یورپ کی سیاسی اقتصادیات پڑھ کر مغربی خیالات سے فوراً متاثر ہو جاتے ہیں، ان کے لئے لازم ہے کہ اس زمانے میں قرآن کی اقتصادی تعلیم پر نظرِ غائر ڈالیں، مجھے یقین ہے کہ وہ اپنی تمام مشکلات کا حل اس کتاب میں پائیں گے۔ (1)

ساتھیو! یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ ہم ملی انفرادیت (National Individuality) کھو بیٹھے ہیں، ہم کبھی امریکہ اور کبھی روس کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں، کبھی چین کو دیکھ کر ہماری رال ٹپکتی ہے۔ ہر دور کے لات وعزی ہوتے ہیں۔ اور امریکہ اور روس اس دور کے لات وعزیٰ ہیں:

---

(1) زمیندار۔ 24 جون 1923ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والله الموفق وعليه التکلان ولا حول ولا قوة إلا بالله العظیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرام اور ناجائز پیشے

تمہید

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس میں انسانی زندگی کے اہم شعبہ معیشت کے حلال وحرام کے احکامات بھی تفصیل سے موجود ہیں، شریعت نے جن اشیاء کو حرام قرار دیا ہے ان کی تجارت، اجرت اور ہر قسم کی معاونت حرام بھی ہے انہی پیشوں میں سے چند کا ذکر ہم بتوفیق اللہ تعالی اپنی اس بحث میں کریں گے۔

حرام شدہ پیشوں کو ہم عمومی طور پر دو بنیادی اقسام میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
''جو چیز نشہ لائے وہ حرام ہے''۔ ①

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے''۔ ②

شراب کو کسی حلال چیز میں تبدیل کر کے بھی استعمال میں لانا حرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا ہم شراب کا سرکہ بنا کر استعمال کر سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔ ③

ان احادیث کی رو سے تمام نشہ آور اشیاء سے حاصل ہونے والی آمدنی حرام ہے مثلاً، ہیروئن، چرس، افیم، تمباکو والے پان، گٹکے، نسوار، بھنگ، سگریٹ وغیرہ

③ جوئے سٹہ بازی میسر یا قمار بازی کا پیشہ

اللہ تعالیٰ نے سود اور شراب کے بعد میسر و قمار (جوئے کی تمام اقسام) کو حرام قرار دیا ہے، جس کو علامہ مبا کپوری رحمہ اللہ نے یوں بیان کیا ہے ''قمار (جوئے) میں کسی کو نفع ہی نفع اور دوسرے کو نقصان ہی نقصان ہوتا ہے''۔ ④

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ} [النساء:29]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ''۔

اور فرمایا: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ۝} [المائدة:90،91]

---

① أبو داود: كتاب الأشربه، باب ماجاء ماأسكر كثير فقليله حرام (یہ روایت صحیح ہے)

② سنن أبي داود: كتاب الأشربة، باب النهي عن المسكر (یہ روایت صحیح ہے)

③ صحيح مسلم: كتاب الأشربه، باب تحريم تخليل الخمر ④ تحفة الأحوذی: 30/3

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو، شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے اور اللہ تعالی کی یاد سے اور نماز سے تمہیں باز رکھے۔ سو اب بھی باز آجاؤ۔

میسر وجوئے کی چند نئی اقسام درج ذیل ہیں:

1. لاٹری
2. معمہ بازی (پزل)
3. ریفل ٹکٹ
4. انعامی بانڈز
5. سٹہ بازی

4 فحاشی وقحبہ گری

شریعت مطہرہ نے تمام قسم کی فحاشی اور حرام جنسی کاروائیوں مثلاً زنا، اغلام بازی جیسے اعمال اور ان کی اجرت کو حرام ٹھہرایا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

{وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ} [الأنعام:151]

ترجمہ: ''اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس مت جاؤ خواہ وہ اعلانیہ ہوں خواہ پوشیدہ''۔

ایک اور جگہ فرمایا:

{وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا} [الإسراء:32]

ترجمہ: ''خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے''۔

{وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا} [النور:33]

ترجمہ: ''تمہاری جو لونڈیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں انہیں دنیا کی زندگی کے فائدے کی غرض سے بدکاری پر مجبور نہ کرو''۔

اسی طرح تمام وہ ذرائع مثلاً فحش تصاویر، لٹریچر، میگزین انٹرنیٹ، اشتہارات اور مارکیٹنگ جن میں ایسی اشیاء کو بیچنے کے لئے فحاشی کا حربہ استعمال ہو حرام ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ [النور:19]

ترجمہ:''جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی کی اشاعت ہو ان کے لئے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور زناکار عورت کی خرچی (اجرت) اور کاہن کی مٹھائی (جو اجرت میں ملی) سے منع فرمایا۔①

5 گانا قوالی، گلوکاری اور موسیقی

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾ [لقمان:7،6]

ترجمہ:''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں، کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ لگے ہوئے ہیں، آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے''۔

ابن عباس رضی اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: لغو باتوں سے مراد گانا بجانا اور طبلہ وغیرہ ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:''اس امت میں زمین کے اندر دھنسنا، صورتیں بدلنا اور بہتان بازی پیدا ہوگی کسی نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کب ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گلوکار، گلوکارائیں عام ہوجائینگی اور شرابیں پی جائیں گی''۔②

---

①صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب ثمن الکلب

②ترمذي: کتاب الفتن، باب ما جاء فی علامة حلول المسخ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مجھے دو بدترین آوازوں سے منع کیا گیا ہے ایک خوشی کے وقت بانسری اور غم کے وقت نوحہ خوانی سے''۔ ①

چنانچہ آپ ﷺ نے گلوکاری اور موسیقی کی کمائی اور اجرت سے منع فرمایا ہے''۔ ②

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ''گانا بجانے والی عورتوں کو نہ بیچو نہ خریدو نہ انہیں یہ کام سکھاؤ اور انکی اجرت حرام ہے''۔ ③

ان احادیث کی رو سے تمام قسم کی موسیقی اور موسیقی کے آلات کی تجارت اور اجرت حرام ہے۔

⑥ رقاصی کا پیشہ

اللہ تعالی نے جس طرح زنا کو حرام قرار دیا ہے اسی طرح اس کے تمام وسائل کو بھی حرام ٹھہرایا ہے۔

اللہ تعالی کا حکم ہے:

﴿وَلَا تَقۡرَبُوا الزِّنَآ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيۡلًا﴾ [الإسراء:32]

ترجمہ:''خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے''۔

اس آیت کی رو سے زنا کی طرف لے جانے والے تمام وسائل اور ذرائع بھی حرام ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِيَّةِ الۡاُوۡلٰى﴾ [الأحزاب:33]

ترجمہ:''اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور زنا کار عورت کی خرچی (اجرت) اور کاہن کی مٹھائی (جو اجرت میں ملی) سے منع فرمایا۔ ④

رقص کے حوالے سے فرمان باری تعالی ہے:﴿وَلَا تَمۡشِ فِى الۡاَرۡضِ مَرَحًا﴾[الإسراء:37]

---

① جامع ترمذي: كتاب الجنائز، باب ما جاء في الرخصة في البكاء

② شرح السنة 23/8 ③ جامع ترمذي: كتاب البيوع، باب ما جاء في كراهية المغنيات

④ صحيح بخاري: كتاب البيوع، باب ثمن الكاهن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہل علم نے مذکورہ آیت سے رقص کی مذمت اور اس کے ارتکاب کی ممانعت کا استدلال لیا ہے۔ ابوالوفاء بن عقیل فرماتے ہیں: قرآن کریم میں رقص کی صریح ممانعت وارد ہے فرمان باری تعالیٰ ہے:: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ [الإسراء:37] ترجمہ: ''اور زمین پر اکڑا اکڑ کر نہ چل'' اور رقص سب سے بڑا اترانا، تکبر اور اکڑنا ہے جس سے شریعت میں منع کیا گیا ہے۔

7 مصوری و بت سازی و فروشی

مجسمہ سازی اور فوٹو گرافی (تصویر کشی) کا پیشہ آج کل زور و شور سے رائج ہے، قرآن حکیم میں جن اشیاء کو حرام قرار دیا گیا ہے ان میں بت سازی و تصویر سازی کو تیسرا درجہ حاصل ہے جن کی دور جاہلیت میں عبادت کی جاتی تھی چنانچہ شارع حکیم نے اسے مطلقاً حرام قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [المائدة:90]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور انصاب (بت) اور فال نکالنے کے پانسے سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو''۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: '' قیامت کے روز سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو دیا جائے گا''[1]۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میرا ذریعہ معاش تصویر کشی ہے میں تصویریں بناتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں وہی بتاؤں گا جو میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو تصویر بنائے گا اسے اللہ تعالیٰ عذاب دے گا کہ وہ اس میں روح پھونک دے لیکن وہ کبھی اس میں روح نہیں پھونک سکے گا'' یہ سن کر اس شخص کا چہرہ متغیر ہو گیا، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اگر تم تصویر بنانا ہی چاہتے ہو تو غیر ذی روح اشیاء کی

[1] صحیح بخاری: باب عذاب المصورين يوم القيامة۔ صحیح مسلم: باب لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب أو صورة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درخت ومناظر کی تصویریں بناؤ"۔ ①

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تصویر بنانا، بنوانا، خریدنا فروخت کرنا حرام کام ہیں اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حرام ہے لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے، البتہ شناختی کارڈ، پاسپورٹ، لائسنس وغیرہ کے لئے بنانا استثنائی صورت میں اہل علم نے جائز قرار دیا ہے۔

8 کہانت، دست شناسی (پامسٹری)

کہانت، فال گیری،، پامسٹری (دست شناسی) یہ وہ افعال ہیں جو کہ علم غیب سے تعلق رکھتے ہیں جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں اور اللہ نے ان افعال کو "رجس" یعنی ناپاکی اور شیطانی اعمال سے تعبیر دیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اور فال نکالنے کے پانسے سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو"[المائدہ:90]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے: "جو کوئی بھی غیب کی خبریں بتانے والے کے پاس جائے اور اس سے پوچھے اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوگی"۔ ②

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی بھی کسی کاہن کے پاس جاکر دریافت کرے پھر اس کی تصدیق کرے تو اس نے اس (قرآن) سے کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے"۔ ③

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہن کی مٹھائی (جو اجرت میں ملی) لینے سے منع فرمایا۔ ④

ان دلائل کی روشنی میں کہانت، پامسٹری، اور اسکی تمام اقسام کی کمائی حرام ہے۔

9 جادو ٹونہ وشعبدہ بازی

جادو (سحر) وشعبدہ بازی ہر دور میں موجود رہی ہے اور اس کی حرمت بھی ابدی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

① صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب بیع التصاویر التی لیس فیھا الروح

② صحیح مسلم: کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ وإتیان الکاھن

③ ابو داود: کتاب الطب، باب فی الکاھن ④ صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب ثمن الکاھن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

{وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ړ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝} (البقرہ:102)

ترجمہ:"اور یہ یہود (تورات کے بجائے) ان جنتروں منتروں کے پیچھے لگ گئے۔ جو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔ سیدنا سلیمان نے ایسا کفر کبھی نہیں کیا بلکہ کفر تو وہ شیطان لوگ کرتے تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ نیز یہ یہود اس چیز کے بھی پیچھے لگ گئے جو بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر اتاری گئی تھی۔ یہ فرشتے کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو تمہارے لیے آزمائش ہیں سو تو کافر نہ بن۔ پھر بھی یہ لوگ ان سے ایسی باتیں سیکھتے جن سے وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال سکیں۔ حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو بھی نقصان نہ پہنچا سکتے تھے۔ اور باتیں بھی ایسی سیکھتے جو انہیں دکھ ہی دیں، فائدہ نہ دیں۔ اور وہ یہ بات بھی خوب جانتے تھے کہ جو ایسی باتوں کا خریدار بنا، اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں کتنی بری چیز تھی جسے انہوں نے اپنی جانوں کے عوض خریدا۔ کاش وہ اس بات کو جانتے ہوتے"۔

اور سحر (جادو) میں کبھی بھی کوئی نفع نہیں ہوسکتا اور جس میں ہمیشہ کا خسارہ ہو اس کا سیکھنا سیکھانا اور اس کی اجرت (کمائی) بھی حرام ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ اللہ کا فرمان ہے:

{وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى} [طه: 69]

ترجمہ:"اور جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا"۔

اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بھی واقعہ اس کی حرمت پر دلیل ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر کا ایک غلام تھا جو انہیں کچھ محصول دیا کرتا تھا اور آپ اس کا محصول کھانے کے کام میں لاتے تھے ایک دن وہ کوئی چیز لایا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کھالیا تو ان سے غلام نے کہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کو معلوم ہے یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تھی؟ اس نے کہا میں نے زمانہ جاہلیت میں آئندہ ہونے والی بات (کہانت) ایک آدمی کو بتادی تھی حالانکہ میں خود یہ فن نہیں جانتا تھا بلکہ میں نے اسے دھوکہ دیا تھا تو (آج) وہ مجھ سے ملا اور (یہ چیز) اس نے مجھے اسی کے عوض دی ہے اور اسی کو آپ نے کھایا ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلی منہ میں ڈال کر پیٹ کی ہر چیز کو قے کر کے نکال دیا۔ ①

⑩ نجومیت

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالی نے ستاروں کو آسمان کی زینت، شیاطین کو مارنے اور بحر و بر میں راہ معلوم کرنے کے لئے تخلیق کیا ہے اور جو شخص ان کے علاوہ کچھ اور سمجھتا ہے وہ خطا (غلطی) پر ہے اور اس نے ہر قسم کی بھلائی سے خود کو محروم کر لیا اور ایسے امر کا تکلف کیا جس کا اسے کچھ علم نہیں۔ ②

حدیث میں آتا ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من اقتبس علما من النجوم، اقتبس شعبة من السحر زاد ما زاد" ③

''جس نے علمِ نجوم کا کچھ حصہ سیکھا اس نے اسی قدر جادو سیکھا، جتنا زیادہ سیکھتا جائے اس کی وجہ سے اس کے گناہ میں اتنا ہی اضافہ ہوتا جائے گا''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جو کوئی بھی کسی نجومی یا کاہن کے پاس جا کر دریافت کرے پھر اس کی تصدیق کرے تو اس نے اس (قرآن) سے کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے'' ④

اسی لئے وہ تمام نصوص جو سحر (جادو) کی حرمت پر دلیل ہیں وہ نجومیت کو بھی حرام ٹھہراتے ہیں اور اس کی اجرت بھی حرام ہے۔

⑪ ٹی وی، ریڈیو ڈرامہ، اور فلم سازی کا پیشہ

ان پیشوں میں چونکہ عریانی، فحاشی مرد و عورت کا اختلاط اور فیشن کے نت نئے فتنے اور حیا سوز لباس،

---

① صحيح البخاري: باب أيام الجاهلية ② صحيح بخاري: بدء الخلق، باب في النجوم

③ سنن ابي داود كتاب الطب باب في النجوم (یہ روایت صحیح ہے) ④ ابو داود: كتاب الطب، باب في الكاهن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عشق و معشوقی کی داستانیں اور جھوٹ دھوکہ اور اخلاق سوز مناظر کا غلبہ رہتا ہے جو کہ سراسر شریعت کے منافی ہیں اسی لئے ان کی کمائی بھی حرام ہے۔ سینما، تھیٹر، ویڈیو آڈیو سی ڈی سینٹرز، اشتہارات، کیبل آپریٹنگ وغیرہ اور ان سے منسلک تمام اشیاء اگر ان پر حرام معاملات کا اجراء جاری ہے تو ان کا بھی یہی (حرام کا) حکم ہے ریڈیو جس میں آجکل ایف ایم (FM) چینلز کی بھر مار ہے جن میں سوائے گانے بجانے اور اللہ کے دین سے دوری کے اسباب کے کچھ نہیں جن میں جوان لڑکوں اور لڑکیوں کے جذبات کو ابھارا جاتا ہے ان سب کاموں کی کمائی اور اجرت جہنم کی آگ ہے اللہ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ [النور:19]

ترجمہ: ''جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی کی اشاعت ہو ان کے لئے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی''۔

نوٹ: واضح رہے کہ کوئی بھی وسیلہ یا ذریعہ یا آلہ بذات خود اچھا یا برا نہیں ہوتا بلکہ اس کا استعمال کے موجب حکم لگتا ہے اور آج کے دور میں چونکہ ان ذرائع کا استعمال 90 فیصد سے زیادہ حرام کاموں کے لئے ہے اس لئے ان وسائل پر یہ چیزیں نشر کرنا، اس کے لئے اپنا پلیٹ فارم مہیا کرنا۔ حرمت کے حکم میں آئے گا۔ یہاں اگر ان ہی چینلوں پر تعمیری کام ہو، ملک و کام کی بہتری کے پروگرام ہوں تو یہ اچھا عمل ہوگا۔

12 گداگری

گداگری ایک مکمل پیشہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جس کا ایک نیٹ ورک ہوتا ہے جس میں بچوں کو بھی تربیت دے کر مختلف چوراہوں پر پھیلا دیا جاتا ہے جبکہ شارع علیہ السلام نے اس پیشہ کی شدید مذمت کی ہے آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''جو آدمی لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا''[1]

---

[1] بخاری: کتاب الزکاۃ باب من سأل الناس تکثرا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑬ مردار اور حرام جانوروں کی خرید و فروخت

ایسا جانور جو مردار ہو یا ایسی حالت میں اسے ذبح کیا جائے کہ اس کا خون نہ نکل سکے یا کوئی حرام جانور کو حلال کر کے مارکیٹ میں لایا جائے یا سور، کتے اور بلی، بندر کی بیع بھی حرام ہے اور ان سے حاصل ہونے والی اجرت بھی حرام ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ [الأنعام:145]

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھائے، مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو، کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کر غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو''۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت وصول کرنے سے منع فرمایا۔[1]

اس طرح مردہ اور حرام جانور کی چربی کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ مردار کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ حرام ہیں، اللہ یہود پر لعنت کرے جب ان پر جانوروں کی چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اس کو پگھلایا اور بیچ کر اس کی قیمت کھالی''۔[2]

⑭ خون کا معاوضہ لینے کا حکم

صحیح بخاری میں سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے''۔[3] لہٰذا اس حدیث کی بنا پر کسی مسلمان کے لئے خون کا کوئی معاوضہ لینا جائز نہیں۔ بلکہ

---

[1] صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب ثمن الکلب

[2] صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب بیع المیتۃ والأصنام

[3] صحیح بخاری: کتاب البیوع باب ثمن الکلب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اگر کسی مسلمان بھائی کو خون کی ضرورت ہو تو اسے بطور عطیہ فراہم کیا جائے نہ کہ قیمتاً۔

⓯ انسانی اعضاء کی خرید و فروخت کا حکم

کسی انسان کے لئے اپنا گردہ یا دوسرے اعضاء کا بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ ایسے شخص کے لئے شدید وعید آئی ہے جو کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھا جائے، اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا فرمان ہے ''میں قیامت کے دن تین افراد کی طرف سے مقدمہ کروں گا ایک وہ جس نے آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی[1]، اور کسی عضو کی بیع بھی اسی میں شامل ہے کیونکہ انسان نہ اپنے جسم کا ملک ہے اور نہ اپنے کسی عضو کا بلکہ یہ اللہ تعالی کی انسان کے پاس امانت ہیں انہیں بیچنا جائز نہیں ہے۔

⓰ ریز گاری (چلڑ) فروشی

عصر حاضر میں ہر بس اسٹاپ پر بعض افراد زیادہ روپوں کے عوض کم پیسے (کھلے سکوں کی صورت میں) بیچتے ہیں جو کہ کھلا سود ہے اور ان کی اجرت اور کمائی بھی حرام ہے کیونکہ سود دینا بھی حرام ہے اور لینا بھی حرام ہے۔

⓱ چوری کا مال بیچنے اور خریدنے کا حکم

جس شخص کو علم ہو یا غالب گمان ہو کہ یہ مال چوری کا ہے اس کے لئے اسے خریدنا اور بیچنا حرام ہے نیز اس میں کسی قسم کا تعاون بھی حرام ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ [النساء:29]

ترجمہ: ''اور اپنے آپس کے مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے ہو خرید وفروخت''

⓲ نر سے جفتی کرانے کی اجرت

ہمارے معاشرے میں بعض افراد اپنے جانوروں کی نسل بڑھانے کے لئے نر اور مادہ کا ملاپ کراتے

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الاجارہ، باب اثم من منع أجر الأجیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں جسے ''جفتی'' کہا جاتا ہے اور جن کا جانور نر (male) ہوتا ہے وہ اس عمل کی اجرت لیتے ہیں جبکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نر کی جفتی کرانے کی اجرت سے منع فرمایا ہے''۔ ①

⑲ زائد پانی اور گھاس کی بیع کی ممانعت

ضرورت سے زیادہ پانی اور وہ گھاس جس پر اس نے محنت صرف نہ کی ہو اس کی فروخت منع ہے روایت میں آتا ہے: "نهى عن بيع فضل الماء"۔ ②

ترجمہ: آپ ﷺ نے زائد پانی فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''تین چیزوں میں سب لوگ شریک ہیں پانی گھاس اور آگ'' ③

⑳ جانوروں کی لڑائی کا پیشہ

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے براہ راست جانور کے ساتھ بے رحمی اور انہیں قید کرنے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف دینے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث میں آتا ہے: "نهى رسول الله عن التحريش بين البهائم". ④

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے''۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک عورت پر ایک بلی کی وجہ سے عذاب کیا گیا اس نے بلی کو باندھ کر رکھا تھا (اور کھانا پانی نہ دیتی تھی) یہاں تک کہ وہ مر گئی پس اسی وجہ سے وہ عورت دوزخ میں گئی نہ اس نے بلی کو کھلایا اور نہ ہی اس کو پانی دیا اور نہ

---

① صحيح بخاري: كتاب البيوع: باب عسب الفحل

② سنن أبي داود: كتاب الإجارة، باب نَهَى عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الماءِ (یہ روایت صحیح ہے)

③ أبو داؤد: كتاب الإجارة، باب في المنع الماء (یہ روایت صحیح ہے)

④ سنن ابی داود: كتاب الجهاد، باب ما جاء في كراهية التحريش بين البهائم (یہ روایت حسن ہے) و الترمذي كتاب الجهاد، باب في التحريش بين البهائم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلط کو صحیح ثابت کرنے کی وکالت حرام ہے اور اس کی اجرت بھی حرام ہے یا وضعی (مغربی) قانون کو حق سمجھنا اور شریعت سے بہتر ماننا یا اس پر راضی رہنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

{ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭوَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝} [النساء:105]

ترجمہ: ''ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ جو کچھ بصیرت اللہ نے آپ کو عطا کی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو''۔

{وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ } [المائدۃ:2]

ترجمہ: ''اور گناہ ظلم زیادتی میں مدد نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے''۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ [المائدہ:8]

اور ارشاد فرمایا ''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، نہ ہی ایسے مقدمات اس غرض سے حکام تک لے جاؤ کہ تم دوسروں کے مال کا کچھ حصہ ناحق طور پر ہضم کر جاؤ، حالانکہ حقیقت حال تمہیں معلوم ہوتی ہے''۔ [البقرۃ:188]

3 بیوٹی پارلر/ہیر ڈریسنگ کا پیشہ

بننا اور سنورنا اسلام میں معیوب نہیں مگر جب اس بناؤ سنگھار میں حد سے تجاوز ہو جائے تو یہ معاشرے میں بگاڑ کا سبب بھی بنتا ہے اور فتنوں کو بھی جنم دیتا ہے، آجکل ہمارے معاشرے میں ہر محلے میں بیوٹی پارلر اور ہیر ڈریسنگ کا کاروبار عام ہے جن میں وہ کام انجام دیئے جاتے ہیں جو خلاف شرع ہیں جیسے بیوٹی پارلرز میں مرد (میک اپ آرٹسٹ) عورتوں کا بناؤ سنگھار کرتے ہیں یا پھر برعکس ہوتا ہے، اس کے علاوہ خواتین و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرات بھویں (آئی برو) بنواتے ہیں اور چہرے کے بال بھی اکھڑواتے ہیں داڑھی کو منڈواتے ہیں اور اہل مغرب سے مرعوب ہو کر ایسی کٹنگ کرواتے ہیں جس سے داڑھی کا استہزاء ظاہر ہو یا خلاف شرع ہیئر کٹنگ کرواتے ہیں جن میں خواتین تو حد سے تجاوز کر چکی ہیں اور اپنی خلقت میں تبدیلی کا اہتمام بھی کرتی ہیں جن کے بارے میں شدید وعید بھی آئی ہیں۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے "اللہ نے تعالی نے گودنے والی اور گدوانے والی اور اکھڑوانے والی اور دانتوں کو کشادہ کرنے والی اور اللہ تعالی کی بناوٹ میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے راوی کہتے ہیں کہ یہ بات بنی اسد کی ایک عورت تک پہنچی جس کو ام یعقوب کہا جاتا ہے اور وہ قرآن مجید پڑھا کرتی تھی تو وہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ وہ کیا بات ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھ تک پہنچی ہے کہ آپ نے گودنے والی اور گدوانے والی اور پلکوں کے بال اکھیڑنے والی اور بال اکھڑوانے والی پر لعنت فرمائی اور دانتوں کو کشادہ کرنے والی اور اللہ تعالی کی بناوٹ میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر لعنت کیوں فرمائی ہے" عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں کہ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور یہ بات اللہ کی کتاب میں موجود ہے وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے قرآن مجید کے دونوں گتوں کے درمیان جو موجود ہے، سب پڑھ ڈالا ہے میں نے تو کہیں نہیں پایا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ اگر تو قرآن مجید پڑھتی تو اسے ضرور پاتی اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ [الحشر:7]

ترجمہ: اللہ کے رسول تمہیں جو کچھ دے اسے لے لو اور تمہیں جس سے روک دے اس سے رک جاؤ وہ عورت کہنے لگی کہ ان کاموں میں سے کچھ کام تو آپ کی بیوی بھی کرتی ہے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ جاؤ جا کر دیکھو وہ عورت ان کی بیوی کے پاس گئی تو کچھ بھی نہیں دیکھا پھر واپس عبداللہ کی طرف آئی اور کہنے لگی کہ میں نے تو ان باتوں میں سے ان میں کچھ بھی نہیں دیکھا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اگر وہ اس طرح کرتی تو میں اس کے قریب بھی نہ جاتا"۔ (1)

---

(1) صحیح مسلم: باب تحریم الواصلة والمستوصلة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اور حدیث میں ہے: ’’رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی گودنے والی پر اور جس کا (سر) گودا جائے اور بال اکھیڑنے والی پر یعنی پیشانی کے یا منہ کے بال اکھاڑنے والی پر اور جو دانتوں کو درمیان سے کھولیں خوبصورتی کے لئے اللہ سبحانہ وتعالی کی پیدا کی ہوئی ہیت کو تبدیل کرنے والیوں پر‘‘۔ (1)

ان احادیث کی رو سے تمام وہ افعال جن پر شارع علیہ السلام نے لعنت فرمائی ہے یا جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کی جائے وہ پیشے حرام ہیں۔

(1) ڈریس ڈیزائننگ

زیب تن کی زینت محبوب عمل ہے مگر جب اس میں فحاشی کا عنصر شامل ہوجائے یا اس میں کفار کی مشابہت پائی جائے تو یہ بھی معیوب عمل ٹھہرتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ’’جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ ان ہی میں سے ہوگا‘‘ جیسا کہ ہمارے معاشرے میں بہت سے ڈریس ڈیزائنرز جوکہ ملکی وغیر ملکی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کرکے ایسے ڈیزائنز تخلیق دیتے ہیں جس میں انسان کی شرم وحیا کا اور اس لباس کی مقصدیت کا جنازہ نکل جاتا ہے اور ایسے لباس کو نیا فیشن اور نیا سٹائل کا نام دے کر مسلمانوں کی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کو اس انداز سے لعنت کا حق دار ٹھہرایا جاتا ہے کہ نہ پہننے والے کو ادراک نہ دیکھنے والے کو احساس۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ’’اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں فتنے میں مبتلا کردے جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا تھا اور ان سے ان کے لباس اتروا دیئے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں انہیں دکھلا دے۔ وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے‘‘۔ [الاعراف:27]

ایک اور جگہ فرمایا: ’’آپ ان سے پوچھئے کہ ’’اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت اور کھانے کی پاکیزہ چیزیں پیدا کی ہیں انہیں کس نے حرام کردیا؟‘‘ آپ کہیے کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ان

(1) صحیح بخاری: کتاب اللباس، باب الموصلۃ۔ صحیح مسلم: کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم فعل الواصلۃ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے لیے ہیں جو ایمان لائے اور قیامت کے دن تو خالصتاً انہی کے لیے ہوں گی۔ہم اسی طرح اپنی آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں آپ ان سے کہیے کہ ''میرے پروردگار نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ یہ ہیں: ''بے حیائی کے کام خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ہوں اور گناہ کے کام''۔[الاعراف 32-33]

ان میں وہ تمام اشیاء شامل ہیں جن سے بے حیائی اور فحاشی کو فروغ ملے مثلاً جینز کی پینٹ، اسکرٹس، شاٹس اور شرٹس اور مختلف قسم کے لباس جن کو پہن کر حیا کو بھی حیا آجائے چنانچہ ایسی تمام فیکٹریاں اور بوتیک، مالز اور فیشن فیسٹیولز (فیشن شو) اور جو ان کی اشتہاری مہم چلاتے ہیں اور ایڈورٹائزنگ کمپنیاں جو اپنے سائن بورڈز سے ان کی تشہیر سے معاونت کرتے ہیں ان سب کی کمائی حرام ہے جس میں غیر شرعی معاملات ہوں یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پائی جائے۔

5 کاروباری خدمات

موجودہ دور میں ایسے کاروبار بھی عمل میں آچکے ہیں جو مختلف قسم کی خدمات فراہم کر کے اپنی کمپنیوں کو فعال بنائے ہوئے ہیں جن میں ڈیکوریٹرز، ایکسپو سینٹرز اور پارٹی پلانرز ہوتے ہیں ان کی آمدنی کا بڑا حصہ ایسی تقریبات کی بدولت ہوتا ہے جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کو بالائے طاق رکھ کر نفسانی خواہشات کہ پورا کیا جاتا ہے جن میں میوزیکل کانسرٹ، فیشن شوز جیسی محافل کا انعقاد کیا جاتا ہے جن کی حرمت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے تو ان کی آمدنی میں بھی کسی قسم کا اختلاف نہیں ہونا چاہیے کہ اگر وہ جان بوجھ کر ایسی تقریبات کے لئے اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں تو انکی آمدنی مطلقاً حرام ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: {وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ} [المائدۃ:2]

ترجمہ: ''اور گناہ، ظلم اور زیادتی میں مدد نہ کرو''

6 اپنے کام میں لاپرواہی کرنے والے کی اجرت کا حکم

ملازم کی زمہ داری ہے کہ وہ اپنی ملازمت اچھی طرح اور ایمان داری سے نبھائے اگر وہ جان بوجھ کر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لا پرواہی کرتا ہے تو اس کی تنخواہ کا وہ حصہ حرام ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [الأنفال:27]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول (کے حقوق) میں جانتے ہوئے خیانت مت کرو اور نہ ہی تم آپس کی امانتوں میں خیانت کرو۔

7 کال سینٹرز

عصر حاضر میں جن کال سینٹرز میں جھوٹ اور سودی کاروبار ہوتے ہیں ان کی اجرت اور کمائی بھی حرام ہے کیونکہ اس میں دھوکہ، فریب اور جھوٹ ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور نہ ہی حق و باطل کی آمیزش کرو اور دیدہ دانستہ سچی بات کو نہ چھپاؤ''۔ [البقرۃ:42]

''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، نہ ہی ایسے مقدمات اس غرض سے حکام تک لے جاؤ کہ تم دوسروں کے مال کا کچھ حصہ ناحق طور پر ہضم کر جاؤ، حالانکہ حقیقت حال تمہیں معلوم ہوتی ہے''[البقرۃ:188]

جب کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہم پر (مسلمانوں پر) ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے دھوکہ دیا وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے۔ (2)

8 اسلام یا مسلمانوں کے خلاف میڈیائی پروپیگنڈہ

جب جنرلزم کا پیشہ اسلام کے قوانین کے خلاف پروپیگنڈہ میں تعاون کرے اور معاشرے میں بگاڑ کا سبب بنے یا جھوٹ اور فریب اور فحاشی کو فروغ دے اور جب یہ کسی غیر ملکی میڈیا سے رابطے اور تعاون کریں اور ملکی راز افشاں کریں یا ملک میں افراتفری پھیلائیں یا ہر خبر کو بغیر کسی تحقیق کے آگے پہنچادیں تو یہ افعال حرمت کے زُمرے میں آتے ہیں جس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی آمدنی بھی ناجائز ہو جاتی

(1) مسلم: کتاب الإیمان، باب من غشنا فلیس منا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اللہ کا فرمان ہے

{لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا} [الأحزاب:60]

ترجمہ:''اگر (اب بھی) یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور لوگ جو مدینہ میں غلط افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان کی (تباہی) پر مسلط کر دیں گے پھر تو وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس (شہر) میں رہ سکیں گے''۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالی کا فرمان ہے: {يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ} [الحجرات:6]

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم نادانستہ کسی قوم کا نقصان کر بیٹھو پھر تمہیں اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"رأيت اللّيلة رجلين أتياني قالا: الّذي رأيته يشق شدقه فكذّاب يكذب بالكذبة تحمل عنه حتى تبلغ الآفاق فيصنع به إلى يوم القيامة"①

ترجمہ:''میں نے خواب دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ وہ شخص جس کو تم نے معراج کی رات میں دیکھا تھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے تھے وہ بہت بڑا جھوٹا تھا اور اس طرح جھوٹ باتیں اڑاتا تھا کہ دنیا کے تمام گوشوں میں وہ پھیل جاتی تھیں قیامت تک اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہے گا''۔

9 ذخیرہ اندوزی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: بازار میں سودا لانے والے کو رزق ملتا ہے اور ذخیرہ اندوز ملعون ہے''۔②

---

① صحيح بخاري: كتاب الأدب، باب قول الله تعالى "يأيها الذين أمنوا اتقوا الله و كونوا مع الصادقين"

② ابن ماجة: كتاب التجارات، باب الحكرة والجلب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

11

جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اسلام میں شریعت نے ہر معاملہ میں جھوٹ فریب اور دھوکہ د سے انتہائی سختی سے منع کیا اور تجارت میں باطل طریقوں سے حاصل ہونے والے مال کو حرام قرار دیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ قانون رائج تھا کہ جس شخص کو تجارت سے متعلق حلال وحرام میں تمیز نہیں تھی اس کے لئے بازار میں تجارت کے لئے داخل ہونا بھی منع تھا اس اور یہ واقعہ معروف ہے کہ رسول اللہ ﷺ غلے کی ایک ڈھیری کے پاس سے گزرے تو آپ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا، آپ کی انگلیوں نے نمی محسوس کی تو آپ نے فرمایا: ''غلے کے مالک! یہ کیا ہے؟'' اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس پر بارش پڑ گئی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''تو تم نے اسے (بھیگے ہوئے غلے) کو اوپر کیوں نہ رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے؟ جس نے دھوکا کیا، وہ مجھ سے نہیں۔''① ایک اور حدیث میں سخت وعید ہے ان لوگوں کے لیے جو دھوکہ سے مال کماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''لا یدخل الجنة خب (أي المخادع) ولا منان ولا بخیل ''②

ترجمہ: ''دھوکہ دینے ولا جنت میں داخل نہ ہوگا اور نہ چغل خور اور نہ ہی بخیل'

ہمارے معاشرے میں بہت سے ایسے معاملات ہیں جو بالواسطہ یا بلا واسطہ ان احادیث کا مصداق

① صحیح مسلم: کِتَابُ الْإِيمَانِ (بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا

② ترمذیہ: ابواب البر والصلة باب ماجاء فی البخیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ٹھہرتے ہیں لھذا وہ تمام اعمال جن کو شریعت نے مباح ٹھرایا ہے ان میں ایسے امور انجام دینا جو حرام ہیں تو اس قدر اجرت بھی حرام قرار پائے گی جس قدر اس میں ممنوعہ وحرام امور شامل ہوں گے۔ان امور میں سے چند بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں۔

حلال گوشت فروخت کرنے والے:

قصاب کا پیشہ حلال ہے اور معاشرے میں اس کی ضرورت بھی ہے مگر اس پیشہ میں ایسے امور انجام دیئے جاتے ہیں جو کہ واضح طور پر شرعاً و اخلاقاً حرام ہیں مثال کے طور پر وزن میں کمی و زیادتی کے حیلے کرنا، ذبح کرتے وقت اعضاء کو اس طرح مخصوص انداز میں کاٹنا کے وزن میں فرق آسکے یا مذبح خانوں میں ذبح کرنے کے بعد خون بہنا بند کرنا اور گوشت کا وزن بڑھانے کے لئے جانور کی رگوں میں پریشر سے پانی لگانا، اور مردار جانور کو ذبح شدہ تسلیم کرانا شامل ہے ان تمام امور کی اجرت ومعاونت حرام ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ [المطففین:1-6]

ترجمہ:''بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی، کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں کیا انہیں سمجھتے یہ لوگ کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں اس بڑے دن کے لیے''۔

مضر اثرات فیڈ بنانا:

شریعت اسلامیہ نے خون اور مردار کو حرام قرار دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق حرام چیزوں کی خرید وفروخت بھی حرام اور ناجائز ہوتی ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے وقت اعلان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام کر دیا ہے۔لوگوں نے دریافت کیا کہ مردار کی چربی سے کشتیوں کو روغن اور چمڑے کو نرم کیا جاتا ہے نیز لوگ روشنی کے لئے بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے استعمال کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ اس کا استعمال بھی حرام ہے اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو غارت کرے ان پر مردار کی چربی حرام تھی۔ انہوں نے اسے گرم کرنے کے بعد فروخت کرنا شروع کر دیا اور اس کی قیمت لگانے لگے''۔ (1)

بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب اللہ کسی قوم پر کوئی چیز حرام کر دیتے ہیں۔ تو اس کی خرید و فروخت اور اس کی قیمت وغیرہ بھی حرام ہو جاتی ہے۔ (2)

خون اور مردار چونکہ نص قرآن سے حرام ہیں لہذا ان کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ اس بنا پر مرغیوں کی خوراک بنانے کے لئے خون اور مردار کی خرید و فروخت درست نہیں یہ کوئی مجبوری یا اضطراری حالت نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار ذرائع معاش پیدا کر رکھے ہیں۔ لہذا اس حرام کاروبار کی بجائے کوئی اور ذریعہ معاش کر لیا جائے چونکہ کسب حلال کا عبادت کی مقبولیت میں بڑا دخل ہے۔

ہسپتالوں میں کئے جانے والے ناجائز کام

عوامی فلاحی کاموں میں افضل ترین کام علاج کرنا ہے لیکن عصر حاضر میں دیکھا گیا ہے کہ علاج و معالجہ سے منسلک تمام شعبوں میں کہیں نہ کہیں ایسے محرکات موجود ہیں جن سے اس عظیم پیشہ سے وابستہ افراد کی کمائی بھی حرام ہو جاتی ہے مثلاً بغیر کسی معقول سبب کے نارمل ڈلیوری سے ہو جانے والی ولادت کو آپریشن کے ذریعے صرف پیسہ کمانے کے لئے کرنا یا مہنگا علاج تجویز کرنا یا صرف پیسے کمانے کے لئے بے جا ٹیسٹ کروانا ایسی دوائیاں تجویز کرنا جن سے ڈاکٹر کا مفاد وابستہ ہو اور ہسپتالوں کا فضلہ جو کے مضر صحت ہوتا ہے انہیں ایسے لوگوں کو فروخت کر دینا جو مارکیٹ میں ایسی چیزیں تیار کرتے ہیں جو لوگوں کے لئے خطرہ کا باعث ہیں ایسے تمام امور کی اجرت اور نفع حرام ہے۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان عالی ہے: ''لا ضرر و لا ضرار'' (3)

ترجمہ: ''نہ نقصان دینا ہے اور نہ نقصان اُٹھانا ہے۔ نہ نقصان اٹھانا جائز ہے اور نہ نقصان پہنچانا درست ہے تو علاج کے نام پر مریضوں سے پیسے بٹورنا اسی طرح عظیم گناہ ہے جس طرح انکا علاج کرنا افضل اعمال

(1) صحیح البخاری: کتاب البیوع، باب بیع المیتة والاصنام

(2) مسند بنی ہاشم، مسند عبداللہ بن عباس: 7678

(3) رواہ ابن ماجة والدارقطني وغيرهما، بسند حسن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے ہے۔

⑫ استخارہ سینٹر مجاورت کی کمائی یا مزاروں ومقابر کیلئے گل فروشی وغیرہ

استخارہ ایک عبادت وسنت ہے جو انسان کو خود کرنا چاہئے اور اس کا شرعی ومسنون طریقہ بھی ہے استخارہ سینٹرز کا قیام یا اپنے معاشرتی مسائل کے حل کے لئے روحانی علاج سینٹر کا قیام جو کہ صرف سادہ لوح عوام الناس سے مال بٹورنے کا کاروبار ہے اور وہ لوگ جو مزاروں ومقبروں کے باہر گل فروشی وقرآنی آیات سے مزین چادروں اور ہار وغیرہ کا کاروبار کرتے ہیں یہ تمام امور انہی حرام طریقوں یعنی دین کے نام پر باطل طریقوں سے مال کھانے کے حکم میں ہے۔

⑬ حرام کاموں کے لئے جگہ مکان گودام کرائے پر دینا

اجرت یا کرایہ لینا جائز پیشہ ہے چاہے وہ مکان وعمارت کا ہو یا سواری یا خدمت کا جب تک وہ شرعی ضوابط پر محیط ہوگا مگر جب عمارت یا سواری کا استعمال کسی محرم ومکروہ عمل کے لیے ہوگا تو اس کا کرایہ بھی حرام ہوجائے گا جیسے عمارت کو کسی بینک یا موسیقی کے آلات کے کاروبار کے لئے یا گودام کی صورت میں دیا جائے یا سواری کو شریعت کی جانب سے حرام امور میں استعمال کیا جائے مثلا لڑکے ولڑکیوں کی مخلوط پکنک یا بینک ملازمین یا شراب خانوں میں شراب وحرام اشیاء کی ترسیل وغیرہ۔ان کا کرایہ حرام ہے۔

⑭ غیر اسلامی تہوار سے متعلق اشیاء کی خرید وفروخت

ہر معاشرے میں دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کی موجودگی ناگزیر ہے جن کے کچھ حقوق بھی ہیں جن کا احترام تمام مسلمانوں پر واجب ہے

لیکن ان حقوق سے اسلامی اقدار ونظریات متاثر نہ ہونے پائیں کیونکہ عقائد ونظریات ہی مسلمانوں کو دیگر مذاہب والوں سے ممتاز کرتے ہیں۔لھذا غیر مسلموں کی رسوم وروایات ہوں یا ان کی تہوار واعیاد جنہیں وہ نعوذ باللہ عبادت کا درجہ دیتے ہیں محض شرکیات وخرافات پر مبنی ہیں اس میں لامحالہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی لازم آتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے {لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ}
[لقمان:13]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:''اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے''۔لھذا''الولاء و البراء '' ''اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے نفرت''کاقاعدہ یہاں لازم آتا ہے کہ کسی بھی مسلمان کیلئے غیر اسلامی تہواروں میں بطورت عبادت شرکت اوراس کے لئے کسی بھی قسم کی معاونت یا خدمات ناجائز وحرام ہے۔

نیز ایسی محافل جہاں اعلانیہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جائے ان محافل میں شرکت،معاونت کے ساتھ ساتھ ان سے متعلق اشیاء جیسے کرسمس کیک ،کرسمس اور گریٹنگ کارڈز، ویلینٹائن گفٹس ،گلدستہ وغیرہ اور ہندوؤں کے لئے آتش بازی کا سامان،ہولی کے لئے رنگ وغیرہ یا ان کے تہواروں کے لئے اہتمام کی اشیاء کی خرید وفروخت کیسے جائز ہوسکتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہمارے سامنے ہے: {وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ}[المائدہ:2]

ترجمہ:اور گناہ ظلم زیادتی میں مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

15 آتش بازی کے سامان کی تجارت

آتش بازی و ہوائی فائرنگ ایک ایسا عمل ہے جو آنکھوں کو اچھا محسوس ہوتا ہے لھذا لوگ اسے اپنی تقریبات میں محظوظ وتفریح کا سامان سمجھتے ہیں لیکن یہ عمل دو وجوہات کی بناء پر ناجائز ہے ایک تو اس میں پیسوں کا زیاں ہے دوسرا اس میں جان ومال کی ہلاکت ونقصان کا بھی اندیشہ ہے اور یہ شریعت کے مقاصد کے خلاف ہے اس لئے اس کے خلاف قوانین بھی بنائے جاتے ہیں لھذا''سد الذرائع''اور''لاضرر ولا ضرار''کے اصول کے تحت اس کی خرید وفروخت اوراس کی اجرت ومنافع حرام ہے۔

16 بھتہ خوری

جیسا کہ ہم گزشتہ موضوعات میں ذکر کر چکے ہیں کے اسلام میں باطل طریقوں سے مال کھانے کوحرام قرار دیا ہے اوراسے جھنم کی آگ سے تعبیر کیا گیا ہے انہی باطل طریقوں میں سے ایک بھتہ وصولی بھی ہے جسے عربی میں یا اصطلاح میں''مکس''کہا جاتا ہے شریعت مطہرہ میں اس کی سخت مذمت کی گئی ہے جس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اندازہ ہم اس حدیث شریف سے لگا سکتے ہیں جس میں بنو غامد کی ایک عورت جس نے بدکاری کا اعتراف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کرا دیا جس کی توبہ کے متعلق فرمایا: اس نے اس قدر توبہ کی ہے کہ اگر کوئی ظالم بھتہ لینے والا بھی اس قدر توبہ کرتا تو بخش دیا جاتا۔ [1] " یہ حدیث بھتہ وصولی کی تمام تر صورتوں کی خطورت و سنگینی پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سیدہ غامدیہ رضی اللہ عنہا کی عظیم توبہ کو مہلک گناہ کی توبہ سے تعبیر کر کے اس کی شدت عقوبت کا ظاہر کیا۔ امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ زبردستی ناجائز طور پر مال کی وصولی بدترین اور ہلاک کر دینے والے گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں سے کثرت کے ساتھ اور زیادتی کرتے ہوئے اور حد سے تجاوز کر کے ان کا مال بغیر کسی حق کے لیتا اور اسکا پھر غلط استعمال کرتا ہے، قیامت کے دن ان لوگوں کی نیکیاں بھی سلب کر لی جائیں گی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہماری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن صوم و صلاۃ اور زکاۃ کے ساتھ اس حال میں آئے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پہ تہمت باندھی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، اور کسی کو مارا ہوگا، پھر اسے سب کے سامنے بٹھایا جائے گا اور بدلے میں اس کی نیکیاں مظلوموں کو دے دی جائیں گی، پھر اگر اس کے ظلموں کا بدلہ پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کے گناہ لے کر اس پر رکھ دیے جائیں گے اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ [2]

❁ حرام کھانے کا انجام

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ نے مومنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا اللہ نے فرمایا اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو میں تمہارے عملوں کو جاننے والا ہوں اور فرمایا اے ایمان والو ہم نے جو تم کو پاکیزہ رزق دیا اس میں سے کھاؤ پھر ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے پریشان بال جسم گرد آلود اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے اے رب!

---

[1] سنن أبي داؤد: كتاب الحدود، باب المرأة التي أمر النبي ﷺ برجمها من جهينة

[2] صحیح مسلم: حدیث: 2078

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا پہننا حرام اور اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟۔ ①

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ”جو بھی گوشت کا حصہ (جسم) حرام مال پر نشو نما پاتا ہے وہ جہنم کا حق دار ہے“۔ ②

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وما توفيقي إلا بالله وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ

زرعی زمین اور پلاٹوں کے حوالے سے چند اہم فتاویٰ

زمیندار کا آڑھتی سے پہلے رقم لینا

سوال: ہمارے ہاں آڑھتی حضرات کا یہ طریقہ ہے کہ زمیندار حضرات ان سے رقم لے لیتے ہیں اور فصل کے موقع پر انہیں پیداوار دینے کا وعدہ کرتے ہیں، اس طرح آڑھتی حضرات ایک لاکھ روپے دے کر تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے کما لیتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ کتاب وسنت کا حوالہ دیں۔

جواب: کسی چیز کی آئندہ ادائیگی کے وعدے پر اس کی نقد قیمت وصول کرنا جائز ہے۔ شرعی طور پر اس بیع سلم یا بیع سلف کہا جاتا ہے، اس طرح کی خرید وفروخت جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں اس طرح کی خرید وفروخت ہوا کرتی تھی، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے لیکن اس کی چند شرائط ہیں، جو چیز بطور قیمت ادا کی جارہی ہے اس کی مقدار معلوم ہو اور اسے مجلس عقد میں ادا کر دیا جائے، نیز جو چیز آئندہ لینی ہو اس کا ایسا وصف بیان کیا جائے جس سے اس کی مقدار اور نوع ممتاز ہو جائے تاکہ دھوکہ اور تنازع کا امکان نہ رہے نیز ادائیگی کی مدت معلوم ہونی چاہیے، اس کے لیے تاریخ طے کر لی جائے، صحیح بخاری میں ہے ''جو شخص کسی چیز میں بیع سلم کرنا چاہے وہ مقررہ وزن اور مقررہ مدت ٹھہر کر کرے''۔ (1)

بہر حال اس قسم کی خرید وفروخت کے لیے ضروری ہے کہ جنس معین ہو، ماپ یا وزن بھی معلوم ہو، بھاؤ

(1) صحیح مسلم :224۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

زمین گروی رکھنا

سوال: ضلع اٹک کے ایک سائل نے زمینی معاملات کے متعلق سوال کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں لوگ کئی کئی سال کے لیے لوگ قرضہ لے کر اپنی زمین گروی رکھتے ہیں پھر قرضہ دینے والا اس عرصہ میں بلاشرکت غیرے اس زمین سے پیداوار لیتا ہے۔کیا ایسا کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے۔؟ مجھے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔آپ اس سلسلے میں ہماری راہنمائی فرمائیں کہ گروی رکھی ہوئی چیز سے کس حد تک فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے؟

جواب: قرض دینے کے بعد اس کی واپسی کو یقینی بنانے کے لیے مقروض کی کوئی چیز اپنے پاس رکھنا گروی کہلاتا ہے۔قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ دوران سفر اگر قرض کی دستاویز تیار کرنے والا کوئی کاتب نہ ملے تو گروی کا معاملہ کیا جاسکتا ہے۔البتہ احادیث سے سفر کے علاوہ حضر واقامت میں بھی اپنی کوئی چیز کسی دوسرے کے پاس گروی رکھ کر قرض وغیرہ لیا جاسکتا ہے۔اس گروی شدہ زمین سے فائدہ لینے کے متعلق علما حضرات کی مختلف آراء ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

---

①

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

❶ مطلق طور پر گروی شدہ چیز سے فائدہ لیا جاسکتا ہے یہ جائز اور مباح ہے۔

❷ گروی چیز کی بنیاد قرض ہے۔اور جس نفع کی بنیاد قرض ہو وہ سود ہوتا ہے۔لہذا گروی شدہ چیز سے فائدہ اٹھانا سود کی ایک قسم ہے اور ایسا کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

❸ ۔حقیقت کے اعتبار سے گروی شدہ چیز چونکہ اصل مالک کی ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت ونگہداشت کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔اگر ایسا کرنا ناممکن یا دشوار ہو یا وہ از خود اس ذمے داری سے دستبردار ہو جائے تو جس کے پاس گروی رکھی ہے وہ بقدر حفاظت ونگہداشت اس سے فائدہ اٹھانے کا مجاز ہے۔

ہمارے نزدیک یہ آخری موقف کچھ زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے البتہ اس میں کچھ تفصیل ہے کہ اگر گروی شدہ چیز دودھ دینے والا یا سوای کے قابل کوئی جانور ہے۔تو اس کی حفاظت ونگہداشت پر اٹھنے والے اخراجات کے بقدر اس سے فائدہ بھی لیا جاسکتا ہے۔اس صورت میں اصل مالک کے ذمہ اس کی حفاظت ونگہداشت کا بوجھ ڈالنا فریقین کے لیے باعث تکلیف ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کہ سواری کا جانور اگر گروی ہے تو اس پر اٹھنے والے اخراجات کی وجہ سے سواری کی جاسکتی ہے اور اگر دودھ دینے والا جانور ہے تو اخراجات کی وجہ سے اس کا دودھ پیا جاسکتا ہے۔اور جو سواری کرتا ہے یا دودھ پیتا ہے۔اس کے ذمہ اس جانور کی حفاظت ونگہداشت کے اخراجات ہیں''۔①

واضح رہے کہ سواری کرنے یا دودھ پینے کی منفعت اس پر اٹھنے والے اخراجات کی وجہ سے ہے اور اس

① صحیح بخاری: الرھن 2512

② دار قطنی: البیوع 2906

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے''ایک روایت میں ہے کہ چارے کی قیمت سے زائد دودھ حاصل کرنا سود ہے۔①

لیکن اس قدر باریک حساب کتاب محض تکلف ہے۔اگر گروی شدہ چیز ایسی ہے کہ اس کی حفاظت ونگہداشت پر کچھ خرچ کرنا نہیں ہوتا مثلاً زیورات یا قیمتی دستاویزات وغیرہ تو ایسی چیز سے فائدہ لینا درست نہیں ہے، کیوں کہ ایسا کرنا گویا اپنے قرض کے عوض فائدہ اٹھانا ہے، جس میں سود کا واضح شائبہ ہے، اگر گروی شدہ چیز زمین کی صورت میں ہے جیسا کہ صورتِ مسئولہ میں ہے تو اس کے متعلق ہمارے برصغیر کے علما میں اختلاف ہے، مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی ذکر کردہ حدیث پر قیاس کرتے ہوئے گروی شدہ زمین سے فائدہ اٹھانے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔جیسا کہ فتاویٰ ثنائیہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔(409/1) فتاویٰ ثنائیہ میں ہی مولانا شرف الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا مفصل جواب دیا ہے کہ دعویٰ عام کے لیے دلیل بھی عام ہی درکار ہوتی ہے۔پھر یہاں عام یا غیر مخصوص کو منصوص مخصوص پر قیاس کیا گیا ہے اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ جو حکم خلاف قیاس ہو وہ مورد نص پر منحصر رہتا ہے، کیوں کہ اصل اموال میں حرمت قطعی ہے، اس لیے جب تک صحیح دلیل سے حلت کی تصریح نہ ہو قیاس سے اس کی حلت ثابت نہ ہوگی۔خصوصاً جو حکم خلاف قیاس ہو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، فتاویٰ ثنائیہ میں یہ بحث طویل اور لائق مطالعہ ہے۔

سید نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری، مولانا عبدالوہاب، مولانا سید عبدالجبار بن عبداللہ غزنوی، اور مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہم عدم جواز کے قائل ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ حدیث بخاری پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' کہ یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو مرہونہ چیز سے فائدہ لینے کے قائل ہیں، جبکہ اس کی نگہداشت کی جائے اگرچہ اصل مالک اجازت نہ دے، ایک گروہ کا خیال ہے کہ مرتہن کو اٹھنے والے اخراجات کے مقابلے میں صرف سواری کرنے اور دودھ لینے کا حق ہے، اس کے علاوہ اور کسی قسم کا فائدہ نہیں لیا جا سکتا۔جیسا کہ حدیث کے مفہوم سے متبادر ہے، البتہ جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ جس کے پاس کوئی چیز گروی رکھی ہوئی ہے وہ اس چیز سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا مذکورہ حدیث کے متعلق ان کا یہ موقف ہے کہ اس میں فائدہ اٹھانے کا ذکر ہے

① فتح الباری:5/178

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ایسا کرنا خلاف قیاس ہے، لہٰذا مورد نص پر منحصر رہے گا لہٰذا اس پر مزید قیاس کر کے انتفاع کا دروازہ کھولنا صحیح نہیں ہے، خلاف قیاس اس لیے ہے کہ اس میں اصل مالک کی اجازت کے بغیر سواری کرنے اور دودھ لینے کی اجازت دی گئی ہے حدیث میں ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر کسی جانور کا دودھ نہ حاصل کیا جائے۔ ①

پھر اس میں استفادہ کا حق صرف اخراجات برداشت کرنے کی وجہ سے ہے، قرضے کے عوض فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ ②

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ مع سوال درج کر دیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے زمین رہن رکھی تو مرتہن کو اس سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز زمین مرہونہ کا قیاس سواری اور دودھ کے جانور پر صحیح ہے یا نہیں؟۔

اس کا جواب بایں الفاظ دیا گیا ہے کہ شئی مرہون سے اس پر اٹھنے والے اخراجات کی وجہ سے مرتہن کا نفع اٹھانا جائز ہے۔ یعنی سواری یا دودھ کا کوئی جانور مرہون ہو اور اس کے دانہ اور گھاس وغیرہ کا خرچہ مرتہن کے ذمے ہو تو مرتہن کو جائز ہے کہ اپنے اخراجات کے بقدر جانور مرہون پر سواری کرے اور دودھ پیئے اور اسے اپنے اخراجات سے زیادہ نفع اٹھانا جائز نہیں۔ مثلاً گائے مرہون پر مرتہن کا روزانہ خرچہ دو روپیہ ہوتا ہے اور گائے روزانہ چار روپے کا دودھ دیتی ہو تو اسے صرف دو روپے کے بقدر دودھ پینا جائز ہے اور باقی دو روپیہ کا دودھ راہن کا ہے اور مرتہن کو باقی دودھ پینا جائز نہیں ہے۔ اگر اسے پیئے گا تو سود میں داخل ہو گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ سواری کا جانور رہن ہو تو اخراجات کے معاوضہ میں اس پر سواری کی جائے گی اور دودھ والے جانور کا دودھ خرچہ کے معاوضہ میں پیا جائے گا اور جو سواری کرے گا اور دودھ پیئے گا وہی خرچہ برداشت کرے گا''۔ ۞

نیز بخاری میں ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ گم شدہ جانور پر سواری بھی چارہ کے عوض کی جائے گی اور دودھ والے جانور کا دودھ بھی چارہ کے عوض پیا جائے گا اور رہن کا بھی یہی حکم ہے۔

فتح الباری میں اس کی مزید وضاحت ہے کہ اگر کوئی مرتہن کے پاس دودھ دینے والا جانور رہن رکھے تو

① صحیح بخاری: اللقطۃ 2425

② فتح الباری: 5/178

۞

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرتہن کو چارہ کی قیمت کے برابر دودھ لینا جائز ہوگا اگر زیادہ لے گا تو سود ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ سواری اور دودھ کے جانور کے علاوہ دوسری کی مرہون چیز کا نفع اٹھانا جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس کا ثبوت نہیں بلکہ اس کی ممانعت ہے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گروی شدہ چیز کو راہن سے روکا نہیں جاسکتا، اس کے نفع اور نقصان کا مالک گروی رکھنے والا ہے''۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند اور امام دارقطنی نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند حسن متصل ہے، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نیل الاوطار میں لکھتے ہیں کہ شئی مرہون کا نفع و نقصان راہن کا ہے، اس میں جمہور کے مذہب کے دلیل ہے، امام شافعی امام ابوحنیفہ، امام مالک اور جمہور علماء نے کہا کہ مرتہن، گروی شدہ چیز سے فائدہ نہیں اٹھاسکتا۔ ہر قسم کا نفع و نقصان گروی رکھنے والے کا ہے اس لیے شریعت نے نفع ونقصان کا ذمہ دار گروی رکھنے والے کو ٹھہرایا ہے۔ جب احادیث سے یہ دونوں باتیں ثابت نہیں تو معلوم ہوا کہ زمین مرہونہ سے مرتہن کو نفع اٹھانا جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین مرہونہ کا قیاس سواری کے جانور پر صحیح نہیں ہے۔ (1)

واضح رہے کہ فتویٰ میں مذکورہ حدیث کہ گروی شدہ چیز کو راہن سے روکا نہیں جاسکتا، اس کے نفع و نقصان کا مالک گروی رکھنے والا ہے۔ اسے امام حاکم نے بیان کیا ہے۔ (2)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے آخری الفاظ مدرج ہیں جو حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے بطور تفسیر کہے ہیں، تاہم امام شافعی کی تحقیق ہے کہ آخری الفاظ بھی رسول اللہ ﷺ کے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی دوسرے کے پاس کوئی چیز رکھی ہے تو اسے اس چیز سے فائدہ لینے کا پورا پورا حق ہے، گروی قبول کرنے والے کو اس میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ اگر وہ قرض دار یا قرض خواہ سے ہلاک ہوجائے تو اس سے قرض لینے والے کا حق ساقط نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ نقصان مقروض کا ہوا ہے۔ جس نے اپنی کوئی چیز قرض وصول کرنے کے والے کے پاس بطور گروی رکھی تھی، لیکن بعض دوسرے فقہا اس حدیث کا مفہوم بایں الفاظ بیان کرتے ہیں کہ اگر وقت مقررہ تک مقروض اپنے ذمے سے قرض نہ اتار سکے تو مرتہن کو گروی شدہ چیز ضبط کرلینے کا حق نہیں بلکہ اسے قرض کی ادائیگی کے لیے فروخت کیا جائے گا اگر اس کی قیمت قرض کی رقم سے زیادہ ہے تو اس کا فائدہ گروی

(1)

(2) مستدرک حاکم 2/51

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھنے والے کو ہوگا یعنی زائد رقم مقروض کو واپس کردی جائے گی اور اگر اس کی قیمت قرض سے کم ہے تو مقروض کے ذمے ہے کہ وہ اس کی تلافی کرے۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا مفہوم ہی درست ہے کیوں کہ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض کی ادائیگی تک گروی شدہ چیز پر قرض لینے والے کا قبضہ تسلیم کیا گیا ہے۔اگرچہ حق ملکیت تو مقروض کا ہے،لیکن حق وثیقہ قرض لینے والے کا تسلیم شدہ ہے،مقروض کو اپنی چیز سے انتفاع کا حق دینا اس کے قبضہ کے منافی ہے جو قرآن کریم نے اسے دیا ہے پھر یہ تفسیر ابراہیم نخعی،حضرت طاؤس،سفیان ثوری اور امام زہری سے منقول ہے۔

حافظ عبداللہ روپڑی رحمتہ اللہ علیہ نے اس عدم جواز پر ایک عجیب استدلال پیش کیا ہے،فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے ایک لونڈی خریدی،بیوی نے یہ شرط لگائی کہ اگر آپ اسے کسی دوسرے کو فروخت کریں تو جتنی قیمت سے فروخت کرنا طے ہوا تنی ہی قیمت سے یہ میری ہوگی۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:''کہ ایسے حال میں آپ لونڈی کے قریب نہ جائیں،جب کہ اس میں کسی کے لیے کوئی شرط موجود ہو''۔ ①

اس حدیث سے گروی شدہ چیز سے فائدہ اٹھانا ناجائز ثابت ہوا،کیوں کہ جب بیع میں صرف ایک شرط ہونے کی صورت میں فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے تو گروی شدہ چیز جس میں اصل مالک کا پورا پورا حق ہوتا ہے،اس سے فائدہ اٹھانا کس طرح جائز ہوگا۔ ②

اس حدیث کے عدم جواز پر بعض ضعیف احادیث بھی بطور تائید پیش کی جاسکتی ہیں،چنانچہ مولانا عبداللہ بن عبدالجبار غزنوی اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ:

''اللہ کے فضل سے قاعدہ کلیہ کے علاوہ خاص مسئلہ میں دو حدیثیں مل گئی ہیں جو اس باب میں نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہیں۔

حدیث اول:''حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جو کوئی قرض کے بدلے اپنی زمین کو کسی کے پاس رہن رکھے تو زمین کی پیداوار میں سے بعض وضع اخراجات جو

①

② فتاویٰ اہل حدیث:2/271

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باقی بچے وہ قرض میں محسوب کیا جائے، مزدوری اور خرچ جو کچھ ہوا ہو، اسے بھی انصاف کے ساتھ لگائے'' اس حدیث کو مصنف عبدالرزاق میں روایت کیا گیا ہے۔

حدیث دوم: طاؤس تابعی کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی کتاب میں لکھا ہوا تھا'' کہ جو کوئی کسی کی زمین گروی رکھے تو اس کی پیداوار قرض میں محسو کرے اور یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دنوں دیا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا تھا''۔ (مصنف عبدالرزاق)

یہ احادیث صورت مسئولہ کے عدم جواز پر نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہیں، لیکن ان کے صحت کے متعلق ہمیں مکمل یقین نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک زمین کا اصل مالک قرض لینے والا ہے۔ اس لیے اس کا حق ہے کہ وہ اسے خود کاشت کر کے اسے نفع حاصل کرے البتہ قرض کی واپسی یقینی بنانے کے لیے اپنی زمین سے متعلقہ کاغذات رجسٹری اور دیگر دستاویزی ثبوت دائن اپنے پاس رکھے اگر کسی وجہ سے ایسا ناممکن ہو تو جس کے پاس زمین گروی رکھی گئی ہے وہ خود اسے کاشت کرے اور اس پر اٹھنے والے اخراجات کو منہا کر کے نفع وغیرہ کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا جائے ایک حصہ اپنی محنت کے عوض خود رکھ لے اور دوسرا حصہ زمین کے اصل مالک کو دے دیا جائے یا حصہ دینے کے بجائے اس کے قرض سے اتنی رقم منہا کر دے یا رائج الوقت اس زمین کا جتنا ٹھیکہ ہو سالانہ شرح کے حساب سے اس کے قرض سے منہا کر دیا جائے، اس طرح قرض کی رقم جب پوری ہو جائے گی تو زمین اصل مالک کو واپس کر دی جائے، اس سلسلہ میں رائج الوقت مندرجہ ذیل دو صورتیں بالکل ناجائز اور حرام ہیں۔

(1) جس کے پاس زمین گروی رکھی جائے اسے خود کاشت کرے اور اس کی پیداوار خود ہی استعمال کرتا رہے۔ اصل مالک کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے۔

(2) اگر وقت مقررہ پر قرض وصول نہ ہو تو گروی شدہ زمین کو بحق قرض ضبط کر لیا جائے یہ دو صورتیں صریح ظلم اور زیادتی کا باعث ہیں۔ لہٰذا ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گروی شدہ زمین سے فائدہ لینا

سوال: ایک اور سائل نے دریافت کیا ہے کہ گروی شدہ زمین سے فائدہ لینے کی شرعی حیثیت کیا ہے کیا اسے سود قرار دیا جاسکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

جواب: قرض دینے کے بعد اس کی واپسی کو یقینی بنانے کے لیے مقروض کی کوئی چیز اپنے پاس رکھنا گروی کہلاتا ہے اس سے فائدہ لینے کے متعلق علما حضرات کی مختلف آراء ہیں۔جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1. مطلق طور پر گروی چیز سے فائدہ لیا جاسکتا ہے اور یہ جائز اور مباح ہے۔
2. گروی چیز کی بنیاد قرض ہے اور جس نفع کی بنیاد قرض ہو وہ سود ہوتا ہے لہٰذا گروی چیز سے فائدہ لینا سود کی ایک قسم ہے اور یہ ناجائز اور حرام ہے۔
3. گروی چیز کی حفاظت ونگہداشت پر محنت واخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں لہٰذا بقدر محنت واخراجات فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اس سے زائد فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔
4. حقیقت کے اعتبار سے گروی چیز چونکہ اصل مالک کی ہے اس لیے اس کی حفاظت ونگہداشت کا وہ خود ذمہ دار ہے اگر وہ اس سے دست بردار ہوجائے تو جس کے پاس گروی رکھی ہے اسے بقدرِ حفاظت ونگہداشت فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے ہمارے نزدیک یہ آخری موقف کچھ زیادہ قرین قیاس ہے البتہ اس میں کچھ تفصیل ہے کہ اگر گروی شدہ چیز دودھ دینے والا جانور یا سواری کے قابل کوئی جانور ہے تو اس کی حفاظت ونگہداشت پر اٹھنے والے اخراجات کے بقدر اس سے فائدہ لیا جاسکتا ہے۔اس صورت میں اصل مالک کے ذمہ اس کی حفاظت ونگہداشت کا بوجھ ڈالنا فریقین کے لیے باعث تکلیف ہے حدیث میں ہے:

''سواری کا جانور اگر گروی ہے تو اس پر اٹھنے والے اخراجات کی وجہ سے سواری کی جاسکتی ہے اور اگر دودھ دینے والا جانور ہے تو اخراجات کی وجہ سے اس کا دودھ پیا جاسکتا ہے اور جو سواری کرتا ہے یا دودھ پیتا ہے اس کے ذمہ اس جانور کے اخراجات ہیں''۔[1]

یہ فائدہ بھی اپنے استعمال کی حد تک ہے اگر گروی شدہ چیز ایسی ہے کہ اس کی حفاظت پر اخراجات وغیرہ

[1] صحیح بخاری: کتاب الرھن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں اٹھانا پڑتے ہیں۔مثلاً زیورات یا قیمتی دستاویزات وغیرہ تو ایسی چیز سے فائدہ لینا درست نہیں ہے کیوں کہ ایسا کرنا گویا اپنے قرض سے فائدہ اٹھانا ہے جس سے سود کا واضح شائبہ ہے، اگر گروی شدہ چیز زمین کی صورت میں ہے جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے تو چونکہ اس کا حقیقی مالک قرض لینے والا ہے۔اس لیے اس کا حق ہے کہ وہ خود کاشت کر کے اس سے نفع حاصل کرے۔البتہ قرض کی واپسی یقینی بنانے کے لئے زمین سے متعلق کاغذات رجسٹری اور فرد ملکیت وغیرہ قرض دینے والا اپنے پاس رکھے اگر کسی وجہ سے ایسا ناممکن ہو تو جس کے پاس زمین گروی رکھی گئی ہے وہ خود اسے کاشت کرے اور اس پر اٹھنے والے اخراجات کو منہا کر کے نفع وغیرہ کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا جائے۔نصف یعنی ایک حصہ اپنی محنت کے عوض خود رکھ لے اور باقی دوسرا حصہ اس کے مالک کی زمین کی وجہ سے اسے دے دے یا اس کے قرض سے اتنی رقم منہا کر دے۔اس طرح قرض کی رقم جب پوری ہو جائے گی تو زمین اصل مالک کو واپس کر دی جائے گی۔اس سلسلے میں رائج الوقت مندرجہ ذیل صورتیں بالکل ناجائز اور حرام ہیں۔

❶ جس کے پاس زمین گروی رکھی ہے وہ اسے خود کاشت کرے اور اس کی پیداوار خود ہی استعمال کرتا رہے اصل مالک کو بالکل نظر انداز کر دے۔

❷ اگر وقت مقررہ پر قرض وصول نہ ہو تو گروی شدہ زمین بحق قرض ضبط کر لی جائے۔یہ دونوں صورتیں صریح ظلم اور زیادتی کا باعث ہیں۔لہٰذا ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔(واللہ اعلم)

ب: ہمارے ہاں پلاٹوں کی خرید و فروخت اس طرح کی جاتی ہے کہ بیعانہ کی ادائیگی کر کے پلاٹ کو آگے بیچ دیا جاتا ہے اور اصل مالک تیسرے آدمی کے نام رجسٹری کرا دیتا ہے، جس نے بیعانہ ادا کیا ہوتا ہے وہ صرف بیعانہ کی ادائیگی پر اس سے نفع کما لیتا ہے کیا اس صورت میں یہ کاروبار جائز ہے؟

ب: کاروبار کی ذکر کردہ صورت شرعاً ناجائز ہے، کیونکہ شریعت نے ایسی چیز کی خرید و فروخت سے منع کیا ہے جو فروخت کرتے وقت اس کے پاس موجود نہ ہو یا اس کی ملکیت نہ ہو جیسا کہ حدیث میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو چیز تیرے پاس نہیں اس کا فروخت کرنا جائز نہیں۔''①

اس کی مزید وضاحت ایک دوسری حدیث میں ہے، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے پاس ایک شخص آتا ہے، وہ مجھ سے کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے، میں سودا کر لیتا ہوں اور وہ چیز اسے بازار سے خرید کر دے دیتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' ۔جو تمہارے پاس موجود نہیں اسے فروخت کرنا جائز نہیں''۔②

اس حدیث میں وضاحت ہے کہ کسی ایسی چیز کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے جو فروخت کے وقت بائع کی ملکیت نہ ہو اس طرح اگر کسی نے کوئی چیز خریدی ہو تو جب تک اس پر قبضہ نہ ہو جائے اس آگے کسی کو فروخت نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کہ جب تک تم کوئی چیز خریدو تو اسے قبضے میں لینے سے پہلے آگے فروخت نہ کرو''۔③

اسی طرح حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کردہ سودے کو اسی جگہ بیچنے سے منع فرمایا ہے جہاں اسے خریدا گیا ہے کہ تجار حضرات اسے اپنے گھروں میں لے جائیں، یعنی اس پر قبضہ کرنے کے بعد اسے آگے فروخت کیا جا سکتا ہے۔④

صورت مسئولہ میں خریدار، مالک کو پلاٹ کا زر بیعانہ ادا کرتا ہے، جو صرف اعتماد کی علامت ہے کہ میں اس کا خریدار ہوں، آپ اسے آگے فروخت نہ کریں، پھر طے شدہ مدت پوری رقم ادا کر کے اسے خریدا جاتا ہے اور اس کی خریداری یا انتقال سے اس کی ملکیت میں آتا ہے، جب تک وہ پلاٹ خریدار کی ملکیت نہیں ہوتا اور وہ اس پر قبضہ نہیں کر لیتا اور وہ اسے آگے فروخت کرنے کا مجاز نہیں ہے، اس لیے پیش کردہ صورت میں صرف بیعانہ ادا کر کے پھر اسے آگے فروخت کرے، اس طرح فیکٹری سے کھل بنولہ خریدا جاتا ہے۔رقم ادا کر کے اس پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ فیکٹری میں رہنے دیا جاتا ہے مالک سے صرف پرچی یا رسید لی جاتی

① مسند امام احمد، ص: ج 2ص 187

② ابوداود، البیوع: 3503

③ مسند امام احمد، ج 3ص، 403

④ مستدرک حاکم: ج 2ص، 40

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔خریدار اس پرچی کو ایک تیسرے آدمی کو فروخت کر دیتا ہے اس طرح اس کی ہی خرید و فروخت ہوتی رہتی ہے، جبکہ اصل مال فیکٹری میں پڑا ہے اسے نہ کسی نے دیکھا اور نہ ہی اس پر قبضہ کیا، اس طرح کا کاروبار، احادیث بالا کی روشنی میں ناجائز ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

پگڑی

ں : ایک سائل نے پگڑی سے متلق سوال کیا ہے کہ ایک شخص کسی سے دکان کرایہ پر لیتا ہے، ماہانہ کرایہ کے علاوہ مالک دکان کرایہ دار سے پگڑی کی رقم وصول کرتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز بعض اوقات کرایہ دار اس دکان کو کچھ وقت استعمال کر کے کسی دوسرے شخص کو کرایہ پر دے دیتا ہے اور اس شخص سے منہ مانگی پگڑی وصول کرتا ہے، جبکہ مالک دکان کو اس سے کچھ نہیں ملتا کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے؟

ب : مالی کے معاملات کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے ''کہ اے ایمان والو! تم ایک دوسرے کے مال باطل ذرائع سے مت حاصل کرو ہاں اگر تجارت باہمی رضامندی سے ہو تو ٹھیک ہے''۔ (4/النساء:29)

اس ارشاد باری تعالیٰ کے پیش نظر مروجہ پگڑی کا کاروبار ناجائز اور حرام ہے۔ اگر مالکِ دکان پیشگی وصول کی ہوئی رقم ماہ بماہ کرایہ میں وضع کرتا رہے تو جائز ہے۔ کیوں کہ اس میں کرایہ دار کی طرف سے مالک دکان کی خیر خواہی ہے کہ وہ یکشمت لی ہوئی رقم کو اپنے مصرف میں آتا ہے اگر وصول کی ہوئی رقم کرایہ کا حصہ نہیں بنتی تو مالک کا اس طرح پیشگی رقم وصول کرنا ناجائز اور حرام ہے کیوں کہ مالک اس رقم کے معاوضہ میں کرایہ دار کو کچھ نہیں دیتا۔ اس طرح کرایہ دار کا اس دکان کو آگے پگڑی پر دینا بھی جائز نہیں۔ کیوں کہ یہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرنا ہے، اگر مالک اراضی بھی ہو جائے تو بھی ناجائز ہے کیوں کہ یہ مال بلا معاوضہ حاصل کیا گیا ہے، اگر تجارت کا کوئی اڈا یا مکان کا محل وقوع کوئی قدر و قیمت رکھتے ہیں تو وہ اصل مالک کا حق ہے، کرایہ دار صرف اس کو اپنے استعمال میں لانے کا روادار ہے اسے آگے فروخت کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ آخر یہ کرایہ دار دوسرے کرایہ کو مزید رقم کے معاوضے میں کیا چیز دیتا ہے، ایسے کاروبار کو تجارت تو نہیں کہا جا سکتا ہے جس میں معاوضہ ضروری ہوتا ہے پھر حدیث میں ہے ''کہ نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی دوسرے کو نقصان پہنچاؤ۔'' پگڑی کا کاروبار اس حدیث کے بھی خلاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ کیوں کہ ایسا کرنے سے مالک دکان کو نقصان ہوتا ہے، اگر کرایہ دار کو دکان کی ضرورت نہیں تو اسے چاہیے کہ اسے خالی کر کے مالک کے حوالے کردے۔ اگر مالک نے پیشگی کرایہ وصول کیا ہے تو اسے چاہیے کہ اجارہ کی باقی ماندہ مدت کے مقابل میں یکمشت رقم کا جتنا حصہ آ رہا ہے اسے واپس کر دے نیز اگر دکان متعین مدت کے لیے کرایہ پر بھی دی تو مالک دکان کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ کسی شرعی عذر کے بغیر اس معاملہ کو ختم کرے۔ اور نہ ہی کرایہ دار پر دکان خالی کرنے کا دباؤ ڈالے۔ اگر مالک ایسا کرتا ہے تو کرایہ دار کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے اس حق کرایہ داری سے دستبرداری کے عوض مال کا مطالبہ کرے، یہ عوض اس کے علاوہ پر ہوگا کس کا کرایہ دار اپنی یکمشت دی ہوئی رقم میں سے اجارہ کی باقی مدت کے حساب سے حق دار ہوگا، ہمارے ہاں بعض شہروں میں پگڑی کی ایک بدترین صورت بھی رائج ہے وہ اس طرح کہ مالک دکان، دکان کی پوری رقم وصول کر لیتا ہے، لیکن خریدار کو مالکانہ حقوق نہیں دیتا بلکہ اس سے ماہ بماہ طے شدہ کرایہ وصول کرتا ہے، کرایہ دار اس دکان میں کسی دوسرے شخص کو بٹھا دیتا ہے اور اس سے کچھ رقم بھی وصول کرتا ہے، مالک دکان نئے کرایہ دار سے پگڑی کی رقم کا بیس یا پچیس فیصد وصول کرتا ہے تا کہ اس کے نام پر کرایہ کی رسید جاری کرے، شرعی طور پر مالک اور اپنے کرایہ دار کا یہ کاروبار نا جائز ہے، ایک مسلمان کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکم امتناعی کا سبب نہ بن جائے اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جو چیز معصیت کے قریب کرنے والی اور اس کا سبب ہو اس کا ارتکاب مکروہ اور ناپسندیدہ حرکت ہے۔

ان تمہیدی گذارشات کے بعد ارسال کردہ سوالات کے ترتیب وار جوابات پیش خدمت ہیں:

سوال نمبر 1: کیا کسی بھی اسلامی بینک میں کسی قسم کی کسی بھی نوعیت کی ملازمت اختیار کی جاسکتی ہے؟ اگر ملازمت اس شرط پر ہو کہ ملازم بینک کے دیگر شرعی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرے گا اور اس سے کوئی بھی کسی قسم کا ناجائز پرافٹ حاصل نہیں کرے گا۔ (شبیر عثمانی)

جواب: ہمارے رجحان کے مطابق کوئی بینک بھی سودی معاملات سے محفوظ نہیں ہے خواہ اپنے نام کے ساتھ ''اسلامی'' ہونے کا لیبل ہی کیوں نہ لگالے کیونکہ پاکستان میں جتنے بینک ہیں وہ حکومتی بینک (اسٹیٹ بینک) کے ماتحت ہوتے ہیں اور حکومتی بینک سے انہیں روزانہ کاروبار اور لین دین کرنا پڑتا ہے اسے بھاری رقوم ہی پر کشش اور بھاری شرح سود پر دی جاتی ہیں۔

پھر حکومتی بینک کا تعلق عالمی (ورلڈ) بینک کے ساتھ ہوتا ہے، تمام حکومتی بینک، ورلڈ بینک کے ماتحت اور اسکے ممبر ہوتے ہیں اور اسے بھاری سرمایہ بھاری شرح سود پر فراہم کرتے ہیں، اسی طرح ورلڈ بینک سے جو سود ملتا ہے وہ حصہ رسدی کے طور پر پاکستان کے تمام اسلامی وغیر اسلامی بینکوں کو پہنچ جاتا ہے۔ بینک کے معاملات کی یہ مختصر وضاحت ہے اس وضاحت کے بعد ہمارے رجحان کے مطابق کسی بھی اسلامی بینک میں کسی بھی نوعیت کی ملازمت کرنا ناجائز ہے۔ خواہ ملازمت کے وقت یہ شرط ہی کیوں نہ طے کرے کہ وہ بینک کے دیگر غیر شرعی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرے گا اور نہ اس سے کوئی ناجائز پرافٹ حاصل کرے گا۔ ایک مسلمان اس امر کا پابند ہے کہ وہ دنیا میں چند روز گذارنے کے لئے ایسی حلال صاف ستھری اور پاکیزہ کمائی استعمال کرے جس پر کسی قسم کی حرام کاری کا دھبہ نہ لگا ہو۔ شریعت نے ہمیں ایسی مشتبہ قسم کی چیزوں کے اردگرد گھومنے سے بھی منع فرمایا ہے جو بالآخر ایک مسلمان کو حرام اور ناجائز کمائی میں گرا دینے کا ذریعہ ہوں حدیث میں ہے کہ تم ایسی چیز کو اختیار کرو جس کے متعلق کسی قسم کا داغ دھبہ نہ ہو اور جو چیز تمہیں شکوک وشبہات میں ڈال دے اسے چھوڑ دو۔ [1]

---

[1] مسند احمد 153/3

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال نمبر2: کیا اسٹیٹ بینک میں کام کرنا ایسے ہی حرام ہے جیسے دیگر کمرشل بینک میں حرام ہے؟

(کفیل اسلم)

جواب: اصولی طور پر یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ بینک عام صارفین سے کم شرح سود پر رقوم لے کر دوسرے سرمایہ کاروں کو بھاری شرح سود پر منتقل کرتا ہے، پھر سرمایہ کاروں سے ملنے والے سود کا کچھ حصہ عام صارفین کے کھاتے میں جمع کر دیتا ہے، اسی طرح تمام بینک اس امر کے پابند ہوتے ہیں کہ وہ سرمایہ کاروں سے پس انداز رقوم حکومتی (اسٹیٹ) بینک کو ایک خاص شرح سود پر منتقل کریں پھر اسٹیٹ بینک سے ملنے والا سود تقسیم کیا جاتا ہے اسٹیٹ بینک بھی سودی کاروبار کرتا ہے اور وہ عالمی بینک کو بھاری شرح سود پر رقوم دیتا ہے اور سود کی لپیٹ میں درج ذیل قسم کے لوگ آتے ہیں۔

✿ سود دینے والا ✿ سود لینے والا ✿ سود لکھنے والا ✿ اس پر گواہ بننے والا۔

یہ لوگ تو بلا واسطہ سود کی لپیٹ میں آتے ہیں، چنانچہ حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے، سود دینے والے، لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے نیز فرمایا کہ یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ [1]

بینک میں کام کرنے والے کچھ بالواسطہ طور پر اس لعنت زدگی کی لپیٹ میں آتے ہیں۔ مثلاً بینک کو سہولیات فراہم کرنے والے چوکیدار، پہرے دار اور اس کے متعلق دیگر خدمات سرانجام دینے والے حضرات، اس بنا پر ہمارا رجحان یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک بھی سودی کاروبار سے محفوظ نہیں ہے اگرچہ اس کا سودی لین دین پبلک کے ساتھ نہیں ہوتا تاہم عالمی بینک اور دیگر کمرشل بینک اس کے ساتھ سودی کاروبار ضرور کرتے ہیں۔ اس بنا پر اسٹیٹ بینک میں بھی ملازمت یا کوئی بھی خدمت سرانجام دینے سے اجتناب کیا جائے زندگی کی گاڑی کو چلانے کیلئے کوئی اور ذریعہ تلاش کر لیا جائے۔

سوال نمبر3: میرے دوست کے والد بینک میں ملازم ہیں جبکہ میرا دوست ایک کمپنی میں ملازم ہے وہ دونوں باپ بیٹا اپنی سیلری جمع کر کے گھر کے اخراجات پورے کرتے ہیں، ایسے حالات میں میرے

---

[1] صحیح مسلم: کتاب البیوع: 4093

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوست کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ کیا وہ اپنی آمدنی والد کی آمدنی سے الگ کر لے یا اسی طرح گھر کا نظام چلاتا رہے۔(محمد ارسلان اکرم)

جواب: ہمارے رجحان کے مطابق بینک کی ملازمت شرعی طور پر جائز نہیں ہے کیونکہ بینک میں سودی کاروبار ہوتا ہے اور سودی کاروبار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ لڑنے کے مترادف ہے نیز اس قسم کے رزق حرام کے بہت سے نقصانات ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رزق حرام استعمال کرنے والے کی نیکیاں قبول نہیں کرتا، اگر رزق حلال میں حرام کی آمیزش ہو جائے تو اس سے بھی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں، جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص دس درہم کا کپڑا خریدتا ہے اور اس میں ایک درہم حرام کی کمائی کا شامل کر لیتا ہے اور باقی نو درہم حلال کے ہیں تو اللہ رب العزت اس کے ایک بار کپڑا پہننے سے چالیس دن اس کی کوئی نیکی قبول نہیں کرے گا۔[1]

اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال رزق میں حرام کی آمیزش کس قدر خطرناک امر ہے۔ پھر غلبہ بھی حلال کو ہے لیکن جس کا تمام سرمایہ حرام کا ہو اور اس کی معیشت کی بنیاد ہی رزق حرام ہو، اس کا کیا انجام ہوگا؟ غور کیجئے۔

صورت مسئولہ میں ہم آپکے دوست کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے والد گرامی کو اچھے انداز سے رزق حرام کی سنگینی کے متعلق آگاہ کریں، اگر وہ شادی شدہ نہیں ہیں تو والدین کے ساتھ ہی رہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ رزق حرام سے بچنے کی کوئی سبیل پیدا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ضرور کوئی راستہ پیدا فرمائے گا۔

سوال نمبر4: ایک شخص بینک میں کاروبار نہیں کرتا لیکن ATM مشین کے ٹیکنیکل پرابلم دور کرتا ہے جس کی اسے اجرت ملتی ہے، اس کام کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز اس کی کمائی کا شرعی حکم بیان کریں؟

(محمد افضل صاحب)

جواب: بینک اپنے صارفین کو سہولیات فراہم کرتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایک کارڈ کے ذریعے

---

[1] مسند احمد:2/98

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ATM مشین سے ایک خاص مقررہ حد تک بوقت ضرورت رقم حاصل کر سکتا ہے، اس مشین سے رقم حاصل کرنے کا اگرچہ سودی کاروبار سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے تاہم بینک کا ایک حصہ ہے، اس بنا پر ہمارا رجحان یہ ہے کہ اس مشین کی خرابی دور کرنے میں چنداں حرج نہیں اور اس کی مزدوری لینا بھی جائز ہے لیکن اسے یہ مزدوری سودی کاروبار سے حاصل ہونے والی رقم سے ہی ادا کی جائے گی جو حلال اور پاکیزہ نہیں ہے اس لئے تقوی کا تقاضہ یہ ہے کہ اس طرح کا ہنر پیشہ کے بجائے انسان کوئی دوسرا ہنر سیکھ لے اور اسے اپنا ذریعہ بنا لے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لئے رنج وغم سے نجات کے لئے کوئی صورت پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہیں ہوگا۔'' (الطلاق:2،3)

بہر حال ایسے کام پر اجرت لینے کی گنجائش ضرور ہے اگرچہ بہتر ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے۔ واللہ اعلم

سوال نمبر 5: کیا کسی بھی بینک یا اسلامی بینک کو کرایہ پر جگہ مہیا کی جا سکتی ہے؟ نیز اس کرایہ کی مد میں جو آمدنی ہوگی اسے استعمال میں لانا شرعاً کیسا ہے؟ (عبدالرحمٰن)

جواب: سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ وہ اس میں سود کھائیں گے۔ عرض کیا گیا، آیا سب کے سب لوگ اس بیماری میں مبتلا ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو نہیں کھائے گا اسے بھی سود کی گرد وغبار پہنچ جائے گی۔''[1]

اس حدیث کے پیش نظر دور حاضر میں کوئی بھی اس وبائی مرض سے محفوظ نہیں ہے، کسی نہ کسی حوالہ سے پرہیز گار کو بھی اس کی گرد وغبار سے ضرور واسطہ پڑ جاتا ہے، ہمارے نزدیک صورت مسئولہ میں بھی اس قسم کا معاملہ ہے کیونکہ کرایہ وغیرہ کی رقم اس سودی کاروبار کی پیداوار ہوتی ہے جس پر بینک کے معاملات کی بنیاد کھڑی ہے، چونکہ بینک سودی کاروبار کرتے ہیں اس بنا پر بینکوں کو سودی کاروبار کیلئے جگہ فراہم کرنا کہ وہ خود اس پر عمارت تعمیر کر لیں یا انہیں عمارت بنا کر کرایہ پر دینا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا ان کے حرام کاروبار میں براہ راست معاونت کرنا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''تم

---

[1] مسند احمد: 2/494

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے معاونت نہ کرو۔(المائدہ:2)

اس آیت کریمہ کی روشنی میں اگر کوئی نیکی اور تقوی کا کام کرتا ہے تو اس کا دل و جان سے ساتھ دینا چاہئے اور کوئی مسلمان گناہ کا کام کرتا ہے تو اس سے کسی قسم کا تعاون نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارے رجحان کے مطابق عمارت تعمیر کر کے سودی کاروبار کرنے والے کو کرایہ پر دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ عمارت کسی بدکاری کا اڈا چلانے یا شراب کشید کرنے یا جوا کھیلنے والے کو کرایہ پر دینا ہے کہ ایسا کرنا ایک مسلمان کے شایان شان نہیں ہے جبکہ اہل ایمان کو اللہ کا یہ حکم ہے کہ وہ حلال اور پاکیزہ چیز تناول کریں فرمانِ الٰہی ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں عطا کی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکریہ ادا کرو۔(البقرہ:172)

لہٰذا ایک مسلمان کو اس قسم کے کرایہ سے اجتناب کرنا چاہئے۔

سوال نمبر6: اسٹیٹ بینک کے ملازمین کرنسی کے نئے نوٹ تبدیل کرنے کے زائد پیسے لیتے ہیں، کیا شرعی طور پر ایسا کرنا جائز ہے؟(محمد کفیل)

جواب: ایک ہی ملک کے کرنسی نوٹوں کا تبادلہ مساوات اور برابری کے ساتھ کرنا جائز ہے کیونکہ نئے اور پرانے نوٹوں کی حیثیت و مالیت ایک ہی ہوتی ہے، اس کے برعکس اگر نئے نوٹوں کا لحاظ رکھتے ہوئے کمی بیشی کے ساتھ کیا جائے تو ایسا کرنا ناجائز اور صریح سود ہے مثلاً 110 روپے کے عوض 100 روپے کے نئے نوٹ لینا، شرعاً ایسا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ ایک ہی جنس کے تبادلے میں کمی بیشی کرنا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک ہی قسم کی کھجوروں کو دوسری قسم کی کھجوروں کے ساتھ اضافہ سے تبادلہ کرنا ممنوع ہے۔[1]

چنانچہ جہاں مقدار کا اعتبار ہوتا ہے وہاں دیگر اوصاف (نئے اور پرانے ہونے) کا اعتبار نہیں کیا جاتا لہٰذا ایک روپیہ کا سکہ یا نوٹ خواہ وہ کتنا ہی نیا اور چمکدار ہو اس کی قیمت بھی ایک روپیہ رہے گی، اسی طرح وہ سکہ یا نوٹ خواہ کتنا ہی پرانا اور میلا کچیلا ہو جائے اس کی قیمت بھی ایک روپیہ سے کم نہیں

---

[1] بخاری: البیوع:2202

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگی، حالانکہ دونوں کے اوصاف میں زمین وآسمان کا فرق ہے، بازاری اصطلاح میں بس یہ فرق کالعدم ہو چکا ہے اس بنا پر اگر ایک روپیہ کو دو روپیہ کے عوض فروخت کیا جائے تو شرعاً نا جائز ہوگا، پھر یہ برابری اور مساوات کرنسی نوٹوں کی مقدار اور گنتی کے لحاظ سے نہیں ہوگی، بلکہ مساوات میں ان نوٹوں کی ظاہری قیمت کا اعتبار کیا جائے گا جو ان پر لکھی ہوتی ہے لہذا سو روپے کے ایک نوٹ کے تبادلہ میں پچاس روپے کے دو نوٹ لئے جا سکتے ہیں کیونکہ ظاہری قیمت کے لحاظ سے پچاس روپے کے دو نوٹوں کی قیمت سو روپے کے ایک نوٹ کے برابر ہے ہاں اگر نوٹ بذات خود بحیثیت مادہ مقصود ہوں تو ان کی ظاہری قیمت مقصود نہیں ہوگی جیسا کہ بعض لوگ مختلف ممالک کے سکے اور کرنسی نوٹ تاریخی یادگار کے طور پر جمع کرتے ہیں، مثلاً ہمارے ہاں آج کل ایک روپیہ دو روپیہ اور پانچ روپیہ کا نوٹ ختم ہو چکا ہے، اسی طرح سوراخ والا تانبے کا پیسہ بھی ختم ہو چکا ہے اگر کوئی انہیں نشانی کے طور پر خریدنا چاہے، اس کا مقصد تبادلہ یا بیع یا ان کے ذریعے کوئی منافع حاصل کرنا نہ ہو تو بظاہر اس قسم کے تبادلہ میں کمی بیشی کی گنجائش نکل سکتی ہے یعنی تانبے کی دھات کا سوراخ والا ایک پیسہ ایک روپیہ سے خریدا جا سکتا ہے لیکن سد باب کے طور پر اس سے بھی گریز کرنا چاہیئے اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نئے نوٹوں کے 500 روپے والا بنڈل 550 روپے میں فروخت کرنا یا اسے خریدنا شرعاً حرام اور نا جائز ہے کیونکہ اس میں مساوی جنس کے تبادلہ کا مساوی جنس سے اضافہ کے ساتھ کیا جاتا ہے احادیث میں اسے سود سے تعبیر کیا گیا ہے واللہ اعلم

سوال نمبر 7: کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (نسیم احمد)

جواب: کاغذی نوٹ پر کئی ادوار گزرے ہیں، پہلے اس کے پیچھے مکمل طور پر سونا ہوتا تھا، پھر ایک ایسا وقت آیا کہ ان کے پیچھے مکمل طور پر تو سونا نہیں ہوتا تھا لیکن ایک مخصوص مقدار میں سونا ہوتا تھا، پھر ان نوٹوں کو ڈالر سے وابستہ کر دیا گیا اور ڈالر سونے سے وابستہ تھا، 1971 میں امریکہ نے بھی سونا دینے سے انکار کر دیا، اب نوٹ کے پیچھے کوئی چیز نہیں ہے، نوٹ پر لکھی ہوئی عبارت "حامل ہذا کو اتنے روپے عند الطلب ادا کئے جائیں گے" محض بے معنی اور بے حقیقت ہے، اب یہ نوٹ محض آلہ تبادلہ ہیں، ایسی صورت حال کے پیش نظر اس کاغذی نوٹ کی کیا حیثیت ہے، معاشیات کی اصطلاح میں اس کی حسب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذیل دو تشریحات ہیں:

(1) زیادہ ماہرین کا یہ کہنا ہے کہ نوٹ کے پیچھے سونا اس لئے رکھا جاتا تھا کہ سونا بطور "آلہ تبادلہ" متعارف ہو گیا تھا، ہر جگہ، ہر ملک میں اس کی بنیاد پر تجارت ہو سکتی تھی، اگر یہی مقصد کاغذی نوٹ سے سونے کو واسطہ بنائے بغیر حاصل ہو جائے اور وہ بطور آلہ تبادلہ کے متعارف ہو جائے تو سونے کو واسطہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے، اس رائے کے مطابق کرنسی نوٹ ایک خاص قوت خرید سے عبارت ہے یعنی اس نوٹ سے اتنی قیمت کی اشیاء خریدی جاسکتی ہیں، اب اس نوٹ کے پیچھے سونے کے بجائے غیر متعین متفرق اشیاء کا مجموعہ ہے۔

(2) دوسری تشریح جو فقہی مزاج کے زیادہ قریب ہے وہ یہ کہ نوٹ کو زَر اصطلاحی اور ثمن عرفی قرار دیا گیا ہے، یعنی اگرچہ اس کاغذ کی ذاتی قدر و نسبت نہیں لیکن اصطلاحی طور پر اسے ایک مخصوص مالیت کا آلہ تبادلہ قرار دے دیا گیا ہے۔

اب زکوٰۃ کے وجوب اور اس کی ادائیگی کے مسئلہ میں ان کاغذی نوٹوں کا حکم بعینہ سونے چاندی کے حکم کی طرح ہے، اب جو شخص نصاب کے بقدر ان نوٹوں کا مالک بن جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، بہر حال اس کی شرعی حیثیت کے تعین پر تحقیق جاری ہے، ہمارا ذاتی رجحان دوسری تشریح کی طرف ہے۔ واللہ اعلم

سوال نمبر 8 : کرنسی نوٹ کا نصاب سونے سے لگایا جائے یا چاندی سے قرآن و حدیث سے جواب دیں؟ (نسیم احمد)

جواب: ہمارے ہاں رائج کرنسی نوٹ زر مبادلہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، ان کی زکوٰۃ کے متعلق دو مختلف نظریات ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(1) کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ کرنسی کے نصاب کیلئے اتنے روپے ہونے چاہئیں، جن سے ساڑھے سات تولہ سونا خریدا جاسکے، آج کل سونے کا بھاؤ ساٹھ ہزار روپے تولہ ہے، اس لئے اگر کسی کے پاس کم از کم چار لاکھ پچاس ہزار روپے ہوں تو اس پر زکوٰۃ لاگو ہوگی، ان حضرات کا کہنا ہے کہ ہر ملک میں زر مبادلہ کے طور پر سونے کو معیار بنایا جاتا ہے، یعنی ہر ملک اتنے ہی نوٹ چھاپتا ہے جتنے اس کے پاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سونے کے ذخائر ہوتے ہیں۔

(2) کچھ حضرات کہتے ہیں کہ نقدی کی زکوٰۃ کیلئے چاندی کو معیار بنایا جائے، یعنی اتنی نقدی پر زکوٰۃ لاگو ہوگی جس سے ساڑھے باون تولے چاندی خریدی جاسکے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کم ازکم باون ہزار پانچ سو نقدی پر زکوٰۃ وصول کی جائے کیونکہ ایک ہزار روپے تولہ کے حساب سے اس قدر نقدی سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکتی ہے۔

اس سلسلہ میں ہمارا رجحان یہ ہے کہ سونے اور چاندی کا نصاب جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا ہے، اس میں قطعی طور پر ردو بدل کی کوئی گنجائش نہیں البتہ نقدی کا نصاب، چاندی کے مطابق مقرر کیا جائے، اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(1) ہمارے برصغیر میں نوٹوں کے اجراء سے پہلے چاندی کا روپیہ رائج تھا، لہذا چاندی کو بنیاد بنا کر چاندی کی موجودہ قیمت کے حساب سے ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت نکال لی جائے، اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ آج کل سعودی عرب میں کاغذی نوٹوں کو ورقہ کہا جاتا ہے اور یہی لفظ چاندی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

(2) غرباء و مساکین کا فائدہ اس میں ہے کہ چاندی کو معیار بنایا جائے تاکہ تھوڑی مالیت پر زکوٰۃ وصول کر کے ان سے تعاون کیا جائے، یہ تشخیص ہر مقام پر خود کرنا ہوگی، کیونکہ چاندی کا بھاؤ بھی بدلتا رہتا ہے۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرض اور سود، تاخیر پر جرمانہ، اسٹاک ایکسچینج، متفرقات[1]

سوال نمبر 1: سود کی بنیادی تعریف کیا ہے؟ نیز تجارت، اجارہ اور سود میں کیا فرق ہے؟ کیونکہ بظاہر سب میں منافع ہی حاصل ہوتا ہے؟ (محمد وقاص رفیق)

جواب: عربی زبان میں سود کو ربا کہتے ہیں، ربا کا مطلب ہے بڑھنا، اضافہ ہونا، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ} [الحج:5]

''پھر جب ہم اس پر بارش برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے''۔

فقہاء کی اصطلاح میں سود سے مراد ہے: ''ایک فریق کی جانب سے دوسرے فریق کے لئے وقت ادائیگی میں مخصوص اضافہ جو بغیر کسی عوض کے ہو''۔

بنیادی طور پر سود کی دو اقسام ہیں:

(۱) قرض کا سود: جس میں قرض دے کر زیادہ طلب کیا جائے یا ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں رقم بڑھادی جائے۔

(۲) تجارت کا سود: اس کی دو اقسام ہیں: (أ) زیادتی کا سود (ربا الفضل) (ب) ادھار کا سود (ربا النسیئہ)

(أ) زیادتی کا سود یہ ہے کہ وہ مخصوص اجناس جنہیں شرعی اصطلاح میں ''سودی اجناس'' کہتے ہیں میں

---

[1] تحریر: شعبہ تحقیق وتصنیف المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: سود لینا اور سود دینا دونوں کا شمار گناہ کبیرہ میں سے ہوتا ہے، اور دونوں پر اللہ کی لعنت ہے، سود کے گناہ میں دونوں برابر کے شریک ہیں، لیکن جہاں تک معاملہ ہے کاروبار کا یا ایسی کمپنی میں ملازمت کا جو سود پر قرض لیتی ہو تو اس حوالہ سے کمپنیوں کی دو اقسام ہیں:

(۱) وہ کمپنیاں اور ادارے جن کا کام ہی سودی لین دین ہو، اور ان کا منافع بھی سود ہی سے حاصل ہوتا ہو، جیسے بینک، تو ایسی کمپنی کا کاروبار حرام ہے اور اس میں کسی بھی قسم کی ملازمت بھی حرام ہے۔

(۲) وہ کمپنیاں اور ادارے جن کا کاروبار سودی نہ ہو اور نہ ہی اس میں کسی اور قسم کے حرام کی آمیزش ہو اور جن کا منافع بھی سود سے حاصل نہ ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے منافع میں سے سود ادا کرتے ہوں، تو ایسی کمپنی کا کاروبار حلال ہے اور اس میں وہ ملازمت جائز ہے جس کا تعلق سودی لین دین کی لکھت پڑھت یا اعداد وشمار جمع کرنے سے نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سود لینے والے کے کاروبار کا خصوصاً تذکرہ کر کے اسے حرام قرار دیا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

{اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ}

''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو''۔ [البقرۃ:275]

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سود پر قرض لینا جائز ہے، بلکہ سود پر قرض لینے والے پر اللہ کی لعنت ہے، اور اس لعنت میں کمپنی کا مالک اور وہ ارباب اختیار شامل ہیں جو کمپنی کے مالی معاملات میں تصرف واختیار رکھتے ہیں۔

سوال نمبر3: اگر بینکوں کے پاس زیور رکھوا کر بلا سود قرضہ لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ (محمد عرفان)

جواب: بینکوں سے کسی قسم کا معاملہ کرنا ناجائز اور حرام ہے، چاہے وہ معاملہ سودی ہو یا غیر سودی، کیونکہ یہ گناہ پر تعاون ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے:

{وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ} [المائدۃ:2]

''گناہ اور زیادتی کے معاملہ میں تعاون نہ کرو''۔

جہاں تک بینک کے علاوہ کسی اور کے پاس زیور رکھوا کر قرض لینے کا تعلق ہے تو وہ جائز ہے، کیونکہ قرض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بدلہ رہن رکھوانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بعض معاملات میں رہن رکھنے کی شریعت نے تاکید کی ہے،فرمان الٰہی ہے:

{وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ} [البقرۃ:283]

اور اگر تم سفر پر ہو اور (دستاویز لکھنے والا مل نہ سکے) تو (کوئی چیز) رہن یا قبضہ رکھ کر (قرض لے لو)

البتہ زیور بطور رہن کے رکھواتے وقت دو باتیں ذہن نشین ہونی چاہئیں۔

(۱) جو رقم دی جا رہی ہو زیور کی قیمت سمجھ کر یا اس کے بدلہ نہ دی جا رہی ہو کیونکہ اس صورت میں یہ خرید و فروخت کا معاملہ تصور ہوگا اور ایسی خرید و فروخت جس میں سونا یا چاندی شامل ہوں اسے بیع الصرف کہتے ہیں، اور بیع الصرف کی شرط یہ ہے کہ معاملہ ہاتھوں ہاتھ نقد ہو اور فریقین میں سے کسی پر کسی قسم کا ادھار یا قرض باقی نہ رہے،حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ سے بیع الصرف کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ، وَإِنْ كَانَ نَسَاءً فَلَا يَصْلُحُ"[1]

''اگر وہ ہاتھوں ہاتھ ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر وہ ادھار ہے تو جائز نہیں''۔

لہٰذا اگر ایسی کوئی صورت ہے تو اس کا حکم یہ ہوگا کہ یا تو قرض دینے والے کو زیور کا خریدار سمجھا جائے گا اور قرضدار کو زیور کا فروخت کنندہ اور اس صورت میں کوئی قرض باقی نہیں رہے گا، یا پھر اس معاملہ کو فاسد سمجھ کر ختم کر دیا جائے گا۔

(۲) قرض کی واپسی میں کسی زائد رقم کا مطالبہ نہ ہو، اور نہ ہی تاخیر پر کوئی جرمانہ لگایا جائے۔

سوال نمبر 4: ایک شخص ہمارے پاس کچھ رقم امانت رکھوانے کے لئے آتا ہے، ہم اسے یہ مشورہ دیتے ہیں وہ یہ رقم ہمارے پاس بطور قرض حسنہ کے رکھوائے کیونکہ بطور امانت رکھوانے سے چوری کا خدشہ ہے اور اگر وہ یہ رقم ہمیں بطور قرض کے رکھوائیں گے تو ہم اسے کاروبار میں لگائیں گے اور اس سے جو ہمیں منافع ہوگا اسے ہم فلاحی کاموں میں استعمال کریں گے کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ (محمد رفیق)

---

[1] صحیح بخاری: کتاب البیوع، 2061

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: جائز ہے، بلکہ اس رقم سے ہونے والے منافع کو آپ ذاتی استعمال میں بھی لا سکتے ہیں کیونکہ کاروبار میں نقصان ہونے کی صورت میں بھی بہر حال قرض کی ادائیگی لازم ہے، تو چونکہ نقصان بھی قرضدار نے برداشت کرنا ہے لہذا منافع کا حقدار بھی وہی ہے، اور دونوں صورتوں میں (یعنی نفع ہو یا نقصان) قرض خواہ کو اتنی ہی رقم لوٹائی جائیگی جتنی اس نے ادا کی تھی، کسی بھی قسم کی کمی بیشی کرنا جائز نہیں۔

سوال نمبر 5: لاعلمی کی بنیاد پر جو منافع اور سود حاصل کیا گیا ہے اس کا کیا کیا جائے؟ (راشد علی)

جواب: لاعلمی کی بنیاد پر اگر سود مل گیا ہے تو اسے فقراء اور مساکین میں بغیر اجر و ثواب کی نیت کے صدقہ کر دیا جائے۔

سوال نمبر 6: ایک شخص اپنی بھینس کسی کو ایک سال کے لئے 30000 روپے کے عوض سپرد کر دیتا ہے کیا پیسے ادا کرنے والے کے لئے اس کا دودھ فروخت کرنا جائز ہوگا؟ (نوید ظفر اقبال)

جواب: اس معاملہ کی مکمل وضاحت مطلوب ہوگی کہ یہ معاملہ اجارہ (کرایہ داری) کا ہے، یا قرض کے بدلہ رہن رکھوانے کا؟

اگر یہ معاملہ کرایہ کا ہے کہ کرایہ دار نے تیس ہزار روپے کرایہ کے عوض ایک سال کے لئے بھینس حاصل کی ہے تو اس کے لئے اس سے نفع اٹھانا جائز ہے، وہ اس کا دودھ بیچ کر نفع حاصل کر سکتا ہے، اور اگر قرض لے کر بھینس کو بطور رہن کے رکھوایا ہے تو قرض خواہ کے لئے اس صورت میں اس کا دودھ بیچنا جائز ہوگا جب اس بھینس کے چارہ پانی کا بندوبست بھی اس کے سپرد ہو۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے "الرھن مرکوب ومحلوب" رہن (اگر مویشی ہو تو) اس پر سواری بھی کی جا سکتی ہے اور اس کا دودھ بھی نکالا جا سکتا ہے[1]۔

---

[1] سنن دار قطنی 2907

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاخیر پر جرمانہ

سوال نمبر 1 : اسلامی بینک تاخیر پر اگر جرمانہ نہ لگائے تو پھر کوئی بھی مقررہ وقت پر ادائیگی نہیں کرے گا؟ لہٰذا اس خدشہ کے تحت کیا یہ جرمانہ ٹھیک نہیں ہے؟(سلیم معرفانی میمن)

جواب: سوال میں سائل کی عام مسلمانوں کے حوالہ سے صریحاً بدگمانی نظر آتی ہے جو کہ درست نہیں ، نبی ﷺ کا فرمان ہے: "إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ" بدگمانی سے بچو، بیشک بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے"①۔ جہاں تک تعلق ہے تاخیر پر جرمانہ کرنے کا تو ایسا شخص جو جان بوجھ کر تاخیر کرے شریعت کی نظر میں وہ ظالم ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:"مطل الغني ظلم" ''مالدار(قرضدار) کا (ادائیگی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے''②۔ بلکہ شریعت نے اس حوالہ سے قرض خواہ کی رہنمائی بھی کی ہے کہ وہ اس صورت میں کیا کرے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے :"لي الواجد يحل عرضه وعقوبته" ''مالدار کا ٹال مٹول کرنا اس کی عزت اور اس پر سزا کو حلال کردیتا ہے''③۔

لیکن تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ جرمانہ مالی نہیں لگایا جائے گا، ابن المبارک رحمہ اللہ اس حدیث کی توضیح میں فرماتے ہیں: ''عزت حلال ہونے سے مراد ہے کہ اس پر سختی کی جائے گی اور اس کی سزا سے مراد ہے کہ اسے قید کردیا جائے گا''④۔اسی طرح اس کی حرمت پر اجماع کو ابن المنذر رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا

①صحيح بخاری:5144 ②صحيح بخاری:2287

③سنن أبي داؤد:3628 ④ سنن أبي داؤد:3628

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے،فرماتے ہیں:

" أجمعوا على أن المسلف إذا شرط على المستسلف زيادة أو هدية فأسلف على ذلك:أن أخذ الزيادة على ذلك ربا"

''اس بات پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ جب قرض دینے والا،قرض لینے والے پر یہ شرط لگائے کہ وہ اسے بڑھا کر دے گا، یا کوئی ہدیہ دے گا اور اس شرط پر وہ اسے قرضہ دے تو اس کا یہ زائد رقم لینا سود ہے''①۔

تاخیر کا خدشہ ہر دور میں رہا،لیکن کسی بھی عالم نے اس جرمانہ کو جائز قرار نہیں دیا۔لہذا مالی جرمانہ کے علاوہ کوئی بھی سزا دی جاسکتی ہے۔

سوال نمبر2: کیا کوئی بھی اسکول کا ادراہ اپنے طلباء پر تاخیر سے فیس جمع کرانے کی صورت میں جرمانہ عائد کرسکتا ہے جو مدرسین کی تنخواہ میں تاخیر کا باعث بنتی ہے؟(عبدالرحمن)

سوال نمبر3: لیٹ فیس کا اسلام میں کیا حکم ہے اگر یہ حرام ہے تو اس کا کیا بدل ہونا چاہیے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں بیان فرمائیں؟(سبحان محمود)

جواب: اسکول اور کالجز میں فیس دو طرح کی ہوتی ہے:

❶ ایک وہ فیس جو طالب علم پر قرض ہوتی ہے، یعنی اس نے ایک مہینہ اسکول میں پڑھا، اسکول میں پڑھائی کے اخراجات اس پر قرض ہیں، جو اس نے فیس کی صورت میں ادا کرنے ہیں۔اس فیس پر مالی جرمانہ نہیں لگایا جاسکتا، کیونکہ یہ سود کے زمرہ میں داخل ہے،البتہ جان بوجھ کر تاخیر کرنے کی صورت میں کوئی اور سزا دی جاسکتی ہے،جیسا کہ پہلے وضاحت ہوچکی ہے۔

❷ وہ فیس جو طالب علم پر قرض نہیں، بلکہ جب وہ ادا کرے گا تو اس کے معاملات پورے ہوں گے جیسے امتحانی فارم، رجسٹریشن فارم وغیرہ کی فیس،اس میں اگر وہ تاخیر کرتا ہے اور ادارہ اپنے اخراجات اور زائد محنت کو مدنظر رکھتے ہوئے لیٹ فیس وصول کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ قرض پر اضافہ نہیں ہے،اور اس میں طالب علم مجبور نہیں ہے بلکہ آزاد ہے کہ چاہے وہ فیس ادا کرے یا نہیں۔

① المغني لابن قدامة 354/4

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سائیکل اس کے حوالے کردی جاتی ہے کیا شرعا کاروبار کی یہ نوعیت جائز ہے؟ (محمد رمضان سندھی)

جواب: یہ صورت جائز نہیں کیونکہ اس میں جوا ہے، جوا کی تعریف علماء یوں کرتے ہیں کہ "ایسا معاہدہ جس میں دو یا دو سے زائد شریک ہوں، ایک کو نفع ہو باقی نقصان میں رہیں اور کسی کے علم میں نہ ہو کہ کون نقصان میں رہے گا اور کون نفع میں"، اس معاملہ میں بالکل یہی صورتحال ہے، سب سے پہلے جس شخص کا نام نکلے گا وہ سب سے زیادہ منافع میں رہے گا، اور جس کا نام نہ نکلے وہ سب سے زیادہ نقصان میں رہے گا اور جوا کو اللہ رب العزت نے حرام قرار دیا ہے چاہے کھیل میں ہو چاہے خرید وفروخت میں، فرمان الٰہی ہے:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ} [المائدة:90]

اے ایمان والو! یہ شراب اور یہ جوا، یہ بت، اور فال نکالنے کے تیر، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پا سکو۔

اسے خرید وفروخت نہیں کہا جا سکتا کیونکہ خرید وفروخت کے لئے شرط ہے کہ چیز کی قیمت متعین ہو، جبکہ یہاں چیز کی قیمت کا تعین نصیب پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ جب قرعہ اندازی میں نام نکلے گا تو اس وقت تک جتنے پیسے ادا کئے گئے ہوں گے اسی کو قیمت شمار کر لیا جائے گا، اس طرح چیز کی قیمت نامعلوم ہے اور نامعلوم قیمت پر خرید وفروخت ناجائز ہے۔

سوال نمبر 4: میں ایک ٹریول ایجنسی میں ملازم ہوں ہم ایک ٹکٹ مثال کے طور پر کلاس کے حساب سے 20000 روپے کی ہوتی ہے جسے ہم 22000 روپے میں فروخت کر دیتے ہیں کبھی اسکی قیمت کم بھی ہوجاتی ہے جیسے 17000 روپے کی ہوجاتی ہے تو کیا میں اسکو بقایا رقم واپس کرنے کا پابند ہوں یا وہ میرے لئے جائز ہوگی؟ (مدثر محمود)

جواب: سائل کے سوال سے محسوس ہوتا ہے کہ ٹکٹ بیچتے وقت ٹکٹ اس کی ملکیت میں نہیں تھا بعد میں اس کی ملکیت میں آیا، یا پھر ٹکٹ بیچنے کے بعد ٹکٹ خریدار کی ملکیت میں نہیں گیا اسی وجہ سے ٹکٹ کی قیمت کم ہونے کا فائدہ ٹکٹ بیچنے کے بعد بھی ٹکٹ بیچنے والے کو ہی مل رہا ہے۔ شریعت کا اصول ہے کہ کوئی چیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی اس وقت تک نہ بیچی جائے جب تک کہ وہ بیچنے والے کی ملکیت میں نہ آ جائے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: "لا تبع ما ليس عندك": ''جو چیز تمہارے پاس نہیں اسے مت بیچو''①۔ بہرحال اگر سائل کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ٹکٹ ادھار میں خرید کر پھر انہیں آگے بیچتا ہے تو اس صورت میں مذکورہ منافع کا حقدار وہی ہے کیونکہ جس کمپنی نے اسے ادھار میں بیچا تھا انہوں نے اپنی مرضی سے ٹکٹ کی قیمت کم کی ہے اس سے اگلے خریدار کا تعلق نہیں ہے، اور اگر سائل کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ائیر لائن اور خریدار کے درمیان واسطہ بن رہا ہے اور اس کا کمیشن لے رہا ہے تو ٹکٹ کی قیمت کم ہونے کی صورت میں جو پیسے بچ رہے ہیں وہ انہیں خریدار کو واپس کرنے کا پابند ہے۔ واللہ اعلم

سوال نمبر 5: اگر ہم کسی کمپنی کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں اور اس کمپنی کے ملازم ہمارے ساتھ کام کرنے کے عوض رشوت لیتے ہیں اور اگر ہم اپنا ناقص مال سپلائی کرنے کے لئے رشوت دیں ان دونوں کا شرعی حکم بیان کردیں؟

جواب: اس سوال کی دو صورتیں ہیں:

❶ سائل اپنا کام بخوبی انجام دیتا ہے اور کام کا حق ادا کرتا ہے لیکن اگر وہ کمپنی کے ملازمین کو رشوت نہ دے تو اس کا حق مارا جاسکتا ہے اور سائل کے لئے کوئی اور راہ نہیں بچتی تو اس صورت میں اپنا حق بچانے کے لئے اگر سائل مجبوراً کچھ رقم ادا کرتا ہے تو اس کے لئے جائز ہے، البتہ کمپنی کے ملازمین یا ہر وہ شخص جو اس رشوت خوری میں ملوث ہے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔

❷ سائل اپنا کام بخوبی انجام نہیں دیتا، ناقص مال سپلائی کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کسی حق والے کا حق مارنے کے لئے کمپنی کے ملازمین کو رشوت دیتا ہے تو رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں گے اور اس صورت میں سائل کی آمدنی بھی حرام شمار ہوگی۔

سوال نمبر 6: ''دار الحرب کا سود'' اس سے کیا مراد ہے اور اسکا حکم بھی بیان کردیں؟ (حیدر علی)

جواب: دار الحرب سے مراد وہ شہر یا ملک ہے جہاں شرعی احکامات نافذ نہ ہوں، جہاں حکمران کافر ہوں اور

---

① أبو داود: باب ماجاء كراهية بيع ماليس عندك

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے پاس قوت و طاقت نہ ہو۔ دار الحرب کے سود سے مراد یہ ہے کہ بعض علماء کے ہاں دار لحرب یا دار الکفر میں سودی لین دین جائز ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ " لا ربا بين مسلم وحربي في دار الحرب " جس کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ: " مسلمان اور کافر کے درمیان دار الحرب میں کوئی سود نہیں ہے " [1]، یعنی سودی لین دین جائز ہے۔

راجح بات یہ ہے کہ سودی لین دین کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں چاہے وہ دار الاسلام میں ہو یا دار الکفر میں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سود کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے اور اسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کھلا اعلان جنگ قرار دیا، اور اس میں کسی قسم کا کوئی استثناء نہیں ہے، جہاں تک مذکورہ حدیث کا تعلق ہے تو یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ یہ مرسل ہے، اسے تابعی مکحول رحمہ اللہ براہ راست نبی ﷺ سے بیان کر رہے ہیں، اور مرسل حدیث کا شمار ضعیف احادیث میں ہوتا ہے، اور اگر اس حدیث کو صحیح فرض کر بھی لیا جائے تو اس کا وہ معنیٰ نہیں ہے جو ذکر کیا جاتا ہے بلکہ اس کا ترجمہ اس آیت کی طرح ہوگا

{فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ} [البقرة:197]

"تو مباشرت کرنا، گناہ کرنا جھگڑا کرنا حج میں نہیں ہے"

یعنی ایسے کام کرنا دوران حج جائز نہیں ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوران حج ایسے کام کر بھی لے تو حرج نہیں ہے، اسی طرح حدیث کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ " مسلمان کے لئے دار الحرب میں کسی کافر سے بھی سودی لین دین جائز نہیں ہے "۔

---

[1] معرفة السنن والآثار: 47/7

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(Fixed Assets) بھی ہوتے ہیں اور نقدی (روپے پیسے) بھی شامل ہوتے ہیں اس لئے شیئرز کو ایک الگ جنس تصور کرتے ہوئے بیچتے وقت اس کی اصل قیمت سے زیادہ بھی وصول کیا جا سکتا ہے، لیکن اس میں ادھار جائز نہیں، کیونکہ رقوم کے تبادلہ میں اگر جنس مختلف ہو، (یعنی مثلاً روپے کے بدلہ ڈالر، اسی طرح روپے کے بدلہ شیئرز) تو اس میں کمی بیشی تو جائز ہے لیکن ادھار جائز نہیں، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ، فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ[1]

”سونے کے بدلہ سونا، چاندی کے بدلہ چاندی، جو کے بدلہ جو کھجور کے بدلہ کھجور، نمک کے بدلہ نمک برابر ہو اور ہاتھوں ہاتھ ہو اور جب یہ اجناس مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیچو جب یہ ہاتھوں ہاتھ ہوں“

لہذا شیئرز کی خرید و فروخت میں ادھار درست نہیں، خاص طور پر اس لئے بھی کہ مستقبل کے سودے کے ذریعہ شیئرز کے لین دین میں جوا بھی کھیلا جاتا ہے، اسی طرح صرف وہی شیئرز بیچے جائیں جن کی ملکیت حاصل ہو، ایسا نہ کیا جائے کہ پہلے شیئرز کا سودا کر لیا پھر کہیں سے وہ شیئرز لے کر خریدار کو تھما دیئے، کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "لا تبع ماليس عندك": "جس چیز کے تم مالک نہیں ہو وہ مت بیچو"[2]۔

---

[1] صحيح مسلم: كتاب المساقاة: باب بيع الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا

[2] أبو داود: 3503، والترمذي: 1232

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کرنسی نوٹوں پر سود؟ [1]

سوال نمبر 1: میں نے "الإقتصادية" اخبار میں پڑھا کہ سود کے حوالے سے نوٹوں کو سونے اور چاندی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، اور سود صرف حدیث میں مذکور چھ اصناف میں ہی جاری ہوسکتا ہے، بعض اہل علم بھی اس رائے کے قائل ہیں۔ براہ کرم مذکورہ بالا مسئلہ کی تفصیلی وضاحت فرمادیں۔

جواب: صحیح رائے یہی ہے اور معاصر علماء کی اکثریت بھی اسی کی قائل ہے کہ: کرنسی نوٹوں کو سونے اور چاندی پر قیاس کیا جاسکتا ہے اور کرنسی نوٹوں میں بھی سونے چاندی کی طرح سود لاگو ہوتا ہے۔ کیونکہ شریعت نے سونے اور چاندی پر سود کا حکم اس علت اور وجہ سے لگایا ہے کہ یہ قیمتوں کے تعین کا پیمانہ ہیں۔ دور قدیم سے ہی سونے اور چاندی کے ذریعے مختلف اشیاء کی قیمتوں کا اندازہ لگایا جاتا تھا اور آہستہ آہستہ سونے اور چاندی کی جگہ کرنسی نوٹوں نے لے لی، تو سونے چاندی کی جگہ کرنسی نوٹوں کی ریل پیل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان پر سونے چاندی ہی کے احکامات لاگو ہوں۔

سلف کے بعض ائمہ وعلماء سے بھی اس قسم کے اقوال منقول ہیں جو اس موقف کی تائید کرتے ہیں:

فقہ مالکی کی معروف کتاب المدونۃ (5/3) میں ہے کہ

1. اگر میں فلوس (لوہے یا پیتل کے سکے) کے بدلے دراہم خرید لوں اور انہیں قبضے میں لئے بغیر ہی ہم مجلس سے علیحدہ ہو جائیں تو کیا آپ کی رائے میں ایسا کرنا جائز ہے۔؟ فرمایا: امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اس قسم کی بیع فاسد ہے، امام مالک مجھ سے فلوس کے بارے میں فرماتے ہیں

---

[1] بشکریہ: الاسلام سوال وجواب [www.islamqa.com]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ: سونے اور چاندی سے فلوس کی بیع میں ادھار کسی طرح بھی جائز نہیں اگر لوگ اپنے درمیان چمڑوں کے ذریعے خرید و فروخت کو رائج کردیں یہاں تک کہ وہ چمڑے ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائیں تو میں سونے چاندی کے بدلے ان چمڑوں کو بھی اُدھار فروخت کرنا پسند نہیں کروں گا۔ پھر میں نے کہا کہ: آپ کیا کہتے ہیں کہ اگر میں فلوس کے بدلے سونے یا چاندی کی انگوٹھی یا سونے کی ڈھلی خریدوں اور اسے قبضے میں لینے سے پہلے ہی ہم الگ ہوجائیں تو کیا امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہوگا؟ تو فرمایا نہیں یہ امام مالک کے ہاں جائز نہیں ہوگا کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ: ایک فلس کے بدلے دو فلس کی خرید وفروخت جائز نہیں اور سونے چاندی اور دینار کی فلوس کے بدلے ادھار خرید و فروخت جائز نہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک فلوس میں بھی اسی طرح سود جاری ہوتا ہے جیسا سونے اور چاندی میں سود لاگو ہوتا ہے، کیونکہ لوگوں کا لین دین اس سے ہوچلا ہے اور اس کی حیثیت اب نقد کرنسی کی ہوگئی ہے بلکہ امام مالک تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر لوگ چمڑے کو کرنسی کے طور پر استعمال کرنے لگیں تو ان کا حکم بھی سونے چاندی جیسا ہی ہوگا۔ اور یہ آج کے کرنسی نوٹوں کی طرح ہی ہے جس کا امام مالک نے ایک مفروضے کے طور پر ذکر کیا ہے۔

سبحان اللہ: کیا ہی پاک ہے وہ ذات جس نے امام مالک کو یہ مثال دینے کی توفیق عطا فرمائی!

اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ صحیح یہ ہے کہ دراہم اور دینار میں علتِ ربا ان کا ذریعہ تبادلہ اور قیمتوں کے تعین کا پیمانہ ہونا ہے نہ کہ وزن ہونا ان کی علت ربا ہے۔ (یہی جمہور علماء کا موقف ہے)۔ [1]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے ایک قول کے مطابق درہم و دینار میں علت ربا انکا وزن ہے، جبکہ امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل کے دوسرے قول کے مطابق درہم و دینار میں علتِ ربا انکا قیمتوں کا

---

[1] مجموع الفتاوی: [471-472/29]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیمانہ ہونا ہے اور یہی رائے صحیح ہے۔ (2)

رابطہ عالم الاسلامی کی مجلس مجمع الفقہ الاسلامی کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ درہم و دینار میں علتِ ربا انکا پیمانہ قیمت ہونا ہے۔ کیونکہ:

اول: کیونکہ کرنسی نوٹوں کی بنیاد سونے اور چاندی ہی پر مبنی ہے، اور کیونکہ اکثر فقہاء کی نظر میں سونے اور چاندی کی علت ربا ان کا مطلقاً بطور قیمت استعمال ہے۔

اور جیسا کہ فقہاء پیمانہ قیمت کو صرف سونے اور چاندی تک ہی محدود نہیں کرتے، اگرچہ یہی دھاتیں کرنسی کی اصل اور بنیاد ہیں۔

اور جیسا کہ کرنسی نوٹ نے اب سونے چاندی کی جگہ لے لی ہے، عصرِ حاضر میں کرنسی نوٹوں سے ہی اشیاء کی قیمتوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور سونے چاندی سے لین دین تقریباً ناپید ہو چکا ہے۔ لوگ نوٹوں کے ذریعے ہی فائنانسنگ کرتے ہیں، انہیں ذخیرہ کرتے ہیں، ادائیگیاں اور تقاضے اور ذمہ داریاں تمام انہیں کے ذریعہ تکمیل پاتی ہیں، اگرچہ ان کرنسی نوٹوں کی حیثیت ذاتی طور پر نہیں بلکہ لوگوں کا اعتماد اور ان کا اس کے ذریعہ تبادلہ اور لین دین انہیں قیمت کی حیثیت عطا کرتا ہے اور یہی اس کے پیمانہ قیمت ہونے کی علت ہے۔

اور جیسا کہ سونے اور چاندی میں سود لاگو ہونے کی وجہ ان کا پیمانہ قیمت ہونا یہی کرنسی نوٹوں میں بھی موجود ہے۔ انہی تمام وجوہات کی بنا پر مجلس فقہی اسلامی نے کرنسی نوٹوں کو بذات خود نقد کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ انکا وہی حکم ہے جو سونے اور چاندی کا، کرنسی نوٹوں پر بھی اسی طرح زکاۃ واجب ہوگی جس طرح کہ سونے اور چاندی پر اور ان پر سونے اور چاندی کی طرح سود بھی لاگو ہوگا ادھار میں بھی اور کمی بیشی میں بھی، اور شریعت نے جو بھی احکام سونے اور چاندی پر نافذ کئے وہ تمام احکام بالکل اسی طرح کرنسی نوٹوں پر بھی لاگو ہوں گے۔

---

(2) اعلام الموقعین: 2/156

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوم: کرنسی نوٹ سونے چاندی کی طرح مستقل زر ہے۔ اسی طرح کاغذی نوٹ جاری کردہ حکومتوں کے اعتبار سے الگ الگ جنس ہیں۔ یعنی سعودی ریال ایک جنس ہے، امریکی ڈالر ایک الگ جنس ہے۔ اس طرح ہر ملک کی کرنسی بذات خود مستقل جنس ہے، لہٰذا اس میں ادھار اور کمی بیشی دونوں صورتوں میں اس پر سود لاگو ہوگا۔ جیسے سونے اور چاندی اور زر کی دیگر اقسام وغیرہ پر لاگو ہوتا ہے۔

کویت فائنانس ہاؤس نے اپنے پہلے فقہی سیمینار میں جو سفارشات اور فتاویٰ پیش کیے وہ یہ کہ:

❁ مجمع فقہ اسلامی کے سابقہ فیصلے کی توثیق کرتے ہوئے کہ کرنسی نوٹ خرید وفروخت اور لین دین میں سونے وچاندی کے قائم مقام ہیں، انہی کے ذریعے اموال ووسائل کا تخمینہ لگایا جاتا ہے اور انہی کے ذریعے تمام ادائیگیاں کی جاتی ہیں، اسی لئے ان پر سونے چاندی کے تمام احکام لاگو ہوں گے اور خاص طور ان کا لین دین نقد ہو، نا کہ ادھار۔

❁ ہر کرنسی بذات خود ایک دوسرے سے مختلف جنس ہے، تو کسی بھی معاہدے کی ابتداء یا انتہاء میں مقداری سود [ربا الفضل] جائز نہ ہوگا یعنی سو روپے کے بدلے سو روپے ہی خریدے جاسکیں گے ہاں البتہ اگر ایک کرنسی کے بدلے دوسری خریدی جائے مثلاً روپے کے بدلے ڈالر تو پھر صرف نقد سودے کا اشتراط کیا جائے گا۔

❁ کرنسی نوٹوں کے ذریعے سونے کی فروخت جائز نہیں سوائے اسکے کہ سودا ہاتھوں ہاتھ ہو یعنی نقد ہو۔

"ابحاث هيئة كبار العلماء" میں مذکور ہے کہ:

✿ سونے اور چاندی میں حرمتِ سود کی حکمت صرف ان دونوں ہی پر مقصور نہیں ہے بلکہ یہ ان تمام چیزوں پر لازم آتی ہے جنہیں بطور قیمت استعمال کیا جائے، مثلاً فلوس، سکے یا کرنسی نوٹ وغیرہ۔

✿ سونے اور چاندی کے سودی ہونے کی علت ان کا پیمانہ قیمت ہونا ہے۔

اور یہی امام ابوحنیفہ امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی قول ہے، امام احمد کے شاگرد ابوبکر کہتے ہیں امام سے شاگردوں کی کثیر تعداد نے یہی روایت کیا ہے اور یہی رائے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے شاگرد ابن قیم نے اختیار کی ہے اور عصرِ حاضر کے محققین اہلِ علم بھی یہی رائے رکھتے ہیں۔ ①

علامہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

کرنسی نوٹوں کے بدلے اگر اس کی جنس کی کرنسی خریدی جائے یا سونا چاندی خریدا جائے تو ان پر سود کی تمام صورتیں لاگو ہوں گی جو کہ سونے چاندی وغیرہ پر لاگو ہوسکتی ہیں۔ ①

خلاصہ: شریعت اسلامی ایک دوسرے سے مشابہ اور متماثل چیزوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتی۔ اور نہ ہی وہ مختلف اور متضاد چیزوں کو یکجا کرتی ہے، پھر جب شریعت اسلامی نے سونے چاندی پر بطور پیمانہ قیمت استعمال ہونے کے سود لاگو ہونے کا حکم لگایا تو یہ حکم اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ سونے چاندی سے متماثل اشیاء مثلاً سکے، فلوس اور کرنسی نوٹوں وغیرہ پر بھی یہی حکم لگایا جائے۔

> وكان أصحاب النبي ﷺ يتبايعون، ويتَّجرون، ولكنهم إذا نابهم حق من حقوق الله عز وجل لم تلههم تجارة ولا بيع عن ذكر الله حتى يؤدوه إلى الله تعالى.
>
> ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام خرید وفروخت، لین دین کے معاملات انجام دیتے۔ لیکن اگر حقوق اللہ میں سے کسی حق کی ادائیگی کا وقت آتا تو ان کی تجارت اور خرید وفروخت انہیں اللہ تعالی کے ذکر اور عبادت سے غافل نہ کرسکتی یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کردیتے۔

---

① أبحاث هيئة كبار العلماء: 1/85

① مجموع فتاوى ابن باز رحمه الله: 19/158

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی بینکاری شرعی میزان میں

مروّجہ اسلامی بینکاری کے نظام میں اصلاحات
اور صحیح اسلامی بینکاری کے قیام کے لیے
علمائے اہلحدیث کی جانب سے پیش کردہ

سفارشات

جمع وترتیب: عثمان صفدر

دنیا کے گلوبل ویلیج بننے سے معیشت، تجارت، معاہدات میں پیدا ہونے والی نت نئی صورتوں کی شرعی حیثیت کا جائزہ لینے، عوام الناس کو جدید معاشی مسائل سے متعلق شرعی آگاہی دینے، خصوصاً اسلامی بینکنگ میں رائج مرابحہ، مشارکہ، مضاربہ وغیرہ کی شرعی حیثیت جاننے، ان مسائل کا شرعی متبادل پیش کرنے اور ملکی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معیشت کو شرعی خطوط پر استوار کرنے کیلئے "المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی" کی جانب سے ایک منفرد سیمنار بعنوان "اسلامی بینکاری شرعی میزان میں" منعقد کیا گیا جس میں ملک کے مایہ ناز علماء و ماہرینِ معیشت نے بھی خطاب کیا اور متعلقہ موضوعات پر اپنے اپنے علمی مقالہ جات پیش کئے۔ سیمینار میں کثیر تعداد میں علماء و مفتیان کرام، اسلامی بینکاری سے متعلقہ شخصیات، سرمایہ داروں، اعلیٰ تعلیمی اداروں کے پروفیسرز اور طلباء نے شرکت کی۔

سیمینار کے آخر میں المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی کی جانب سے مروّجہ اسلامی بینکاری کے نظام میں اصلاحات اور صحیح اسلامی بینکاری کے قیام کے لیے علماءِ کرام کی بیان کردہ تجاویز کی روشنی میں اہم سفارشات پیش کی گئیں جو درج ذیل اقسام پر مبنی ہیں:

1. تمہید
2. مروجہ اسلامی بینکنگ میں موجود شرعی قباحتیں
3. صحیح اسلامی بینکاری کے لئے بنیادی تجاویز
4. دیگر سفارشات

1 تمہید

سودی نظام پر مبنی بینکاری یقیناً کسی بھی معاشرے اور اس کی اقتصاد و تجارت کے لئے زہر ہلاہل جبکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کھلا اعلان جنگ ہے، جو کسی بھی معاشرہ خصوصاً مسلم معاشرہ کے لئے ہرگز قابل قبول نہیں۔ ایک مسلمان چاہے عالم ہو یا تاجر یا کوئی اور حیثیت رکھتا ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں پر عموماً اور اپنی آمدن و تجارت پر خصوصاً اسلامی اصول و مبادی کی عملی تطبیق کے لئے سرگرداں رہے۔ سودی بینکاری کے بالمقابل اسلامی بینکاری کا رواج و تنفیذ بھی یقیناً اسی سوچ کی عکاس ہے اور انتہائی لائقِ تحسین ہے۔ سودی بینکاری کی انتہائی پختہ و مضبوط عمارت اور مروجہ نظام سے ہٹ کر خالصتاً اسلامی بنیادوں پر قائم بینکاری نظام کا قیام یقیناً انتہائی دشوار گزار مرحلہ رہا ہوگا جس کے لئے جدوجہد کرنے والے تمام علماء و کاروباری حضرات لائقِ تعریف ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں ایک اہم بات یہ ہے کہ نظامِ بینکاری کا تعلق ایسے جدید معاشی مسائل سے ہے جس میں اجتہاد کا عنصر زیادہ غالب ہے، اوراس کے ساتھ ساتھ بینکاری انتہائی دقیق اور حساس مسائل پر محیط ایک نظام ہے، اور چونکہ اسلامی بینکاری، سودی نظام بینکاری کو ہی اسلامی مالیاتی نظام کے سانچہ میں ڈھالنے کی کاوش ہے تو اسے شریعت اسلامیہ کے عین مطابق قرار دینے سے پہلے دو پہلوؤں سے اس کا جائزہ لینا نہایت ضروری ہے:

فقہی اجتہادات

یعنی جن اصولی بیوع پر اسلامی بینکاری کے معاملات کو قیاس کیا گیا ہے، کیا ان اصولی بیوع اور اسلامی بینکاری کے لئے مجوزہ نظام میں مطابقت بھی ہے یا نہیں؟ اور کیا ان اصولی بیوع کی شرعی شرائط وقیود کا اسلامی بینکاری میں خیال رکھا گیا ہے یا نہیں؟۔ مثال کے طور پر اسلامی بینک کے بچت کھاتہ (saving account) کو شرعی مضاربہ پر قیاس کیا جاتا ہے تو فقہی حوالہ سے اس بات کی نشاندہی ضروری ہے کہ کیا بچت کھاتہ کا نظام اوراس کی تمام شرائط وقیود شرعی مضاربہ کے مطابق ہیں یا نہیں۔

عملی تطبیق

یعنی علماء نے بحث وتمحیص واجتہادات کے ذریعہ اسلامی بینکاری کے لئے جو نظام تجویز کیا ہے تو عملی تطبیق کے حوالہ سے اس کا جائزہ لینا نہایت ضروری ہے کہ اسلامی بینکوں میں عملی طور پر جو معاہدات وقوع پذیر ہوتے ہیں وہ اسلامی بینکاری کے لئے مجوزہ نظام سے حقیقی مطابقت بھی رکھتے ہیں یا نہیں؟۔ ان تمام معاہدات کی ہر شق اور ہر شرط کی نہایت باریک بینی سے جانچ پڑتال انتہائی ضروری ہے؛ کیونکہ بسا اوقات ایک شرط پورے معاہدے کو حرام صورت میں بدل دیتی ہے، اور بسا اوقات معاہدے میں عملی لحاظ سے معمولی سی تبدیلی پورے معاملہ کو سودی معاملہ کی شکل دیدیتی ہے۔

الغرض: اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی بینکوں میں موجود شرعی خامیوں کی نشاندہی سے ہرگز بھی یہ مراد نہیں کہ اسلام میں بینکوں کی گنجائش نہیں، یا یہ کہ ہم سودی بینکوں کو رواج دینے اور تقویت دینے میں معاون ہیں۔ مقصد صرف اصلاح ہے کہ ایک اچھا قدم جو اٹھایا گیا ہے وہ اچھائی کی جانب گامزن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے اور اس میں جو خامیاں ہیں انہیں دور کیا جائے، خصوصاً ایسی خامیاں جو اسلامی بینکوں اور سودی بینکوں کے درمیانی فرق کو صرف نام کی حد تک ہی برقرار رکھیں اور اسلامی نظام معیشت کی سنہری خصوصیات وفوائد معاشرے تک منتقل نہ ہوسکیں۔

2 مروجہ اسلامی بینکنگ میں موجود شرعی قباحتیں

شرعی قباحتوں کے بیان میں چند باتیں مدنظر رہیں کہ:

- یہ سفارشات ہیں، جو کہ نہایت اختصار کی متقاضی ہیں، اور اس میں علماء کرام اور بینکار حضرات ہی کو مخاطب کیا گیا ہے جو کہ ان معاہدات کی تفاصیل سے باخبر ہیں اسی لئے ان سفارشات کی تحریر میں اختصار ہی سے کام لیا گیا ہے۔ تفصیل کے طالب افراد ادارہ ''المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر'' سے جاری مجلہ ''البیان'' یا ادارہ کی ویب سائٹ www.islamfort.com سے رجوع کریں۔
- ان سفارشات میں مروجہ اسلامی بینکوں کے صرف ان معاملات کا احاطہ اور شاملِ بحث بنایا گیا ہے جو اساسی ہیں یا اکثریتی ہیں، یعنی بینک زیادہ تر وہی معاملات کرتے ہیں۔ اقلیتی یا ثانوی معاملات کے احاطہ کو طوالت کے خدشہ کے پیش نظر ترک کیا گیا ہے۔

مضاربہ

مروجہ اسلامی بینکوں میں رائج مضاربہ، شرعی مضاربہ کے اصولوں پر پورا نہیں اترتا جس کی بنیادی وجوہات یہ ہیں:

- ڈیپازیٹر جو کہ رب المال ہے اس کے سرمایہ سے جو کاروبار کیا جارہا ہے اس حوالہ سے اعتماد میں نہ لیا جانا۔
- بینک کا منافع میں یکطرفہ بڑھوتی اور حقوق سے یکطرفہ استفادہ۔ یعنی مجموعی منافع میں اضافہ ہونے کے باوجود رب المال کے منافع میں اسی تناسب سے اضافہ نہ کرنا، اپنے مضارب ہونے کی حیثیت سے مضارب کے شرعی حقوق سے بھرپور استفادہ کرنا اور ڈپازیٹر کے رب المال ہونے کی حیثیت سے اس کے حقوق کو یکسر نظرانداز کرنا۔
- مضاربہ کے مال کو تجارت کے بجائے صرف تمویل (Financing) میں استعمال کیا جانا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جبکہ مضاربہ کے مال کو صرف تجارت میں استعمال کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ کسی اور مقصد میں اس کا استعمال جائز نہیں۔

- ڈیپازیٹر کے سرمائے کو کم ویٹ (Weightage) دینا۔ بینک اپنے سرمایہ کو زیادہ ویٹ دیتا ہے جبکہ اس کا سرمایہ ڈیپازٹر کے مجموعی سرمایہ سے بہت کم ہوتا ہے، اور ڈیپازٹر کے سرمایہ کو کم ویٹ دیتا ہے۔
- منافع میں ویٹ (Weightage) دینے کے لئے ڈیپازٹر کے سرمایہ کی کمی بیشی اور مدت کو معیار مقرر کرنا اسے سودی معاملہ کے مشابہ کر دیتا ہے۔
- مضاربہ کی ابتدا میں منافع کی تقسیم کے لئے فیصدی تناسب طے نہ کرنا۔ بلکہ مضاربہ شروع ہونے کے ایک مہینہ یا کچھ عرصہ بعد بینک منافع کے فیصدی تناسب کا اعلان کرتا ہے۔ جبکہ شرعی مضاربہ کے لئے ضروری ہے کہ مضاربہ کی ابتداء سے ہی منافع کا فیصدی تناسب طے کر لیا جائے۔
- رب المال کے اختیارات کو سلب کرنا۔ بینک کے فارم پر یہ لکھا ہوتا ہے کہ بینک جو بھی منافع طے کرے گا، صارف کے لئے اس کو قبول کرنا ضروری ہے، اور وہ اس میں کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔

جب کہ شریعت نے رب المال (ڈیپازٹر) کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ مضارب (بینک) سے یہ پوچھ سکتا ہے کہ اس کا مال کہاں صرف ہو رہا ہے، اسی طرح منافع کی تقسیم کے فیصلہ میں بھی رب المال کا شامل ہونا ضروری ہے۔

مشارکہ

اسلامی بینکوں میں مشارکہ کی بنیاد پر کوئی اکاونٹ نہیں کھولا جاتا، بلکہ سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے یہ غیر شرعی مشارکہ ہے کیونکہ:

Depositor جو کہ مشارکہ میں فریق ہے اسے بینک کی شراکت کی مالیت کا علم نہیں ہوتا۔ جبکہ اسلامی مشارکہ میں لازم ہوتا ہے کہ فریقین کو ایک دوسرے کے سرمائے کا علم ہونا چاہئے۔

مروجہ اسلامی بینکوں میں مشارکہ کی صورت میں ظلم کو رواج دیا جاتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ ڈیپازیٹر کے انفرادی سرمائے کو کم ویٹ دیا جاتا ہے اور بینک اپنے سرمایہ کا ویٹ زیادہ رکھتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشارکہ متناقصہ (Diminishing Musharaka)

- یہ ایک معاہدہ میں دو معاہدے ہیں ، یعنی مشارکہ کا معاہدہ پھر اسی معاہدہ میں اس کے تناقص (diminish) کا معاہدہ۔
- بینک کی طرف سے یہ وعدہ لینا کہ گاہک اس چیز میں بینک کے شیئرز اقساط میں بینک سے خریدے گا، یہ شرط اس مشارکہ میں بینک کے سرمایہ اور منافع کی ضمانت ہے، اور مشارکہ میں سرمایہ کی ضمانت اس مشارکہ کو سودی معاملہ میں تبدیل کر دیتی ہے۔
- اقساط کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں صدقہ کی شرط دراصل تاخیر میں جرمانہ ہے جو کہ حرام اور سود ہے۔

مرابحہ:

مروجہ اسلامی بینکوں کے نظام میں رائج مرابحہ، عام شرعی مرابحہ نہیں بلکہ مرابحہ للآمر بالشراء ہوتا ہے، یعنی گاہک کے مطالبہ پر بینک اس کے لئے مطلوبہ سامان خریدتا ہے اور اپنا منافع متعین کر کے اقساط میں گاہک کو بیچتا ہے۔ مروجہ مرابحہ میں شرعی قباحتیں:

- عام شرعی مرابحہ ایک تجارتی معاہدہ ہے جبکہ مروجہ مرابحہ محض تمویل (financing) ہے۔
- بینک خریدار سے وعدہ لیتا ہے کہ جب بینک گاہک کا مطلوبہ سامان خرید لے گا تو گاہک اس سے لازمی یہ سامان خریدے گا۔ یہ وعدہ بذات خود ایک معاہدہ کی صورت اختیار کر جاتا ہے اور پھر اس میں بیع مالا یملک کی قباحت آجاتی ہے یعنی ایسی چیز کو بیچنا جس کا وہ مالک نہ ہو۔
- بینک مطلوبہ سامان کی خریداری میں اسی گاہک کو اپنا وکیل بناتا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے، اور یہ قرض دے کر اس پر سود لینے کی صورت بن جاتی ہے۔
- مروجہ مرابحہ میں منافع کا تعین شرح سود سے کیا جاتا ہے جو کہ (LIBOR) یا (KIBOR) کے ذریعہ متعین کی جاتی ہے۔ منافع میں شرح سود کو معیار مقرر کرنا معاملہ کو مشکوک بناتا ہے۔
- ادائیگی اقساط میں تاخیر میں صدقہ کی صورت میں جرمانہ دراصل سود ہے۔
- مرابحہ کی بعض صورتوں میں التورق المنظم پایا جاتا ہے جو کہ بالاتفاق حرام اور سودی حیلہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجارہ:

اسلامی بینکوں میں جو اجارہ کیا جاتا ہے وہ اجارہ المنتھیة بالتملیک ہے، یعنی کرایہ کا معاہدہ اور پھر آخر میں اس چیز کی ملکیت کا تبادلہ، جو کہ اسی ایک معاہدہ کے ذریعہ ہوتا ہے، یا اس مدت کے اختتام پر ایک نمائشی قیمت کے ذریعہ یا پھر ہدیہ کے ذریعہ۔ عقد اجارہ یعنی کرایہ کا معاہدہ دراصل اس کی صرف ظاہری صورت ہے، حقیقت میں بینک اور گاہک دونوں کا مقصود اس چیز کی خرید وفروخت ہوتی ہے، اور یہ اصول ہے کہ معاہدات میں مقاصد کو دیکھ کر حکم لگایا جاتا ہے نہ کہ ظاہری الفاظ کو دیکھ کر، لہذا اس معاہدہ پر بھی بیع کے احکامات لاگو ہوں گے نہ کہ کرایہ کے۔

مروجہ اجارہ میں شرعی قباحتیں:

- عقد اجارہ کرتے وقت بینک کے پاس مطلوبہ چیز موجود نہیں ہوتی اور یہ بیع مالا یملک ہے، جو کہ حرام ہے۔
- اگر ایک ہی معاہدہ میں کرایہ اور ملکیت کا تبادلہ ہو تو یہ ایک معاہدہ میں دو معاہدے ہیں جو کہ حدیث کی رو سے حرام ہے۔
- مروجہ اجارہ چونکہ درحقیقت خرید وفروخت کا معاہدہ ہے اس لئے بینک اس میں چیز کی قیمت بمع منافع کو اقساط میں تقسیم کرتا ہے پھر اسے کرایہ کی صورت میں وصول کرتا ہے، اور بینک اپنے منافع کو (KIBOR) یا (LIBOR) جو کہ شرح سود کے لئے Bench Mark ہے کے ذریعہ متعین کرتا ہے۔ شرح سود کو معیار مقرر کرنا مکمل معاملہ کو مشکوک بناتا ہے۔
- اجارہ میں بینک کا چیز کی ملکیت کو اپنے پاس رکھنا بھی جائز نہیں، کیونکہ مروجہ اجارہ کا معاہدہ درحقیقت بیع وشراء کا معاہدہ ہے جس میں بینک بائع ہے اور مستاجر (کرایہ دار) دراصل مشتری (خریدار) ہے، اور چیز کی ملکیت مشتری کے پاس ہوتی ہے نہ کہ بائع کے پاس۔
- اجارہ کی مدت کے اختتام پر ہدیہ کا وعدہ بھی درست نہیں، کیونکہ یہ عام ہدیہ نہیں بلکہ ہدیۃ الثواب ہے کیونکہ یہ ان اقساط کی ادائیگی کے عوض میں ہدیہ ہے جو گاہک نے بینک کو ادا کیں، اور ہدیہ الثواب کا حکم بیع کا ہی ہوتا ہے، یعنی اجارہ کے معاہدہ میں ہدیہ کا وعدہ دراصل ایک معاہدہ میں دو معاہدے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو شرعی لحاظ سے جائز نہیں۔

- اقساط کی ادائیگی میں تاخیر پر صدقہ دراصل سود ہے۔

3 صحیح اسلامی بینکاری کے لئے بنیادی تجاویز

1. موجودہ اسلامی بینک محض مالیاتی ادارہ ہے تجارتی نہیں، لہٰذا اسلامی بینک کو ایک حقیقی تجارتی ادارہ بنایا جائے۔
2. شریعت میں محض تمویل پر بنا کسی مخاطرت (رسک) کے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں کیونکہ شرعی اصول کے مطابق معاملات میں مقصد اور نیت کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے نہ کہ الفاظ کو۔
3. اسلامی بینک کو مرابحہ اور اجارہ کو چھوڑ کر حقیقی مضاربہ و مشارکہ کی جانب آنا چاہیئے، اور اپنا رسک قبول کرنا چاہیئے۔
4. مضاربہ کے لئے جمع ہونے والے سرمایہ کو صرف تجارت کے لئے استعمال کیا جائے نہ کہ محض تمویل میں۔
5. اسلامی بینک کو حقیقی شرعی مضارب کا کردار اپناتے ہوئے رب المال کے اختیارات کو حیلہ بہانہ سے سلب نہیں کرنا چاہیئے بلکہ رب المال کے شرعی اختیارات کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے معاملات کو واضح کرے۔
6. مضاربہ میں بینک کو جس نسبت (Ratio) سے منافع ہو اسی نسبت سے رب المال (Depositors) کو بھی منافع میں شریک کرے۔
7. اقساط کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں صدقہ کی شرط کسی بھی طرح جائز نہیں، چاہے صدقہ کی رقوم کو بینک استعمال کرے یا خیراتی اداروں کو دے۔ بلکہ اس کے بجائے تنگدست کو مہلت دینے کے سنہرے شرعی اصول کو اپنایا جائے۔
8. اگر بینک کو گاہک کی جانب سے جان بوجھ کر تاخیر کا خدشہ ہو تو رقم کی صورت میں جرمانہ کے بجائے کوئی اور طریقہ اختیار کیا جائے۔ مثلاً گاڑی یا گھر یا کوئی اور چیز بیچتے وقت اس کی قیمت میں کچھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمات (Services) کے حوالہ سے بھی رقم وصول کی جائے اور قیمت کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں ان خدمات کو ختم یا کم یا موخر کر دینے کی شرط عائد کی جاسکتی ہے۔

9 مرابحہ میں بینک اسی خریدار کو اپنا وکیل بنانے کے بجائے کسی اور کو اپنا وکیل مقرر کرے۔

10 مرابحہ میں التورق المنظم کی قباحت سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

11 کسی بھی معاہدہ میں طرفین کی جانب سے کوئی وعدہ نہ کیا جائے، اور اگر وعدہ یکطرفہ ہو یعنی صرف بینک یا صرف گاہک کی جانب سے تو اس وعدہ کے ایفاء کو قانوناً لازم قرار نہ دیا جائے۔

12 اجارہ المنتهیہ بالتملیک کے بجائے اسلامی بینک بیع التقسیط کا فارمولا اختیار کرے تو زیادہ بہتر ہے۔ اس صورت میں اسلامی بینک چیز کی ملکیت اگرچہ گاہک کو منتقل کرنے کا پابند ہوگا لیکن یہ شرط عائد کی جاسکتی ہے کہ اس چیز کی ملکیت بینک اپنے پاس بطور رہن کے رکھے گا جب تک کہ خریدار چیز کی قیمت مکمل ادا نہ کر دے۔ بیع التقسیط میں چیز کے تلف ہو جانے یا نقصان کی صورت میں بینک ضامن بھی نہیں ہوگا۔ اور بیع التقسیط کے ذریعہ اسلامی بینک اجارہ کی دیگر شرعی قباحتوں سے بھی محفوظ رہ سکتا ہے۔

13 اسلامی بینک اپنے تمام معاہدات میں کسی بھی طرح شرح سود کو ہرگز بطور معیار مقرر نہ کرے۔

14 ایک معاہدہ میں دو معاہدوں کی قباحت سے بہر صورت بچا جائے۔

6 دیگر سفارشات

1 کسی بھی معاملے کو محض فروغ مل جانے سے اسکا شرعی جواز ثابت نہیں ہوتا لہذا مروجہ اسلامی بینکوں کے جواز کیلئے یہ دلیل دینا کسی طور بھی صحیح نہیں۔

2 سودی قرض کو ختم کرنے کیلئے اور لوگوں کی معاونت کیلئے قرضہ حسنہ کے مواقع میسر کیئے جانے چاہئیں۔

3 مدارس دینیہ میں بینکنگ اور معیشت کے معاملات کی تدریس کا اہتمام کیا جانا چاہیئے۔

4 عوام الناس کی آگاہی کیلئے اسلامی نظام معیشت کی خصوصیات وفوائد سے متعلق ورکشاپس کرائی جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

5 علماء کرام سے خصوصی درخواست کی جاتی ہے کہ موجودہ نظام معیشت پر عرق ریزی سے تحقیق کی جائے اور امت کو ایک اتفاقی فتوىٰ کی صورت میں زیر بحث مسئلہ کا حکم بتایا جائے۔

6 اسٹیٹ بینک سے مطالبہ ہے کہ ایسا نظام لایا جائے جس میں شرعی ایڈوائزر اسلامی بینک کا ملازم نہ رہے۔

7 اسلامی بینکاری نظام کے ساتھ ساتھ سودی نظام بینکاری کو بطور متوازی نظام کے برقرار نہیں رکھنا چاہیے، بلکہ ہر ممکن کوشش کی جائے کہ سودی نظام کو بتدریج ختم کر کے اسلامی نظام معیشت کی جانب پیش قدمی جاری رہے۔

8 اسلامی معاشی اصولوں کو رائج کرنے کی جانب پیش قدمی کرنا ضروری ہے۔

9 اسلامی بینکاری نظام میں تبدیلی ضروری ہے، اسے شریعت کی روح کے مطابق ہونا چاہیے۔

10 ملکی قوانین میں اسلامی قوانین کی بالادستی ہونی چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

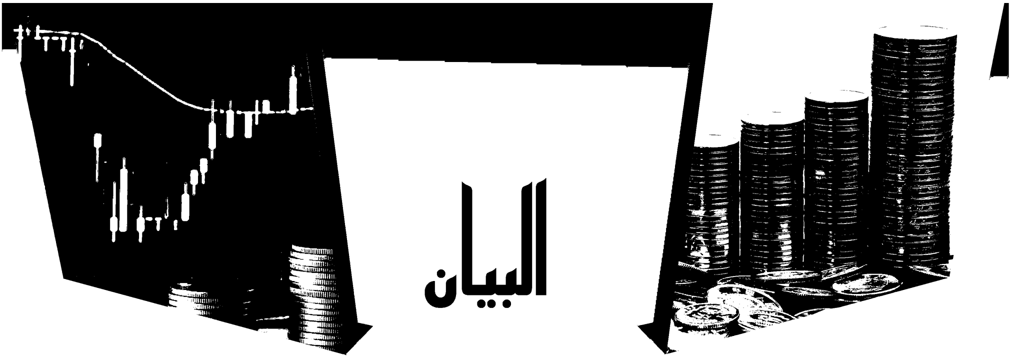

Islamic Banking

Judged on the scale of the Islamic sharia

Recommendations delivered by Ahle-hadith scholars on the establishment of a genuinely "shariah-compliant" system of Islamic banking.

Translated By: Safwan

"AL-MADINA ISLAMIC RESEARCH CENTRE" recently organized a unique seminar entitled "Islamic banking - judged on the scale of the sharia"; this trendsetting event had multiple purposes; firstly to analyze the Islamic aspects of the constantly evolving modern day economies, trading activities and agreements as a result of living in a global village. Secondly to educate the masses on the sharia/Islamic perspective regarding contemporary economic issues especially the Islamic standing on the principles of murabiha, musharika and mudaraba in reference to Islamic banking. Thirdly to present sharia compliant alternatives to these economic and financial issues and highlight practical solutions to align the national economy with the principles of Islamic sharia.

Highly well-known and qualified Islamic scholars and economic experts from all over the country attended this seminar and delivered their research based lectures on the related topics of this discussion. A vast number of scholars, Islamic banking related individuals, investors, students and professors of various prestigious educational institutes were also present on the occasion.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

At the end of this seminar; Al Madina Islamic research center Karachi presented a list of recommendations for correcting the current system of Islamic banking and establishing an authentic Islamic banking system. These recommendations broadly fall into the following categories:

Introduction

Non-shariah compliant elements in the currently practiced system of Islamic banking.

Basic proposals for a fundamentally correct Islamic system

Other recommendations.

Introduction:

A Banking network based on the system of interest is an incurable poison not only for the general society and its trade and economy but is also a declaration of open war with Allah and His messenger (sallalaho alaihi wasallam); which should be absolutely unacceptable in a Muslim society. A Muslim whether he is a scholar a businessmen or holding any other individual capacity must generally implement Islamic principles in every aspect of his life, yet more specifically in matters of income and trade this implementation needs to be meticulous and precise. Implementation of Islamic banking in place of interest based banking is an extension of this very same shariah compliant mindset and deserves high praise. Moving on from the rock solid foundations of the interest based banking system to a purely sharia compliant, fundamentally Islamic system of banking is a very tough proposition indeed. Hence all Islamic scholars and businessmen involved in this immense struggle deserve our praise and appreciation.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

It's important to note at this juncture that the system of banking is associated to those modern economic issues which have a significant involvement of the element of **"ijtihad".** Similarly banking as a system is based on highly sensitive and complex issues and because Islamic banking is an effort to mold the interest based banking system into an Islamic mode; it is vital to analyze it from two angles before declaring it to be completely in sync with the Islamic sharia:

a) "Ijtihadat" based on jurisprudence:

Refers to those basic/fundamental dealings on which the matters of Islamic banking have been assumed, firstly we need to know if there is any consistency between these dealings and the prescribed system of Islamic banking or not? Furthermore, have the shariah related terms and conditions of these basic dealings considered in the Islamic banking system? For instance, the savings account of an Islamic bank is assumed to be a mirror image of the shariah compliant mudarba; hence it is essential from the perspective of Islamic jurisprudence (fiqh) to examine whether this saving account system and all its terms and conditions are in coherence with the shariah compliant mudarba.

b) Practical Application:

The system of Islamic banking, as recommended, devised and designed by certain scholars based on their research, discussions and ijtihadat, needs to be critically assessed in terms of its practicality in order for us to know that whether the agreements which practically take place in an Islamic bank are in accordance with the prescribed and devised system of Islamic banking or not? Every term and condition of all these agreements needs to be assessed and analyzed in the minutest of detail; because on certain

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

occasions a single condition can render an entire agreement haram, and on certain other instances a very slight practical change in an agreement can transform a legitimate deal into an interest based and islamically illegal deal.

Conclusion of the introduction:

Highlighting the Islamic shariah-related flaws that exist in the currently practiced and implemented system of Islamic banking does not in any way proposes that there is no room for banking in Islam; or that we are trying instead to further strengthen and popularize the interest based system of banking. Our sole purpose is the correction of the existent flaws to ensure that this great initiative of Islamic banking stays on track and many of its glaring flaws are mended and ironed out. Especially those flaws and errors which almost eliminate any differentiation between the Islamic banking system and the conventional, interest-based one; these flaws also deny the transfer of all those golden benefits that an Islamic economic system can grant to our masses and the society in general.

Shariah related flaws in the Islamic banking system:

Following things need to be considered regarding these shariah related flaws:

These are recommendations and by nature they require to be precise, brief and practical and hence they only address businessmen and Islamic scholars who are aware of the details of the agreements that take place in Islamic banking. Individuals seeking greater detail can refer to a magazine entitled 'Al-bayan" that is published by the Al-Madina Islamic research

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

center or refer to our website www.islamfort.com.

These recommendations only cover those aspects of the Islamic banking system which are in a dominant or regular usage. Secondary aspects and minor dealings have been exempted to avoid unnecessarily lengthening this document.

a) Mudarba:

The currently implemented system of mudarba doesn't comply with the standards of a shariah-compliant mudarba; following are its reasons:

- A depositor who is the owner of the money is not consulted or taken under confidence at the time of investing his money into a particular business activity.
- One sided increase in the profits for the bank and one sided exploitation of all rights – this means that despite an increase in the overall profits, the owner's (depositors) profit does not go up proportionally. While the bank as a mudarib also fully exploits all its shariah given rights and out rightly denies all the rights of the depositor as the owner of the money.
- Usage of mudarba money only in financing instead of some business activity. Although, mudarba money should only be invested into business activity and it is not permissible to utilize it otherwise.
- Granting less weightage to the capital of the depositor, while the bank grants greater weight to its own capital although it is far less than the collective capital of the depositor.
- In order to give weightage in the profits, an increase/decrease in depositor's capital and setting a time limit as a standard makes this issue a mirror image of an interest based one.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

- Not finalizing or setting a percentage for profit distribution deal at the time of initiating a mudarba, instead the bank announces a profit distribution percentage after a month or so of starting a mudarba contract. Although for a shariah-compliant mudarba to materialize, it is necessary to set a profit distribution percentage at the very beginning of a mudarba.
- Hijacking the authority of the depositor (owner of the money) – it is written on the bank form that whatever profit the bank decides will have to be acceptable to the customer, and he/she will not be able to criticize or challenge it. Although Islamic shariah has given the depositor the right to question the mudarib (bank) regarding where his money is being utilized; likewise the involvement of the depositor while deciding about profit distribution is also essential.

b) Musharika:

No account is opened in Islamic banks on the basis of a musharika; instead only a certificate is given, this is an Un-Islamic and non-shariah compliant musharika because:

- The depositor, who is a partner in this musharika has no idea about the value of the bank's partnership. On the other hand in an Islamic musharika, it is compulsory that both the parties are fully aware of each other's financial stake/investment in the partnership.
- These days, Islamic banks use musharika as a tool to implement an oppressive system – whereby the individual capital of a depositor is granted less weightage and that of the bank is

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

granted a higher weightage.

b.1) Diminishing Musharika:

- These are two agreements under one agreement. Firstly an agreement for a musharika, then to accommodate for its diminishing, another agreement is drawn up within the first agreement.
- Undertaking of a promise by the bank from the customer that he/she in that particular commodity/item/thing will buy the shares of the bank in installments; this condition in the musharika is a guarantee for the bank's capital and profit, and in a musharika any guarantee for capital transforms it into an interest based musharika.
- A delay in the payment of installments results in the implementation of the condition of 'sadaqa' – this in actuality is a penalty for the delay and is interest and haraam.

c) Murabaha:

The currently implemented system of murabaha in Islamic banking is not the regular, shariah-compliant murabaha, instead it is murabaha 'lil-aamir-bisharai" – which means that on demand of its customer, the bank purchases his/her's desired product/good/item and then sells it to the customers in installments after adding a profit margin to the cost of that item/product. Following are the shariah related flaws in this practice:

- A regular, shariah-based murabaha is a trading agreement; on

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

the other hand the currently practiced version of murabaha is purely a financing tool.

- Bank undertakes a guarantee/promise from the customer that he/she will essentially purchase the desired product/item/good from the bank once the bank has acquired the item/good/product for the customer. This promise in itself becomes an agreement and includes the shariah related flaw of selling something you don't own.

- While buying the desired stuff/item/good, the bank appoints this very same customer as its lawyer; this is not correct and becomes a mirror image of charging interest over a loan given to someone.

- In the currently practiced form of murabaha, profit is determined on the basis of the interest rate; this is gauged by using (KIBOR) and (LIBOR). Setting interest rate as the standard makes this agreement/deal/issue doubtful.

- Implementing/charging sadaqa in case of delay in the payment of an installment is plainly the charging of 'interest'.

- In some types of murabahah, "At-tauraq-al-munazzam' is found, which is unanimously considered to be haraam and is merely an excuse for interest.

d) Ijara:

The ijara conducted in Islamic banks is "Ijara Al-muntahiya-bittamleek", this means a rental agreement that ends with the transfer of ownership of the said product/item/good. This entire process either happens within this one agreement, or happens at the end of this time limit via a

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

display price or through a gift. The rental agreement is in fact only a frontal face of ijara, in actuality both the bank and its customer solely desire the buying and selling of the said product/item/good. And in principle as well any order implemented in the agreement is based on the purposes rather than the visible letters; hence the orders implemented on these agreements should be the ones of a deal/trade rather than those of a rental. Following are the flaws of this ijara system:

- At the time of making the Ijara agreement, the bank does not possess the said item/good/product and this makes it a haraam deal.
- If in one agreement both the rental is decided and the ownership is transferred then these are two agreements under one agreement which is haraam and illegitimate from the perspective of the hadith of Allah's Messenger (sallalaho alaihi wasallam).
- Currently practiced Ijara is an actuality an agreement for buying and selling; hence the bank in this instance adds its profit to the cost of the said item/good/product and then divides it into installments and receives these installments as rent. Bank determines its own profit using (KIBOR) or (LIBOR) which are benchmarks to set interest rates, the utilization of the rate of interest makes this agreement/issue a highly doubtful one.
- In ijara, it is not permissible for the bank to keep the said product/good/item's ownership in its own hands, because the agreement of the currently practiced ijara is one for buying and selling. In this case the bank is the seller and the renter (customer) is the actual buyer, and the ownership of the product always lies with the buyer and not the seller.
- The promise of a gift/hadya at the end of the ijara time limit is also incorrect; because this is not a regular hadya but is a

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"hadyatus-sawab", this is the hadya given in return for the payment of installments from the customer to the bank and the order for "hadyatus-sawab" is that of a trading agreement. Therefore, the promise of a hadya/gift within the Ijara agreement is in fact two agreements within one agreement and not permissible in the Islamic shariah.

- Implementing of sadaqa due to delay of installment payment is in actuality 'interest'.

Recommendations for a correct system of Islamic banking:

The modern day Islamic bank is only a financial institute and a trading one; therefore it should be converted into a realistic and practical trading institute.

Islamic bank needs to quit murabaha and Ijara and move towards realistic mudarba and musharka and Islamic banks must also accept their own risk.

Funds collected from mudarba must be only utilized for trading and not only for "tamweel".

- An Islamic bank must play the role of a realistically shariah-compliant mudarib; who doesn't confiscate the authority of the owner of the money by making various excuses. Instead the bank must accept the Shariah-given rights of the owner of the money and must clarify its own policy and matters.
- In case of a mudarba, the Islamic bank must include the depositor (owner of the money) in sharing of the profit using the same profit ratio that it applies/sets for itself.

In case of a delay in payment of installments, applying the

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

condition of sadaqa is not permissible in any shape, way or form. Irrespective of whether this sadaqa money is utilized by the bank or some welfare institute. Instead the golden Shariah given rule of extending the time limit for the poor and the destitute must be applied.

If the bank is fearful that the customer is delaying on purpose, then in case of a payment, instead of a fine some other method must be adopted. For instance at the time of selling a car, or a house or something else a services charge can be received along with its price and in case of a delay in the collection of payment, a condition of eliminating these services or delaying them can be set.

In case of murabaha; the bank instead of appointing the concerned customer as its lawyer, should appoint someone else as its lawyer.

It is essential to avoid "At-tauraq Al-munazzam" in murabaha.

No promise should be undertaken from both the concerned parties within a particular agreement; and if the promise is one-sided; either from the bank or the customer, then it should not be made legally compulsory to fulfill it.

Instead of "Ijara muntahiya bittamleek', an Islamic bank can adopt the formula of "Baye uttaqseet" as an alternative. After the application of this formula, although the bank will be bound to transfer the ownership of the said good/item/product to the customer, yet a condition can be set that the bank will keep the said product in its custody as a guarantee only until the customer completes his/her payment in full. In case of damage or destruction of the product, bank will not be forced to act as a guarantor. Also through the implementation of "Baye uttaqseet", an Islamic bank can eliminate other shariah-related flaws from the system if ijara.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

Islamic bank will not in any case set interest rate as a standard while making its agreements.

Making of two agreements under and within one agreement will be avoided at all costs.

Other Recommendations:

- Popularity and increased acceptance of any issue or idea does not make it shariah-compliant; hence, this cannot be made an excuse for the currently operational Islamic banking system.
- To eliminate interest based loans, and to assist people, increased opportunities for "qarz-e-hasana" must be created.
- In Islamic educational institutes, efforts must be made to teach banking and economic issues.
- To create awareness amongst the masses, workshops highlighting the benefits and specialties of Islamic banking should be organized.
- A special request goes out to our respected Islamic scholars as well – they should conduct a stringent and detailed analysis and research on the current economic system, and then deliver a fatwa based on mutual consensus to solve this under discussion issue.
- Our demand for the state bank is to implement a system in which the Shariah advisor is no longer a servant of the Islamic bank.
- Maintaining the interest based banking system alongside the Islamic banking system as a balancing act must stop; instead all efforts should be made to gradually eliminate interest based

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

banking system and replacing it with an Islamic system of banking.

- Steps need to be taken towards the implementation of Islamic economic standards.
- A change in the Islamic banking system is compulsory; it must be designed in accordance with the essence of the Islamic shariah.
- Islamic laws must take precedence in the laws of the country.

Compiled and edited by: Research Council AL-MADINA ISLAMIC RESEARCH CENTER, KARACHI